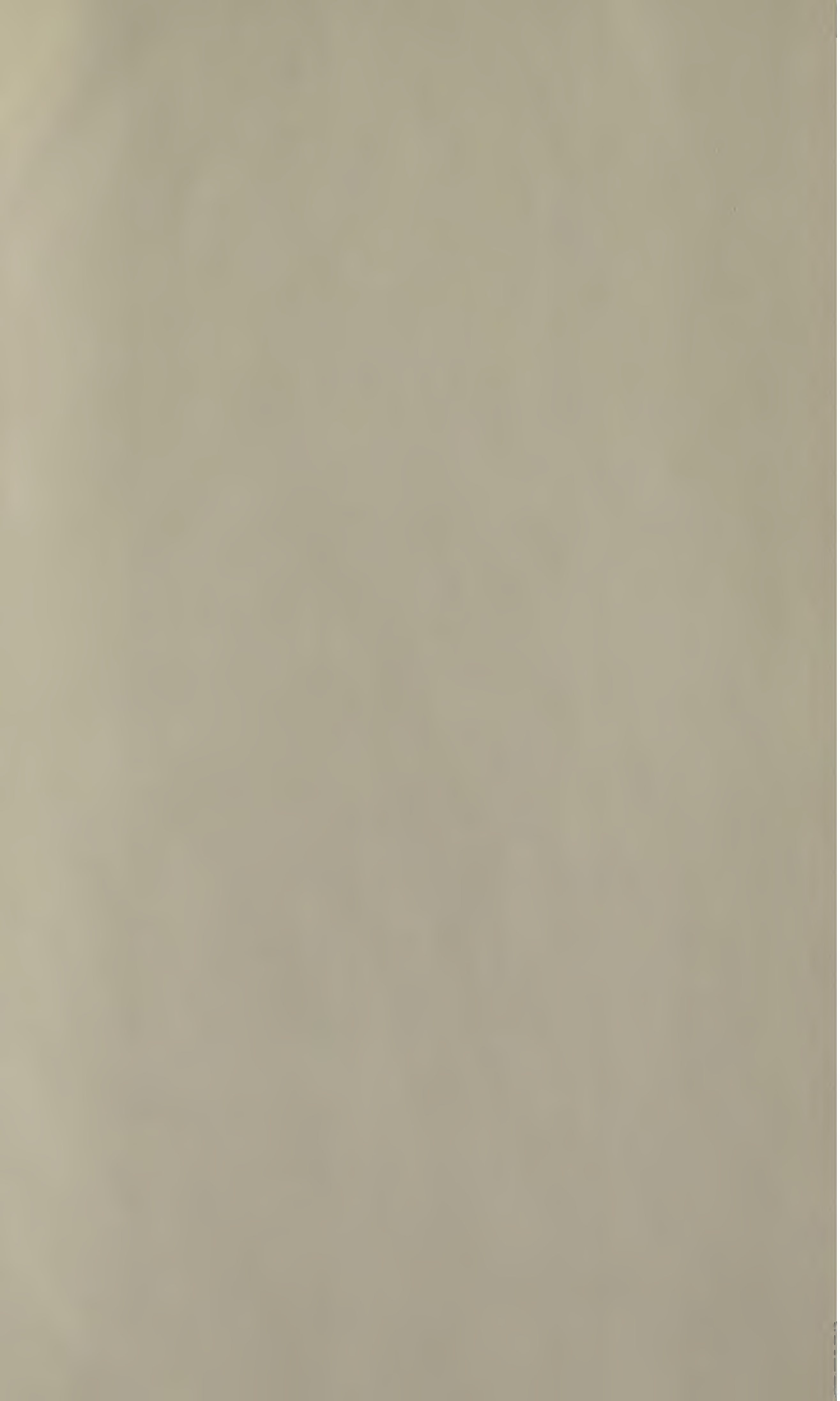


# حقیقۃ تصوف و تقویٰ

از:

حکیم الامت، مجدد الملت

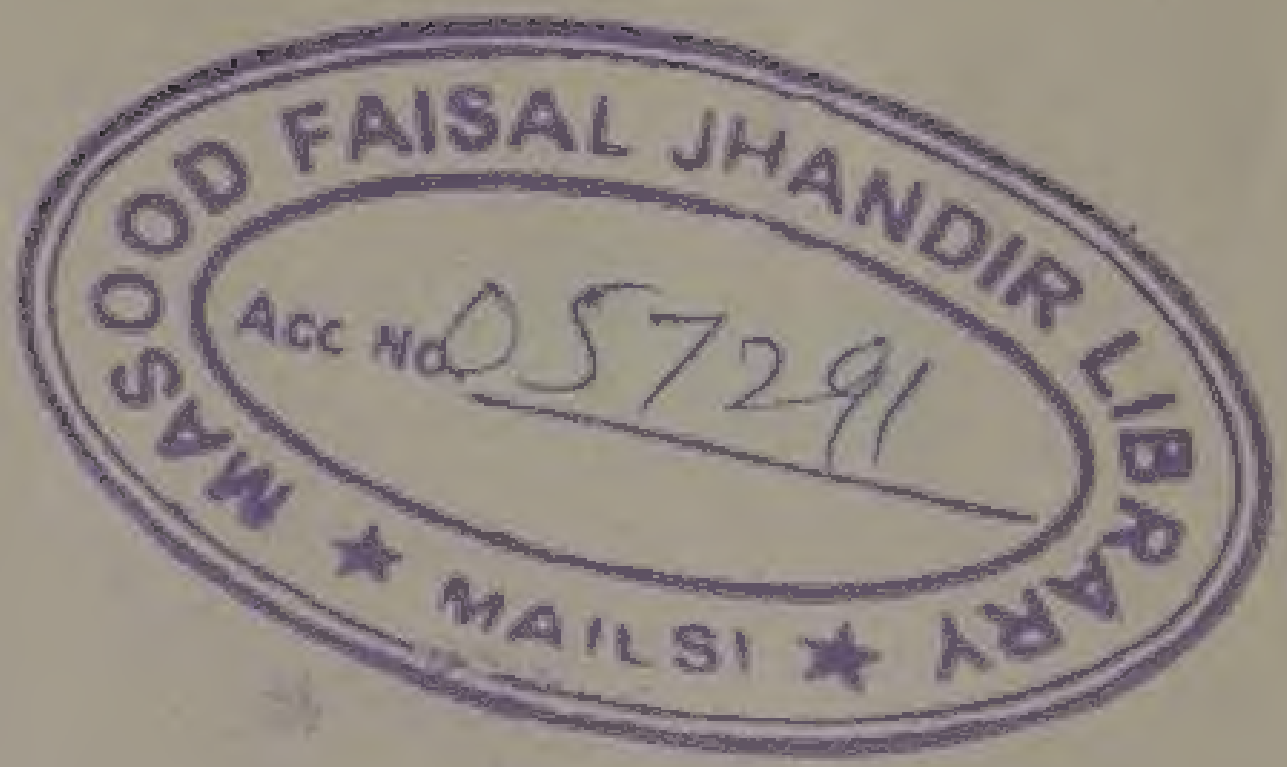
حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانویؒ





UNIVERSITY OF TORONTO  
LIBRARY  
100 St. George Street  
Toronto, Ontario

حقیقۃ تصوف و تقویٰ





سلسلہ موعظہ اشرفیہ جلد ۱۱

# حقیقت تصوف و تقویٰ

مفتی وقت حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور شرف

ترتیب موعظہ

منشی عبد الرحمن خان

ادارۃ تالیفات اشرفیہ

بیرون بوٹھریٹ ملتان ۵ پاکستان

# فہرست موعظ

التقویٰ

فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوا وَأَطِيعُوا  
وَأَنْفِقُوا خَيْرًا لِّأَنْفُسِكُمْ وَمَنْ يُوقِ  
شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

المرا بطة

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا  
وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ

المجاہدہ

وَمَنْ جَاهَدَ فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهِ إِنَّ اللَّهَ  
لَغَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ

التحصیل و التہذیب  
مع

وَمَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ  
اللَّهِ وَتَثْبِيتًا مِّنْ أَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ

التکمیل و التقدیل

أَصَابَهَا دَابِلٌ فَأَتَتْ أُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ فَإِن لَّمْ  
يُصِبْهَا دَابِلٌ قَطَطٌ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ

تکمیل الاعمال

إِلَّا مَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا  
فَأُولَٰئِكَ يَجْزِلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ

تبدیل الاحوال

وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا  
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَن يَرْتَدَّ مِنكُمْ عَن دِينِهِ

طریق القلندر

فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ رَّحِبُّهُمْ وَيُجِبُّونَهُ أَذِلَّةَ  
عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةَ عَلَى الْكَافِرِينَ يُجَاهِدُونَ



فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ كُوفَةً لَا يُهْدِي ذَلِكَ  
فَضْلَ اللَّهِ يَوْمَ تَبْيَضُّ بُيُوتُ لِبَنَاءِ اللَّهِ وَاسِعٌ عَلِيمٌ  
إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا  
الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ  
وَهُمْ رَاكِعُونَ وَمَنْ يَتَوَلَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ  
وَالَّذِينَ آمَنُوا فَإِنْ حُرِبَ اللَّهُ هُمْ الْمُفْلِحُونَ  
قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ مَنْ تَوَلَّى اضْمَعْ إِلَيْهِ رَفَعَهُ اللَّهُ  
قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ مَنْ تَوَلَّى اضْمَعْ إِلَيْهِ رَفَعَهُ اللَّهُ  
قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَسَنَ إِسْلَامًا  
الْمَرْءُ تَرَكَهُ مَا لَا يَعْثُرُهُ .

اوج قنوج

وستور سهار سپور

ترک مالا یعنی

رفع الموانع

سیرت صوفی

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ مِنْكُمْ أُولَٰئِكُمُ  
عَدُوٌّ أَلَّكُمُ فَاخْذُوا بِهِمْ وَإِنْ تَعَفُّوا لَا تَصْفَحُوا  
وَتَعَفُّوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ  
وَأُولَٰئِكُمُ فِتْنَةٌ وَاللَّهُ عِنْدَ أَجْرٍ عَظِيمٍ  
يَا أَيُّهَا الْمَرْمِلُ قُلِ الْبَلَدُ إِلَّا قَلِيلًا لِيُصْفَهُ أَوَّلَ نَقْصٍ  
مِنْهُ قَلِيلًا أَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ أَنْ تَوَدَّ بَلَدًا  
إِنَّا سَنُلْقِي عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيلًا إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ  
هِيَ أَشَدُّ وَطْأً وَأَنُومٌ قَلِيلٌ إِنَّكَ فِي انْتِهَابِ  
سَبْحًا طَوِيلًا وَادْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ  
تَتَيَسَّلًا رَبُّ الْمَخْرُوبِ وَالْمَغْرِبِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ  
فَاخْذُوهُ وَكَيْلًا وَاصْبِرْ عَلَى مَا يَقُولُونَ وَاجْهَوْهُمْ  
هَجْرًا جَمِيلًا وَذَرْنِي وَالْمُكَذِّبِينَ أُولِي النَّعْمَةِ وَهَلْهُمْ قُلِيلًا

# تفصیل

نمبر شمار	عنوانات	صفحات	نمبر شمار	عنوانات	صفحات
	التقویٰ		۱۲	آجکل کا تصوف	۳۵
	تمہید	۱۵	۱۳	عدم توجہی	۳۷
۱	قرآن اور تصنیف	۱۶	۱۴	حصول علم	۴۰
۲	احمر عظیم	۱۸	۱۵	صحبت علما	۴۲
۳	اشتیاق منافع	۲۰	۱۶	حب مال	۴۴
۴	عبدیت کا طرہ	۲۱		۲۔ الم رابطہ	
۵	فطری مذاق	۲۳	۱۷	تمہید	۴۹
۷	صحابہ کا ذوق	۲۴	۱۸	کثرت کلام	"
۸	توکل کے معنی	۲۷	۱۹	عمل کی حقیقت	۵۱
۹	آجکل کا تقویٰ	۲۹	۲۰	شیوخ و مریدین	۵۲
۱۰	تقویٰ کی حقیقت	۳۱	۲۱	اسرار و ذوقیات	۵۴
۱۱	اطاعت کی اقسام	۳۲	۲۲	محبت مخلوق	۵۶



۸۷	تحقیقتِ صبر	۴۲	۵۷	محبتِ خالق	۲۳
۸۸	وحدۃ الوجود	۴۲	۵۹	دعائات	۲۴
۸۹	احوال و اعمال	۴۳	۶۰	امتِ محمدیہ	۲۵
۹۱	اتباعِ وحی	۴۵	۶۱	لیڈر اور علماء	۲۶
۹۲	روحِ عمل	۴۶	۶۳	اجتماعِ عمل	۲۷
۹۳	غلبہِ حال	۴۷	۶۵	محبت کا اثر	۲۸
۹۵	غلبہِ رحمت	۴۸	۶۷	احتیاطِ خطاب	۲۹
۹۷	علمِ باعمل	۴۹	۶۸	تفسیری نکتہ	۳۰
۹۸	اقسامِ نفس	۵۰	۷۰	مداومتِ نماز	۳۱
۹۹	اصلاحِ نفس	۵۱	۷۱	علم سے مس	۳۲
۱۰۰	اصلاحِ نفس بہ واسطہ روزہ	۵۲	۷۲	تحقیقتِ ایمان	۳۳
۱۰۱	غلبہِ غضب	۵۳	۷۳	گوشہ نشینی	۳۴
۱۰۳	خوف و حزن	۵۴	۷۶	صبر و عمل	۳۵
۱۰۴	اصلاحِ بدعت	۵۵	۷۷	وشامِ محبت	۳۶
۱۰۵	تقویٰ شرعی	۵۶	۷۹	حسنِ مزاج	۳۷
۱۰۷	ترغیبِ فلاح	۵۷	۸۰	قرآنِ فہمی	۳۸
۱۰۸	فلاح و ترقی	۵۸	۸۳	حکم و تکفیر	۳۹
۱۰۹	اندر ہاد و مند تعلیم	۵۹	۸۴	قصد اور عمل	۴۰
	۳۔ الحجۃ		۸۵	نماز کی گرائی	۴۱

۱۲۴	ربا و مکان	۷۹	۱۱۳	تنہید	۶۰
۱۲۵	صفات خداوندی	۸۰	"	اصلاحِ عمل	۶۱
۱۲۶	نصیحتِ نامح	۸۱	۱۱۶	صدورِ عمل	۶۲
۱۵۱	تواضع کی اصل	۸۲	۱۱۷	مجاہدہٴ نفس	۶۳
۱۵۲	مستقل مجاہدہ	۸۳	۱۲۹	اصلاحِ عقیدہ	۶۴
	التحصیل والتسہیل		۱۳۰	عقیدہٴ صحیحہ	۶۵
	مح		۱۳۱	علمی مشقت	۶۶
	التکمیل والتعہیل		"	نظریہ	۶۷
			۱۳۵	طبعی تقاضا	۶۸
۱۵۹	تنہید	۸۴	"	بلا مشقت اصلاح	۶۹
۱۶۰	رمضان و حیات	۸۵	۱۳۷	مرد کون ہے؟	۷۰
۱۶۱	فضیلتِ انبیاء	۸۶	۱۳۸	علاجِ امراضِ باطنہ	۷۱
۱۶۷	اصلاحِ اعمال میں تقدیر کا دخل	۸۷	۱۳۹	نگرائی نفس	۷۲
۱۶۸	اہتمامِ حسنات و اجتنابِ		۱۴۰	کسل نماز	۷۳
	سیئات	۸۸	۱۴۱	کسل کی قسمیں	۷۴
۱۸۲	بخشگی نفسِ رضائے الہی ہے	۸۹	۱۴۲	اصلاحِ نفس	۷۵
۱۸۳	راحت کی جگہ		۱۴۳	فضولیاتِ مستورات	۷۶
	{ عالمِ آخرت ہے }	۹۰	۱۴۴	اغترالِ مجاہدہ	۷۷
۱۸۷	تعمیلِ عمل بالا اختیار	۹۱	۱۴۵	مخالفتِ نفس	۷۸



# تفہیم الایمان و تفہیم الایمان

۱۰۶	سائنس کا متنازعہ	۲۲۵	وجہ بیان
۱۰۷	حوالہ کا تغیر و تبدل	۲۲۶	توضیح و طریق
۱۰۸	اعمال کے درجے	۲۲۷	عادت احسان میں دستیابی
۱۰۹	فیوض نبوی کی صورت	۲۲۸	اچھے عمل کی معیشت ضروری ہے
۱۱۰	تصوف کا معنی	۲۲۹	رستہ کی تندر کی ضرورت
۱۱۱	تصوف کے درجات	۲۳۰	جباری و قہاری پر
۱۱۲	خواص کو پرہیز	۲۳۱	زبردستی کی ضرورت
۱۱۳	گناہ گروں کو تندرست		
	۵۔ طریق تندرستی		
۱۱۴	لزوم و وجہ	۲۳۲	بیرغش کی ضرورت
۱۱۵	مستود و غیر مستود	۲۳۳	توفیق غیبی سے ہوتی ہے
۱۱۶	مستودہ اسلحہ	۲۳۴	گناہوں کی بیزاری
۱۱۷	ترک اعمال	۲۳۵	حقائق اسرار کی حقیقت
۱۱۸	مستحق اور یربانی	۲۳۶	حقائق اسرار کی حقیقت
۱۱۹	تذکرہ علم	۲۳۷	توضیح الایمان
۱۲۰	طریق تندرستی	۲۳۸	بیکسوں کی تائید
۱۲۱	تذکرہ علم	۲۳۹	بیکسوں کی تائید
۱۲۲	تذکرہ علم	۲۴۰	تذکرہ علم

۲۳۵	نتیجہ	۱۴۲	۲۹۵	ایک پر محبتی	۱۲۴
۲۳۷	شیخ کامل	۱۴۳	۲۹۶	محبت کی نشانی	۱۲۵
۲۳۸	توبہ کی حقیقت	۱۴۴	۲۹۷	قلندر کے معنی	۱۲۶
	اوج فوج		۲۹۸	اعمال سے بیزاری	۱۲۷
			۲۹۸	کرامت	۱۲۸
۲۴۰	تہیہ	۱۴۵	۳۰۰	عمل و محبت	۱۲۹
۲۴۱	کبردار اس کو حاج	۱۴۶	۳۰۱	ارادہ	۱۳۰
۲۴۲	امید اور شورش	۱۴۷	۳۰۲	فشار	۱۳۱
۲۴۳	ترقی اور سلب کا اختیار	۱۴۸	۳۰۳	ایک حرکیت	۱۳۲
۲۴۴	خون آمدنی کی نعمت	۱۴۹	۳۰۴	مصائب	۱۳۳
۲۴۵	اشنان عبرت	۱۵۰	۳۰۵	ایک نو مسلم	۱۳۴
۲۴۶	شکر پر نماز	۱۵۱	۳۰۶	حضور رسول اکرم	۱۳۵
۲۴۷	انسان کی اہمیت	۱۵۲	۳۰۷	ذکر حق	۱۳۶
۲۴۸	ہر ایک کی حیثیت	۱۵۳	۳۰۸	پردہ	۱۳۷
۲۴۹	حکم کی وسعت	۱۵۴	۳۰۹	محبت کا انحصار	۱۳۸
۲۵۰	حکمت و سلطنت	۱۵۵	۳۱۰	عشق الہی کا دعویٰ	۱۳۹
۲۵۱	تدابیر نجات	۱۵۶	۳۱۱	قلندرانہ طریق عمل	۱۴۰
۲۵۲	شکر کی ضرورت	۱۵۷	۳۱۲	اہل محبت کی محبت	۱۴۱
۲۵۳	ایک حقیقت	۱۵۸	۳۱۳	الصالح	۱۴۲

۴۲۱	تفریق برکندہ و ہن	۱۶۹	۳۸۴	فہم پرستی	۱۰۰
			۳۸۱	بے حسی کی انتہا	۱۰۱
	دستور سب ہمارے پور		"	غصہ اور اس کے مضرات	۱۰۲
۴۳۳	تبیہ	۱۷۰	۵	غفور و درگزر	۱۰۳
۴۳۴	آیات کا تکرار	۱۷۱	۳۸۲	بیکوں پر غم	۱۰۴
۴۳۵	امرائی ظاہری و باطنی	۱۷۲	۳۸۳	سیکڑ کے پتھر میں	۱۰۵
۴۳۶	سیر و تذلل سے اجتناب	۱۷۳	۳۸۴	سبب اور لفتنی	۱۰۶
۴۳۷	تواضع و استغنا کی اہمیت	۱۷۴	۳۸۵	شد کی بھستہ	۱۰۷
۴۳۸	اسلامی حمید و ذمہ	۱۷۵	۳۸۶	شریعت	۱۰۸
۴۳۹	طہارت ظاہری و باطنی	۱۷۶	۳۸۷	انکار بھستہ	۱۰۹
۴۴۰	شریعت کی پالیسی	۱۷۷	۳۸۸	تراویح	۱۱۰
۴۴۱	عمیرت کا حصول	۱۷۸	۳۸۹	تراویح کی حقیقت	۱۱۱
۴۴۲	نظم و نثر کی ضرورت	۱۷۹	۳۹۰	آج کل کے دستور	۱۱۲
۴۴۳	مرشد کمال کی رہبر	۱۸۰	۳۹۱	محبوبیت بزرگان	۱۱۳
۴۴۴	بزرگی کی سہ استراز	۱۸۱	۳۹۲	سنت نبوت اسلام	۱۱۴
۴۴۵	بدن و بیان کی حفاظت	۱۸۲	۳۹۳	عارف کی قیمت	۱۱۵
۴۴۶	مرتبہ سب سے نبوت	۱۸۳	۳۹۴	خدا کا حق	۱۱۶
۴۴۷	سادس نمائش	۱۸۴	۳۹۵	توابع و اصحاب	۱۱۷
۴۴۸	تفسیریں کا احساس	۱۸۵	۳۹۶	غیر عمدہ و غلط	۱۱۸

۱۹۶۰	تجربہ عام بستہ	۲۱۷	نہ ہری و بالخی اصحاح	۵۰۵
۱۹۶	حقیقت مال رجاء	۲۱۵	لغوی امور کے اختصار	۵۰۶
۱۹۸	شرعی وضع کی ضرورت	۲۱۸	فصول باتوں سے پرہیز	۵۲۰
۱۹۵	صدمت ابدان	۲۱۰	قرب الی اللہ	۵۰۷
۲۰۰	عجب کی شان	۲۱۲	شریعت کی توجہ	۵۰۸
۲۰۱	کبر و عجب کا مروت	۲۱۳	لوگوں کی عادت	۵۲۱
۲۰۲	تقویٰ کی ضرورت	۲۱۵	علماء کی عادت	۵۲۲
۲۰۳	مغرب کی تنبیہ	۲۱۸	عربی کا احترام	۵۲۳
	ترک مال یعنی		اہتمام اصلاح	۵۳۷
			عودتوں کی عادت	۵۰۹
۲۰۴	دستور العمل	۲۱۳	اتباع شیخ	۵۲۴
۲۰۵	مروت و غفلت	۲۱۸	طریق تسلیم و رضا	۵۲۵
۲۰۶	تسلیم و خیار	۲۱۵	عدم بہارت فن	۵۲۶
۲۰۶	خدا کی شفقت	۲۱۹	رفع الظلم والرح	
۲۰۸	شر کی اہمیت	۲۱۵		
۲۰۹	عربی اردو کے معنی کا فرق	۲۱۹	تہجد	۵۰۵
۲۱۰	خدا کی مصلحت و حکمت	۵۰۰	خوشگوار و درناگوار امور	۵۰۷
۲۱۱	سہل تعلیم اور احکام	۵۰۲	کم تعلیم کی خرابی	۵۰۸
۲۱۲	بے ثنائی شفقت	۵۰۵	عبادت میں یکسوئی	۵۰۹

۵۸۶	۵۹۰	۵۹۲	۵۹۴	۵۹۶	۵۹۸	۶۰۰	۶۰۲	۶۰۴	۶۰۶	۶۰۸	۶۱۰	۶۱۲	۶۱۴	۶۱۶	۶۱۸	۶۲۰	۶۲۲	۶۲۴	۶۲۶	۶۲۸	۶۳۰	۶۳۲	۶۳۴	۶۳۶	۶۳۸	۶۴۰	۶۴۲	۶۴۴	۶۴۶	۶۴۸	۶۵۰	۶۵۲	۶۵۴	۶۵۶	۶۵۸	۶۶۰	۶۶۲	۶۶۴	۶۶۶	۶۶۸	۶۷۰	۶۷۲	۶۷۴	۶۷۶	۶۷۸	۶۸۰	۶۸۲	۶۸۴	۶۸۶	۶۸۸	۶۹۰	۶۹۲	۶۹۴	۶۹۶	۶۹۸	۷۰۰	۷۰۲	۷۰۴	۷۰۶	۷۰۸	۷۱۰	۷۱۲	۷۱۴	۷۱۶	۷۱۸	۷۲۰	۷۲۲	۷۲۴	۷۲۶	۷۲۸	۷۳۰	۷۳۲	۷۳۴	۷۳۶	۷۳۸	۷۴۰	۷۴۲	۷۴۴	۷۴۶	۷۴۸	۷۵۰	۷۵۲	۷۵۴	۷۵۶	۷۵۸	۷۶۰	۷۶۲	۷۶۴	۷۶۶	۷۶۸	۷۷۰	۷۷۲	۷۷۴	۷۷۶	۷۷۸	۷۸۰	۷۸۲	۷۸۴	۷۸۶	۷۸۸	۷۹۰	۷۹۲	۷۹۴	۷۹۶	۷۹۸	۸۰۰	۸۰۲	۸۰۴	۸۰۶	۸۰۸	۸۱۰	۸۱۲	۸۱۴	۸۱۶	۸۱۸	۸۲۰	۸۲۲	۸۲۴	۸۲۶	۸۲۸	۸۳۰	۸۳۲	۸۳۴	۸۳۶	۸۳۸	۸۴۰	۸۴۲	۸۴۴	۸۴۶	۸۴۸	۸۵۰	۸۵۲	۸۵۴	۸۵۶	۸۵۸	۸۶۰	۸۶۲	۸۶۴	۸۶۶	۸۶۸	۸۷۰	۸۷۲	۸۷۴	۸۷۶	۸۷۸	۸۸۰	۸۸۲	۸۸۴	۸۸۶	۸۸۸	۸۹۰	۸۹۲	۸۹۴	۸۹۶	۸۹۸	۹۰۰	۹۰۲	۹۰۴	۹۰۶	۹۰۸	۹۱۰	۹۱۲	۹۱۴	۹۱۶	۹۱۸	۹۲۰	۹۲۲	۹۲۴	۹۲۶	۹۲۸	۹۳۰	۹۳۲	۹۳۴	۹۳۶	۹۳۸	۹۴۰	۹۴۲	۹۴۴	۹۴۶	۹۴۸	۹۵۰	۹۵۲	۹۵۴	۹۵۶	۹۵۸	۹۶۰	۹۶۲	۹۶۴	۹۶۶	۹۶۸	۹۷۰	۹۷۲	۹۷۴	۹۷۶	۹۷۸	۹۸۰	۹۸۲	۹۸۴	۹۸۶	۹۸۸	۹۹۰	۹۹۲	۹۹۴	۹۹۶	۹۹۸	۱۰۰۰
۵۸۶	۵۹۰	۵۹۲	۵۹۴	۵۹۶	۵۹۸	۶۰۰	۶۰۲	۶۰۴	۶۰۶	۶۰۸	۶۱۰	۶۱۲	۶۱۴	۶۱۶	۶۱۸	۶۲۰	۶۲۲	۶۲۴	۶۲۶	۶۲۸	۶۳۰	۶۳۲	۶۳۴	۶۳۶	۶۳۸	۶۴۰	۶۴۲	۶۴۴	۶۴۶	۶۴۸	۶۵۰	۶۵۲	۶۵۴	۶۵۶	۶۵۸	۶۶۰	۶۶۲	۶۶۴	۶۶۶	۶۶۸	۶۷۰	۶۷۲	۶۷۴	۶۷۶	۶۷۸	۶۸۰	۶۸۲	۶۸۴	۶۸۶	۶۸۸	۶۹۰	۶۹۲	۶۹۴	۶۹۶	۶۹۸	۷۰۰	۷۰۲	۷۰۴	۷۰۶	۷۰۸	۷۱۰	۷۱۲	۷۱۴	۷۱۶	۷۱۸	۷۲۰	۷۲۲	۷۲۴	۷۲۶	۷۲۸	۷۳۰	۷۳۲	۷۳۴	۷۳۶	۷۳۸	۷۴۰	۷۴۲	۷۴۴	۷۴۶	۷۴۸	۷۵۰	۷۵۲	۷۵۴	۷۵۶	۷۵۸	۷۶۰	۷۶۲	۷۶۴	۷۶۶	۷۶۸	۷۷۰	۷۷۲	۷۷۴	۷۷۶	۷۷۸	۷۸۰	۷۸۲	۷۸۴	۷۸۶	۷۸۸	۷۹۰	۷۹۲	۷۹۴	۷۹۶	۷۹۸	۸۰۰	۸۰۲	۸۰۴	۸۰۶	۸۰۸	۸۱۰	۸۱۲	۸۱۴	۸۱۶	۸۱۸	۸۲۰	۸۲۲	۸۲۴	۸۲۶	۸۲۸	۸۳۰	۸۳۲	۸۳۴	۸۳۶	۸۳۸	۸۴۰	۸۴۲	۸۴۴	۸۴۶	۸۴۸	۸۵۰	۸۵۲	۸۵۴	۸۵۶	۸۵۸	۸۶۰	۸۶۲	۸۶۴	۸۶۶	۸۶۸	۸۷۰	۸۷۲	۸۷۴	۸۷۶	۸۷۸	۸۸۰	۸۸۲	۸۸۴	۸۸۶	۸۸۸	۸۹۰	۸۹۲	۸۹۴	۸۹۶	۸۹۸	۹۰۰	۹۰۲	۹۰۴	۹۰۶	۹۰۸	۹۱۰	۹۱۲	۹۱۴	۹۱۶	۹۱۸	۹۲۰	۹۲۲	۹۲۴	۹۲۶	۹۲۸	۹۳۰	۹۳۲	۹۳۴	۹۳۶	۹۳۸	۹۴۰	۹۴۲	۹۴۴	۹۴۶	۹۴۸	۹۵۰	۹۵۲	۹۵۴	۹۵۶	۹۵۸	۹۶۰	۹۶۲	۹۶۴	۹۶۶	۹۶۸	۹۷۰	۹۷۲	۹۷۴	۹۷۶	۹۷۸	۹۸۰	۹۸۲	۹۸۴	۹۸۶	۹۸۸	۹۹۰	۹۹۲	۹۹۴	۹۹۶	۹۹۸	۱۰۰۰
۵۸۶	۵۹۰	۵۹۲	۵۹۴	۵۹۶	۵۹۸	۶۰۰	۶۰۲	۶۰۴	۶۰۶	۶۰۸	۶۱۰	۶۱۲	۶۱۴	۶۱۶	۶۱۸	۶۲۰	۶۲۲	۶۲۴	۶۲۶	۶۲۸	۶۳۰	۶۳۲	۶۳۴	۶۳۶	۶۳۸	۶۴۰	۶۴۲	۶۴۴	۶۴۶	۶۴۸	۶۵۰	۶۵۲	۶۵۴	۶۵۶	۶۵۸	۶۶۰	۶۶۲	۶۶۴	۶۶۶	۶۶۸	۶۷۰	۶۷۲	۶۷۴	۶۷۶	۶۷۸	۶۸۰	۶۸۲	۶۸۴	۶۸۶	۶۸۸	۶۹۰	۶۹۲	۶۹۴	۶۹۶	۶۹۸	۷۰۰	۷۰۲	۷۰۴	۷۰۶	۷۰۸	۷۱۰	۷۱۲	۷۱۴	۷۱۶	۷۱۸	۷۲۰	۷۲۲	۷۲۴	۷۲۶	۷۲۸	۷۳۰	۷۳۲	۷۳۴	۷۳۶	۷۳۸	۷۴۰	۷۴۲	۷۴۴	۷۴۶	۷۴۸	۷۵۰	۷۵۲	۷۵۴	۷۵۶	۷۵۸	۷۶۰	۷۶۲	۷۶۴	۷۶۶	۷۶۸	۷۷۰	۷۷۲	۷۷۴	۷۷۶	۷۷۸	۷۸۰	۷۸۲	۷۸۴	۷۸۶	۷۸۸	۷۹۰	۷۹۲	۷۹۴	۷۹۶	۷۹۸	۸۰۰	۸۰۲	۸۰۴	۸۰۶	۸۰۸	۸۱۰	۸۱۲	۸۱۴	۸۱۶	۸۱۸	۸۲۰	۸۲۲	۸۲۴	۸۲۶	۸۲۸	۸۳۰	۸۳۲	۸۳۴	۸۳۶	۸۳۸	۸۴۰	۸۴۲	۸۴۴	۸۴۶	۸۴۸	۸۵۰	۸۵۲	۸۵۴	۸۵۶	۸۵۸	۸۶۰	۸۶۲	۸۶۴	۸۶۶	۸۶۸	۸۷۰	۸۷۲	۸۷۴	۸۷۶	۸۷۸	۸۸۰	۸۸۲	۸۸۴	۸۸۶	۸۸۸	۸۹۰	۸۹۲	۸۹۴	۸۹۶	۸۹۸	۹۰۰	۹۰۲	۹۰۴	۹۰۶	۹۰۸	۹۱۰	۹۱۲	۹۱۴	۹۱۶	۹۱۸	۹۲۰	۹۲۲	۹۲۴	۹۲۶	۹۲۸	۹۳۰	۹۳۲	۹۳۴	۹۳۶	۹۳۸	۹۴۰	۹۴۲	۹۴۴	۹۴۶	۹۴۸	۹۵۰	۹۵۲	۹۵۴	۹۵۶	۹۵۸	۹۶۰	۹۶۲	۹۶۴	۹۶۶	۹۶۸	۹۷۰	۹۷۲	۹۷۴	۹۷۶	۹۷۸	۹۸۰	۹۸۲	۹۸۴	۹۸۶	۹۸۸	۹۹۰	۹۹۲	۹۹۴	۹۹۶	۹۹۸	۱۰۰۰
۵۸۶	۵۹۰	۵۹۲	۵۹۴	۵۹۶	۵۹۸	۶۰۰	۶۰۲	۶۰۴	۶۰۶	۶۰۸	۶۱۰	۶۱۲	۶۱۴	۶۱۶	۶۱۸	۶۲۰	۶۲۲	۶۲۴	۶۲۶	۶۲۸	۶۳۰	۶۳۲	۶۳۴	۶۳۶	۶۳۸	۶۴۰	۶۴۲	۶۴۴	۶۴۶	۶۴۸	۶۵۰	۶۵۲	۶۵۴	۶۵۶	۶۵۸	۶۶۰	۶۶۲	۶۶۴	۶۶۶	۶۶۸	۶۷۰	۶۷۲	۶۷۴	۶۷۶	۶۷۸	۶۸۰	۶۸۲	۶۸۴	۶۸۶	۶۸۸	۶۹۰	۶۹۲	۶۹۴	۶۹۶	۶۹۸	۷۰۰	۷۰۲	۷۰۴	۷۰۶	۷۰۸	۷۱۰	۷۱۲	۷۱۴	۷۱۶	۷۱۸	۷۲۰	۷۲۲	۷۲۴	۷۲۶	۷۲۸	۷۳۰	۷۳۲	۷۳۴	۷۳۶	۷۳۸	۷۴۰	۷۴۲	۷۴۴	۷۴۶	۷۴۸	۷۵۰	۷۵۲	۷۵۴	۷۵۶	۷۵۸	۷۶۰	۷۶۲	۷۶۴	۷۶۶	۷۶۸	۷۷۰	۷۷۲	۷۷۴	۷۷۶	۷۷۸	۷۸۰	۷۸۲	۷۸۴	۷۸۶	۷۸۸	۷۹۰	۷۹۲	۷۹۴	۷۹۶	۷۹۸	۸۰۰	۸۰۲	۸۰۴	۸۰۶	۸۰۸	۸۱۰	۸۱۲	۸۱۴	۸۱۶	۸۱۸	۸۲۰	۸۲۲	۸۲۴	۸۲۶	۸۲۸	۸۳۰	۸۳۲	۸۳۴	۸۳۶	۸۳۸	۸۴۰	۸۴۲	۸۴۴	۸۴۶	۸۴۸	۸۵۰	۸۵۲	۸۵۴	۸۵۶	۸۵۸	۸۶۰	۸۶۲	۸۶۴	۸۶۶	۸۶۸	۸۷۰	۸۷۲	۸۷۴	۸۷۶	۸۷۸	۸۸۰	۸۸۲	۸۸۴	۸۸۶	۸۸۸	۸۹۰	۸۹۲	۸۹۴	۸۹۶	۸۹۸	۹۰۰	۹۰۲	۹۰۴	۹۰۶	۹۰۸	۹۱۰	۹۱۲	۹۱۴	۹۱۶	۹۱۸	۹۲۰	۹۲۲	۹۲۴	۹۲۶	۹۲۸	۹۳۰	۹۳۲	۹۳۴	۹۳۶	۹۳۸	۹۴۰	۹۴۲	۹۴۴	۹۴۶	۹۴۸	۹۵۰	۹۵۲	۹۵۴	۹۵۶	۹۵۸	۹۶۰	۹۶۲	۹۶۴	۹۶۶	۹۶۸	۹۷۰	۹۷۲	۹۷۴	۹۷۶	۹۷۸	۹۸۰	۹۸۲	۹۸۴	۹۸۶	۹۸۸	۹۹۰	۹۹۲	۹۹۴	۹۹۶	۹۹۸	۱۰۰۰
۵۸۶	۵۹۰	۵۹۲	۵۹۴	۵۹۶	۵۹۸	۶۰۰	۶۰۲	۶۰۴	۶۰۶	۶۰۸	۶۱۰	۶۱۲	۶۱۴	۶۱۶	۶۱۸	۶۲۰	۶۲۲	۶۲۴	۶۲۶	۶۲۸	۶۳۰	۶۳۲	۶۳۴	۶۳۶	۶۳۸	۶۴۰	۶۴۲	۶۴۴	۶۴۶	۶۴۸	۶۵۰	۶۵۲	۶۵۴	۶۵۶	۶۵۸	۶۶۰	۶۶۲	۶۶۴	۶۶۶	۶۶۸	۶۷۰	۶۷۲	۶۷۴	۶۷۶	۶۷۸	۶۸۰	۶۸۲	۶۸۴	۶۸۶	۶۸۸	۶۹۰	۶۹۲	۶۹۴	۶۹۶	۶۹۸	۷۰۰	۷۰۲	۷۰۴	۷۰۶	۷۰۸	۷۱۰	۷۱۲	۷۱۴	۷۱۶	۷۱۸	۷۲۰	۷۲۲	۷۲۴	۷۲۶	۷۲۸	۷۳۰	۷۳۲	۷۳۴	۷۳۶	۷۳۸	۷۴۰	۷۴۲	۷۴۴	۷۴۶	۷۴۸	۷۵۰	۷۵۲	۷۵۴	۷۵۶	۷۵۸	۷۶۰	۷۶۲	۷۶۴	۷۶۶	۷۶۸	۷۷۰	۷۷۲	۷۷۴	۷۷۶	۷۷۸	۷۸۰	۷۸۲	۷۸۴	۷۸۶	۷۸۸	۷۹۰	۷۹۲	۷۹۴	۷۹۶	۷۹۸	۸۰۰	۸۰۲	۸۰۴	۸۰۶	۸۰۸	۸۱۰	۸۱۲	۸۱۴	۸۱۶	۸۱۸	۸۲۰	۸۲۲	۸۲۴	۸۲۶	۸۲۸	۸۳۰	۸۳۲	۸۳۴	۸۳۶	۸۳۸	۸۴۰	۸۴۲	۸۴۴	۸۴۶	۸۴۸	۸۵۰	۸۵۲	۸۵۴	۸۵۶	۸۵۸	۸۶۰	۸۶۲	۸۶۴	۸۶۶	۸۶۸	۸۷۰	۸۷۲	۸۷۴	۸۷۶	۸۷۸	۸۸۰	۸۸۲	۸۸۴	۸۸۶	۸۸۸	۸۹۰	۸۹۲	۸۹۴	۸۹۶	۸۹۸	۹۰۰	۹۰۲	۹۰۴	۹۰۶	۹۰۸	۹۱۰	۹۱۲	۹۱۴	۹۱۶	۹۱۸	۹۲۰	۹۲۲	۹۲۴	۹۲۶	۹۲۸	۹۳۰	۹۳۲	۹۳۴	۹۳۶	۹۳۸	۹۴۰	۹۴۲	۹۴۴	۹۴۶	۹۴۸	۹۵۰	۹۵۲	۹۵۴	۹۵۶	۹۵۸	۹۶۰	۹۶۲	۹۶۴	۹۶۶	۹۶۸	۹۷۰	۹۷۲	۹۷۴	۹۷۶	۹۷۸	۹۸۰	۹۸۲	۹۸۴	۹۸۶	۹۸۸	۹۹۰	۹۹۲	۹۹۴	۹۹۶	۹۹۸	۱۰۰۰
۵۸۶	۵۹۰	۵۹۲	۵۹۴	۵۹۶	۵۹۸	۶۰۰	۶۰۲	۶۰۴	۶۰۶	۶۰۸	۶۱۰	۶۱۲	۶۱۴	۶۱۶	۶۱۸	۶۲۰	۶۲۲	۶۲۴	۶۲۶	۶۲۸	۶۳۰	۶۳۲	۶۳۴	۶۳۶	۶۳۸	۶۴۰	۶۴۲	۶۴۴	۶۴۶	۶۴۸	۶۵۰	۶۵۲	۶۵۴	۶۵۶	۶۵۸	۶۶۰	۶۶۲	۶۶۴	۶۶۶	۶۶۸	۶۷۰	۶۷۲	۶۷۴	۶۷۶	۶۷۸	۶۸۰	۶۸۲	۶۸۴	۶۸۶	۶۸۸	۶۹۰	۶۹۲	۶۹۴	۶۹۶	۶۹۸	۷۰۰	۷۰۲	۷۰۴	۷۰۶	۷۰۸	۷۱۰	۷۱۲	۷۱۴	۷۱۶	۷۱۸	۷۲۰	۷۲۲	۷۲۴	۷۲۶	۷۲۸	۷۳۰	۷۳۲	۷۳۴	۷۳۶	۷۳۸	۷۴۰	۷۴۲	۷۴۴	۷۴۶	۷۴۸	۷۵۰	۷۵۲	۷۵۴	۷۵۶	۷۵۸	۷۶۰	۷۶۲																																																																																																																							

۶۲۷	۲۶۱	توسط کی مزدورت	۶۲۷	۲۶۶	حقوق کی رعایت
۶۲۹	۲۶۵	اہمیت تروت و نماز	۶۲۸	۲۶۷	نفس کی حیلہ سازی
۶۳۱	۲۶۶	تمام توجہ الی اللہ	۶۲۹	۲۶۸	رضا اور نثرات
۶۳۲	۲۶۷	عبادت اور لذت	۶۳۰	۲۶۹	مجاہدہ اور ترک
۶۳۴	۲۶۸	انتقال بالخلق	۶۳۱	۲۷۰	قرب و ہمدنوت
۶۳۵	۲۶۹	توکل کی مزدورت	۶۳۲	۲۷۱	لوازم بشریہ
۶۳۶	۲۷۰	معمول اہل تصوف	۶۳۳	۲۷۲	آداب تعلقات
			۶۳۴	۲۷۳	تہجد کی حدود



# التقویٰ

۱۰۰ ذرا سی بات جو تصوف کا حاصل ہے  
 یہ ہے کہ جس طاعت میں شوق ہو: مستحق مقابلا  
 کر کے اس طاعت کو کرے اور جس گناہ کا تقاضا  
 ہو: تقاضے کا مقابلہ کر کے اس گناہ سے بچے: جس  
 کو یہ بات حاصل ہو گئی اس کو پھر کچھ بھی ضرورت  
 نہیں کہ یہ بھی بات اعلیٰ مع اللہ پیدا کرنے والی  
 ہے: یہی اس کی محافظ ہے اور یہی اس کو بڑھانے  
 والی ہے:

## سورة التوحید

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَهُوَ الْغَنِيُّ  
وَهُوَ الْمَنَّانُ ۝ وَهُوَ اللَّهُ  
الَّذِي لَا تُغْنِي عَنْهُ  
الْأَشْيَاءُ شَيْئًا ۝ وَهُوَ  
السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ لَا تَدْعُوا  
مَعَ اللَّهِ شَيْئًا ۝ إِنَّ اللَّهَ  
يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ۝ وَهُوَ  
يَخْتَارُ ۝ لَا يُدْرِكُهُ  
الْأَبْصَارُ ۝ وَهُوَ يَدْرِكُ  
الْأَبْصَارَ ۝ وَهُوَ الْغَنِيُّ  
وَهُوَ الْمَنَّانُ ۝ وَهُوَ اللَّهُ  
الَّذِي لَا تُغْنِي عَنْهُ  
الْأَشْيَاءُ شَيْئًا ۝ وَهُوَ  
السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝

ترجمہ: سو اللہ کے سوا کوئی شے نہیں ہے اور نہ اس کے  
دو ترک کر دینے کے برابر ہے اور نہ اس کے  
سوا کوئی شے ہے اور نہ اس کے سوا کوئی شے ہے



ہیں سے معلوم ہوا ہو گا کہ قرآن مجید کا طرز مصنفین کے کتب  
**قرآن اور تصنیف** کے طرز پر کیوں نہیں ہے۔ یعنی بیانات میں بات کی طور میں کہہ

باب میں جدا مضمون ہونے کا ایک۔ زکوٰۃ کا ایک۔ جس میں غنیمتوں غنیمتوں میں بھی بات  
 ہے۔ چنانچہ مولانا نے فتویٰ میں کسی مفسر کی یہی قول نقل بھی کیا ہے کہ اس سے کہا کہ اس  
 میں دیگر کتب تصوف کے طور پر تیسرے بیحد ہر چیز کا بیان نہیں بلکہ مخلوق طور پر ہے تو مولانا نے اس  
 کا جواب دیا ہے کہ یہ نادانی ہے۔ یہ طرز تو قرآن کا بھی ہے اور اس وقت یہ جواب کافی تھا کہ  
 قرآن کا کوئی منکر نہ تھا۔ مگر اس زمانہ میں تو حدیث اور قرآن کو بھی نہیں پھرتے ہیں گوشتات  
 انکار تو نہیں کرتے مگر شبہات لگاتے ہیں۔ ایک وہ زمانہ تھا کہ قرآن میں مسافروں کو دوسرے گھڑ  
 بھی نہ تھا اس میں کاوش نہ ہوتی تھی وجہ یہ ہے کہ کتب میں جس کی سنت ہوتی ہے وہ سن  
 کبھی مستحب نہیں ہوتا چنانچہ جن لوگوں کے دلوں میں سنت کی عظمت ہے اس کے ایک بہر میں  
 کبھی پورے دچر نہیں کرتے خاص کر پرانی وضع کے لوگ کہ ان کا مذہب ہی یہ ہے کہ  
 رموز و مناسبت تک خسران دانند تو کھنہ چینی کا کبھی موقع نہیں آتا اور اگر آتا ہے تو زبان کا  
 نہیں آتا کہ بنا وقت نہ ہو جو ہے تو تو بن سنت میں تو نہیں آتا لیکن قرآن کو ایسا شہر شوق  
 بنایا ہے کہ الفاظ سے کی تمیز نہیں ہے اور قرآن پر کھنہ چینی کی جاتی ہے۔ اشداد و عفو کی  
 بھی ضرورت نہیں تو اس وقت تو مولانا کا وہ جواب کافی تھا مگر اب یہ دوسرا سوال پیدا ہے  
 کہ قرآن میں یہ کیوں غرض ہے۔ اس سے نہیں اس کا جواب دیتا ہوں کہ اس کا سبب تو ہر  
 ہے مگر اس کے لئے جس کو سنت میں شہ و چین۔ ابد مدید ہے سو اول وقت تک کہ کیا  
 ہے سو وقت ہی ہے شفقت ذاتی کا۔ اس سے کہ خدا کو کوئی غرض نہیں اور جو ایسی شفقت  
 بزرگ و نہایت کاں ہو۔ ایک مقدمہ تو یہ ہے دوسرا یہ کہ کامل شفقت کا شریعہ میں کیا  
 ہے۔ مثلاً باب ہے درجن دہ سنہ باب ہو سنہ کہ در لک زمانہ ہے اس کو تو خوب معلوم  
 ہے لیکن اگر کوئی دیکھے تو اس کو بھی یہ دہو گا کہ باوجود باب کی شفقت کے سنہ در لک

نہ ہونے کے پھر اس کا ایک خاص قسم کا بڑاؤ ہوتا ہے کہ اس کی نصیحت میں کوئی خاص  
 ترتیب نہیں ہوتی جس طرح سے محنت کی کتاب ہوتی ہے کہ محبوب و مفضل ہوتی ہے۔  
 اس طرح سے باپ کا طرز نہیں ہوتا شادانہ تمیز سکھانے بیجا کہ بڑوں کا ادب کیا کرتے ہیں اور  
 اس کو سامہ کیا کرتے ہیں۔ میں اس موقع پر بیٹے کے کمانے کا بڑا القہ لے لیا۔ باپ نے فوراً  
 کہا کہ بیٹے تم پھر مائو تو اگر کوئی کہے کہ باپ کا کلام ہے جوڑ ہے تو بھائی تم کو اس سے بے جوڑ  
 معصوم ہوتا ہے کہ تم کو شفقت کی اللہ ع نہیں جس کو شفقت ہوتی ہے اس کو رابطہ کے اندر  
 کی ضرورت نہیں اور اگر باوجود اس کے بھی وہ کلام درج اور مربوط ہو تو غایت بہ غنت  
 ہے۔ لیکن اگر اس میں ترتیب نہ بھی ہوتی تب بھی غایت درجہ کی حسن و خوبی تھی اور افسوس  
 ہے کہ یہ بات جو شفقت کی ایک بارخوبی ہے لوگوں کے نزدیک موجب نقص ہے تو وہ  
 یہ سمجھتا ہے کہ خدا سے عشق نہیں۔ لوگ چاہتے ہیں کہ خدا کو بھی اجنبیوں کا ساتھ ملے ہو جو قرآن کے  
 جوہر میں ریل کو لڑم سمجھتے ہیں۔ گو واقعہ ہے مگر لڑم نہیں ہے۔ تو ماحول اور خدا میں  
 آپ پر ایمان سے خدا نہ ہونے کا بڑاؤ چاہیں۔ مگر وہ تو خدا ہی ہونے کا بڑاؤ کریں گے  
 چند چیز میں کاثر ہے جو فرماتے ہیں۔ اَفَصْرِيبَ عَنَّا كَذِبَ الْفِرَارِ كَذِبَ الْفِرَارِ كَذِبَ الْفِرَارِ  
 یہ ہم تم کو ہمیشہ ہی وہیں گے خواہ تم نہ مائو بنو یا غیر شفیق کے کہ جب نماز میں نہیں مائو وہ  
 زبیر پر درپنا ہے۔ نہ خدا کے کلام کا یہ طرز ہے سو اس کا مقتضایہ تھا کہ اگر اس میں  
 کوئی ترتیب بھی نہ ہوتی تب بھی وہ خوبی ہی تھی اور اب تو ریل بھی ہے۔ جس سے حسن  
 اور بہتیاؤں میں یہ ہے کہ قرآن مجید میں ریل صریح نہ ہونے کا سبب شفقت ہے اس  
 سے کہ ہر ایک جو معیت کی نشان دہی کہ ہر مقام پر ہر مضمون سے اقرض ہے یہ دوسری بات ہے  
 کہ دئی مضمون مدلول بعبارة النفس سے اور کوئی مدلول بدلہ النفس وغیرہ۔ لیکن یہ بات کہ  
 کسی مقام پر صرف ایک ہی مضمون کو بیان ہو یہ نہیں ہے اور اس سے کبھی کسی مقام پر  
 کے انتہا کی ضرورت نہیں ہوتی اور اسی نصیب میں کے ضروری نہ ہونے کے سبب میرا

یہ معمول ہے کہ لوگوں کے کہنے سنانے سے کسی خاص مضمون کا بیان نہیں کرتا۔ گو مشورہ سن لیتا ہوں مگر عامل اس پر ہوں کہ سہ

سن لاکھ کوئی تہے سناوت  
کیجو وہی جو سمجھ میں آوے

نیز اس کا اثر بھی اچھا نہیں ہوتا اور اصل بات تو یہ ہے کہ جب کام جامع ہے تو اس کی ضرورت ہی کیا ہے جب ہر آیت ہمارے امراض کا علاج ہے تو جس مقام سے چاہا آیت پڑھ دی تو مریض کی ضرورت ہی نہیں لیکن اس وقت یہ ایک تنہائی مریض بھی ہے کہ یہ آیت ترتیب میں آگئی۔ خیر یہ تو وجہ ترجیح تھی

اب اہل مضمون سنئے کہ اس کے قبل فرمایا تھا۔ **اَجْرٌ عِنْدَ اللَّهِ** اس سے یہ آیت مرتبط ہے اور ضرورت ارتباض یہ ہے کہ اس آیت کے

شرع میں (ف) ہے جس کا ترجمہ ہے پس اور لفظ پس یا فہ تو ایسے مقام پر آتا ہے کہ شرط ہو ماقبل سے اور یہاں ماقبل میں ربط کے لئے تو سب سے پہلے جزوقی **عِنْدَ اللَّهِ** ہے۔ یعنی عیب اللہ کے یہاں بہت بڑا اجر ہے۔ تو تم کو چاہیے کہ اس پر شکر کر کے خدا سے ڈرا کرو کیونکہ اس کا مالک اجر عظیم ہونا مقتضی اس کا ہے کہ تم وہ برتاؤ کر دو کہ اس جو کے مستحق ہو جاؤ یعنی استحقاق بسبب رد خداوندی کے نہ اس لئے کہ اس کے ذمہ کسی کا حق واجب ہے اور کیونکہ کسی کا حق ہو سکتا ہے کہ حق ہوتا مل کے سبب ہوتا اور اس کی کیفیت یہ ہے کہ وہ محض ہر آپ کی طرف منسوب ہے در نہ حقیقت میں وہ آپ کا ملکی نہیں کیونکہ تمام آیت ہاتھ پیر چمن سے عمل ہوتا ہے سب اس کے دینے ہوئے ہیں۔

نیا در دم از غمانہ چیرے نسیست  
تو دوی ہمہ چیز میں چیز نسیست

میں اس کی ایک مثال عارف کرتا ہوں جو اس کے قبل میرے ذہن میں بھی نہیں تھی کہ آپ کا ایک باورچی سب اس سے کہنا چاہتا تھا تو کیا اس کو حق ہے کہ اس کو پناہ گاہ بتا دے۔ ہرگز



نہیں کیا کہ سب چیزیں آپ کی ہیں اور ہاتھ پیر جو بادرچی کے ہیں تو ان کے تصرف و فعل  
 کو جس سے کہنا چاہئے۔ ہم نے خرید لیا ہے۔ کیونکہ اجارہ کا بدلہ مبادلۃ المال بالمتفق  
 ہے تو اس بادرچی کی چیز ہوئی۔ کچھ بھی نہیں تو اگر وہ ایسا دعوے کرے تو اس کی  
 تحقیق کی وجہ صرف یہ ہے کہ اس کی کوئی چیز نہیں تو پھر اس ٹیڈل سافٹ کا نتیجہ حاصل  
 اس کی کیا کیونکہ ہوگا پس یہ ہی آپ کی تازہ کا حال ہے کہ اعفاد اس کے دیئے ہوئے  
 اور وہ اس کو دیا ہو اس لئے تو آپ کی کوئی چیز ہے جس سے یہ دعویٰ  
 ہو کہ میری تازہ ہے تو جیسا اس بادرچی کا دعویٰ تھا ہے ایسا ہی ہمارا دعویٰ بھی تو  
 اس حالت میں ہمارا کیا استحقاق ہوا کہ اتنا فرق ہے کہ بادرچی کے منافع تو اس میں  
 اس کے لئے جس کے سبب مدد کی ضرورت ہوئی وہ یہاں تو شریعت ہی سے سبب اس کے  
 پیدا کر دیا ہے مگر شریعت بڑی نرمی کی کہ خدا تعالیٰ کے وعدہ بندہ کا حق تبتایا۔ اہل سنت نے اس  
 کو بے حیثیت کو رہ فرما دیا۔ معتزہ کو دھوکہ ہوا کہ حق یسنا وغیرہ خصوص سے لیکر محدود  
 علیٰ شریعت و مسلم نے اس کی حقیقت کو ایسے مضامین سے ظاہر فرما دیا کہ اگر اللہ تعالیٰ تمام  
 چیزوں کو سبب وجہ قرار دینے لگے تب بھی وہ ظالم نہیں در آپ کا فرمانا بائیس خدا کا فرمان  
 ہے کہ کثر تو شریعت اللہ بود۔ تو گویا خدا تعالیٰ نے ہی فرما دیا کہ ہم پر کسی کا حق واجب نہیں  
 اور یہ جو فرمایا گیا ہے تناسلہ المؤمنین ونحوہ تو انہوں نے سبب نہیں یہ ایسا ہے جیسے  
 بچہ سے کہیں کہ یہ کھڑا تیرا ہے تو خدا تعالیٰ چونکہ صادق الہیہ ہیں اس لئے فرما دیا کہ ہم  
 اس کو ایسا پورا کرتے ہیں کہ گویا وہ بندے کے حقوق ہمارے ذمہ ہیں تو شریعت کے سبب  
 پیدا کر دیا کہ چاہیے سو اس کو اہل سنت نے سمجھ تو میرے کہ ہم میں جو استحقاق کا لفظ  
 ہے یہ وہ استحقاق نہیں جو معتزہ نے سمجھا بلکہ مطلب یہ ہے کہ اگر تم کو تشبیہ مستحق اجر  
 ہونا ہے تو خدا کے درو جس سے درمیرا حکام کا تشابہ بھی لازم ہے تو حاصل یہ ہوا  
 کہ تم تشابہ کر دینے حاصل ہے تمام کا اور یہاں چنانچہ صحت امر کے فرمائے ہیں اور تقریر

رابطہ سے معلوم ہوا ہوگا کہ ان میں ہر امور بہ ضروری ہے کیونکہ ان کو اجرِ عظیم کا دارِ فرائد  
 دیا ہے اور ظاہر ہے کہ کوئی شخص اپنے کو اجر سے مستغنی نہیں کہہ سکتا اس لئے ان کا  
 ضروری ہونا بھی ظاہر ہو گیا۔ اگر کوئی استغناء کا دعوے کرے تو اس قسم کے دعوت و  
 وجہ سے پیدا ہوتے ہیں یا تو اس لئے کہ دین کی طرف توجہ نہیں یا توجہ سے مراد پیش تعیین  
 کی خبر نہیں۔

**اشتہاقِ منافع** | واقعی اکثر لوگوں کو وہبِ اشتہاقِ جنت کی نعمتوں کا نہیں جیسا کہ  
 دنیا کے منافع کا اشتہاق ہے اس کو تو گنتوں سوچتے ہیں کہ فرس  
 جگہ سے مال لاویں گے اور اس میں اس طرح نفع حاصل کریں گے۔ غرض ایک شوق کے  
 ساتھ حدیثِ النفس ہوتا ہے اور ایک ارمان ہوتا ہے اور حوصلہ ہوتا ہے لیکن یہ تین چیزیں  
 کہ کبھی یہ بھی حوصلہ ہوا ہے کہ خدا ہم کو توفیق دے کہ عمل کریں اور جنت میں جاویں اور  
 وہاں اس طرح کماویں گے۔ اس طرح پسلیں گے۔ اس طرح حوروں سے باتیں کریں گے۔  
 اس طرح اللہ تعالیٰ کا دیدار دیکھیں گے۔ سو اس کا حدیثِ نفس ہرگز نہیں ہوتا۔ ہاں  
 کبھی کسی سے سن لیا تو مختصر میں دیر سرسری توجہ ہوئی پھر کچھ نہیں اور میں کسی اور کو  
 کیا کہوں اپنے ہی کو کہتا ہوں کہ بہت کم ایسی تمنا اور آرزو ہوتی ہوگی مساجد و اجراء  
 کی احتیاج وہ چیز ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر دوسرے انبیاء بھی نہیں ہیں  
 لیکن امتیازِ اجر کے باب میں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی نسبت پر ارشاد ہے کہ حدیث  
 میں ہے کہ ایک مقام پر حضور سفر میں تھے اور اونٹ کھڑے اور سوار تیرا دو بٹھے تو حضور  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے باری مقرر کر دی تھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی دو آدمی  
 مقرر ہوئے اللہ اکبر غور کیجئے کہ حضور نے کیا مسادات کو عمل میں لے کر دکھایا ہے۔ آج  
 دعوت سے توجہ نہیں ہیں جن کو سن کر معلوم ہوتا ہے کہ جنید اور شبلی یہی ہیں لیکن کام کے  
 وقت سب کے پیچھے ہیں مساجد و اجراء بزرگوں میں ہمیشہ دم کیا ہے نام نہیں کیا اور

آج نام ہی نام مقصود ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کام کیا ہے اور سب نے بھی  
 کیا ہے کیا ہے اور ابھی پچیس تیس برس پہلے وگ کام کرتے تھے لیکن یہ نام و کتاب  
 سرگیری و پیرو کہیں نہ تھے میں ان مذہبوں پر اعتراض نہیں کرتا لیکن اگر تم نہ ہو تو  
 یہ اعتراض ہے پہلے لوگ جو کچھ کرتے وہ آج نظر میں نہیں آتا ہم وگ آج مومن ضابطہ  
 کے مولوی ہیں اور پہلے یہ ضابطہ کے مولوی ہوتے تھے لیکن ان کی استعدادوں کا  
 آج ششستر بھی نہیں دیکھا جتنا ہم نے اپنے بزرگوں کے متعلق سنا ہے کہ بازار سے پتے  
 لگ کر راستے سے ان کو پا کر کھاتے تھے اور بخاری شریف کو لکھ کر پڑھتے تھے اور ان  
 کو صاحب میں ایک غائی رکھ آئے تو وہ بھی نہیں بنائی جاتی وجہ میں ہے کہ وہ ان خصوص  
 کو دیکھنا نہ تھا بلکہ یہ سو ضابطہ میں خصوص کہاں نام تو سب سے بڑا اور کام کے  
 وقت سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان سے کہیں نہیں جتایا کہ تم تم کو سب  
 بزرگ سب سے پہلے لیکن کرتے دکھا دیا۔ اب کرتے میں تو کم ہیں مگر ظاہر بہت زیادہ کرتے ہیں  
 کیونکہ کام کرتے ہیں بعض مخلوق میں نام پیدا کرتے کو اور نام ہے سے زیادہ ہو گا غرض  
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کام کرتے دیکھ دیا کہ آپ کے ارٹ میں در اور شریک تھے

میں رہنے اس پر یہ عمل کیا کہ تھوڑی دیر خود سوار ہوئے اور تھوڑی دیر کے بعد پھر  
 اترے اور ان سے فرمایا کہ اب تم سوار ہو۔ انہوں نے عرض کیا تو حضور نے فرمایا کہ بھائی  
 تم بہت ہیں جس سے زیادہ نہیں اور میں اجر سے مستغنی نہیں ہوں کہ تم تو ثواب لو اور  
 میں ثواب نہ لوں۔ اللہ اکبر کیا شہکار ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑا کمال یہی عبادت کا ہے خوب

کہا ہے۔ ایک شخص نے ایک خیرانی سے کہا کہ تم جو خدا سے

پر بیسی علیہ السلام کو تو نافرمانی خدا کہو گے اور ہم کہتے ہیں بندہ کامل تو تم ہی انسان  
 کہو کہ تم کی نسبت کرنا بہتر ہے یا کہ تم کی نسبت کرنا تو ہم ساری دنیا کے ساتھ کہتے

ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا کمال، کمالِ عبدیت ہے۔ ہم کسی درجہ میں بھی آپ کے لئے الوہیت ثابت نہیں کرتے تو اس عبدیت کاملہ کے سبب آپ اس پر قائل نہیں ہوئے بلکہ بوجہ اس کے کہ اتنے غیر قنایہ کلمات میں اگر ایک چھوٹا سا نکتہ تناوب رکوب کا کمال نہ ہوا تو کیا حرج ہے۔ حضور کو عشقِ کاملی ہے۔ خدا تعالیٰ کے ساتھ اس لئے آپ سے کوئی ایک جزو بھی محکم کا ترک نہیں ہو سکا ہم لوگ بے جس ہیں کیونکہ عشق نہیں اس لئے جس بھی نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو چھوٹی چھوٹی باتوں کو بھی اختیار فرایا اور ہماری یہ حالت ہے کہ جتنا جانتے جاویں چاہیے کہ اجر کی رغبت بڑھتی مگر بالعکس ہم کو تو فیہ میں نسل کی تعریف پڑنے سے کہہ کر سنے سے ثواب اور نہ کرنے میں گناہ نہیں یہ بات حاصل ہوئی تھی کہ اس روز سے نہیں چھوٹ گئیں تو وجہ یہ ہے کہ ہم کو کامل محبت نہیں اور حضور کو محبت کامل ہے تو اس سے آپ کا دل ایک ذرا سا درجہ چھوڑنے کو بھی نہیں پایا یہ کام کہ اپنے ساتھی کو سوار کر دینا بالکل معمولی بات ہے ہم تو اگر سفر میں اپنے کسی شاگرد کے ساتھ ہوں تو باوجودیکہ ہمارے ذمہ بھی ہے کہ اس کو بھی راحت دیں مگر سب سے اول اپنے ہی کو کھنسا ہوں کہ اس کو پوچھیں بھی نہیں اور یہ واقعی بات ہے اللہ اکبر کیا چیز ہم میں سے کم ہو گئی۔ ذرا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تو طاحونہ فرمائیے اگر ہم ہوتے تو فوراً چڑھ بیٹھتے اور شاید ساتھی سے کہتے بھی نہ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عبدیت کی یہ حالت تھی کہ اتنے بڑے تو کامل اور تعظیم کے معمولی الفاظ کی نسبت بھی فرماتے ہیں کہ ایسا نہ کہو باقی ہماری ہدایت کے لئے اپنے کلمات بھی ظاہر فرماتے ہیں۔

یہ دوسری بات ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فکری مذاق فکری مذاق ایسی ہے کہ آپ نے کبھی مجدد و مہدی کا دعویٰ نہیں کیا اور ہم لوگوں کی تو یہ حالت ہے کہ ذرا سی بات میں زبان پر یہ لفظ آتا ہے کہ تم ہم کو نہیں جانتے

ہم کوں میں اس کے جواب میں ایک حکایت یاد آگئی کہ ایک شخص نے ایک بزرگ سے اس کی ایک نصیحت پر کہا تھا کہ امانت دینی کہ تم مجھ کو نہیں جانتے اور انہوں نے کہا کہ جانتا ہوں وہ کسی سے مڈرہ ہے و آخرت جیفہ قدرہ ہے و انت بین ذلک تمیں مڈرہ یعنی اول تیرا ایک نطفہ ہے اور انتہا ایک گندی لاش ہے اور درمیان حالت یہ ہے کہ پیٹ میں پانچ نہ لے پھر تاسے تو میں اول سے آخر تک تمہارے پر پرزوں کو جانتا ہوں تو جب کسی کے دل میں ایسا وسوسہ آوے تو خود ہی جواب دے سے

نویس کیا ہے ۔

زخاک آفرینہ نر و نہ پاک پس است بندہ افتادگی کن چرخ

اور واقعی ہم سے پاس فخر کی ہے ہی کیا چیز ہم کو اگر شرافت نسب پر دعوت ہے تو اول تو اس کا ثبوت ہونا ہی چاہیے۔ پھر بعد ثبوت ذرا تاریخ اٹھا کر دیکھے کہ جن کی طرف غصوب ہیں ان میں سے بہت کی نسبت اہل تاریخ نے کس قدر اختلاف کیا ہے اور اگر سب ہزار ثبات بھی ہو جاویں تو یہ کیا فخر ہے کہ ہم فلاں کی اولاد ہیں جبکہ ہم ویسے نہ ہوں

لئن فخرت با با عروہی نسب لئن قشت و لکن بفس ما و اردو

تو ایسے شخص کو تو کبھی کہنا ہی نہ چاہیے کیونکہ یہ ناخلف ہونے کا دعوت ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ شریف نسب ہونا کوئی چیز نہیں۔ ضرور ہے آج بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ اس کو مٹاتے ہیں تو یہ بھی غلطی ہے لیکن کہنا یہ ہوں کہ یہ فخر کی چیز نہیں۔ مگر ایک نکتہ ہے۔ اس پر خدا کا شکر کہ ولکین غریبوں پر فخر اور ان کی تحقیر نہ کرو۔ اسی طرح تمام مفاخر کو کہ لو۔ غرض ہم کیا دعوتے کر سکتے ہیں کہ ہم ایسے ہیں مگر یہ وہ جانتے ہیں کہ ہم میں سے کیا ہے۔ کوئی اس سے نمالی ہو۔ حتیٰ کہ تراویح جو کہ فخر کی ضد ہے ہم اس میں بھی فخر کے قریب ہو رہے ہیں اور یہ بات آپ کوئی مدح ہم ہوگی لیکن بہت پرانی ہے۔ لیکن یہ کہ ہمارے فواضع

بھی تکبر ہے چنانچہ اگر کوئی شخص تعریف کرے تو کہتے ہیں کہ صاحب میں تو محض نا لائق ہوں  
مگر دل سے وہ ہرگز ایسا نہیں سمجھتا چنانچہ جو شخص یہ کہے وہ نور کر کے دیکھ لے کہ دل سے  
کہتا ہے یا زبان سے۔ اگر محض زبان سے ہے تب تو ظاہر ہے کہ تکبر ہے اور اگر دل سے ہے تو  
امتنان یہ ہے کہ وہ تعریف کرنے والا ذرا پاٹ کر کہہ دے کہ ہاں جناب آپ بڑے نامانی  
ہیں مجھ کو معلوم نہ تھا اس لئے تعریف کرتا تھا۔ پس اب دیکھئے ان کی حالت کیا ہوتی ہے۔  
حضرت دل مارنے کو تیار ہو جا دیں گے اور عمر بھر کو آپس میں بغض ہو جاوے گا۔ پس  
جب ہماری تواضع بھی تکبر ہے تو تکبر تو کیا کچھ ہو گا۔ سو ہماری تو یہ غارت گاہ اور حضور  
صلی اللہ علیہ وسلم میں باوجودیکہ کونسی خوبی نہ تھی سے

حسن یوسف دم عیسیٰ پد برینا داری      انچہ خوبان ہمہ دارند تو تنہا داری  
آپ کی یہ کیفیت ہے کہ ہر چیز میں افتقار کا اظہار فرماتے ہیں چنانچہ سواری میں دیکھئے کیا  
فرمایا اور خیر یہ تو اجر آخرت کی بات ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہاں تک اپنے افتقار  
کو نہ ہر فرمایا ہے کہ بعد کھانے کے فرمایا کرتے کہ غیر مودع وغیر مستغنی عنک رہنا  
کہ اسے اللہ ہم اٹھے وقت بھی اس سے مستغنی نہیں تو کھانا جو بہت ہی سرسری چیز ہے  
آپ اس کو بھی نعمت عظمیٰ سمجھتے ہیں اور اس کی طرف بہت احتیاج نہ ہر فرماتے ہیں خواصہ  
یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بیور کر کے سوار کیا۔

دعویٰ یہ کہ مذاق یہ تھا کہ وہ اصلی عشق تھے جب انہوں نے دیکھا

صبر کا فووقی      حضور کو سہی میں راحت ہے بس وہ نہیں سوز ہو گئے اور ہماری

حالت بزرگوں کے ساتھ یہ ہے کہ ایسے موقع پر اصرار کے ساتھ ان کی مخالفت کرتے ہیں  
اور غضب تو یہ ہے کہ بڑے بزرگوں کی بھی یہ حالت ہے کہ وہ جو اپنے پیروں کے ساتھ  
تواضع کرتے ہیں تو وہ بھی دل سے نہیں ہوتی اگر دل سے ہو تو اس میں نرا ایسا ہوتا ہے  
کہ اکثر فوراً ہی مان لیا جاوے اور بعض جگہ قبوٹ تکلف کرتے ہیں۔ میں ایک بزرگ کے



پس کیا وہ پختہ ہوئے اور مجھے سر ہانک بچان چاہا کہ میں نے مذہب اور اخلاقیات  
 کے ساتھ ساتھ فرمایا میں بھیجے گیا اس کے بعد انہوں نے نہ بڑا فرمایا کہ میاں آؤ ہم تم کو  
 بہت کچھ بتا دیں جو سیرور و رشکو و کافروں کے لئے یہ دونوں علم کے سنت  
 کے لئے نہ تھے بلکہ ایک دوسرے کے لئے تھے یہی ایک بزرگ کی خدمت میں حاضر  
 ہونے کے لئے تھے کہ ادب سے سر ہانک بچو مگر ان کو بچنا چاہا وہ

مرد نے فرمایا کہ جو حجب اس سے درخواست کی تو ان بزرگ نے فرمایا کہ میں تو سخت  
 پریشان ہوں ہر قسم سے نہ تو میں کو حجب سمجھتا ہوں نہ یہ تو سر ہانک سے مجھے حجب  
 دینا سنت کے لئے انہوں نے فرمایا کہ تم تو سخت ہی پریشان ہو تو دراصل شکرو کا ادب تو ہی ہری  
 تھا اور یہ خدا سے دینی عین حق اور عالمگیر کا وہ نام ہے تو نہ تھا لیکن بالمشق  
 یہاں تک کہ بزرگ نے فرمایا کہ جو کچھ اپنا بزرگ کہے اس میں کوئی رنہ نہ رہتا  
 ہے یہی یہ وقت میں وقت ہے جب کہ دل سے جو بنناوٹ سے نہ ہو غرض بزرگ

ادب یہ ہے کہ جب وہ دل سے کہیں مان سے مگر ہم سے تو یہ سنتی رہتا ہے نہیں اس  
 لئے کہ ہم نے نہ دھو لانا حجب کے آگے سے تنہا کہہ دے ہو جتنے بھی حجب  
 ہو مگر ان کو ہر جگہ تو اس کو ترک کر دیا نسبت تو یہ ہے کہ جس سے ان کو  
 بزرگ سے سنتا رہتا ہے کتابوں کے نمائندہ ہوں کہ ہر موع مسجد کے بڑے اپنا بیکریت  
 ہے کہ ہر حجب کے درجہ میں ہے انہوں نے تو فرمایا کہ فرمایا کہ حجب  
 کے لئے اس کے کہیں ہیں اس میں تو ادب وہی ہے کہ جو ہر موع مسجد کے بڑے اپنا بیکریت  
 ہے کہ ہر فرمایا کہ ہر موع مسجد کے بڑے اپنا بیکریت ہے کہ ہر فرمایا کہ ہر موع مسجد کے بڑے اپنا بیکریت

تو ہر موع مسجد کے بڑے اپنا بیکریت ہے کہ ہر فرمایا کہ ہر موع مسجد کے بڑے اپنا بیکریت  
 ہے کہ ہر فرمایا کہ ہر موع مسجد کے بڑے اپنا بیکریت ہے کہ ہر فرمایا کہ ہر موع مسجد کے بڑے اپنا بیکریت

قبول سے ایک امر مانع ہے وہ یہ ہے کہ جب تم انحراف سے توجہ کو خیرہ ہو کر تم کھانا لینے  
 جاتے ہو اور اس سبب سے نفس کو انتشار رہا اور حدیث میں قبول ہدیہ کی شرط فرمائی  
 گئی ہے مَا تَأْكُلُ مِنْ غَيْرِ انْتِرَافِ انْفُسِ فَحْشٌ اور توجہ کو انحراف ہو گیا وہ شاعر و مصنف  
 کھانا لے کر واپس چلے جاتے ہیں جب زہر سے غائب ہوئے پھر لوٹ کر آئے اور عرض کیا کہ نہرت  
 اب تو نہ میدی ہو گئی ہے۔ اشعار نہ رہا تھا اب اسے لیجئے شیخ اور شاگردوں کی قلعہ سنت  
 تھے۔ حضرت یہ ہے اتباع سنت ایک ہم ہیں کہ ہم نے سنت میں بھی کتاب کر رکھی ہے کہ  
 معاشرت میں کہیں اس کا نام ہی نہیں سنا جو اس سنت تو یہ ہے کہ ہر چیز میں اتباع ہو چنانچہ  
 ان بزرگ کا اتباع دیکھئے ہم ہوتے تو شاید فرض بھی یاد نہ آتا اور سنت تو درکنار گمراہیوں  
 نے کہا کہ اس وقت لینا سنت کے خلاف ہے کیونکہ اشعار نفس سے، اور ان سے بڑھ کر ان کے  
 تشکر و کادب اور اتباع سنت دیکھئے کہ پھر اصرار نہ کیا ہم سے وہاں ہوتے تو ہاتھ پکڑتے  
 منت کرتے۔ سفر میں جس طرح ہوتا ان کے سر کے آتے لیکن ان کا ادب دیکھئے کہ عرض کیا  
 کہ حضرت بہت اچھے تھے کہ رہیں گھر چھو بیٹے۔ آپ کہتے ہوں گے کہ بھلب بے مروت تھے  
 لیکن سے کارپا کاں را قیاس از خود نگیر۔ اس ادب اور خدمت کے جمع کرنے پر ان کو  
 بھونش اٹھا اور سینہ سے لگا لیا اور فرمایا کہ واقعی جب کوئی خدمت کرنا چاہتا ہے تو اس  
 کی ہزاروں صورتیں ہیں ایک ہم ہیں کہ ستار خدہ منت کرتے ہیں صحابہ کا طرز یہ تھا کہ وہ  
 آپ کی مرضی کو دیکھتے تھے حتیٰ کہ جس وقت ہنسی کا موقع دیکھتے تھے۔ چنانچہ آپ نے  
 ایک صحابی کی کوکہ میں انگلی چھبوا دی انہوں نے کہا کہ میں بدلہ لوں گا آپ نے اجازت  
 دی انہوں نے کہا کہ میرے بدن پر تو کرتہ نہ تھا۔ آپ نے کرتہ اٹھا دیا۔ وہ دوڑ کر  
 لپٹ گئے اور بوسہ دیا اور عرض کیا کہ میرا تو یہ مطلب تھا۔ تو صحابہ کی مخالفت یہ تھی تھی  
 بنے سکھتے تھے اور ایک قسم سے کہ صحابہ میں ایک شخص تھے۔ زرارہ کے رہنے والے وہ  
 شہر بہ اچھا پکاتے تھے۔ ایک بار وہ حضور کی دعوت کرنے آئے۔ آپ نے حضرت زرارہ کو

کہنے لگے بھی اجازت چاہی انہوں نے انکار کر دیا۔ آپ نے دعوت سے انکار کر دیا  
 وہ چچہ کے پھر لوٹے اور اسی طرح دو مہینے بار ہوا تبیسری مرتبہ میں حضرت عائشہ کو  
 بھی اجازت دی تو آپ نے اتنا بے تکلف کر رکھا تھا اور اس قدر آپ نے ایک خاص  
 گفتگو سے اپنے گفتگو فرمایا تھا اس محکمہ کو میں نے کہیں کتاب میں نہیں دیکھا لیکن اب  
 شریاب میں اس کا پتا ہوا میں نے انگلستان کی ایک شہزادی کو خواب میں دیکھا کہ اس نے  
 یہ شہر کرتی ہے میں نے کہا کہ وہ کیا شہر ہے۔ کہا کہ حضور مزاج فرماتے تھے۔ اور یہ  
 شہر انت کے خوف سے ہے اور نبوت کے کے شان سے۔ زم سے میں نے کہا کہ یہ شہر جیب ہو  
 گا۔ آپ کہ جیب آپ مزاج اور نفس کو مقصود سمجھتے ہوں وہ تو ایک حکمت کی وجہ سے  
 تھی کہ آپ کو خدا کے لئے ایک رتبہ عطا فرمایا تھا چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جیب  
 مشہور ہے اس وقت میں ممکن نہ تھا کہ لوگ دین کی باتیں یورپ پر یہ شہر تک فرما  
 کہ جیب اس کے مزاج کے واسطے سے آپ لوگوں کو بے تکلف بناتے تھے تو اس کی تسلی  
 ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تو یہ حکمت تھی نہ ہمارے اس بے تکلفی سے، محبوب رشتہ  
 ہر حال میں یہ کہ شریاب یہ تھا کہ

نہ لوگوں کے لئے توجہ بخشی نہ تھے تو  
 ہر شہر ہر جگہ سے توجہ کی رفتار تو  
 وہ ہر چیز میں حضور کی مرضی کو دیکھتے تھے انہوں نے اپنے دونوں کانوں کو دیکھا تو وہ  
 سے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر راضی ہیں کہ ہم سوار ہوں تو سوار ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
 ہر حال میں تھی کہ انتہا اجر کی ضرورت کو بھی نہ ہر فرما دیا۔

تو ہم کو بھی اجر کی ضرورت ہے تو اس کی بہتر تدبیر کر دیجیے کہ فرما  
 کہ ہم تدبیر ہے ہمارے بھائیوں کو راہیوں کے لئے تو یہ شہر ہر

سے کہ ہر شہر ہر جگہ جنتیں اندر ہے۔

یہ شہر کی راہیوں کے لئے کہ ہمیں یاد ہے کہ ہم نے یہ شہر کی راہیوں کے



تفصیل اطاعت کی یہ ہے کہ اول دیکھ جاوے کہ ہماری ترکیب  
اچس گنہ گری کے اجزاء سے کتنے انسان ہیں دو چیزیں ہیں ایک جوارح ایک

نفس یا ایک نہر اور ایک باطن تو خدا نے اس حالت کی تفصیل فرمائی کہ دل  
 و زبان اور ہاتھ پاؤں یہ تو نسب کے متعلق ہے نہ جیب کے۔ پہلے ہمارے بھائیوں نے قوی  
 کوئی پانی کی احتیاط میں لیا ہے نفس بھی بڑا سمجھتا ہے کہ پانی میں تلوے تجریز کیا  
 کیونکہ پانی سستا ہے اسی واسطے ہمارے بھائیوں نے کہیں کہیں میں تلوے نہیں  
 تجریز کیا۔ پانی کی دو قسمیں ہیں نہر و جوس۔ لیکن کھانے کی ایک قسم ہے کہ سب حلال  
 ہے۔ بہن کار کو وہ بھی حلال ہے چند کار و پیہ کی جاؤ وہ بھی حلال ہے بہتہ کر  
 اس میں گئی نہ ہو تو وہ حرام ہے۔ چنانچہ رٹہ کی میں ایک واعظ صاحب کے ایک شخص  
 سن اٹل کی دعوت کی۔ کہنے لگے کہ ہم نے تو ایک نہر میں قسم کا کھانا کھایا کرتا ہوں  
 رہ اس کو ہماری مائپر کا سکتی ہے اس سے میں دوسری جگہ نہیں جاسکتا نقد دید و  
 کار اس سے کہہ سکتے ہیں پر امر رکب۔ آخر کتنا بھیجے کی جزیت دی گئی وہ کھانا پانوں  
 و نہر صاحب نے اس کو مسجد میں رکھا کر اور کھانوں کو سب نمازیوں کو دیکھا کہ دیکھو  
 یہی یہ دعوت کا کھانا گھی کتا ہے۔ بوٹیاں پڑھیں کھانا نہیں میں نہر میں وہ  
 رہ کر کیا کہ غدا کی پناہ۔ وہاں سب لوگوں نے مولویوں کو یہ نہیں کہہ سکتے ہیں  
 وہ مولوی نہ تھے لیکن وہ صاحب عمر نہ تھے کیونکہ علم کے ساتھ گرفتاری بھی نہ  
 ہو۔ نہ وہ ایک کس ہے۔ وہ صاحب کس میں نہ وہ وہ کس ایک ہی دنی درجہ  
 ہے۔ ایک شریعت کی سنائیت اور غیرت ہوتی ہے خفی کہ ایک بڑھئی جو کہ ادنیٰ درجہ کا ہے  
 اس میں ایک شان استغناء کی ہوتی ہے تو جب بڑھئی کے پیشہ میں یہ شان ہے تو کیا  
 نہر میں ایک کس نہر کا باقی اس کے کچھ بھی نہیں کہ کوئی راہ نجات دیکھ کر واعظ ہو  
 جوارح و جوارح اس کا علم سمجھنے میں اس کا صرف یہ ہے کہ ایک کس مولوی کا وارث

اس وقت میں جب اس کے پاس کسی مسلم عالم کی سند دیکھ لیں اور میں اس مشورہ سے  
 کی روزی نہیں مارتا۔ رخصت ہونے سے منع کرتا ہوں باقی خالی لینا دینا تو تم ان کو پیسے دینا  
 کرو تو غرض یہ ہے کہ یہ لوگ مولوی نہیں اور میں تو کہا کرتا ہوں کہ لوگوں نے مولویوں کو  
 دیکھا نہیں کیونکہ آپ نے ان کے دروازوں پر جانا چھوڑ دیا۔ انہوں نے آپ کے دروازے  
 پر آنا چھوڑ دیا اور نام کے مولویوں کا تو یہ حال ہے کہ میں کیا بتاؤں کہ ایک جگہ دیکھا کہ کراہیہ  
 پر ایک مولوی صاحب بنگلہ رہتے تھے کہ اتنا کراہیہ دوا اور بلائے واسطے حساب کتاب بتنا  
 رہتے تھے۔ غرض اسے پیشہ ور لوگوں کی نظر اس پر پڑی کہ کھانا کیسا تھا۔ اور ہمارے لینے کو  
 اسٹیشن پر آئے تھے یا نہیں تو غرض جب اس کے پڑھنے کی یہ حالت ہے تو خواص الناس اور  
 دنیا داروں کی شکایت کیا ان کو زیادہ سنی ہے کہ مدلل ہونیکا معیار صرف یہ سمجھیں کہ  
 اس میں گھی ہوا لبتہ پانی کا تھوڑے سا تھوڑا سا سہل تھا اس کو اختیار کر لیا اور وہ بھی ہندوستان  
 میں ہے میں نے اس کے سفر میں دیکھا کہ ایک صاحب نے یہ کہ یہاں بڑے متقی تھے وہاں  
 پانی سے استنجا بھی چھوڑ دیا تھا تو آدمی حد سے زیادہ نہ بڑے۔ شریعت نے اعتدال کا  
 ہے۔ غرض پانی میں اسے لٹوئی ہوتا ہے کہ وہ بہت سہا اور کہ نا بہت کہاں اور پھر  
 حلال کہاں اس نے اس میں حلال و حرم کے قطعہ ہی کو حذف کر دیا اور خواہشوں کو زیادہ  
 وسعت دیدی حتیٰ کہ ہر گشت بنائی بعض ایسے بھی ہیں کہ وہ بنیر گشت کے کہتا ہی نہیں  
 کہانت کریم جو دنیا کی ہذا سب سچ میں خواہ وہ کہنے کی ہوں یا نہ کہنے کی یا ہاتھ کی  
 لوگ ان کو خفیہ سمجھتے ہیں خصوصاً تمتعات شہزادہ کو لیکن ان کے بارہ میں کسی نے خوب کہا ہے  
 لبنا بر لب و لبر ان مہوشش کردن  
 امرو ز خوشش سفت یک فرد از خوش نیست  
 آہنگ سوزان مشوشش کردن  
 خود را پاشے عہد آتش کردن  
 لبنا بر لب و لبر ان مہوشش کردن  
 امرو ز خوشش سفت یک فرد از خوش نیست  
 آہنگ سوزان مشوشش کردن  
 خود را پاشے عہد آتش کردن

پیشہ ہیں اور تم گھر میں تو تم سخت مصیبت میں ہو۔ ہمارے پاس آ جاؤ ہم خوب خدمت کریں  
گے۔ انہوں نے جواب میں کہ اس سے

نہروں تو مرغ مسے و مسے

بڑھتی تڑاٹس و دیا حریر

آفریں فرماتے ہیں کہ

نیک سہیں سنت کرے بکزد

باش کہ تا شہیل قیامت زند

یعنی اس روز معلوم ہوگا کہ وہ حالت اپنی تھی یا یہ۔ حضرت نے تو تمام عمر کتاب پیٹ میں

بہ مشاس نہ سوکے ٹکڑے تو انہیں پر نظر کیے تو انہوں نے تو اس میں زیادہ ہونا چاہیے نیز

پاؤں میں تو دست بھی ہے۔ اگر کہیں حقیقہ کے ہاں شکی ہے تو شافی ہاں کے ہاں دست ہے

بہت کھانے کے کہ منہ رشوت چاروں ہی مذہب میں منور ہے۔ تو یہاں دست

تھی و ہاں تو یہ شکی اور چپاں شکی تھی و ہاں یہ دست۔

مولانا حقیقت میں یہ نہیں جس کو لوگوں نے تجویز کیا ہے۔

کتاب کی حقیقت

تقویٰ وہ ہے کہ جو حدیث میں ہے۔ ان الفاظ کے لئے

تشریح ضروری ہے ہاں تاہم درستی میں اس پر مرتب ہوتی ہے تو اصل لغت میں اس کی

تفسیر ہے ڈرنا اور شرافت میں ایک معنی ہے کہ خدا سے ڈرنا پس تقویٰ

تو اصل تفسیر ہے تو تقویٰ تقویٰ ہے یہاں تو یہ فرمایا کہ تفسیر کو درست کرو جو کہ تفسیر کی

ان لغت ہے اس کے بعد فرمایا ہے اس معنی پر جو ارجح کا فعل اور اس کی اصل لغت ہے

پس یہاں یہ ہو کہ تم نے ہر اور بالوں و نوں کو اطاعت میں مشغول کرو۔ یہ ہے اصحاح

تو ہم دیکھتے ہیں کہ بعض نے تو صرف ظاہر کی درستی پر کتنا کیا ہے کہ دائرہ میں رہا ہر دست

کر کیا ضرور ہر دہ ہر ہر دہ کی حالت کیسی ہے۔ ہر دست

میں ہے کہ ایک قوم ہوگی کہ یلبسون جلود الفان والسنفخون علی من السکر و  
 قتلوا بعدا من الذیاب اور یلبسون کے یا تو یہ معنی ہیں کہ فقیرانہ لباس پہنیں گے یا یہ  
 کہ ظاہر میں ایسے نرم نہیں گئے مگر قلوب اُن کے گرگ سے سخت ہوں گے۔ ایک مذکر  
 فرماتے ہیں سے

ان بدوں چوں گور کا فریہ حل داندروں قہر خدا عز وجل  
 کہ ظاہر تو ایسا اور باطن ایسا خبیث تو ایک طبقہ ایسا ہو گیا اور دوسرا ایک طبقہ  
 ان کا متقابل ہو کہ سے

در گلی کوشتن ہر چہ خواہی پوش

لیکن کسی افسوس سے نہ ناسخہ کپڑے نہیں پہنیں گے۔ مگر جو اس متقابل کے دعوت میں در  
 جزو ہیں۔ ایک تو یہ کہ ظاہر میں کیا رکھا ہے تو اس کی تو لیسوں سے تغیر ہو گئی دوسرا  
 جزو یہ کہ باطن ٹھیک ہونا چاہیے تو یہ درست مگر یہ غلط کہ ان کا باطن درست ہے کیونکہ  
 ظاہر تابع باطن کے ہوتا ہے مگر باطن درست ہوتا تو ظاہر سچو کہ تابع ہے وویکے نہ درست  
 ہوتا اگر آپ کسی حاکم کے سامنے جاویں اور آپ سنم بھی نہ کریں اور جب بانہ پر سے ہو  
 تو آپ کہیں کہ جناب میرا نسب آپ کی محبت و عظمت سے پرستہ تو وہ حاکم کہے گا نہ سزا  
 نہیں ممکن نہیں کہ نسب میں محبت و عظمت ہو اور پھر مردان نہ جیکے باؤسے تو اگر ظاہر  
 خراب ہے تو یہ دلیل ہو سکتی ہے اس کی کہ باطن بہتر درست نہیں۔ مرزا تقیوں کی ایک  
 حکایت یاد آئی کہ یہ نہایت آزاد ستے بیکر ہوئی بشراب اور کسے کہ بھی سو فیہ نہ ہونے کا  
 ہوتا ہے کسی برائی و نیکو مرستہ و شرکہ ہو کہ یہ شام صاحب مرستہ در مرستہ  
 ہوتا کا شوق ہو کہ وہ دلی آگے در کہ مرستہ میں دیکھ رہے ہیں ریشہ زور  
 ہیں میں ایرانی نے کہا کہ ان ریشہ کی ترش مار قبیل سے جو معہ دیوہ ست ریشہ کی ترش  
 لیکن دلی ستہ کی ترشہ۔ آج کل جو بہشتیہ بالہ مرد ستہ کہ ہیں کسی ترشہ ستہ در ریشہ



کہ یہ اور یہ شعر سب نے یاد کر رکھا ہے

عیش در پہ آزار ہر چہ خواہی کن کہ در شریعت مانع ازین گناہ نیست  
اس مسافر نے فی البدیہہ یہ جواب دیا کہ اگر سہ دل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خراشی کیونکہ

ہر وقت میں ہے کہ ہمت ہے دو مرتبہ آپ پر احوال پیش ہوتے ہیں اس سے مزالتیں پر  
ایک حالت وری ہوئی اور انہیں سی کھل گئیں ہوش آیا تو بزبان حال کہا کہ سے  
ہر ایک اللہ کہ چشم باز کر دی مرا با جان ہماں ہر از کردی

سب سے پہلے آگیا ہو گا کہ عیاش در پہ آزار ہر چہ خواہی کن : کا کیا مطلب ہے یعنی  
منور منی شہ علیہ وسلم کو بھی نہ تھا تو مطلب یہ ہو گا کہ خلاف شریعت نہ کر دیں یہ

بہشت ہے کہ نہ ہر میں کیا رہا ہے، در اگر غور کرو تو اس سے معنی تو یہ ہے کہ ہمارا نسب

نہیں ہے، در جو اس عید نہیں یہ تو ایسی مثال ہے کہ آدھ ٹکڑے درخت ہو اور آدھ درخت

نہ ہو تو یہ تو اس سے ہم کو روئے دیتے ہیں، ایک نہ ہر ایک باطن تو ان عتق میں سب ہی

غیب میں چھپ چکے نہ جانے جہاں اس کے ساتھ اس کے فرزند ہر فرد یہ دونوں ہی

در سب سے بڑا اس میں مقاسم کے طور پر سارے روح سے پہلے جو رحمت سمیع و دیگر

در سب میں کوئی نہ جہ فرق کی نہیں پیر اس سے بدیہہ فراد یہ کوئی کسی خاص شخص کی نہیں

نہ کہ یہ سب در شریعت میں ایک باطن سے سب ظہور کے تحت کی وہ یہ کہ یہ سب

در سب سے بڑا در شریعت میں رغبت کو تو ترجمہ میں کیا ہے کہ خوش سے کہ نہ در شریعت

سب میں ہر ایک در شریعت سے کہ سب میں سب میں سب میں سب میں

سب میں سب میں سب میں سب میں سب میں سب میں

سب میں سب میں سب میں سب میں سب میں سب میں

سب میں سب میں سب میں سب میں سب میں سب میں

ہر چیز کے الطبع میں سب اگے ہیں لیکن چونکہ حرص ہم میں غالب ہے چنانچہ اکثر کا مذاق یہ ہے  
 مگر جاں فانی مصلحت نیست  
 ورنہ جسی سخن دریں است

اللہ میاں سے لوگوں کو ایسی محبت ہے جیسے ایک بھیل کو اپنے دوست سے تعلق کہ ہاتھ پر  
 بھی انگوٹھی نہ دی اور اس کی اس مصلحت کے جواب میں کہ اس کو دیکھ کر تمہیں یاد کیا کرے  
 گا یہ کہ کیا کہ جب اپنا ہاتھ خالی دیکھنا یاد کر لیا کرنا کہ ہم نے انگوٹھی مانگی تھی نہیں دی تو یہی  
 ہی محبت اللہ میاں سے بھی سچ کل مسلمانوں کو ہے۔ مجھے یاد گیا کہ بہت لوگ ایسے ہیں کہ انہوں  
 نے بیہودہ موقع پر دس ہزار روپیہ دیا اور ایک دینی موقع پر سو روپیہ دیا حالانکہ وہ بڑے  
 ایسا تھا کہ سارے گھر ویدیں لیکن خیر کہ تو دین اور النفاق فی سبیل اللہ کی ایک ایسی صورت  
 ہے کہ کچھ بار ہی نہیں پڑتا جس کو میں نے اٹاؤچ میں لکھا تھا کہ تمہارے گھر میں بہت سی چیزیں  
 بیکار ہوں گی تو تم فی سبیل اللہ وہی دیدو اس میں تمہارا کیا حرج ہے۔ بجز اللہ اس پر لوگوں  
 سے عمل کیا اور کچھ تھا کہ ٹھیلے کے ٹھیلے آتے ہیں اور اس میں ایک ذرا اور تو سمجھ کر نہ اس  
 طرح ایک تو وہ چیزیں ہیں کہ ناکارہ ہیں ان کے مستحق تو تجویز پیش کر ہی چکا اور ایک وہ  
 ہیں کہ ہیں تو کام کی ان کی سالی سالی بھی ضرورت نہیں ہوتی۔ مثلاً مینر کرسی۔ پینک  
 سختی کہ بعض ایسی چیزیں بھی ہیں کہ ان کا ہونا معلوم بھی نہیں کہ آیا ہمارے گھر میں ہے یا  
 یا نہیں تو اگر ایسی چیزیں لگ جائیں تو کیا حرج ہے ایسی شیاؤں کی نسبت خوب کہا ہے۔  
 حرص تانی نیست صاحب ورنہ اسباب معاش انچہ مادر کار داریم اکثر ہے در کار نیست  
 تو ان کو بھی دیدیا جاوے اس میں کیا شکر۔ بعض عبادت میں ہیں چونکہ غلبہ حرص سے  
 ہمارا یہ مذاق ہے۔ در س میں بہت کم ہے۔ اس لئے عبادت مالی کو نہیں دیکھیں ذکر فرمایا اور  
 اس پر وعدہ فرمایا خیر کیا اور ایک بات میری کہجہ میں آئی کہ خداوند کریم کا کلام طبعاً  
 سب میں ایک تردد رہتی ہے اور ایک پرہیز۔ قرآن شریف میں ہر جگہ اس کی روایت  
 کی ہے یہاں وہ سب سے زیادہ کثرت میں اس سبب سے جب دنیا یہ وقت زیادہ

نہیں سہہ ورنہ میں اس کو مفصلی ذکر کرتا اور دنیا میں بھی سب سے زیادہ محبوب ہے اور  
 اگر کٹر شکر ہوں کہ وہ داری بھی ہے تو خدا تعالیٰ سے التفق اس سے پرہیز تہل یا سہہ کہ یہ پرہیز کرد  
 دریاں ملتے کہ واسطہ اس کے اثر کی گڑھی چلے گی نہیں چنانچہ مشاہدہ ہے کہ ہم میں  
 جسے تک ماں سے اس وقت تک ہم ان کا ملت شروع کرتے ہیں لیکن جتنی نہیں جیسے تھیں  
 ہوتی گڑھی کہ چہاں چہرہ دمی و ماں ہی رک گئی تو اسے ترہم اپنے کو تھیں رہے ہیں کہ  
 گھیبٹ کر اڑھایا تو تہمہ کے لئے اسٹے اور نہ اٹھایا تو نہ اسٹے دل میں شوق نہیں ہے اور  
 راقی شکر نام شوق ہی سے ہوتے ہیں اسی کو کہتے ہیں سے

مستعارہ قندر سردار بہمن نمائی کہ دراز دور دیدم رہ و رسم پارستانی  
 تو تر می پارستانی بدون شوق کے چنتی نہیں بیکہ وہ محنت ہوتی ہے کہ سے  
 بہرہ میں پر سبہ و کردم نہ میں نہ ابر آمد کہ مرا خراب کردی تو بسجہ و ریائی  
 بظرافت کعبہ رفتہ گرم رسم نہ ادرند تو بدون در چہہ کردی کہ در دینانہ آئی  
 تو یہ محنت ہے ہمارے اٹھان کی جب قصب میں کوئی حصہ محبت کا نہ ہوا اور وہ اس وقت  
 کا تا ہے کہ غیر کی محبت کے ایک بزرگ کا قول ہے

حب خفی ہو دل میں یا حب پسر جمع ن دونوں کو تو ہرگز نہ کر

بکثر طبائع میں یہ حب غیر بزرگ حب ماں زیادہ فانی ہوا ہے  
 اس سے خدا تعالیٰ نے ایک لطیف طریقہ بتلایا ہے اس کے

**اچان کا لکھنؤ**

نک کہ خرچ کیا کرو و انہیں العشیر کوئی بتلایا نہیں سکتا کہ خبر ہو سکتی ہے کسی کو معانی کے  
 خبر میں کی۔ صاحبزادہ صرف خواص اجسام کو دریافت کر سکے مگر انبیاء علیہم السلام  
 کے خاص کے بتلایا ہے معانی کے خواص کو بتلایا ہے مثلاً حب ماں کے خاصہ کو دیکھ کر اس

کا خبر ہو گیا کہ خرچ کیا کرو اور صلاح بھی کیسا آسان کہ جس میں نہ محنت ہو نہ  
 مشقت خبر نہیں کہ وہ علیہم نہیں جو غیر غفلت کی ہوتی ہے کہ اس میں ایسی سخت خبر

لگاتے ہیں کہ خدا کی پناہ ایسے لوگوں کی تعلیم پر یہ یاد آتا ہے کہ سے

محنتیں راہوں طلب باشد و قوت بخود اگر توبہ را دکنی شرط مردت نہ بود

اس کے متعلق توبہ ہوتے کہ اس کا ایک بندہ ایسا بھی ہے جو اس تک پہنچنے کے قابل

نہیں جاتا کہ وہاں سفر عام ہے اور اس کی پوری رعایت ہے کہ

طنل را گر ناں وہی بر جاست شیر طنل مسکین را زان ناں مردہ گیر

چار پار قدر طاقت بار نہ بر شیعہاں قدر قوت کار نہ

توبہ مشائخ غیر محقق ہیں ان کے ہاں محض روٹیاں ہیں دودھ نہیں وہ بچہ کو بھی روٹی

کو لاتے ہیں۔ اور قرآن و سنت میں توبہ کچھ ہے یہ غضب نہیں کہ سب کو ایک ہی

کڑی سے ہارکا جاوے تصوف یہ ہے جو آج کہہ رہا ہے کہ توبہ خاص کو ایک ہی کڑی

ہاں کہتے ہیں کہ بیوی کو چھوڑا اور اولاد کو عاقی کر دو گویا ایسا ہے جس میں جو ان سخت

سے مجبور کے جاتے ہیں مگر بعض ایسے بھی ہیں کہ نوکری بھی کریں اور مومن بھی بنیں

نے اس کو خاص طور سے اس سے ذکر کیا کہ آج کل لوگ اپنے دل میں کہتے ہیں کہ میں

بناد پر بہت معذور سمجھتے ہیں کہ نہ توبہ ہم سے نوکری چھوڑی جاوے کی نہ بیوی چھوڑی جاوے

کی سو بے فکر رہو یہ چیزیں نہیں پیڑاؤں جاویں گی ہاں یہ ضرور ہے کہ رشتہ سے راکہ

جاوے گا۔ نیز آپ پر محنت شاذہ والی جاوے گی جتنی قوت ہوتا ہے تہا یا جاوے گا

چنانچہ بر محقق ہیں وہ دماغی قوت اور فرصت کو دیکھ کر تعلیم کرتے ہیں اور سب کو ایک

انگ بناتے ہیں اور اسی وجہ سے تصوف کی تعلیم مختفی ہے کہ ہر ایک کا حال جدا ہے

تو یہاں یہ تعلیم میں اختلاف ہے کہ ایک ڈسب براہ ہوس دوسرے کی تعلیم پر براہ عزت ہیں

کہ نے یہ وجہ ہے اس کے مختفی تعلیم کی نہ اس وجہ سے جو کہ مشہور ہے کہ تصوف کے مافی

میں بیحد زیادہ شریعت کے چلے آتے ہیں دوسری میں یہ حکمت ہے کہ خدمت کی

بات خصوصیت کی کبھی جاتی ہے اور اس کی قدر زیادہ ہوتی ہے توبہ ہر حال محققین

کے یہاں ہر شخص کو اس کی حالت کے موافق تعلیم دی جاتی ہے تو اس کو اس کے  
 موافق نصیحت کو اس کے موافق حبیب اس میں استفادہ سہولت ہے تو یہ دولت اصلاح بالکل ہر  
 شخص کو مل سکتی ہے چنانچہ حبیب دنیا دہانے کے لئے ہر اکیسی شکل پیش آئی تھی مگر خدا  
 تعالیٰ نے اس کا بھی کیسا آسان طریقہ بتا دیا کہ خرچ کیا کرو تو اب کیسی جامع تعلیم ہو گئی کہ مرض  
 تبتیلہ درابتدائی پر ہر بیمار یا اس لئے ان کو اس جگہ جمع کر دیا گیا اور ہر ایک میں مناسب  
 مناسبت اور مفید رہتیں فرمائیں۔ میں ہر ایک کو مفصل ذکر کرتا مگر وقت گذر گیا ہے اور  
 جس کا ذکر بھی ہو گیا ہے اس لئے میں سب کا قدر سے قدر سے بیان کرتا ہوں پس اتقوا اللہ میں  
 یہ قید رکھنا کہ مَنَّا مَعَكُمْ جِسْمٌ مَعْلُومٌ ہوا کہ ہم کو اسی قدر کا مکلف کیا گیا ہے کہ جس قدر  
 وقت ہو کر اس پر کوئی کٹے کہ ہم کو تو صرف ایک ہی وقت کی نماز کی ذلت ہے تو جواب  
 یہ ہے کہ تم نے صرف اس کو دیکھا ہے دوسرے مقام کو نہیں دیکھا کہ حق تعالیٰ نے پانچ  
 وقت کی نماز کا مکلف فرمایا اور پھر اس کے ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ لَا تَمْنُنَ الشُّرَكَاءُ  
 بِدِينِكَ اس سے صاف معلوم ہوا کہ جتنے کا مکلف فرمایا ہے اس کی ذلت ضرور ہے پس  
 اب جو یہاں فرمایا مصلحت تم تو مناسب یہ ہوا کہ جتنا تم کو بتایا سب کرو اور یہ عزمان دل  
 بڑھانے کے لئے فرمایا ہے کوئی ٹوکے کہ تم سے یہ کام تو ہو سکتا ہے تو جو ہو سکتا ہے  
 وہ تو کرو تو یہ نصیحت متنبہ کیا کہ تم سے تو ہو سکتا ہے تو یہ شبہ تردیع ہو گیا۔

اب ایک اور شبہ رہا کہ یہ تو مشاہدہ ہے کہ نہیں ہو سکتا تو یہ دعویٰ  
 مشاہدہ کا باطلی غلط ہے بات یہ ہے کہ آپ ہمت نہیں کرتے اس  
 کے لئے کہ تم معلوم ہو کہ جس کو آپ نے سمجھ لیا کہ نہیں ہو سکتا اس کی مثال ایسی ہے کہ آپ  
 کو رات کے وقت شیف ترشح میں پیاس لگے مگر سردی کی وجہ سے آپ کو باہر جانا یا دشوار  
 ہے کہ یہ سببت کہ ہم جا رہے ہیں لیکن رات کو دو بجے کے وقت ایک سوار آیا اور  
 پر زور دیا کہ سڑ صاحب نے بتایا ہے پس آپ نے حکم دیا کہ گھوڑا کسو اور بارانی پینگر

دو میل چلے گئے اور راستہ میں رعد و برق بھی ہوا سب کچھ ہوا اگر گئے ضرور تو اگر اس وقت  
 پانی بیٹھنے کے لئے باہر نکلتا مشکل تھا تو اسی وقت ۲ میل چلنا کیسے آسان ہو گیا تو بات یہ ہے  
 کہ فرق فقط ہفت کا ہے کہ اس پیاس کے وقت عزم و ارادہ نہ کیا تھا اور اب ارادہ کیا ہے  
 تو جتنے کاموں کو آپ کہہ رہے ہیں کہ نہیں ہو سکتا ان سب میں آپ نے ارادہ ہی نہیں کیا  
 پس یہ ہے وجہ۔ حضرت مولانا اُستادِ ثنائی حیاتِ یاد آئی کہ نماز کے بارے میں ایک حدیث ہے  
 کہ ایسی نماز ہو کہ جس میں حدیثِ انفس و سوسہ نہ لاوے وہ حدیثِ سبق ہیں آئی ایک و جہم  
 سے کہا کہ حضرت کیا ایسی نماز ہو سکتی ہے۔ مولانا نے کہا خوب فرمایا کیا کبھی ارادہ کیا تھا کہ  
 نہیں ہوئی یا ویسے ہی سمجھ لیا کہ نہیں ہو سکتی کر کے تو دیکھا ہوتا غلام یہ ہوا کہ تمام اعمال  
 میں پورا تقویٰ اختیار کرو اور وہ سب استطاعت میں ہے مگر شرط ارادہ آئے فرمایا ہے  
 واسطہ و اس لئے ایک مسئلہ مستنبط کرتا ہوں کہ اس کام کا مستنا بھی ایک بہت بڑا مقصود  
 ہے ہم میں جو زیادہ کمی ہوئی ہے اس کا بڑا سبب یہ بھی ہے کہ علم حاصل کرنے کی طرف توجہ  
 نہیں اور ہے بھی تو صرف علمِ معاش کی طرف اور میں معاش سے منع نہیں کرتا لیکن یہ  
 شکایت ضرور ہے کہ باوجودیکہ موادِ غیر محدود و غیر متعلق ہے اور معاش محدود و ثانی ہے  
 غیر غائب ہے کہ غیر محدود تو آپ کی نظر میں وقت نہ رہے اور محدود وقت رہے  
 حتیٰ کہ احکام کو مدغم بھی نہ کیا جاوے میں تو یہاں تک کہتا ہوں کہ اگر عمل کی بھی نیت نہ  
 ہو تب بھی علم حاصل کرو چاہیے تو عمل بھی کرنا لیکن اخیر بات ہے کہ اگر یہ بھی نہ ہو سکے  
 تب بھی علم حاصل کیجئے بہت بڑی بڑی خواہیاں دور ہو جاویں گی۔ مثلاً عزاؤ کی کہہ کہ  
 ان میں تو کچھ کرنا ہی نہیں پڑتا دوسرے اعمال پر یہ اثر ہوا کہ کبھی توفیق ہوئی عمل کی تو  
 راہ تو محدود ہو جائے کسی کو فخرش ہو اور وہ علاج کرنا نہ چاہے تب بھی نسخہ تو ضرور  
 ہے حاصل کرے۔ تیسرے یہ نکتہ ہے کہ اب تو گناہ کرتے ہیں مگر گناہ نہیں سمجھتے جس میں  
 ایمان جانیگا۔ اندیشہ ہے اور بعد حصولِ علم گناہ تو سمجھ گوارا اس سے جہنم قدرے خفیف ہو

جواب دے گا، درجہ کا خفیف ہو جائے گا اور برادری نہ ہو خود یہ بھی ایسا مقصود ہے کہ اگر کسی مقدمہ میں پیر دی کرنے سے جرم سے بری ہونے کی توقع نہ ہو مگر خفیف ہو جانے کی امید ہو تب بھی اس پر یہ کہ تو معصوم ہو اگر خفیف ہو تا بھی مقاصد میں سے ہے پس علم سے یہ تو نہیں اور یہ نہیں کہتا کہ سب مولوی نہیں بلکہ میری راستہ تو یہ ہے کہ سب دنیا مولوی نہ نہیں لوگ مولویوں کو ناحق ..... ہی بدنام کرتے ہیں کہ یہ سب کو مولوی بنا کر ہیں کیا مگر یاد رکھو کہ ہم سب کو مولوی نہ ہونے دیں گے کیونکہ مولوی بننے کے لئے یہ مقتدا بنے اور اس کے لئے ہر شخص اہل نہیں بلکہ اس کے لئے چند شرطیں ہیں کہ اس میں مشائخ اور وڈار بھی ہو اس میں شان استغفار بھی خاص طور سے ہو اور یہ سب سے زیادہ ضروری ہے کیونکہ اس کی حالت طیب کی سی ہے کہ جس کے لئے یہ مریض ہے کہ وہ دوائیوں کی دکان بھی رکھے کہ اس سے شبہ خود غرضی کا ہوتا ہے ہم وڈار ہیں کثرت سے تھکتے اور حرم میں سے تو اگر ایسا شخص مقتدا ہو جائے تو قوم کے لئے بڑا نمونہ ہو جائے گا اس کی وہ حالت ہوگی کہ ۔

زیادہ میکنہ و تفسیر والی کہ علم و عمل کی فرد شد بہ نال

ایسا شخص اگر کہیں سفر میں ہو اور اس کو روپیہ کی ضرورت ہوئی تو وہ ضرور رعیت کے ایک ایک بکرت صاحب استغفار کے کہ گواہت اس کو بھی ہوتی ہے لیکن اس کی غیرت اس کو نہ ہر نہیں ہونے دیگی جسے اس پر ایک شہزادہ کا قصہ یاد آئے جو ایک شخص نے بیان کیا تھا کہ ایک والی ایک گھنٹہ میں ایک تیر و طس شدہ شہزادہ پرانی سے درچار ہوئے شہزادہ نے نواب صاحب کی دعوت کی نواب صاحب نے درخوست کی کہ تم بھی ہماری ریاست میں آئیے چنانچہ اتفاق سے یہ شہزادہ ایک سفر میں بالکل منہاس ہو گیا اور اس وقت نواب صاحب کی وہ درخاست یاد آئی اور اس پر یہ مسئلہ پیش آیا کہ نواب صاحب نے ان کی یہ حالت دیکھ کر براؤزم

یہ شعر پڑھا ہے

آنکھ شیراں را کند در بہ مزاج

اختیار سنت اختیار سنت اختیار

وہ شہزادہ مارے غیرت کے آگے بن گیا اور سٹا البدیہ نہایت تندی کے ساتھ

جواب دیا ہے

شیر نرسکے می شود در بہ مزاج

میزند بر کنش خود مسدا اختیار

اور فوراً واپس ہو گیا جواب صاحب دوڑے کہ خدا کے ذرا شہریت مگر نہیں شعر

حضرت غیرت علی تو اس سے بڑھ کر ہوتی ہے اور ایسا شرط مقتدا ہوتی ہے یہ سب

اس کو حق میں خوف کسی سے نہ ہو اُس کی یہ نشان ہو کہ

مقدسہ چہرے پر یزید زرش

چہرہ فولد ہند میں بن بر سرش

امید و ہراسش نباشد ز کس

ہمیں ست بنیاد و حسیہ دل

تو کیا ہم میں ہر شخص ایسا ہے جو ان شرالہ کا جامع ہو ہرگز نہیں جب ہر شخص ایسا نہیں

تو آپ ڈریں نہیں کہ ہم سب کو مولوی بناتے ہیں۔

ہاں سب کو عالم ضرور بنانا چاہتے ہیں لیکن عالم ہونے کے لئے

عربی پڑھنا ضروری نہیں بلکہ احکام کو دریافت کرنا کافی ہے

حصول عالم

پس اتنا سب کے لئے بینک ضروری ہے کہ احکام کو معلوم کریں اس کا طریقہ یہ ہے کہ جو

لوگ پڑھ سکتے ہیں وہ تو یہ کریں کہ ایک کتاب منظر کر کے اس کو روزانہ سنتا سنتا کسی

عالم سے پڑھ لیں اور جو لوگ سننے پڑھتے نہیں ہیں وہ یہ کریں کہ ہفتہ میں دو مرتبہ ایک

ایک آدمی سپاس سپاس آدمیوں کو لیکر بیٹھ گیا اور آدھ گھنٹہ کوئی دینی کتاب سنا دی اب

بہر ہی عورتیں سو یا توان کو مرد پڑھا دیں یا ان کو کتاب سنا دیا کریں اور پھر اسی طرح

تخل رکھیں بتنا ہے کیا مشکل کام ہے یہ تو روزمرہ مسائل سننے کا طریقہ ہے دوسرے یہ

کام ہے کہ جو کام کرنا ہو اس کا درجہ دریافت کر کے کیسے کر کوئی مل جاوے تو وہاں رہنا



کچھ یہ امر سب کے ذریعہ سے اس سے حکام معلوم ہوتے رہیں گے پس اس طریقہ سے  
 یہ ممکن ہو جائے گا کہ اس سے اس طریقہ سے دو برس میں ہر شخص عمل کے لئے موقوف  
 ہو جائے گا لیکن وہ غلط نہ کہنا چاہیے کہ یہ نازک کام ہے اس کے لئے اتنی مصلحت کافی  
 نہیں اس لئے غلط تو وہی کہیں جو باقائدہ علوم حاصل کئے ہوئے ہوں تو اس سے  
 یہ مسئلہ مستثنیٰ ہوا اور میں یہ بھی کہتا ہوں کہ اس کے بتاؤ کی بھی ضرورت ہے کیونکہ یہ  
 سب طرف علم کے وجود پر موقوف ہیں تو اگر اس کا سامان بتاؤ نہ ہو تو یہ مسئلہ بھی کم  
 ہو جائے گا اور اس کا کوئی طریقہ سوائے اس کے نہیں کہ ہر شہر میں ایک مدرسہ ہو  
 جس میں سب علم کی کتابیں ہوں جو اس کی ہفت نہ ہو تو کم از کم ہر شہر میں ایک عالم  
 ہو جس سے اس وقت تک ان سے فائدہ نہ اٹھاویں لیکن تب بھی رہنا ضروری ہے  
 اس مدرسے سے ایک نامزد یہ نہیں کہ چھوٹے بچوں کو ان کے سپرد کریں دوسرے یہ کہ ان  
 سے سالانہ امتحان ہو جس سے ان سے ضروری وغیرہ دیں ایسا کے متعلق  
 نامزد ضروری ہے کہ سب اس کے منت خدشی سے ماننے کے ہیں تو آپ پر واجب  
 ہے کہ آپ خوش سے رہیں اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ محبت دل میں پیدا کر دے کہ کہنا ماننا  
 اور اس سے جو اور اس کے پیدا ہونے کا طریقہ یہ ہے کہ عمل شروع کر دیں اول نیت ہو گا  
 جس کی برکت سے محبت بڑھنے لگے گی اور ان سے اس میں یہ ہے کہ سہولت ہوگی تاہر  
 میں باطن میں مدد ملتی ہے ویسا ہی ہر کی برکت ہے کہ اس سے شدہ شدہ ایسی  
 نسبت پیدا ہو جاتی ہے کہ ہر نماز کو کوئی نماز نہیں کر باوجود اس کے کہ یہ محبت ہے کہ  
 کوئی پتہ نہیں ہو اور وہ غریب ہو اور اس سے کہا جاتا ہے کہ نور دہی دیں گے  
 جس سے نورانہ ہو کر نور ہرگز نہ اٹھنی ہو گا تو دیکھئے عمل کی تاہر میں پائیداری سے محبت  
 میں محبت پیدا ہوگی تو سب اعلیٰ کو تہنیت کیا کیے اس سے محبت پیدا ہوگی اور اس  
 نسبت سے کہ نور ہرگز نہ اٹھنی ہو گا کی محبت اختیار کیے زیادہ نہ ہو تو کم

از کم ہفتہ میں ایک ہی بار یا ہفتہ میں ایک بار یا کسی اہل اللہ کے پاس بیٹھیں اس میں  
خاصیت ہے کہ اس کے اندر جو چیز ہے وہ شدرہ شدرہ آپ کے اندر بھی آوے گی اور میں  
آپ سے دنیا کے کام نہیں چیرتا اپنی فرصت کے وقت جا کر ان کے پاس رہتا اور اگر  
یہ بھی ممکن نہ ہو تو ان کے ملفوظات ہی پر شبہ لیکن محض تذکرہ اور فن کی کتابوں کی حاجت  
نہ دیکھئے گا۔ اس طریقہ سے محبت قائم رہتی ہے اور جڑ جڑی ہے تیسری چیز جس سے  
محبت بالخاصہ جڑ جڑی ہے وہ ذکر اللہ ہے گو مختصر ہی دیر اللہ امداد سے اور اسی میں  
سے کچھ وقت نکال کر نفس کا محاسبہ کیا کیجئے کہ تو نے یہ نافرمانی کی ہے ایک وقت تجھ کو  
خدا کے سامنے جانا ہے پھر خدا کے عذاب کا یاد کرے، درتوبہ کرے کہ جسے نافرمانی  
سے بچا لیجئے یہ وہ طریقہ ہے کہ اس میں نہ تو کرسی چوڑے نہ تجارت اور اپنی ولادت  
سے بھی یہی کیجئے۔

بکہ ان کے لئے درجی زیادہ ضروری ہے کیونکہ آپ سے پھر  
صحیح کلام  
جی بزرگوں کا انہیں دیکھی ہیں اس سے آپ میں نہ فرقہ تو نہیں  
ہے اور ان تو مردوں میں زندہ ہے کہ تمہیں کرتے ہیں مگر اس میں اول خطا ماں باپ کی ہے  
جب ایک رکا داری میں کہ اس کے دادا نے اس غرض سے پیش کیا کہ اس کو نماز کی  
فہمیش کر دیں میں نے نرمی سے پوچھا کہ جب خدا تعالیٰ کا حکم ہے پھر تم کیوں نہیں کرتے  
اُس نے بیدار کہا کہ صاحب مجھ کو خود خدا ہی کے وجود میں شک تھا میں نے اس سے  
دادا سے کہا کہ تم نماز کو لئے پھرتے ہو اس کو تو ابھی مسنون بنانے کی ضرورت ہے اس  
کے بعد وہ بیدار ہوا اور کہا کہ یہ سب وبال باپ پر ہو گا کہ بعد کونماں کالے میں بھرتی  
کیا اور میں کیا تین دن کہ وہ کہاں پڑھتا تھا ایک اسامی کالے میں پڑھتا تھا اسی لئے  
کہا کرتا ہوں کہ گورنمنٹ اسکول میں پڑھنے سے اس قدر بے دینی نہیں ہوتی جتنی وہاں  
ہوتی ہے غرض یہ حالت ہو گئی ہے، مئی تیسرے کی سوریہ ہاں باپ کے ذمہ ہے اس لئے

ہیں کہتا ہوں کہ ان بچوں کو زیادہ ضروری سمجھ کر علم دین پڑھاویئے اور اس کے ساتھ  
 یہ بچے کہ سال میں کم سے کم ہفتہ دو ہفتہ کسی اہل اہل کے پاس ان کو ضرور  
 دیکھو وہاں یہ حالت ہوتی ہے ۔

چوں بختا خب دل رسی گوہر شوی

گر تو سہ نگ خارہ مر مر شوی

مہتر از صد سالہ زہد و قناعت ست

مہتر از صد سالہ زہد و قناعت ست

گو شنید در حضور اولیسا

چہ شہر ہمنشین با خضر

اور اس کے مقابل کی صحبت میں اس کا مقابل دوسرا اثر ہے ۔

یار بد بدتر بود از مسارب

تو دانی و در مستی از یار بد

میں جہاں تمام عمر کی صحبت ہو یعنی تعلق نکاح اور اچکی اسی میں زیادہ بے خیاں

تو ایک بار بعض نگرانی کی گئی اس بات پر غما ہو گئے کہ میں نے یہ بیان کیا تھا کہ

اس کے پیغام کے وقت یہ بھی تو تحقیق کر لیا کرو کہ وہ مسلمان بھی ہے یا نہیں کیونکہ

میں نے فرمادیا میں ایسی بیباکی ہے کہ بعض اوقات ان کے بعض کلمات سے کسی طرح ایمان

نہیں رہ سکتا ان بچوں کے لئے بہت ہی ضروری ہے کہ کسی کے پاس رہیں یہ بھی مفید

ہو گا کہ اگر علم میں بھی کوتاہی ہو تب بھی وہ مسلمان تو ہو گا چند نچہ میں نے ایسے

کے بھی دیکھے ہیں کہ کس میں اندر در عقیدہ میں نہایت پختہ تحقیق کیا تو معلوم ہوا

کسی مولوی کی صحبت میں رہے ہیں تو صحبت سے غافل نہ درست رہتے ہیں حضرت

میں دوسری چیز ہے لیکن اہل دین وہ رہے جو تائب ہیں پرچہ کے سوا یہ صحبت پر

موانع سے بچوں کے لئے آپ ضرور یہ بھی دیکھیں کہ آپ بچپن میں گئے اور رہے

تو تائب کی حالت تباہ دیکھیں گے چنانچہ ایک صاحب میری پسر کے لئے

میں نے کہا کہ آپ کو یہ جواب دیا کہ کس نے نہایت تائب بچہ سے کہا کہ جس سے نہ

تائب نہ رہے میں نے کہا کہ تو کوئی نہ اور یہ تائب بچہ تائب رہا



میں ہو دوسری یہ ہے کہ حاجت کی وجہ سے ہو تو روپیہ تو کسی کو برا نہیں لگتا اور اگر کوہو کہ  
 بخش کو روپیہ بھی برا لگتا ہے تو وجہ یہ ہے کہ اول سے بڑی چیز بل گئی مثلاً دنیا کی چاہ  
 یا آخرت کی نعمت سوجب دیکھتے ہیں کہ اس جگہ دل لینے سے دین ضائع ہوتا ہے یا اس  
 کی ذلت ہوتی ہے تو وہاں دل مبغوض ہوتا ہے ورنہ فی نفسہ مال مرغوب ہے پس اگر  
 نفس کا فقر نہ ہوتا تو لوگ مر جاتے کیونکہ سب میں کم و بیش حرص ضرور ہے تو نفس بڑھا  
 کر تباہ دیا کہ اگر حاجت کے موافق حرص رہے تو وہ ذات میں نہیں ہے اس لئے اس سے  
 بچنا ضروری نہیں بل حاجت سے قطع نشر خود جب ذات ہی میں اسکی محبت ہو تو وہ  
 حالت شرمناک ہے اور اس تحقیق سے ایک بڑے فیکرٹسٹ کا فیصلہ ہو گیا کہ ملک و میں اور  
 اہل دنیا میں بڑا بڑا ہے ترقی کی بابت نہ ترقی کریں یا نہ کریں پس فیصلہ یہ ہوا کہ حاجت  
 کی قدر تو جو بڑی لیکن اس کو خود منظور و کھنا ناجائز جس کا حاصل دوسرے عنوان میں یہ  
 ہے کہ سب دنیا میں دنیا کا نام تو برا نہیں ہے لیکن محبت دنیا برا ہے ہمارے حضرت نے اسی  
 کی ایک مثال دی ہے کہ ہال مثل پانی کے ہے اور قلب مثل کشتی کے اور ہے

اچھا در کشتی ہو کشتی مست      اچب خدر ز در کشتی پستی مست

یعنی کہ پانی کشتی کا مہین بھی ہے اور اس کو ڈوبنے دے بھی ہے اس طرح کہ کشتی ہے باہر  
 رہے تو مہین ورنہ مہلک سی طرح ہل جائے کہ اگر ہال قلب سے باہر صرف ہلے تو میں ہے  
 اور اگر قلب کے اندر اس کی ثابت ہے تو مہلک اور اس کو بہا ہے

نہا را تو بہر روں باشی محال      نعم دل را گفتہ ایک رسول

یعنی کہ اگر تو بہر روں باشی محال ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر تو بہر روں باشی محال ہے  
 تو یہ کہ چہرہ و پر سے تو حیا علی فیصلہ کا یہ ہے کہ غلبہ و حب دنیا و شہرت سے بچ کر  
 دنیا و شہرت سے بچ کر دنیا و شہرت سے بچ کر دنیا و شہرت سے بچ کر

میں نہ در غلہ اس سے اس راز و خوسہ کہ کریمہ فاضل کا ہے

ساخت آیا تو آپ سے ایت زمین اللہ میں حب الشہادت پر مبنی اور فرمایا کہ اللہ  
اس سے معلوم ہوا کہ ہم میں اس کی رغبت تو پیدا کی گئی ہے تو اس کا ازالہ تو نہیں چاہیے

مگر یہ دُعا ہے کہ یہ محبت آپ کی محبت میں معین ہو جاوے۔ غرض گرنا پڑنا اور قبیلہ بنانا  
درست نہیں اب میں ختم کرتا ہوں دیکھئے خدا تعالیٰ سزا کن کن شفقوں سے ہمارا علاج  
فرمایا ہے کہ ظاہر و باطن سب کی درستی ہو جاوے اب ہمارا کام یہ ہے کہ ہم سب مل  
کر محنت کریں اور ظلم و ظل کا اہتمام کریں اور یہ سب تدابیر ہیں لیکن تدابیر کا نافع ہونا خدا  
کی مدد سے ہوتا ہے تو دیکھئے کہ وہ اس کی توفیق دے اور ہمارے مدد فرماوے آمین  
شم آمین و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ و سیدنا و حبیبنا و مولانا محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین  
و آخر و نحوہ ان الحمد للہ رب العالمین۔

# المراجه

هم و در یک مکتب به وفات او و جماعتی از اهل سنت و جماعت و در روز شنبه صبح اولم  
 بیکر بر مکتب اجماع و در وقت صبح که کسی پرسید که فرمایا به پسر پوشتی چاره  
 خیر و نیکو را که از او سماعیست و بر او فرمایا در مستور است و کثیر و در پیر  
 تقییر و در آخر روز و در وقت غروب که فرمایا به

## شهادة الزور

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله وحده ونستعينه ونستغفره ونعوذ بالله من شره وانفسنا  
من سيئات أعمالنا من يهده الله فلا مضل له  
ومن يضلل فلا هادي له ونشهد ان لا اله الا الله  
وحد لا شريك له ونشهد ان سيدنا وولينا  
محمد عبده ورسوله صلى الله تعالى عليه و  
آله واصحابه وبارك و سلم ما بعد ذلك من  
الشيطان الرجيم - بسم الله الرحمن الرحيم -

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا احْبِسُوا زُكُومَكُمْ إِنَّكُمْ  
وَالَّذِينَ آمَنُوا لَمْ يَكُنْ لَكُمْ شُكُوفٌ



اس سبب کہ بزرگمانوں کی درخواست کے لیے نہیں جتا ہے  
 قند نہ تھا اور در شرافت کے لیے بھی اس واسطے قند نہ تھا کہ معتمدانِ دہن  
 میں کوئی حقد نہ تھا کہ کوئی اس شرط کے ساتھ وعدہ کر لیا تھا کہ اگر معتمدانِ دہن میں  
 کسی چیز پر دوسرا اس کے بعد میں نے بیعت سوچا مگر کوئی معتمدانِ دہن نہ آیا پھر رات کو خود ہی  
 قند نہ تھا کہ معتمدانِ دہن میں گیا اور یہ کوئی نیا شخص نہ تھا کہ وہ معتمدانِ دہن میں گیا  
 تھا کہ قریب قریب ہر جلسہ میں قند نہ تھا کہ انوں سے آج کل ہوتا تھا معتمدانِ دہن اس کا عمل ہے  
 بزرگمانوں سے اس کا بیعت اختتام فرمایا ہے۔ چنانچہ شیخ عبد القادر مسکن گناہی رشتہ اللہ عنہ  
 کے کتب خانہ میں جایا پڑا تھا وہ ہے

کہا کہ کار بذر از گفتار  
 لاندہریں راہ کار باید کار

حضرت شمس الدین علی بن ابی طالبؑ وقت خیفہ ہوئے اور بیعت میں خلیفہ پڑے کہ شمس ہوئے  
 کہ حضرت کے مدد نہ ہوئی تو آپ نے کہ دیر سوچا جب سوچتے ہوئے آدھ نہ ہوئی تو فرمایا  
 انہوں نے ہمارے قتال کے حکم الی احادیث قتال و ستائیکہ الخطاب علیہ السلام  
 سے ان کے حکم کے ساتھ کہ تم کو کام کرنے والے امام کی ضرورت ہے، باتیں بناتے والے  
 کی ضرورت نہیں ملک یہ تھا کہ میں انشاء اللہ کام کر کے دیکھوں گا غالی باتیں نہ بنائیں  
 کہ حضرت شمس نے بھی اس ارشاد میں ال کی اہمیت پر تنبیہ فرمائی ہے۔ حضرت عثمان  
 میں حیا و خجست کا ادھر زیاد تھا جیسا حدیث پڑھنے والوں پر بھی نہیں اور حیا و خجست کا کم  
 تھا، اس سے حضرت عثمانؓ کو بہر خلیفہ حیا کے خلیفہ طریقہ بیان نہ کر سکے۔

آج کل لوگ کثرتِ کرم کو بزرگمانوں میں لیں حدیثوں سے اس کی مذمت  
 کثرتِ کلام

مصرعہ ہوتی ہے چنانچہ ایک حدیث میں ہے ان اللہ دیننا ابلیس  
 میں شمس الدین علی بن ابی طالبؑ کو پسند نہیں فرماتے بیعت مراد وہ نہیں جو اہل معنی  
 میں ہے جو سب جگہ بیعت مراد وہ نہیں جو سب جگہ بیعت مراد وہ نہیں جو سب جگہ بیعت مراد وہ نہیں

یہ ہے اور نہ وقت مناسبت نہ موقع ہمیں رہے تو وہ لفظ تہائی و قل انکم فی کثرت

تو وہ بلیقاۃ (۱) بہر حال کثرت کہ ہم مذکور ہم سے حضرت شیخ فرید علیہ السلام فرماتے ہیں

دل نہ پرگشتن بمیر دور بدن  
گرچہ گفتارش بود در عین

حضرات عارفین کو اس کا شاہد و شہید و روز ہوتا ہے کہ بعض دفعہ ایک گمراہ قصب

سیاہ ہو جاتا ہے اس کے منتقلی تجربہ یہ ہے اور میں اس لفظ سے بھی شرماتا ہوں کیونکہ وہ

اس میں اپنے عارف ہونیکا دعویٰ ہے اور میں تو ان کی خاک پا بھی نہیں ہوں پس یوں کہنے

کہ تجربہ کروں سے مناسب کہ ضروری گفتگوں بجز ہوتی رہے تو اس سے قصب پر غفلت کا

ثر نہیں ہوتا چنانچہ ایک کبوتر اداں بھر لیا مرد و بچہ تا پیر سے تو ذرا برابر اس سے قصب

میں غفلت نہ آئی کیونکہ بفر دست ہے اور بیشتر وقت ایک جملہ بھی زبان سے نکال جاتا

تو دل سیاہ ہو جاتا ہے پس شیخ فرید علیہ السلام کے قول کا مطلب یہ ہوا کہ بیشتر وقت باطن کر

نے دل سیاہ ہو جاتا ہے اور یہی مراد بلیغ سے حدیث میں ہے جو بیشتر وقت زیادہ

باطن کرے اور بے وقت بے سوچے گفتگو کرے کیونکہ ایسا وہی شخص کر سکتا ہے جو بے فکر

ہو اور جس کے دل کو فکر نہ ہوا ہو وہ بہت غفلت گفتگو نہیں کر سکتا میں دیکھتا ہوں کہ جس

ذرا دھوم میں ترقی ہوتی جاتی ہے اسی قدر کہ ہم کی روانی کم ہوتی جاتی ہے اور اگر

کبھی روانی زیادہ ہوتی ہے تو وہ مختلین کا نہیں ہوتا ہے کہ اس تہائی مخالف کو

نائدہ پہنچانا چاہتے ہیں اس کے افادہ کیشے قصب میں مفاد میں مفید و کثرت سے ورد

ہو جاتا ہے پس شیخ نازنہ کریں کہ ہم سے بڑے نجوم و امور بیان کر دیتے ہیں

کبھی سامعین کی برکت سے بھی منہا میں کا ورد ہوتا ہے اور اس وقت میں کی شرف

قیف جیسی ہوتی ہے کہ وہ نفس و اس سے ہوتی میں تیل پہنچنے کا اب رقیف ناز

کرنے لگے کہ میں نے تیل پہنچا یا یہ اس کی طاقت ہے بلکہ اس کو بوز کا نمونہ ہونا

جہت ہے کہ اس کی برکت سے اس کو بھی تیل سے کسی قدر تہیں ہو گیا ایک قدم کی حرکت

تجہ کہ سنگے درخت میں ایک عارف موجود تھے جو ان کی طرف متوجہ تھے ان کی توجہ سے  
یہ اثر ہوا کہ درخت پر عجیب عجیب معلوم بیان ہوتے درمیان میں واسطہ کو عجیب ہوا کہ  
اس توجہ میں سے بڑے معلوم بیان کئے ہیں عارف کو اس خطرہ کا کشف ہو گیا تو اس نے  
اپنی توجہ ان کی طرف سے ہٹائی توجہ کا ہٹانا تھا کہ واسطہ کو آمد بند ہو گئی اس نے کسی  
وقت روانی بیان میں ہوا اور معلوم عجیب ہو جائیں تو اس کو سامعین کا ذہن سمجھنا چاہیے  
تو ان کی کثرت کہ نہ خود متفہم و نہیں بلکہ افادہ و استناد کے لئے ذریعہ ہے اور  
متفہم و متفہم ہے۔

**۱۔** بزرگ بزرگ دین کی یہی وصیت ہے شیخ سعدی فرماتے ہیں کہ  
**کمال کی حقیقت** آدم باید اندر حقیقت نہ دم کہ دست نزار دوست بے دم  
تو بہت مراد میں ہے اس حقیقت تو یہ بیان تک مشاہدہ کرتے ہیں کہ جس کام کو وہ خود نہیں  
کرتے۔ اسکی نسبت بھی دوسروں پر موثر نہیں ہوتی اور جس کام کو خود کرتے ہیں اسکی  
نسبت بھی موثر ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ بزرگوں نے وصیت کی ہے کہ عارف کو بھی  
غفلت کی ضرورت ہے وہ اس درجہ پر پہنچ چکا ہو کہ  
غفلت و چہ بر و لازم کساند

دوسروں کے افادہ کے لئے اس کو غفلت لازم سمجھنا چاہیے تاکہ جو کچھ میں جو کچھ  
کو افادہ ہو سکے ان کے غلو و غفلت میں سے درجہ شمع ہو جائیں اور چشمہ بند نہ  
ہو بلکہ پانی کی آمد بڑھ سوتی رہے چونکہ آج کی لوگوں کو کمال کی طرف توجہ نہیں ہوا ہے تو  
درجہ شمع کو بھی زیادہ توجہ اسرار و ذوقیات ہی کی طرف ہے اس لئے بھی یہ  
غفلت زیادہ ضروری ہو گیا اور شمع کو کمال کی طرف توجہ ہے اس لئے کم ہے  
کمال میں بعد از لذت نہیں ہوتی اور ذوقیات میں ہر امر لذت ہے کمال کی نشان  
تجہ میں شمع دوا کے ہے اور انتہا میں مثل نذر کہ ہے غفلت کو کمال میں زیادہ

لذت ہوتی ہے چنانچہ حدیث میں ہے جعلت قریۃ عینی فی السکون ذاب جرسا میں  
یہ شکایت کرتے ہیں کہ ذکر میں اور نماز و روزہ میں مزہ نہیں آتا اس پر منہسی آئی  
ہے کہ انہوں نے طبیب سے بھی یہ شکایت کی کہ دوا میں مزہ نہیں آتا پھر سیار سے  
شکایت کیا معنی صاحب تم کو جو ذکر و اوراد بتائے گا وہ بھی بغیر دوا کے بتائے گا  
گے ہیں پھر دوا میں لذت کی سبب کیسی ملے اس کی عادت کرو تو پھر مثل غذا کے  
اس میں بھی لذت آئے گی کیونکہ عادت کے بعد دوائی غذا میں جتنے فیوض  
اور نگاہوں کے حقیقت میں یہ چیزیں دوا میں مگر لذت کے بعد غذا سے زیادہ لذت  
معلوم ہوتے ہیں پس کل میں لذت اور سہولت کا غالب ہونا فرض ہے اور اگر  
شیخ ایسا طریقہ بتا دے جس سے کل میں سہولت ہو جائے تو یہ سکا فرض نہیں ہے بلکہ  
فرض تیرے ساتھ چنانچہ حکیم کا فرض متعین صرف نسخہ کا ہی ہے اور دوا میں سبب دوائی  
کو یہ متفق نہیں کہ طبیب سے لے کر پان کو اس کے بعد کرنا ہے کہ وہ نسخہ خود کر  
الہ کی اور پان بھی کہ دوا تو یہ نسخہ انسان سے چھوڑ دینا چاہیے اور لذت کے بعد یہ  
مریضوں کو بد پرہیزی کی اجازت دینا ہے میں مولانا حکیم مدین مدین صاحب مزہ  
کی حکایت سن رہا ہوں کہ وہ اپنے سانسے مریض سے پیرہیز نہ کرنا تھا اور کہتا تھا کہ میرے  
سانسے جس چیز کو دل چاہے گا لو کیونکہ وہ نسخہ میں اس کی رہنمائی کر لیتے تھے مگر یہ  
اس کی اجازت نہ تھی تو یہ بخش انکی شفقت تھی مریض کو اسکی درخواست کا حق نہ تھا  
شیوخ چونکہ رہا میں اور بد پرہیزی کرنا ترمیم کے  
**شیوخ و مکرر پان** خلاف ہے اس لئے ان سے بھی بد پرہیزی کی اجازت  
دینے کا کسی کو حق نہیں اور لذت و سہولت کی سبب میں ایک دور چھوڑیں بد پرہیزی  
کی سبب سے کیونکہ منہ لہ بالہ کا مدار مجاہدہ پر ہے اور مجاہدہ میں لذت کہاں کر  
مجاہدہ میں لذت ہو تو مجاہدہ نہ رہے اس لئے بعض دفعہ شیوخ قہراً بھی سہولت

دوسرے کا درخت نہیں بتاتے ہاں بعض دفعہ کسی کو شفت کے طور سے ایسے طریقے  
 بتاتے دیتے ہیں جن سے کل میں سہولت ہو جیسے وہ بھی اس وقت تک جب تک خود سادہ  
 درخواست نہ کرے اور گراں سے درخواست کی تو اس وقت اس کی رائے بدل جاتی  
 ہے کہ اگر کوئی سہولت کے لئے نہ پہنچا یا جائے گا کہ اگر کسی کو گراں ہی گراں ہو جائے  
 کہ خیر یہ ہوا کہ وہ سہولت و لذت کی درخواست کا حق نہیں بلکہ اس کو رزم  
 ہے کہ خاموشی اختیار کرے شیخ جو حلق مناسب سمجھے گا خود اختیار کر لیا مگر یہ خاموشی  
 اس لئے نہیں کہ لذت سے بھی شیخ کو مزہ نہ کرے کیونکہ شیخ عالم الغیب نہیں  
 بلکہ عالم السبب (بالہو) تو ہیں بشرطیکہ وہ عیب غیب نہ رہے بلکہ احوال سے اس  
 کو باریق دہی جسے تو وہ سادہ کے امراض و عیوب پر مشتمل ہو جاتا ہے اسی  
 سے یہی ہے ادب سادہ کا غرض دو فنون میں بیان کیا ہے اختراع و اتباع قافیہ کا  
 تالیف خیر ہے کہ یہ قافیہ سے کہ ہم موزوں اور خوش نما ہو جاتا ہے نیز اس کا یاد رکھنا بھی  
 آسان ہو جاتا ہے اسی طرح دولہ اور بیاہ، اقتاد و انتیاد کہ سادہ کو شیخ سے اول  
 اقتاد ہوتا ہے پھر اس کے احکام کی اعانتہ کرنا چاہیے کہ جس اقتاد کی پہلے اقتاد  
 کہ بدینا چلی کیونکہ اقتاد وہی متغیر ہے اور اقتاد کے ساتھ ہر یہ حاصل ہے معاملہ شیخ  
 و سرور میں کام کرنا جو یہ حقوق پامال کے جبار ہے ہیں کہ ہر سادہ اپنی رائے کو شیخ کی  
 رائے پر نہیں شامل کرنا چاہتا ہے سو اس طرح کامیابی و شوار سے طبع ہر میں مبنی الیہا  
 و فیہا شفا یاب نہیں ہو سکتا جو مصالح کی رائے میں اپنی رائے کو داخل کرے میرے  
 چہرے کے زائچہ حکیم و سراج الیقین بڑے قابل حکیم تھے ایک بار وہ خود مریمین ہوئے اور حکیم  
 عبد اللہ بن خلیفہ صاحب کے پاس علاج کے لئے گئے تو ان کی حالت یہ تھی کہ حکیم و صاحب  
 کے ہاتھ میں تھیم کرتے تھے کہینہ کہ خود بھی حکیم تھے مگر قیہ یہ ہوا کہ جب حکیم عبد اللہ  
 صاحب نے اس کی انگلیں چھوئی صاف فرما دیا کہ یہ اس مرض سے جا بھر نہ ہوئے



کیونکہ انکو کسی طریق پر اختیار نہیں چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ وہ جانبر نہ ہو سکے۔

اسرار و ذوقیات کے لغت ہونے میں شک نہیں اگر بدن  
اسرار و ذوقیات | عجب کے حاصل ہو جائیں تو شکر کرنا چاہیے مگر چونکہ مقصود

مستوجب نہیں ہے اس لئے انکے ورثے نہ ہونا چاہیے۔ حضرت حاجی صاحب تدریس سرور  
 کا ارشاد ہے کہ ذوق و شوق و انس و غیرہ عجب نورانیہ ہیں اور عجب نورانیہ عجب  
 سے اشد ہیں کیونکہ عجب نورانیہ کی طرف سادگیت متوجہ نہیں ہونا ان کو خود و نوح کرنا چاہیے  
 ہے اور عجب نورانیہ کی طرف متوجہ ہو جانا اور التفات کرنے لگنا ہے جس کی وجہ سے

توجہ مقصود سے ہٹ جاتی ہے اس لئے حاجی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ اگر کسی وقت  
 انوار و اسرار و ذوقیات کی طرف توجہ ہو سکے تو لا الہ الا اللہ کے راستے انکی پیش  
 رفتی کرنا چاہیے کیونکہ مقصود و مراد اور انتم و رار الورا ہے سے

اسے براور سب نہایت درگاہیت ہر چیز پر دست میرسی بردست طبیعت

اور اگر کسی وقت ذوقیات و احوال سے اپنے کو غافل پائے اسوقت یوں ہے سے  
 روز ہاگر رفت گور و باک نیست تو بجاں سے آکر چوں تو پاک نیست

روز ہا سے مراد احوال و کینیات ہیں کہ اگر کسی وقت یہ نہ ہوں تو دیگر نہ ہو جسے یہ  
 سمجھئے کہ خدا تو ہے پھر اس کے ہوتے ہوئے کسی کے نہ ہونے کیا غم عجب کو تو بابرہ  
 سے کام ہے اختیار سے کیا کام؟

فراق و وصلی چہ باشد رفت و رفت طیب کہ حیف باشد از غیر از تمنا لی

عجب وہ ہے کہ محبوب فیرنی کہیے تو اس پر راضی رہے پھینکا دو دم بدل دے تو  
 اس پر راضی رہے ایذا کہیے تو اس پر راضی رہے عجب کی تو یہ نشان ہونا چاہیے  
 سے نہ غم کنی کہیے تو ورثی فرستے تو دل شدہ بندے تو ہر چیز کنی رفتے تو

سرمد عجب اس مضمون کو ذرا صاف بیان کرتے ہیں سے

سہ ہر گز شوق نامی باید کرد

یکہ کار ازین دو کار می باید کرد

یا تو بر غم و درستی باید داد

یا قلع نظر از یاری باید کرد

کیا دو کلمہ بیخود است کہ اگر یہ خدا پسند نہیں تو کوئی دوسرے خدا بتو کہہ لو جو تم کو ہمیشہ  
منت ہے کہ میں رشتہ اور اگر میں خدا پسند ہوں تو وہ تمہارے مرضی کے تابع نہ ہو گا  
بکہ یہ مرضی کے مطابق حکم کرے گا پھر شکایت کے کیا معنی ؟ اگر تم کو خدا سے منت

ہے تو اس کی ہر ادا محبوب ہونا چاہیے اس کی ایک موٹی مثال ہے اگر کوئی عاشق  
وہ جس محبوب کے لئے تڑپتا پڑتا ہو پھر اتفاق سے محبوب اس کو پیچھے سے آکر زبانی میں  
دہانت اور لیا دہانت کہ لیسباں ٹوٹے کہیں اور وہ عاشق یوں کہے کہ اگر تم کو اس  
سے شکایت ہوئی ہو تو چھوڑ دوں اور قریب کو رہاں میں لیاؤں کہ وہ بھی اس کا شائق  
ہے تو تمہیں شوق کیا کہیے ؟ بیٹیا یوں کہیے

نہ ہر گز شوق کہ نشو و پاک نیست

سہ و نہاں سلامت کہ تو خیر از مائی

فرس ایک موقوف کی تو ہر ادا محبوب ہر جہ کہ اپنے ہی شوق سے کہ بنی اور میرے

سے نہ کہیے کہ نسب میں اس سے زیادہ کمال خدائے غل و فہم و ہنر و شیر و کر

اور اگر پھر چاہیے ہے خواہ بچہ یا چاہے کبوتر کہ اس میں خدائی کا اختراع ہے

جن کی بہت بے ہوشی ہے لیکن کوئی حریف غرق حریف اتنی سہی باہت کی و ہر گز اس

کہ میرا ہر جان و مال کہ گزشتہ کو تیار ہے اور زائد مال کے ساتھ یہ نہ نہیں خدا کہ

شوق کہ نہ ہر گز حشر و خیالی نہیں ہے اس کے ساتھ تا فراموشی ہے

شوق ہر گز کم از لیلی بود

کوئی شوق بہر او اندلی بود

نہ ہر گز شوق کہ زامیہ و آرم و دل

نہ ہر گز شوق کہ کسان نما پر دست

کہ ہستند و نہ ہستند معنی غریبی

و گر تلخ بینند دم در کشند

عجب دلدی از سالکان طریقی

دام شراب الم در کشند

اور میں سے بڑھکر نیشک لگوں پر افسوس ہے جو محبت حق ہی کا انکار کرتے ہیں

کہ اللہ تعالیٰ سے محبت نہیں ہو سکتی ہے بس محبت حق کے معنی یہ ہیں کہ اس کا نام پر  
پہنچنے رہو افسوس میں لوگوں کو اپنا حریف بن کر افسوس نہ ہو انہیں اہل محبت کی دولت  
ہی کا انکار کرنے سے۔ صاحبو وہ تو یہ کہتے ہیں کہ خدا کی محبت نہیں ہو سکتی کیونکہ  
اسکو دیکھا نہیں۔

میں یہ کہتا ہوں کہ شریعت کی محبت نہیں ہو سکتی جس کو کہو۔  
**محبت شریعت** دلیل سے ثابت کر سکتا ہوں اور اس کے پاس کوئی دلیل نہیں  
میرے دعوے کی دلیل یہ ہے کہ نسبت شریعت کا موجب ذاتاً محبوب نہیں ہے بلکہ ذاتاً  
حیث ہی نسبتاً محبوب ہیں جو ہر فرد سے اور ہر حال میں ایسا ہی ہے اس کی کیا وجہ ہے کہ نسبت  
سے محبت برائی میں یا دوسرے لہجے میں ثابت نہیں ہوتی بلکہ محبت کے اسباب چار ہیں  
کمال۔ جمال۔ نوال۔ فراغت کمال کی وجہ سے جو محبت ہوتی ہے وہ دیکھ کر ہر فرد  
نہیں کہہ سکتا بہر حال کمال ایسا ہے کہ ہم نہ نہیں دیکھ سکتے ہم کو اس سے محبت  
ہے مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب مسلمانوں کو محبت سے اور جملہ انبیاء  
سے محبت ہے اور ایسی محبت ہے کہ اولاد و اولاد سے زیادہ۔ پناہ و پناہ میں اپنے  
دانیوں کی مثال میں گستاخانہ کلمات منکر مبر کر سکتے ہیں مگر سب سے زیادہ کی مثال میں  
گستاخی ہر وقت ہر وقت دیکھ کر صبر نہیں کر سکتے یہ خودی محبت کی مثال ہے اور دوسری  
محبت کی مثال یہ ہے کہ شاہنامہ پرستے والوں کو رستم سے محبت ہو جاتی ہے جب  
خود اپنا واقعہ کہیں کا یاد ہے کہ جب میں شاہنامہ پرست تھا تو ہر لڑائی کا بیانیہ ٹھکانا  
کرتے ہیں یہ کہتا ہوں کہ رستم ہی غالب ہو اس پر دوسرا کوئی نہ غالب ہو۔

دوسرا سبب جمال ہے یعنی حسن سوا اسکی عارضی ہونے کی یہ حالت ہے کہ مخلوق میں  
کسی کو حسن بھی ذاتی نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کا دیا ہوا ہے چند روز میں موت اگر سارے  
حسن کا تہ کر دیتی ہے اور زندگی میں بھی اگر عورت کا سر موند دیا جائے تو سارے حسن  
ماتہ فرماتا ہے اس کو مرنے فرماتے ہیں سے

عشق بے پردہ نہ مشہور پندار  
عشق را با حقی و با قیوم دار  
عشق ہونے کر پہلے رشتہ بود  
عشق نبود غایت رشتہ بود

یہ عشق کی حالت دیکھ کر یہ تحقیق عیاں ہے کہ ان کا حسن کسی دوسرے کا پیدا کیا  
ہے نہ وہ نہ کہ سو کوئی نہیں تو اب جو شخص کسی مخلوق پر عشق ہے وہ تحقیق  
عشق پر عشق ہے کیونکہ جس کی وجہ ان پر وہ فریفتہ ہے وہ خدا کا پیدا کیا ہو جس  
سبب سے ممکن کی تشریف کر ہوا۔ حقیقت میں معبود کی مدح کر رہا ہے تو بخند  
تذکرہ فریفتہ ہو ہو رہا ہے کاتب پر فریفتہ ہو رہا ہے گو جس کو خبر نہیں اسی طرح  
ان کو جو سبب اسباب نزل ہے وہ بھی حقیقت محض حق تعالیٰ ہی کی ہے جیسا کہ  
کی تشریح میں مذکور ہوا اب رد کی قرابت سے قرابت متعارفہ تو اللہ تعالیٰ کے حسن  
سبب سے اس کا حقیقت یعنی دو شخصوں میں اوروں سے زیادہ ایک نسبت یہ حق تعالیٰ  
کے ساتھ ایسی حاصل ہے جو کسی کے ساتھ بھی نہیں اس کی تفصیل اجاب میں مبسوط  
ہے اب ترمیم یہ دعویٰ ثابت ہو گیا کہ غیر حق کی محبت نہیں ہو سکتی بلکہ محبت سبب  
ہوئی خدا ہی سے ہوگی اسی کو ایک طرف فرماتے ہیں سے

حسن و جمال از درو سہ خورباں آشکارا کردہ  
پس چشمہ نشان خود را تماشا کردہ

اگر اب یہ سوال پیدا ہو کہ خدا تعالیٰ کی درگاہ تک ہم کیونکر پہنچیں  
اور ان کی محبت کس طرح حاصل کریں تو مولانا اس مقام پر اس  
نکتہ پر فرماتے ہیں مولانا کا کہ صم جامع ہوتا ہے وہ سب پہلوؤں کو نظر میں رکھتا ہے





مکملہ تہذیبی درانسی در ولایت کا فریست راہروگر مدد داری تو کل باید ستم

شریفی غیبت کا منتہی یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے حسب تصرفات پر رخصی رہے اور ساری  
تہذیبی کوئی کر دے دل گئے یا نہ گئے کا طالب نہ ہو لذت و ذوق کی ہوس نہ کرے  
کہ وہ ہم ہیں کہ رہتے ہیں

بہت زبرداری و سوسہ باشش و لا  
گر طرب را باز و فی از با

دارا فراتے ہیں

فانی و زنی چہ باشد و ملت دست سب کہ حیف باشد از و غیر او کستانی

یعنی سب کے لیے کہ ان کو ذوق حاصل نہیں ہوا پھر نہیں تو خالی رہے اور بعض  
نشر و ان کے دشمنوں سے بھر سکتے ہیں مگر وہ اس پر بھی راضی ہیں

سے زانیہ سب سے شکستہ و فی کہ پیستہ دل نہیں آئے کہ شمشیر با بر مہر شورند

یہ ایک تہذیبی تہذیبی کی دنیا کر سکتے ہیں کہ وہ میں سن لیا تھا کہ قبضہ نافع ہے یہی

نہیں جو کہ تہذیبی کی لڑم بہت اپنی طرف سے نہ لذت کی حسب کرس نہ ہم نہ تہ  
کہ نہ تہذیبی نہ لہجہ کی

حضرت سمنون حسب کا واقعہ پیش نظر رہے ہیں پر ایک حدت مذہب

جو کہ تہذیبی اس وقت کے منہ سے یہ شعر کہہ سکتے

لعلہ قیت

و انفس فی سوال کشتہ  
و کشتہ ہا شستہ فاشتہ و فی

تہذیبی پر ہوا زانیہ آپ کے سوا کسی چیز میں تہذیبی یہ سخت ہا شستہ تہذیبی جس پر

بسیب سے تہذیبی شروع ہو گیا کہ ان کا پیشہ بند ہو گیا اس واسطے کہ تہذیبی ہیں

تہذیبی تہذیبی تہذیبی تہذیبی تہذیبی تہذیبی تہذیبی تہذیبی تہذیبی تہذیبی

تہذیبی تہذیبی تہذیبی تہذیبی تہذیبی تہذیبی تہذیبی تہذیبی تہذیبی تہذیبی

تہذیبی تہذیبی تہذیبی تہذیبی تہذیبی تہذیبی تہذیبی تہذیبی تہذیبی تہذیبی

العافیۃ کہ اللہ تعالیٰ سے عافیت کی دعا کرنا چاہیے کہ دنیا و آخرت دونوں میں عافیت  
 عطا ہو۔ غرض حضرت سمنوں کا پیشاب بند ہو گیا اور اب دعا بھی نہیں کرتے کیونکہ وہ  
 کرتے ہوئے شرماتے تھے یہ بھی ایک حال تھا مگر اس سے کام تو روالی یہ تھا کہ دعا کرنے  
 اور کہنے کے بعد سے خفا ہوئی میں توبہ کرنا ہوں مجھے آپ کے امتحان کا پھل نہیں مگر غرض  
 کو کوئی راستہ نہیں دی جاسکتی پھر حق تعالیٰ نے ان کے صبر پر رحم فرما کر دعا کی اجازت  
 دینا چاہی مگر صاف طور سے نہیں کہ ان پر الہام ہو جاتا کیونکہ جب خود اللہ تعالیٰ سے  
 نہیں بولتے تو وہ ان سے کیوں کہہ کر میں بلکہ اجازت کی یہ صورت ہوئی کہ ایک فرشتہ  
 کو بھیجا گیا کہ سمنوں کی آواز میں زور زور سے دعا کرے یہ بھی ایک عجیب انداز تھا۔  
 خوبی نہیں کرشمہ و ناز و خرام نیست  
 بسیار شیوہ است بتناز کہ نام نیست

فرشتہ نے اس زور سے دعا کی کہ مخالفان میں سب مریدوں نے سنا سچ کو ایک فرشتہ  
 نے عرض کیا کہ رات کو کیا آپ نے دعا کی تھی ہم نے تو رات بھر آپ کی دعا کی آواز  
 سنی ہے پھر گئے اور خوش ہوئے کہ الحمد للہ کہ مجھے دعا کی اجازت ہوئی پھر اس کی یہ  
 صورت اختیار کی کہ مکتب کے بچوں کے پاس جاتے اور ان سے فرماتے  
 ادعوا لکمال اللہ کہ اسے بچو انکم اپنے چہرے چپکے لئے دعا کرو۔ کذاب اس لئے  
 کہا کہ دعویٰ پر جسے نہ رہے امتحان کا کھل نہ کر سکے۔ سبحان اللہ کیسا اچھا علاج کیا  
 اپنے کو بچوں کا محتاج بنایا۔

امت محمدیہ کے بچے بھی مشائخ کی امداد کے قابل ہیں امت محمدیہ  
 امت محمدیہ کی مثال ایسی ہے۔ جیسے ایک بدویہ نے اپنی اولاد کی تعلیم  
 پیر کہا تھا صمد اللہ اللہ اللہ لایدری این طرف دھا کہ مہری اولاد ٹھٹھٹھ ہوتے  
 جتے تھے مشابہ ہے کہ کسی کو یہ پتہ نہیں چل سکتا کہ اس کا کنارہ کدھر ہے یعنی صعب بار  
 میں کسی کو کسی پر فوقیت نہیں غریب کی تشبیہ ہے جہاں بدویہ کو سڑی ہوئی حال

ہستہ تجربہ کا ہے کہ اس کے بچے بھی مقبول ہوتے ہیں۔ بعض اوقات بچے بڑوں  
کے ساتھ ہیں اور ایک وقت میں بڑے بچوں کے محتاج ہیں بلکہ مشائخ کے محتاج  
ہیں اور بعض اوقات مشائخ بلکہ محتاج ہیں۔

تشنہ سے گرا کر آجہ جوینہ از جہاں  
آب ہم جوید بعلم تشنگان  
بہر محتاج گدایان چوں گدا  
بہر محتاج گدایان چوں گدا  
بہر محتاج گدایان چوں گدا  
بہر محتاج گدایان چوں گدا  
بہر محتاج گدایان چوں گدا  
بہر محتاج گدایان چوں گدا  
بہر محتاج گدایان چوں گدا  
بہر محتاج گدایان چوں گدا

گواہی لیڈروں کے نزدیک علماء و مفتوحین اور یہاں مگر  
حیوانات ان کے واسطے کرتے ہیں کیوں؟ اور وجہ سے ایک

تجربہ کہ حیوانات ان کے واسطے کرتے ہیں کہ وہ اس کے واسطے دیکھیں اور  
اس کے واسطے کہ حیوانات کی خیرگی بنادیں اور اس کی وجہ سے ہے کیونکہ بنادیں  
اور اس کے واسطے جس کی دلیل یہ ہے کہ حدیث میں ہے لا تقربوا فی النار حتی یقال  
یا اذنیہ انزل الیہ (اور کہا قال) کہ زمین میں جب تک خوار کا نام لیا جاتا ہے  
اور وقت تک قیامت نہ آئے گی اور مشاہدہ ہے کہ دنیا میں، مگر کے نام کی بنادیں  
اور اس کے واسطے ہے۔ پس علماء کا وجہ و قیام کا علم کا ذمہ دار ہے مگر افسوس لیڈروں کو  
میتا ہے اور سنا ہے کہ آجکل ایک جماعت علماء کے استنبیہاں کی فکر میں ہے۔  
اور ان کے خیروں سے ان کے اثر و ثلث کی کوشش کی جارہی ہے۔ برہمہ بھی سنا  
ہے۔ مگر علماء اس بارہ میں خاموش ہیں اور بہت افسوس کرتے ہیں اور اس





مواضع و در اعم ہیں یہی نفس کو باندھتا ہے اور اسی واسطے بعض نے اس کی تفسیر  
 مَرَاتِبُ الْخَلْقِ سے بھی کی ہے کیونکہ اس صورت کے زیادہ حصہ میں نواجہ بانسانی کا  
 کربت اس کے مناسب و برابر اجزاء ہی ہے تو اس لفظ کی تفسیر میں دو اختلاف ہو گئے  
 تاکہ کسی مفسر و کے لئے ایک تفسیر کا اختیار کر لینا جائز ہے اس لئے ہیں اس وقت  
 بیجا و می تفسیر پر ترمیم اختیار کی ہے، شاید اس پر شبہ کو اشکال ہو کیونکہ انوشیہات  
 بہت پیدا ہوئے ہیں حتیٰ کہ ایک صاحب کلم نے تیل کے بیل کو بھی شبہات کی تفسیر دی  
 تھی وہ تیل سے تیل سے تیل سے تو دیکھا کہ بیل کی آنکھوں پر پٹی ہے اور اس کے پس منظر پر  
 ہے اور وہ پکر رگڑ رہا ہے پوچھا یہ کنسی اس کے گلے میں کیوں ڈالی ہے کہا، سو اس لئے کہ  
 ہم ہر وقت اس کے ساتھ نہیں رہ سکتے تاکہ اپنے دوسرے کام میں بھی لگ جاتے ہیں  
 تو اسی کنسی کے بچنے سے محروم ہو تار ہتا ہے کہ میں چل رہا ہوں۔ ان صاحب کلم نے کہا یہ تو  
 کوئی دلیل نہیں کیونکہ ممکن ہے کسی وقت ایک ہی جگہ کھڑے ہو جائے اور نہ تیل  
 سے کہنا مول تا میرے بیل نے منقہ نہیں پڑھی تم یہاں سے پسرو اگر میرے بیل سے تفسیر  
 پائیں کہیں دیں تو ہم تو پریشان ہو جائیں گے تم تیل میں کسی اور سے ملے لیا۔ اس نے  
 سے انرا می جواب دیا کہ میرے بیل سے منقہ نہیں پڑھی ورنہ یہ تیل بہا یہ تھا کہ  
 مرنے پانے کی آواز میں اور ایک جگہ کھڑے ہو کہ سر ہلنے کی آواز میں بڑا فرق ہے  
 اسی لئے یہ مشبہ لفظ غرض تفسیر کو اختلافات بہت پیدا ہوئے ہیں اس لئے کہ  
 ہے کہ یہاں کسی کو یہ مشبہ ہو کہ اس لئے بال کو اختلاف محض ہے پھر وہ تفسیر دے گا  
 ہر سے میرے ایک سے استدلال کیونکہ یہ ہو گا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اختلاف  
 کہ ہر اس وقت ہے جبکہ اسی آیت پر تفسیر دے گا ہر تار ہوتا ہے یہاں ایسا نہیں ہے وہ ہر  
 لفظ اس مفسر میں صریح ہو رہی ہے مگر اس وقت اس آیت کی تفسیر ہر مفسر



کہہ سکے کہ وہی گئی ہے اس پر ہمارے دوستوں نے نہیں۔ غرض میں ہوں موصیفت کی ضرورت  
 بہت دور نہ ہو کہ موصیفت کے تو اس میں بھی وہ مشابہ ہو گیا ہے۔ ایک بار جب ہم  
 ایک گھر کے سب سے بڑے لڑکوں کو ترائی بنا دیا تھا تو یہ ہو کہ اس میں سب ہم  
 دیکھ رہے تھے اور وہ کچھ اور بچے ترائیوں کی خدمت میں اور انکو سوسے بڑے بھائی  
 کا ایک لڑکا یہ بھی ہے کہ ہر ضرورت ختم کسوت نہ کرے اور ضرورت سے ہونے پر  
 بہت جیتے ہیں۔ بھی لہذا وہ کوئی خاص و منفی کام نہ کرے کہ انہوں نے ہمارے گھر پر  
 بہت دور سے ہیں اس لیے ہم کا ضرورت کے لحاظ سے اس بارہ میں بہت احتیاط  
 نہ ہے کہ وہ انکو بھی برا نہیں کہتے۔ اور ان سے زیادہ موصیفہ سے احتیاط کی ہے کہ موصیفہ  
 نہ ہو کہ اس پر بھی برا نہیں کہتے چنانچہ ایک بزرگ سے کسی سے بڑے بڑے بارہ میں  
 سے لے لیا کہ یہ بزرگ سے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں فرمایا شاء عریضہ اچھا تھا مگر کسی  
 ان سے یہ سوال نہیں کیا کہ شیعان سے بارہ میں کیا فرماتے ہیں سو اس میں ان کی  
 درست ہے کہ انہوں نے کہ ہر مسئلہ میں درجہ کا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ایک صفت  
 ہوتی ہے کہ ہر کوئی حیرت انگیز ہے اور سب سے اعلیٰ ہمارے حضور  
 علیہ السلام کے ہر ایک صفت میں اور ایک صفت میں ہے اس کا ضمیر کامل شیعان سے اور  
 نہ کہ صفت، فضل کا ضمیر نہ ہو بلکہ ایک صفت کمال سے کوئی نہیں ہے۔  
 اسی طرح حضرت زبیرؓ کے صفت بے زامہ بین دنیا کی  
 مذمت کر رہے تھے کہ وہ اپنے بھائی کے بھائی کے بھائی کے  
 دنیا کی مذمت بھی نہ کرتے تھے اس سے فرمایا میرے پاس سے انہوں نے کہا کہ تم کو دنیا سے  
 نسبت نہیں ہوتی ہے اہل جہنم سے کہا کہ تم تو اس کی مذمت کر رہے ہیں پھر جب مگر  
 سے سوئے فرمایا کہ جب شیطان کو نہ کہتا کہ مذکورہ بھی حقیقت کی دلیل ہے یہ ایک  
 تھا کہ ہم سے ایک جہنم سے کہ جس کی شہرت کی ضرورت ہے میں سے تو آپ سے

ان دیوانوں کی وکالت اختیار کی ہے اس لیے میں اس کی شرح کرتا ہوں کہ ذکر

خدمت بھی بعض دفعہ خدمت کی دلیل ہوتا ہے دیکھو اگر ایک چار سے تلبہ راقتناہم ہو اور  
غلبہ تم ہی کو حاصل ہوا ہو جب بھی تم سے کہنے نہ کرے سے شریعت ہو اور اگر کسی جرم سے  
مقابلہ ہوا ہو اور تم تلبہ لگے ہو تو اسکو ہر جہ سے میں ذکر کرتے ہو اس کی وجہ صرف یہی  
ہے کہ چار کی تمہارے تلبہ میں خدمت نہیں اس کے خدمت کے ساتھ ہی اس کا ذکر نہیں  
کرتے جرم کی خدمت سے اس سے اس کا ذکر کرتے ہو تو دنیا کا ذکر خدمت بھی ہمیشہ خیر  
نہیں بلکہ کسی خدمت سے ناشی ہوتا ہے یعنی ایسی خدمت جس سے انسان چیز سے ہم خدمت نہیں  
رکتے سو خدمت راہبہ کو قرار دیتے ہیں مگر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ دنیا کو خدمت کے ساتھ ہے  
مگر خدمت سے ناشی ہے کیونکہ ان کا مقصود اس خدمت سے دنیا ہے جس کے دونوں سے  
خدمت دنیا کے ساتھ نہ تھا کیونکہ فی سبب سبب زاہد تھا بلکہ صرف اپنا کس کا ہرگز نہ تھا  
کہ ہم نے دنیا پر رستہ مار دی ہے اور ہر شے دنیا کے کرم میں جو دنیا کی خدمت دارد  
ہے وہ خدمت سے ناشی نہیں کیونکہ ان کا مقصود دنیا ہے جس کے قلوب سے اس کی خدمت و  
خدمت نہ لگتا ہے اپنے باولی کا کرم بھی راول ہو گیا۔ مگر میں ہر جگہ ان باولی کی وکالت  
نہیں کرتا صرف ضرورت کے موقع پر کرتا ہوں اور جہاں ضرورت نہ ہو وہاں وکالت  
نہیں کرتا مثلاً حضرت زبیر ایک دفعہ حج کو تشریف لے گئے اور حج سے فارغ ہو کر  
وفا کی کہنے لگے اے ابوبکر! جو دنیا ہو گا کیونکہ درمیان سے خدا نہیں  
یا تو میرے قیام جو یہ ہے تو اسی صورت میں توجہ میری ہر جگہ ہے آپ سے فرمایا  
یہی ہے یا قیام نہیں ہو تو یہ بہت بڑی منہیت ہے کہ محبوب کے درمیان ہر دم جاوے  
از در دست پہ کویم کہ غمخوار رفتہ  
ہمہ شوقی آمد ہر دم ہمہ حرم رفتہ  
اور منہیت پر بھی آپ کا اندوہ ہے کہ منہیت نہ روں کو تو اب دیا جو یہ ہے میرا



خدا ب کیا گیا ہے وہاں ضرورت تھی وہ یہ کہ ان ظالموں نے حضور علیہ وسلم سے ایک بندہ جنگی درخواست کی تھی کہ ایک سال آپ ہمارے معبودوں کی عبادت کر لیا کریں ایک سال ہم آپ کے خدا کی عبادت کر لیا کریں گے اس کے جواب میں یہ سورت نازل ہوئی کہ ان سے فرما دیجئے کہ اسے کافرو بائیں تمہارے معبودوں کی پرستش نہ کرنا نہ تم میرے معبود کی عبادت کرو گے نہ اب نہ آئندہ تو یہاں ان لوگوں کی امیدیں قلعہ کرنا کے لئے سختی کے ساتھ کافر کہراؤ خدا ب کیا گیا ہے باقی آیات ہیں اس لئے خدا ب نہیں کیا گیا کیونکہ ضرورت نہ تھی پس فیصلہ یہ ہوا کہ بخش خطا ب بنا ضرورت نہ کرنا چاہیے ہاں ضرورت سے ہر توبہ جائز ہے ۔

تفسیر ص ۱۸۵  
ایک آیت اور ایہاں اور سمجھ لیجئے وہ یہ کہ اس سورت کے متعلق بعض لوگوں نے ایک غلطی کی ہے کہ لکھتے ہیں کہ یہ آیت

منہب یہ سمجھا ہے کہ تمہارے واسطے تمہارا دین ہے ہمارے واسطے ہمارا دین ہے اور یہ تفسیر کر کے اسی آیت کے حکم کو باقی سہی سمجھا ہے چنانچہ بعض صوفیہ نے، سی کو اپنا معمول بنالیا اور صلیح کن اپنا مذہب بنالیا کہ موسیٰ بدین خود عیسیٰ بدین خود کسی سے رشتہ جبر کرنے کی ضرورت نہیں مگر یہ استدلال اس لئے غلط ہے کہ اول تو یہاں دین بمعنی مذہب ہونا مسلم نہیں بلکہ بمعنی برا ہونا غلط ہے یعنی جیسا تم کرو گے ویسا ہرگز پس اگر دیکھو ایسا ہے جیسا تمہارے میں کہتے ہیں کہ انڈین تڈال اور اس صورت منسوخ ماننے کی بھی ضرورت نہ ہوگی اور اگر یہی تفسیر کی جاوے تو اس صورت میں یہ آیت منسوخ ہوگی بہر حال اس سے صلیح کل کی تائید نہیں ہوتی ہے اب تو آپ کو معذرم ہوا ہو کہ قرآن سے استدلال بدون معرفت غریب کے جائز نہیں ہے اس لئے حضرت زیدؑ و عیسیٰؑ ہمارے مرام شرعیہ کیسے بڑھ لینا کافی نہیں ہے

نہ کہ چہرہ برا فردخت دلبر سی داند نہ ہر کہ آئینہ دار سکنہ بر سی داند

ہزار گنت بار پکڑنے ہو ایسی جاہست نہ ہو کہ سر سبز اشد قندہ رہی داند  
 ہو کہ اس ترجمہ کی زبان کی تعریف کرتے ہیں مگر زبان بھی کچھ عمدہ نہیں چنانچہ  
 بے حوصلہ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ٹامک ٹوٹیاں مار کر یہ فہم اردہ کی زبان سے  
 ٹامک ٹوٹیاں بھی نہیں سنا کیا یہ محض بازار میں نہ ہاں ہے، اسی طرح آنا ذہن تفسیر  
 کے کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ہم کبڑی کیل رستہ تھے یہ بالکل غلط تفسیر ہے کیونکہ  
 مستحق کے معنی ہاتھ دوڑنے کے ہیں کہ ایک شخص دوسرے سے آگے نکلنے کی  
 کوشش کرے اور کبڑی میں ایسا نہیں ہوتا دوسرے کبڑی کا لفظ فیج نہیں تفسیر  
 کبڑی میں موضع لےب سے غیبت نہیں ہوتی پھر یہ برادران یوسف کا نذر کیونکر  
 یہ سب سے بکہ نذر کے موقع ..... پر وہ یہی کہہ سکتے ہیں کہ ہم ایک دوسرے  
 سے آگے نکلنے کے لئے دوڑ رہے تھے اور یوسف علیہ السلام سامان پرستے ہماری  
 رہے نہ وہیں ہو سکتا کہ بیٹریا کا گیا اور ہم کو خبر نہ ہوئی۔ بہر حال کبڑی کے  
 معنی تفسیر کرنا محض کے بھی خلاف لغت کے بھی خلاف نہ، حجت کے بھی خلاف ہے  
 کہ حجت ہے کہ اس ترجمہ پر لٹو ہیں بہر حال اس سورت میں ضرورت کی وجہ سے کہا  
 کہ نذر کہہ گیا ہے نہ بنا ضرورت محال ہے کہ سمجھنا اس لئے خطاب کرنا ممنوع  
 ہے تو ان معنی صاحب سنت دیہانت کے یہ نازیباں کو بلا ضرورت سرور اور گنا بنایا  
 ہے اس پر وہ جڑ گئے اور ان پر مارنے کو چڑھ گئے مگر زبان سے یہ رنگ دیکھ کر مولوی  
 صاحب کے اندر کی پوچھا آخر میں نے کیا قصور کیا؟ کہا تم نے سب نازیباں کو سرور اور گنا  
 کہہ دیے کہ اگر تم کو تو نہیں کہا وہ بیانی ہو سکتے کہ ہم بھی تو سب نازیباں پر کہا تم کو صریحاً  
 نہ کہ میں یہ کیا تم نے بھی عید پڑھید کی بھی نواز نہیں پڑھی گاؤں والوں نے کہا ہاں عید  
 ترسید کی تو پڑھ بیٹھے ہیں کہا پھر تم تو نازیباں پر اب کیا تھا اب ترش ہو گئے اور گنا  
 کے یہ نہیں اس پر ڈپٹی خدیو احمد صاحب کا ترجمہ کہ وہ قرآن بید غدا ترسید و نازیباں میں نہ ہوتا

دعوتیں کرنے تو بدوں موانعت کے جو مال ہو گا تو وہ ایسا ہو گا جیسا یہ دیانت والے  
نہاڑے میں تھے تو کیا ان کو کوئی نواز می کہہ سکتا ہے ہرگز نہیں اسی طرح بدوں موانعت  
ذکر کے آدمی ذکر نہیں ہو سکتا بدوں موانعت صبر کے صابر نہیں ہو سکتا بدوں دیانت  
مگر ہر آدمی بدوں موانعت کے یہ معنی نہیں ہیں کہ ہر وقت کسی

۱۰

در از وقت نماز میں نگارست بلکہ منسوب یہ ہے کہ جو وقت جس وقت نماز ہو  
سچا احوال میں وہ دن بجا رہے ورنہ نماز پر موانعت و شواہد ہو جائے گی کیونکہ نماز  
بہر وقت جائز نہیں اور یہی غلطی بعض تصوفیہ کو پیش آئی ہے کہ سورۃ صافات کی ضرورت  
کی مگر ہو گئے اور دلیل یہ بیان کی کہ سورۃ صافات میں ہے۔ اَللّٰہُمَّ صَلِّ عَلٰی سُلَیْمٰنَ بْنِ دَاوُدَ  
وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَسَلَّم و در صورت صرافہ کا درامد نہیں سکتا اس سے مندرجہ ہوا کہ در از وقت  
و نماز میں جس پر درامد ہو سکتا ہے مگر دلیل غلط ہے کیونکہ انہوں نے نہ درامد سے کہ معنی  
نہیں ہے اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ کر دیکھ لیں اور شاید کہ اللہ تعالیٰ ان کو  
دائم یقین دلائے کہ اَللّٰہُمَّ صَلِّ عَلٰی سُلَیْمٰنَ بْنِ دَاوُدَ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَسَلَّم۔ یعنی نماز کے اتنا ہی ہوتا ہے  
جیسا کہ نماز میں رہنا ہے جس شخص سے جس کی نماز پڑھنے کی اور نہ ہیستہ یہ ہے کہ  
نماز کی نماز بھی پڑھو وہ اسی وقت سے مندرجہ وقت ہے اس پر شاید کہ کسی کو  
مشتبہ ہو کہ حج کی نماز پڑھ کر تو ہم بہت سے کاموں میں مشغول ہو جاتے ہیں کہ نماز  
وزیراعت میں مشغول ہو جاتے کوئی کہ اس نے کیا ہے کہ سامان میں اور نہ ہیستہ ہے۔  
انہیں لائق ہے ان شئیوں میں کہ واجب کہ نفس ایک آئی ہیں و در نماز نماز ہے  
کر سکتا تو بن سے نماز تک اتنا کہ کائنات کہاں ہوا جبکہ وہ بیان میں بہت سے وقت  
اس حالت میں کہ رہا ہے کہ نماز کی نماز کا خیال ہی نہیں آیا اس کا جواب ایک تو یہ  
ہے کہ اگر واحد میں دو چیزوں کی طرف توجہ حوالی نہیں حال غلط نہیں گو مستبعد ہو  
مگر آج کل یہ ہے ایک حالت ہے کہ جس کا کسی کو خیال نہیں





## مضمون

اسی لئے ہیں۔ راہپور میں ایک صاحب سے معراج کے مسئلہ

پر گفتگو ہوئی وہ کہنے لگے کہ معراج کا مسئلہ سمجھ رہے ہیں نہیں آیا یہ تو محال ہے یہ مسئلہ ہے  
 آپ اس کے مسئلہ پر دلیل قائم کیے کہنے لگے اس کی کوئی تفسیر نہیں ملتی ہے  
 کہا ہم تفسیر سے مسئلہ پر استدلال نہیں ہو سکتا بہت سے بہت سے مضمون و قواعد پر  
 استدلال ہو گا اور ہم و قواعد سے استدلال ثابت نہیں ہو سکتا اور اگر تفسیر نہیں ملتی  
 ہے تو وہ بھی ایک واقعہ ہو گا اگر وہ محتاج دلیل نہیں تو معراج ہی مسئلہ و قاعدہ ہے  
 دلیل مان لیجئے اور اگر وہ بھی محتاج دلیل ہے تو تسلسل و رسم آئے گا یہ تو محال ہے  
 مسئلہ تفسیر کا درجہ فقہ و اصول سے ہے اگرچہ یہ بھی ایک عقلی مسئلہ ہے کہ تفسیر کو دلیل سمجھنا  
 کہ ہم سے نہیں رہا کہ دلیل کو تو دلیل نہیں سمجھتے بغیر دلیل کو دلیل سمجھتے ہیں خوب  
 میرے اس جواب پر وہ صاحب کہنے لگے کہ تسلسل نہیں ہوئی میں سے کہا آپ کی اس  
 توجہ سے ہر کہہ ہیں یہاں سے اٹھوں اور آپ کے سلسلے آسمان ہواؤں کو شدید سوزنا  
 بھی تسلسل نہ ہوتی بلکہ خود انکو معراج ہوتی تو تسلسل ہوتی اور ممکن ہے اس واقعہ بھی  
 فرد و مرتبہ کیونکہ اللہ تعالیٰ سے ایک رسم کی بابت فرمایا ہے **وَلَوْ نَفَخْنَا فِيهِ مِنْ رَبِّكَ رِيحًا**  
**وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ كَلَامًا فَكَانَ يَنْبَغُ عَلَيْكَ إِذَا وَقَعَ عَلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ آيَاتٌ أَنْ تُبَشِّرَ بِهَا وَإِنَّكَ تُخَبِّرُنَا بِالْأَنبَاءِ**  
 کہ اگر یہ لوگ آسمان سے دروازوں میں بھی چڑھ جائیں جب بھی ان کو اپنے اوپر فر  
 شہ کی آیتیں آئیں تو غرض نہیں ہے اول تو اس تادمہ ہی میں کلام ہے میں ایک  
 آیت میں دو طرفہ توجہ ہونے کو محال عقلی نہیں سمجھتا چنانچہ مولوی فضل حق صاحب  
 خیر آبادی کی نسبت سنایا ہے کہ وہ ایک دفعہ میں میں کام کر رہے تھے درمیں  
 ہی دیکھتے تھے طرح کی کھیت اور تعینات کی کرتے رہتے حالت یہ تھی کہ جب تک  
 وہ لہجہ کے پڑھنا نہ تھا تعینات کرتے رہتے اور اسی درمیان میں شہر کے لوگ ہر جا  
 دیکھتے اور جب وہ شمارتے تھے تو ان تعینات بندہ کر کے اس کی تفریح دیتے



یعنی لوگ ان حجرہ نشینوں سے کہتے ہیں کہ تم بھی میدان میں لگو حجرہ میں کیوں بیٹھے ہو مگر ان سے کوئی پوچھے کہ حجرہ و لوں کو میدان میں آئے کون دیتا ہے ان سے کام کون دیتا ہے؟ اگر یہ میدان میں لگیں گے تو شریعت کے اتباع کا حکم کریں گے جو آج کل لوگوں کے نزدیک تعصب اور تنگ خیالی ہے پھر تم خود ہی یہ کہو گے کہ یہ دروازہ ہمارے کام میں روڑے لگاتا ہے ان کو حلال و حرام و جائز و ناجائز ہی کی پرکھ رشتی ہے۔ ایسا میدان میں لگکر نہ ان سے میدان کا کام ہو گا نہ غلوت کا و لوں سے گئے گئے رہے ہوتے اس سے تو ان کا غلوت ہی میں رہتا رہتا۔ اور تم کو خبر بھی ہے جو لوگ میدان میں لگے ہوتے ہیں وہ حجرہ نشینوں ہی کی برکت سے کام کر رہے ہیں کیونکہ حجرہ واسطے ہر وقت مسلمانوں کی کامیابی اور صلاح و نجات کی دعا کرتے رہتے ہیں مولانا فرماتے ہیں سے

ہم لہذا ہمت مردان رہیں  
ہر کہ تنہا دورا میں رہے را برید

نصائح وادب کا سمجھنا ان لیڈروں کا کام نہیں ہے، بلکہ یہ انہی لوگوں کا کام ہے، جنہوں نے حجرہ میں بیٹھ کر چرائیوں کا دھواں پھانکا ہے، اور پانی کی جگہ تیل پی رہے ہیں، طبیب کو ایسا پیش کیا ہے کہ خدایا میں کسی نے ان کو پانی کی جگہ تیل دینے دیا ہے وہ مانتے ہیں لیکن معروف ہے کہ ان کو اعجاز کی خبر نہ ہوتی۔ ایک صاحب عالم کی کتابت کتابوں میں لکھی ہے کہ ایک رات ان کے گھر میں تیس نہ تھا بڑے پریشان ہوئے اتفاق سے بادشاہ کا حارس سلاست سے گزر رہا جس کے ساتھ مشعلیں تھیں یہ اس کے ساتھ ہوئے اور کتاب ہاتھ میں لیکر منالہ کرتے، چپے گئے یہاں تک کہ جڑ سے ٹٹن شاہی میں داخل ہوا یہ بھی ساتھ ساتھ چپے گئے بادشاہ کی نظر ان پر پڑ گئی تھی اس نے خدام کو کہہ دیا تھا کہ ان کو نہ روکا جائے، یہاں تک کہ بندہ سے خاموشی ہو جائے گا، میں پہنچا یہ بھی وہیں پہنچ گئے اور برابر منالہ میں مشغول رہے، بادشاہ ان کو

و کتار ہا نگہ کہ خبر نہ ہوئی جب منافع سے فارغ ہوئے اور اپنے کو خاص  
 خدمت میں مشاغل میں دیکھا تو قرآن سے سیرگئے کہ میں تھا ہی محل کے اندر ہوا ہوا  
 بہ ڈر سے بادشاہ سے تسلی دی کہ ڈر نہ ہوئے تم سے بہت محبت ہو گئی ہے اور  
 یہ کہیں چھتا ہوں کہ تمہارے لئے کافی وظیفہ منظور کروں تاکہ تم فراغ قلب سے  
 بیزار نہ ہو میں مشتعل رہی کہ اس قدر یہ تو جگر اسے میں تنخواہ لینے وغیرہ کا پابند  
 نہیں جو کہ اس کے آزادی میں غفلت پڑتا ہے واقعی سے

اگر کسی کو تراشنا نہ تھا تو پھر کھنڈ  
 فرزندوں میں و خاندان زچہ کند  
 ہاں اگر آپ میرے راحت دینا چاہتے ہیں تو کسی بیٹے سے کہہ دیجئے کہ مجھے  
 دیکھنا چاہئے اور ہوا آگے حساب دیکھ کر تیرے دام آپ سے لیا کر سنا  
 کہ نہ ہاں کر کے پینا چمک بادشاہ سے ان کے واسطے قبل کا انتظام کر دیا۔ تو تحقیق  
 یہ اور تہ قیاس ان عمارت کا کام ہے بیٹروں کا کام نہیں غرض یہ کہ بیٹروں کا  
 یہ ترقی نہیں کر سکتے بلکہ اپنا کام بیاہ کر سکتے ہیں اور اپنے کو ہم سے علیحدہ کر  
 سکتے ہیں کہ وہ اس بات کو بھی لیاقت نہیں رکھتے کہ دنیا سے کام  
 لیں۔ لیکن اس پر ان کا حوصلہ یہ ہے کہ عمارت کو میرا ہی میں لکھنے کی تاکید کرتے اور  
 کہ اپنے ہاتھ سے یہ شہر کرنا چاہتے ہیں۔ عمارت! میرے نزدیک تو اس وقت میں  
 دنیا کے وقت میں رہی کہ ہمیشہ میں رہے۔ ان اہمیت شہر ان کا دنیا و دنیا  
 سے ہٹاؤ اور اب کمال دی راہی برای شہر است و دنیا و دنیا

اس لئے کہ انہوں نے یہ سبب نہ دیکھا کہ اس لئے  
 کہ انہوں نے نہیں دیکھا کہ اس لئے کہ انہوں نے نہیں دیکھا کہ اس لئے کہ  
 انہوں نے نہیں دیکھا کہ انہوں نے نہیں دیکھا کہ انہوں نے نہیں دیکھا کہ  
 انہوں نے نہیں دیکھا کہ انہوں نے نہیں دیکھا کہ انہوں نے نہیں دیکھا کہ

کریں تو انکو اس کام کے واسطے رہنے دین یک جہانت اس کے واسطے ہر تو  
 ہونا چاہیے یہ تعلیم انہیں اپنی ہے مگر افسوس آجکل دن کو لوگ بے تعلیم ہیں  
 اب میں فقہ و فرائض کے بول یہ گفتگو درمیان میں اس بات پر اسی تھی کہ میں  
 نے دو امر مثال کے معنی میں پیش کر کے عرض کیا تھا کہ یہ معلوم تھی ترجمہ قرآن پرست  
 سے مدد مل نہیں ہو سکتی جیسے ایک بعض لوگ اس قدر غم سے انتہا دکھا دیتے ہیں کہ  
 ہر حال میں یہاں میری مدد برت دے اور اہانت کا امر ہے اور تو میں نے

**میر و گیل** | کی نگین ہے۔ میر کے معنی ہیں جیسے انسان کی ذات کو گیل یعنی

نفس کو نواوار امور پر تھانا اور مصائب پرست کے معنی یہ ہیں کہ دوسروں کے ساتھ معاملہ  
 کرتے ہوئے مگر امور پر نفس کو ثابت قدم رکھ کر دوسروں کے معاملے میں یہ ہیں کہ  
 میر و مصائب پر وہ ثابت کی جاسکتے۔ اس تقریر سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ میں نے سب  
 میں مشترک سے متعلق یہ ہو کہ عمل میں مستند ہو اور اسی میں برابر کے رہو  
 اب بعض اہل انما تو پتہ کرتے ہیں جیسے نماز روزہ زکوٰۃ وغیرہ انہیں دینا  
 کہا جاتا ہے ان پر تھنا تو میر ہے اور بعض اہل میں دوسروں کے واسطے ہے جیسے  
 نکاح ریت و غیرہ یہ معاملات ہیں ان میں میر و میر پر تھنا ہے  
 ہے۔ میر و میرات میں تو میر سہل ہے کیونکہ ان میں حقد نفس بھی ہے زکوٰۃ میں  
 میر بہ ہے کہ دوسروں پر احسان ہے جو میں خود یہ ہے کہ میر و میر کی ہوتی ہے  
 دوسروں میں خود یہ ہے کہ اس سے دوسروں میں نور پیدا ہوتا ہے جو موجب راحت ہے  
 روزہ میں بسبب ہی کی رہتی ہے اس سے بھی راحت حاصل ہوتی ہے  
 مگر مصائب میں میر دشوار ہے اس سے وہیں بھی مصائب نور سے مصائب کے  
 کیا کیا ہیں کہ میر و میر میں بھی میر ہے کہ میر و میر کی میر و میر اور  
 یہ کہ میر و میر میں میر و میر کی میر و میر کی میر و میر کی میر و میر



یہ ہے کہ جو شخص اپنے اختیار میں کو اس سے احوال بائینہ میں آئے ہیں و انہ میں پہنچا ہے  
 یہ کہ جو شخص میں ہوا کہ کیا ہے، پھر کسی طرح نماز روزہ کا شریعت میں امر ہے۔ کسی  
 جو شخص کہ وہ دیکھو کہ امر ہے اور یہ ہے کہ وہ دیکھو کہ منہ کیا گیا ہے اسے  
 یہ کہ جو شخص کہ وہ دیکھو کہ امر ہے۔ پھر جس طرح احوال کا امر ہے میں لیتے ہیں انہ میں  
 یہ کہ جو شخص کہ وہ دیکھو کہ امر ہے۔ اسے اس طرح احوال بائینہ میں وہ قسم کے  
 یہ کہ جو شخص کہ وہ دیکھو کہ امر ہے۔ اسے اس طرح اسے پس و باب میں ہے  
 یہ کہ جو شخص کہ وہ دیکھو کہ امر ہے۔ بلکہ احوال بائینہ میں صبر و صبر کی زیادہ ضرورت  
 یہ کہ جو شخص کہ وہ دیکھو کہ امر ہے۔ اسے اس طرح اسے پس و باب میں ہے کہ انہ میں  
 یہ کہ جو شخص کہ وہ دیکھو کہ امر ہے۔

پس وہ قسم میں ہے کہ یہ ہے کہ فرما رہا ہے  
 افش ہے گو وہ کہ فرما کر اس کو تو ایک دفعہ فرما رہا ہے  
 یہ کہ جو شخص کہ وہ دیکھو کہ امر ہے۔ ہزار دفعہ بھی کہ انہ میں کہتے ہیں کہ  
 یہ کہ جو شخص کہ وہ دیکھو کہ امر ہے۔ اسے اس طرح اسے پس و باب میں ہے کہ انہ میں  
 یہ کہ جو شخص کہ وہ دیکھو کہ امر ہے۔ ہزار دفعہ بھی کہ انہ میں کہتے ہیں کہ  
 یہ کہ جو شخص کہ وہ دیکھو کہ امر ہے۔ اسے اس طرح اسے پس و باب میں ہے کہ انہ میں  
 یہ کہ جو شخص کہ وہ دیکھو کہ امر ہے۔ ہزار دفعہ بھی کہ انہ میں کہتے ہیں کہ

در شود پر خون شہید اور نشو  
 این شہد ارمدہ و بدولی ترست  
 در شود پر خون شہید اور نشو  
 این شہد ارمدہ و بدولی ترست  
 در شود پر خون شہید اور نشو  
 این شہد ارمدہ و بدولی ترست

ہمارا بھی سدا کہنا "یہ سنتے ہی شیخ پر وجد طاری ہو گیا اور یہ شعر پڑھا  
 ہم گفتی و خورسندم خاک نشینا گو گفتی جواب تلخ می زید لب لعل شکر خورا  
 یہی راز تھا حضرت ابو ذر کے بار بار دُخدا انت ایہ ذیہ کہتے ہیں ایک بزرگ  
 فرماتے ہیں اگر کیا رگوید بندہ من از عرشش بگذر د خندہ من - (وہ گڑبہ است  
 مجھے اپنا فی م - سب سے پیارا نام ہو میرا بھی ۱۲) بلکہ حدیث سے حق تعالیٰ کا  
 مزاج فرمانا بھی ثابت ہے کہ جہنم سے جو مسلمان نکلا جائے گا اس کے انکار لفظ  
 جہنم ہو گا کیونکہ انکو اسی میں خطا ہو گا جس کی مثال اوپر گذر چکی ہے۔ یہی  
 ایک شخص جو سب سے اخیر میں نکلا جائے گا حق تعالیٰ اس سے فرمائیں گے کہ  
 مانگ کیا مانگتا ہے وہ عرض کرے گا کہ میرا منہ جہنم کی طرف سے پھیر دیا جائے  
 حق تعالیٰ فرمائیں گے کہ بس اس کے بعد تو کہہ نہ مانگے گا وہ کہے گا نہیں اور یہ  
 نہ مانگوں گا چنانچہ جہنم کی طرف سے اس کا منہ پھیر دیا جائے گا اس وقت اس  
 کو جنت کا ایک درخت نظر آئے گا عرض کرے گا اس درخت سے جیسا  
 مجھ کو پیسا دے۔ ارشاد ہو گا کہ تو نے تو ابھی وعدہ کیا تھا کہ اور کچھ نہ مانگوں گا وہ  
 منہ زرت کرے کہ بس یہ درخواست اور پوری کر دیجئے پھر کچھ نہ مانگوں گا عرض  
 اسی طرح رفتہ رفتہ وہ جنت میں پہنچ جائے گا تو یہ بھی مزاج ہی ہے کہ مقتدود تو  
 اس کو جنت میں پہنچاتا تھا مگر اس طرح رگڑ کر پیسا یا جائے گا لہذا اب اس حکایت پر  
 کوئی اشکال نہیں کیونکہ مزاج کا ثبوت امارت میں بھی ہے۔

قرآن بھی فرماتا ہے کہ کافر بار بار غرت سے در یہ استغیث اس میں  
 کافر باللہ نہنا بلکہ کافر بار بار غرت سے در یہ استغیث اس میں  
 بھی وارد ہے فَمَنْ يَكْفُرْ بِاللَّهِ غُرَّتْ دِينُهُ يَأْتِ بِشَهَادَاتٍ كَذِبٍ لِّيُضِلَّ  
 غُرَّتْ بَاطِنُهَا فِيهَا يَأْتِيهِمْ مِمَّا يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَسْلُبُ مِنْهُمْ مِمَّا يَأْتِيهِمْ مِنْ دُونِهَا

انسان تو انسان پہاڑ بھی پائش پائش ہو جائے وحی میں اس نذر اقل تھا کہ اللہ  
 تعالیٰ فرماتے ہیں اَوَلَمْ نَقُلْ لَكَ اِنَّكَ لَمِنَ الرُّسُلِ اَمْ عَلٰى بَعْضِ الْاٰیٰتِ نَحْنُ شَاكِرٌ مِّمَّنْ  
 مَشٰیءِ الْاٰیٰتِ گواہی دے کہ ساتھ حق تعالیٰ کی ادا دہوتی ہے وہ اس کے متحمل ہوتے  
 ہیں چنانچہ ارشاد ہے قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ الْاٰیٰتَ فَاتَّبِعُوْنِیْ اِنَّیْ اُفِیْضُ لَکُمُ الْاٰیٰتِ مِنْ  
 بَیِّنٰتٍ اِیْکَ سَوَّلْتُ لَکُمْ وَیَسَّرْتُ لَکُمُ الْاٰیٰتَ کہ نزول قرآن حضور کے  
 منصب پر ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ نصب معانی کا اور اس کا کرنا ہے اور الفاظ کا اور اس  
 صحیح کو ہوتا ہے پس اس سے لازم آتا ہے کہ منزل میں اللہ صرف معانی ہوں الفاظ  
 منزل میں اللہ نہ ہوں اس کا ایک برابر تو یہ ہے کہ اس سے بہت سے بہت معانی  
 کہ منزل ہونا لازم ہوتا ہے کہ منزل نہ ہونا کیسے معلوم ہو کیونکہ عدم ذکر و دل ذکر  
 ہوتا ہے اس لیے کہ منزل ہونا دوسری صورتوں میں سے ہوتا ہے اِذَا اُنْزِلَتْ اَنْزِلْنَا  
 سریشا اور عربی ہونا صفت الفاظ ہی کی ہے مگر اس جواب سے عوام کو شفا نہیں  
 ہوتی دوسرا جواب تو فی ثناء اللہ صاحب سے دیا ہے اور یہ جواب ان کے سوا  
 کسی کے کم ہی نہیں دیکھا گیا وہ فرماتے ہیں کہ فائدہ یہ ہے کہ زبان داں کو اپنی  
 ماورعی زبان میں نفس کو کہتے ہوئے اول اثنا ت معانی کی طرف ہوتا ہے اور غرض  
 کی طرف بلکہ فی التذات ہوتا ہے اور غیر ماورعی زبان میں اول اثنا ت الفاظ کی  
 طرف ہوتا ہے ثانیاً معانی کی طرف - جیسا آپ لوگ اس وقت میرا بیان سمجھ رہے  
 ہیں چرکہ میں آپ کی ماورعی زبان میں بول رہا ہوں اس سے معانی کی طرف آپ  
 کو اولی اثنا ت ہوتا ہے اور الفاظ کی طرف مگر ہوتا ہے ثانیاً پس قرآن مجید چرکہ  
 چرکہ کی زبان میں ہے اس لئے وحی کے اسماع کے وقت اول اثنا ت آپ کو  
 معانی کی طرف ہونا پہاڑ الفاظ کی طرف اس لحاظ سے قرآن کو منزل میں نصب کہہ  
 دیا ہے اس سے یہ لازم نہیں کہ الفاظ منزل میں ہیں اب بھی وہ جہنہ بہرہ ہوتا

ہوں کہ فقط ترجمہ پڑھنے سے قرآن فہمی حاصل نہیں ہو سکتی اور ترجمہ پڑھنے سے  
تو یہ معلوم بیان کریں اور وہ تو ان مشکلات کو حل کریں یقیناً اقرار کریں گے کہ  
یہ معلوم انکار حاصل نہیں ہو سکتے اسی لئے میں بھی کہا کرتا ہوں کہ بعض لوگوں کو  
ترجمہ قرآن دیکھنا حرام ہے کانپور میں ایک مؤذن میرٹ پاس قرآن کا ترجمہ  
لایا کہ آیت سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ وضو میں پیروں کا دھونا فرض نہیں ہے  
میں کافی ہے کیونکہ ترجمہ میں **وَجُودُكُمْ وَآيَاتُكُمْ فِي الْمَرَاتِقِ وَالْمَسْجِدِ**  
**وَالْمَكَلِّ الْاَكْبَرِ** — کہ ترجمہ یوں لکھا تھا دھو اپنے مونہوں کو اور  
ہاتھوں کو کہنیوں تک اور گلو اپنے سروں کو اور پیروں کو ٹخنوں تک تو اس کو  
یہ ترجمہ کہ نماز اپنے سروں کو اور پیروں کو دیکھ کر شبہ ہوا کہ پیروں کا بھی نما  
فرض ہے دھونا فرض نہیں ہے بڑا پریشان ہوا کہ اس کو کس طرح سمجھاؤں کہ  
اگرچہ کا عطف رؤسکم پر نہیں بلکہ وجوہکم پہلے ایک مرتبہ کیونکہ وہ عطف وجوہ  
کو کیا جاتے تو میں نے اس کو دوسری طرح سمجھا یا کہ اس سے پوچھا تم کو قرآن کا  
کلام الہی ہونا کیسے معلوم ہوا کہا علماء کے کہنے سے میں نے کہا کیا تیرے نزدیک  
علماء ایسے دیندار ہیں کہ جس کی صم کو وہ اللہ کا کلام کہیں تم اس کا یقین کرو  
گے کہا جی ہاں علماء دیندار نہ ہوں گے تو اور کون ہو گا میں نے کہا کہ پھر انہیں خدا  
کا یہ قول بھی سنا کہ وضو میں پیروں کا دھونا فرض ہے مگر جو نہ نہیں تو کیا وہ  
اس فتوے میں بے ایمان ہیں انہی اس بات کو نہ ماننے کی کیا وجہ ہے اور جب  
جو تم نے آئندہ ترجمہ دیکھا اس طرح ایک اہل بدعت سے میاں جو سے پوچھنا ہے کہ  
کیا قرآن پڑھتے ہوئے راعینا نہ پڑھا کروں اس فقرہ کو چھوڑ دیا کروں میں نے  
پوچھا یہ کیوں؟ کہا ترجمہ میں لکھا ہے کہ اسے ایمان نہ ہو بلکہ مستعد ہے وہ اس  
کے بارے میں سمجھتا ہے اور اس کے لئے اسے بتایا کہ میں نے اسے بتایا کہ وہ

دانت ضرور کہو اور تم کو ترجمہ دیکھنا حرام پس تم اہل مدہ ہواپنی مدرس کا حساب  
 کیا کرو اور میں جو ایسے لوگوں کے لئے ترجمہ دیکھنا حرام کہتا ہوں تو اس میں  
 ترجمہ قرآن کی (معاذ اللہ) توہین نہیں بلکہ مقصود ان لوگوں کی اہانت ہے کہ تم  
 اس تہ میں نہیں ہو رہے تو ایسا ہے جیسے کہا جائے کہ حسین عورت کا دیکھنا تا حرم  
 کو حرام ہے تو کیا اس سے حسین عورتوں کی توہین ہو گئی؟ ہن میں حضرت عائشہ  
 حضرت سارہ اور حضرت رابعہ بھی داخل ہیں تو کیا کوئی اس جملہ سے ان بزرگ  
 عورتوں کی توہین کر سکتا ہے۔ ہرگز نہیں بلکہ یہی کہا جائے گا کہ مقصود ان ظالمین  
 کے دین کی خفالت ہے اسی طرح یہاں سمجھو نیز گریوں کہا جائے کہ آشوب چشم  
 والے کو آفتاب کی طرف دیکھنا حرام ہے کیونکہ اندھا ہونیکا اندیشہ ہے تو کیا اس سے  
 آفتاب کی توہین مفہوم ہو سکتی ہے ہرگز نہیں۔

اگر بریلوی اس جملہ کو سن لیں تو شاید کفر کا فتویٰ فوراً لگا دیں  
 کیونکہ ان کے یہاں تکفیر کے لئے اسکی بھی ضرورت نہیں کہ  
 معنی کفر و کفر کیا جائے بلکہ یوں کہتے ہیں کہ اس سے کفر لازم آسکتا ہے اس  
 سے منکرم کفر ہے گو وہ معنی ہوا انہوں نے سمجھا منکرم کے باپ دادوں نے بھی نہ  
 سمجھے ہوں پس ان کی تکفیر ایسی مثال ہے جیسے کانے نے سامنے سے ایک شخص کو  
 آنا ہوا دیکھ کر درہی سے کہنا شروع کیا تو حرام زادہ تیرا باپ حرام زادہ۔ اس نے  
 جواب دیا میں نے کیا قصور کیا جو مجھے حرام زادہ بنا تا ہے کہا مثل مشہور ہے کانا حرام زادہ  
 تو تم نے مجھے دیکھ کر اپنے دل میں ضرور نیچہ حرام زادہ کہا ہو گا اس لئے میں نے بد  
 ل دیا۔ تیرا اس غریب نے کہا ہوا یا نہ کہا ہو مگر اکر بدلہ لینا ضرور تھا۔ یہی حال  
 یہاں کے تکفیر کا ہے کہ اپنی طرف سے کام کے ایک معنی تراش کر منکرم کی تکفیر  
 کر رہے ہوتے ہیں گو اس کے وہم میں بھی یہ معنی نہ آئے ہوں۔ مگر یہ تکفیر کا محکمہ

ہمارے یہاں نہیں ہے یہ انہی کو مبارک ہو ہمارے بزرگ تو ایسے شخصہ کہ ہیں نہ  
مولانا محمد یعقوب صاحب سے ایک صوفی کا مقولہ جو ایک رسالہ میں نازل ہو گیا  
تھا بیان کیا کہ شیخ نے اس سے پوچھا تو خدا کو جانتا ہے کہا میں خدا کو کیا جانوں  
ہیں تو آپ کو جانتا ہوں یہ مقولہ بیان کرتا ہوں میں نے عرض کیا کہ حضرت یہ

لوگ کب تک بیٹے ہوتے ہیں کہ ایسا سخت کفر کا کلمہ کہدیا مولانا سخت کٹ اور  
فرمایا اس میں کفر کی کیا بات ہے۔ اچھا تم بتلاؤ کیا تم خدا کو جانتے ہو؟ بتلاؤ خدا  
میاں کیسے ہیں بس یہ سوال کرنا تھا کہ میں حقیقت کو سمجھ گیا کہ صوفی کا مطلب یہ ہوتا  
ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت بلا واسطہ مجھ کو نہیں ہے بلکہ مجھے شیخ کے ذریعہ سے  
حاصل ہوئی اس سے زیادہ میں نہیں جانتا تو دیکھئے مولانا نے ایسے سخت کلمہ  
کو بتا دیا کہ یہ کلام ضمنی آگیا تھا اصل میں اس کو بیان کر رہا تھا کہ باطن میں بھی  
صبر و مہارت کی ضرورت ہے کیونکہ اس میں بڑے بڑے مصائب واقع ہوتے  
ہیں اِسْبَرِ وَأَصْبِرُوا میں اسی کا حکم ہے۔

اب یہاں ایک سوال متبل ہے وہ یہ کہ مقصود بیان تو ضرورت  
قصد اور عمل | عمل ہے اور آیت میں ضرورت صبر کا ذکر ہے تو یہ مقصود پر  
کیسے منطبق ہوگی جواب یہ ہے کہ مقصود کی تمہید ہے اور مقصود الیوم ہے جس  
کی ایک تفسیر عمل ہے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے اب اس کے تمہید ہونے کو  
سمجھئے وہ یہ ہے کہ صبر ایک ایسا عمل ہے جس کے فوت ہونے سے ہمارے سب  
اعمال خراب ہو رہتے ہیں چنانچہ گناہ بھی اسی کے فوت ہو نیسے گناہ سے دور نہ رہتے  
میں نہ بالکل معمولی چیز معلوم ہوتی ہے مگر پھر بھی مشاہدہ ہے کہ وہ گناہ ہے  
اور ایسی گناہ ہے کہ حق تعالیٰ بھی اسکو گناہ بتلا رہے ہیں وَاِنْ تَابَا فَبَشِّرْهُمَا  
پھر کو اللہ تعالیٰ گناہ فرمائیں خود بخود وہ کیسی گناہ ہوگی سو اس گناہ کی وجہ



درجی مرم التبریر ہے جسکو قرآن مجید میں اس عنوان سے ارشاد فرمایا ہے کہ  
لَا تَأْتِي السَّحَابُ مِنْ شَيْءٍ

میں نہ آتے ہیں۔ اس کے لئے خشوع کے معنی معلوم ہونے کی ضرورت ہے اور اس سے  
تقریباً اس سے بھی اس کے معنی معلوم ہونے کی ضرورت ہے کہ اس کے معنی نہ  
ہوتے ہیں۔ بہت لوگ غلطی میں مبتلا ہیں کہ خشوع کو دشوار سمجھتے ہیں پھر اس کے ساتھ  
یہ فقرہ درج کیا کہ نماز بدون خشوع کے بیکار ہے اور اس کی تائید میں یہ  
یہ شعر یاد کر لیا ہے

بے نیکی سب سے دور دل کا دشمن  
ابن چین تسبیح کے ذرا اثر  
نہ کہ نہ ہی ہر ٹھیکہ مگر میں نے اس شعر کا رد کیا ہے کیونکہ یہ شعر تنویری  
مدنی نہیں ہے بلکہ نان و عزا کا شعر ہے جس نے اس کے جواب میں کہا ہے کہ  
ابن چین تسبیح ہم دار دائرہ گرامی ساتھ ایک فقرہ ہے وہ یہ کہ نماز پڑھتے ہو  
پھر وہ کہ ہم نماز ادا کرتے پڑھتے ہیں تاکہ عبور بیت پیدا ہو ذکر اللہ اسو اس کے  
کرتے ہیں تاکہ محبت حق پیدا ہو تو میں دیکھتا ہوں کہ قید اثر سے ہو  
عمل کیا جائیگا وہ ضرور موثر و نافع ہو گا لہذا اس میں کسی کوئی حرج یا نہ  
جز دل سے بیان ہے و ساس ایسی یا نہ آئیں اجتناب اگر اثر کا قصد ہی نہ ہو تو پھر  
یہ و حرج کا شعر بیکار ہے افسوس یہ ہے کہ ہم لوگ عمل کرتے ہوئے اثر کا قصد  
نہیں کرتے۔

بہر حال خشوع کی حقیقت یہ نہیں کہ دوسرے باطل نہ آئے  
بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اپنے قصد سے نہ آوے غرض آمدن  
نہ نہیں اور ان حضرت مگر نماز ایسا نہ ہو کہ اس کے کوئی اختیار سبب جیسا کہ  
نہ کہ نہ غرض یہ کہ اس کے مگر میں کسی کی مرضی ان کی بیوسی سے لے کر پانا

کہا نہ کہ لو نہیں بلکہ تین بار آواز دیکر پوچھ لو کس کی ہے مگر مرغی آہستہ کہنا کس کی ہے  
 زور سے کہنا جب تین بار اس طرح پکار دیا گیا تو کہا اسکو ذبح کر لو لقمہ ہے جب  
 وہ پک کر تیار ہوئی تو بیوی سے کہا کہ بوٹیاں مت نکالتا کیونکہ وہ تو مشتبہ  
 ہے شور بانگ لایا کیونکہ اس میں نوپانی مصالحہ تھی وغیرہ سب ہمارا مال ہے  
 (جاننا کہ بڑیوں کا ست بھی اسی میں تھا جو کہ مشتبہ کیا بلکہ حرام تھا) بیوی سے  
 چچہ لیکر شور بانگ لانا چاہا مگر صاحب بولے یوں نہیں بلکہ دیکھی سے اندیشہ رکھ  
 لگا ل نو بیوی نے کہا اس طرح تو بوٹیاں بھی آئیں گی کہ جو اپنی خوشی سے آئے  
 اس کو کتنے درنہم مت لاؤ تو جس طرح اس جاہل نے لائے کو آنا سمجھا تھا ایسے  
 ہی بعض لوگ نوز میں خود خیالات لاتے ہیں مگر اس دعوہ میں رہتے ہیں کہ  
 یہ تو خود آرہے ہیں۔ پس از خود خیالات نہ لاؤ تو شروع حاصل ہو جائیگا اور یہ  
 فعل اختیاری ہے مگر ہر ایک کو آسان نہیں بلکہ اسی کو آسان ہے جو خیالات  
 کے مجموعہ رکھنے کا عادی ہے راز اس کا یہ ہے کہ نماز کی گرائی کا سبب قید ہے تو  
 ہر شخص قید کا پیسے سے عادی ہو اسکو نماز گراں نہیں اور جو آزادی کا عادی  
 ہے اسکو گراں ہے اور یہی قید صبر ہے پس نماز بھی صبر کے قوت پر ہونے ہی ہے  
 گراں ہونے کی اگر صبر کی عادت ہو جائے جسکی خفیت جنس و قید نفس ہے تو نماز  
 چھڑاؤں کی ہے اور یہاں سے معلوم ہوا کہ آزادی کا طالب ہونا الحاد و زندقہ  
 ہے دین تو نام ہی قید کا ہے چنانچہ نماز میں قیود ہیں مہذبہ میں قیود ہیں ہر  
 کام میں قیود ہیں مگر خاشعین کے واسطے قیود ایسی ہیں سے  
 اسیرت خواہد رہائی زبند      شہادت بخیرہ خاص از کند

مولانا فرماتے ہیں سے

گرد و صد بخیر آری بکلم

غیر زینت آن زلف مقبلہ

حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کے جو مراتب بلند ہیں اس کی توجہ ہے کہ انہوں نے  
سب سے زیادہ فیور و مدد کا حق ادا کیا ہے ان پر وہ بلائیں گزری ہیں جن کو دوسرا  
برداشت نہیں کر سکتا ہے۔

نہ ان کا اختیار داشتند  
مگر بہ چرخ ہفتہاں افراشتند  
وہ سب دین کا نام ہی قید کا ہے تو یہ ضروری بات ہے کہ اول اول ہی نہ گئے  
ایسے کہ نفس الہی قید کا عادی نہیں ہے۔

اس جواب کا ثبوت مل یہ تھا کہ صبر عمل کی تمہید ہے اور ثبوتی  
**ثبوت صبر** کر کے یہ کہنا بھی ممکن ہے کہ دین کا ہر عمل صبر ہی ہے کیونکہ  
اب یہ معلوم ہوا کہ ہر عمل میں حدود و قیود ہیں اور صبر کی حقیقت بھی قید ہی ہے۔  
اس سے بھی وہ مشبہ بالکل مرتفع ہو گیا کہ مقصود تو ضرورت عمل ہے اور آیت  
ہے صبر کا امر ہے جواب کا معاملہ یہ ہوا کہ اعمال شرعیہ کو اللہ تعالیٰ نے صبر کے  
تحتویں سے بیان فرمایا ہے تاکہ سنتے ہی مخاطب کو معلوم ہو جائے کہ اس میں صبر  
کی ضرورت ہوگی پس اب سنا کہیں کو جی نہ گئے کی شکایت کرنا فضول ہے کیونکہ  
تم کو تو صبر ہی کا امر ہے اور ہر عمل کی حقیقت صبر ہی ہے۔ در صبر میں ہی گناہ کیا؟  
بلکہ جی نہ گئے کی صورت میں زیادہ خوش ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ تم کو جواب  
زیادہ دینا چاہتے ہیں اس پر شاید کوئی یہ کہے کہ پھر تو کامیاب سے ہم ہی لپچے ہیں  
کہ ہم کو ثواب زیادہ ملتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ نہیں ایسے وہی ہیں کیونکہ

ہر دو میں قدر مختلف کی ہے کہ اب ان کو قید میں بھی سزا گئے گا تو صبر ہی  
اب ہی کا بڑا ہوا ہے۔ ورنہ اس میں بھی ان کے برابر نہیں مگر حقیقت صبر ہی تم  
سے ممکن ہے اختیار کرو کہ تمہارے اختیار میں بھی ہے لذت کی طلب چھوڑ دو  
جسے وصول کیا جاتا ہے کہ وہ تمہارے اختیار میں نہیں ہے۔ مگر تا مگر یہ تو سب

صاحبِ کارِ شد دست کہ مقصودِ طلب ہے وصولِ مقصود نہیں کیونکہ وصولِ تمہارے  
اختیار میں نہیں بلکہ اُن کے اختیار میں ہے تم سے تو مشروبِ صرف وہ کام ہے  
جو تمہارے اختیار میں ہے اور وہ طلبِ رسمی کے سوا کچھ نہیں پس تم اپنا کام  
کرو اللہ میاں کے کام میں کیوں دخل دیتے ہو سے

کارِ خود کن کارِ بیگ نہ کن ۔ ہاں اتنی امانت ہے کہ وصول کی دعا کر لیا  
کر و مگر اسکے درپے نہ ہو مولا نا فرماتے ہیں سے

آبِ کم جو تشنگی اور بدست  
تاج پوشہ آیت زبنا و لبت  
مولا نا بڑے محقق ہیں فرماتے ہیں کہ پانی کی تلاش نہ کر و بیکہ پیاس پیہ کرو  
پانی خود بخود آجائیگا سے

تشنگی گر آب جو نواز جہاں  
آب ہم جوید لعلام تشنگاں  
جب پیاس ہوگی پانی بھی پاس آجائیگا یعنی تم طالبِ ستِ مطلوب ہو جو  
گے آگے اس منہوں کو ذرا وضاحت سے بیان فرماتے ہیں سے

ہر کہ عاشق دیدیش معشوق داں  
کو بہ نسبت ہست ہم این و ہم اں  
مگر اتنا فرق ہے کہ عاشق کا عشق بیانگ دہل ہوتا ہے اور محبوب کا عشق  
مخفی ہوتا ہے سے

عشق معشوقاں نہاں ست و ستر  
عشق عاشقاں باد و مدخل و انہر  
یہ حقیقت ہے تصوف کی کہ طلب پیدا کرے اور اُعلیٰ کا  
وعدۃ الہیہ و انتہا کرے تصوف کوئی دشوار چیز نہیں متقدم میں نے صوفی

کی تفسیر عالمِ باطن سے کی ہے۔ مگر اچکل لوگوں نے اسکو ہوا بلکہ بدنام بنا دیا  
ہے یہاں تک کہ ایک عیسائی انگریز بھی کہنے لگا کہ ہم تو تین ہی خدا کے تال  
ہیں اور تمہارا ٹوپی (صوفی) تو ہر چیز کو خدا کہتا ہے۔ یہ وعدۃِ خود کے مسئلہ

کو بلا لیا ہے اور غائب ہے کہ بہت سے بہتار وحدۃ الوجود کے معنی یہی سمجھ  
 رہے ہیں کہ ہر چیز خدا ہے حتیٰ کہ میں نے فرنگی محل میں ایک مولوی صاحب  
 کو دیکھا جس نے یہ کہتے ہوئے سنا کہ تعوذ باللہ واجب الوجود کی طبعی ہے جزئی  
 نہیں ہے اور نہ ہر شے کی طبعی کا وجود جدا گانہ نہیں ہوتا بلکہ افراد کے ضمن  
 میں ہوتا ہے تعوذ باللہ خدا کا وجود مستقل کوئی نہیں بلکہ موجودات کے  
 ضمن میں ہے یہ وحدۃ الوجود نہیں بلکہ کفر صریح ہے وحدۃ الوجود تو  
 یہ ہے کہ اپنی ہستی کو مٹا کر خدا کی ہستی کا مشاہدہ کرے نہ یہ کہ خدا کی ہستی  
 کو مٹا کر اپنی ہستی کا مشاہدہ کرے۔ ایک بزرگ نے اللہ تعالیٰ سے سوال  
 کیا کہ تیرے رشتہ میں انا الحق کہا اور فرعون نے بھی انا ربکم انا علی کہا جس  
 کو اللہ تعالیٰ نے سزا دی تھی سزا پیر وہ مقبول ہوئے یہ مرد و ہوا اسکی کیا وجہ الہام  
 ہے کہ مشیر برحق اپنے کو مشائخ کے لئے انا الحق کہا تھا اور فرعون نے ہم کو  
 بتائے کہ میں انا الحق کہا تھا اس لئے وہ مقبول ہوا یہ مرد و ہوا ہوا انا  
 کہ فرما رہے ہیں

گفت فرعون انا الحق گفت پست

گفت مشیر برحق انا الحق گفت مست

گفت اللہ ایں انا درفتنا

گفت اللہ ایں انا درفتنا

غرض مقتدین نے صوفی کی تفسیر عالم باطن کی سب سے جس

حوالہ عالم باطن سے صوف کی حقیقت ظہر باطن حاصل ہونی مقتدین کے

عالم باطن پہنچتے ہیں انہی سے تمسک کرنا چاہیے کیونکہ وہ اہل حق اور نشانہ ہیں

یہ اہل حق زیادہ ہیں راہیہ کہ جب تو صوف کی حقیقت عالم مرتجہ الہی سے تو خشاک

ہو کر رہ جاتا ہے کہ براہیہ سے کہ خشاک عالم وہ سب جو فانی کو ظاہر کے ساتھ

نہیں کرتا ہے اور ظاہر باطن کا انتہا ہم نہیں کرتا اور جسکو ہم کے ساتھ عمل ظاہر

عمل باطنی دونوں کا اہتمام ہے وہ عالم تر ہے پھر جو عالم باطنی ہوگا اور اعمال  
ظاہری باطنی کا جامع ہوگا اللہ تعالیٰ اس کو بعض خاص نعمتیں عطا فرماتے ہیں پھر  
وہ نعمتیں دو قسم کی ہیں ایک موعود وہ تو رفاہ حق اور جنت ہے پس اور  
غیر موعود کیفیات باطنیہ ذوق شوق و احوال و مواجید اور اسرار وغیرہ ہیں  
انکی ایسی مثال ہے جیسے باغ میں پانی تو دیتے ہیں درختوں کی پرورش کے  
لئے مگر پانی دینے سے گھاس بھی لکل آتی ہے جو دیکھنے میں درختوں سے زیادہ  
خوش نما ہوتی ہے اور مالی کی تراش و تراش سے اس میں خوبصورتی زیادہ آ  
جاتی ہے اب جو لوگ احوال و کیفیات و اسرار کے طالب ہیں انکی ایسی مثال  
ہے جیسے کوئی شخص باغ میں گھاس ہی گھاس چاہے اسکی خدمت کرے حتیٰ کہ  
درختوں کی برٹوں میں سے بھی گھاس کو صاف نہ کرے اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ  
ہزاروں روپے کے قیمتی درخت برباد ہو جائیں گے۔ صرف گھاس رہ جائیگی جو ایک  
دو روپے سے زیادہ کی نہ ہوگی۔ قاتل وہ ہے جو درختوں کی خدمت  
کرے ان کی نگہداشت کرے گھاس کا کیا ہے وہ تو خورد رو ہے اپنے آپ ہی  
پیدا ہو جائے گی۔ پس سمجھ لو کہ اعمال کی مثال درختوں جیسی ہے اور احوال و  
اسرار کی مثال گھاس کی سی ہے ان کی طلب میں نہ پڑو اعمال کا اہتمام کرو یہ  
خود بخود بلا وعدہ کے اکثر عطا ہو جاتے ہیں اور یہ جو ہیں سنے کہا ہے کہ تصوف  
کی حقیقت علم مع الہی ہے اس میں علم سے مراد خاص مولویت نہیں بلکہ اس  
قدر علم جسکی عمل میں ضرورت ہے خواہ عربی پڑھکر حاصل ہو یا اردو کے رسائل  
سے یا علمائے پورے پانچہر کے پس بقدر ضرورت علم حاصل کر کے خلوت اختیار  
کرنا اور عمل کا اہتمام کرنا چاہئے مگر ایسی خلوت ہو کہ جب کوئی اشکال پیش آئے  
تو خلوت کو توڑ کر محقق کے پاس جائے اور اشکال کو رفع کرے ورنہ بعض

حرفوں میں شیطان اس کا ایمان تک سلب کر دیتا۔

ابو اسحق

محققین کہتے ہیں کہ شہیدانِ بعض دفعہ اپنی فوتِ خیالیہ

سے سادگی کی نظر میں آسمان اور نور پیدا کر دیا ہے اور

سیرت شریف میں بصورتِ عام کہ اس سے کلام کرتے ہیں اور ایسے موقع پر جاہل

وہ کہہ کر چلتا ہے اسی کے محققین نے فرمایا ہے کہ اگر ملانکہ بھی اس سے ہر کام

تو اسکو شمر لیت پریش کرے اگر شمر لیت کے موافق ہو قبول کرے ورنہ نہ

نہیں کہہ سکتے کہ کون سا مسئلہ نبی کے تحت نہیں بلکہ اگر اللہ تعالیٰ بھی

نہ سہارا کہ ہم گریں تو کہہ سقے بھی بد واسطہ تھی کہ غیر تھی کہ لئے جنت نہیں

کہ اس کے ساتھ وہ ایک مثنوی ہونا چاہیے نہیں دوسرے استاد تقی الدین کی امتحان

کرتے ہیں تو تم کہیں جتنا کہ اس سے جو کہ تم پر اس سے امتیاز ملتا ہو

مستطاب منہیں کرتا ہے کہ وہ موقوف درسیں جنت پہنچے جو ہر سال ہوا ہے

کے لیے اس میں متنوع و غیرہ کا اختلاک نہیں تو نسبت میں بعض دفعہ سخت

نہایت پیش رفتے ہیں جبکہ حقیقی ہی میں کر سکتا ہے اسی کو صرف فرستے ہیں سے

بشداد و روش را به سر و روش و روش

در این زمان که در این شهر است و در این وقت که در این شهر است

کے لئے اس کے لئے کہ وہ خود بخود

بسم الله الرحمن الرحيم

[illegible]

نہایت اس کے غم و غصہ سے کہ ایک لکھنؤی (جو کہ ایک)

1890



## روح عمل

غرض جگہ وحدت کو تو وحدت جائز نہیں۔ با وحدت کو باز

ہے۔ اس وحدت نہ معلوم کیا قدرت اور اس کے کیا معنی ہیں

اسی طرح یہود و بھی میری سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ نفاذ مرکب ہے یا سبب۔ تب  
ما اور می کہنے میں کچھ تامل نہیں بلکہ محض سبب اور اپنے مردم علم کو اس کے قاصر کرنا  
ہوں کہ شاید کسی کو معلوم ہو تو قاصر کر دے۔ غرض تصوف کوئی نئی چیز نہیں ہے  
یہی نماز روزہ اشرف ہے۔ اور یہی اعمال مقصود ہیں رہا یہ کہ چہر مجاہد و غیر  
کی کیا ضرورت ہے اس کا جواب یہ ہے کہ نماز روزہ کو نماز روزہ بنانے کے  
لئے مجاہدہ کی ضرورت ہے۔ یہاں سے ان صوفیوں کی غلطی واضح ہو گئی جو کہیں نہ  
بیکار سمجھتے ہیں صرف روح عملی کو کافی سمجھتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اگر صورت ال  
بیکار ہے تو بہت اچھا آج سے اگر تم پونڈا گنا مانگو گے تو تم کو گڑ دیا جائیگا موت  
منہ نہ بتانا کیونکہ روح تو موجود ہے اسوقت یہ کیوں کہتے ہو کہ گڑ میں وہ  
بات کہاں ہو پوٹڈ میں ہے پھر سم کو بھی یہ کہنے کا حق ہے کہ نرمی روح میں  
وہ بات کہاں ہو نماز میں ہے دوسرے اگر روح عملی ہی مقصود ہوتی تو وہ روزہ  
ارداح میں بھی حاصل ہو سکتی تھی عالم اجسام میں ہم کو کیوں بھیجا گیا ہوتا  
اس لئے کہ روح غیر دے صورت اعمال کا تحقق نہ ہو سکتا تھا یہ صاف دلیل  
ہے اسکی کہ صورت ہی مطلوب ہے مگر نہ ایسی صورت جو روح سے نمانی ہو  
بلکہ صورت اور روح دونوں کو جمع کرنا چاہیے۔ خلیفہ یہ کہ آدمی نہ تو ایسا  
نفسانہ ہے کہ اعمال کی جان سے لگتی ہی نہ ہو نہ ایسا روح میں تر ہو کہ دُوب  
مرے۔ آج کل بعض جاہل صوفی محقق عمار کو عارضی جوش و شروٹ سے  
نہایت متاثر ہو کر وحدت کے بے بنیاد فلسفہ میں غلط فہم ہو کر جو کچھ کہتے ہیں  
وہ سب کچھ بے بنیاد ہے۔

دل دیکھ کر اسرار حرقی سے بے خبر سمجھ کر یہ شعر پڑھ دیتے ہیں سے  
 شب تو یک دہیم دج و گرداب چنیں ملک کجا دانند حال ماسکساران ساعیہا  
 کہ یہ حرکت جوری حالت کو کیا جانیں انکو خبر ہی نہیں کہ ہم پر کیا گذرتی ہے  
 یہ سنا کہ جواب دیا کرتا ہوں کہ ساعی دور ہیں ایک ادھر کا ایک ادھر کا تو  
 کجا دانند حال ماسکساران وہ شخص ہے جو ادھر کے ساعی پر ہے جس سے  
 دیکھتے ہیں ذمہ ہی نہیں ڈالا اور جو شخص ادھر کے ساعی پر کھڑا ہے وہ ڈرا  
 جگہ سے چھڑکا میب ہو کر پار ہو کر سنسن رہتا ہے جاپوں گوان کے تبسم سے یہ  
 دیکھ کر ہوتا ہے کہ ان پر کچھ گذر رہی نہیں اسے ان پر سب کچھ گذر چکا ہے وہ  
 کجری حالت سے بھی واقف ہیں اور اس سے اُس کے کی حالت سے بھی واقف  
 ہیں مگر ان کے تبسم سے جو یہ دھوکہ ہو رہا ہے کہ ان کے دل میں کچھ نہیں  
 یہ کجری واقف ہے کہ دور ہی سے دیکھ کر تم نے فیصلہ کر لیا ان کے پاس جاؤ  
 یہ سنا کہ ہر مضموم ہو گا کہ ان کا ہنسنا ایسا ہے جیسا تو اچھوٹے سے انار سے  
 سنا کہ ہنس کر تاج ہے۔ ذرا اس پر ہاتھ رکھ کر دیکھو کیسا جگمگا رہتا ہے کہ تم کو بھی  
 یہ دیکھ کر دیکھو اس کو نواب صاحب شیفتہ فرماتے ہیں وہ نواب بھی ہوتا  
 رہتا ہے صرف یہی شے کیونکہ تصوف کے لئے ٹھونہ بانڈنا شرط نہیں ہے

فرشتہ چاہتا ہے

یہ فرشتہ دل زاپیک در زبیر زبیر شے کہ مٹی خندہ بر لبہا و آتش باز و دلہا  
 یہ غم و رستہ کہ مٹنی کو جوش و خروش نہیں بتوانی یعنی کشتہ نہیں ہوتا مگر بھی

یہ مٹی زانی کر کے کہتا ہے کہ خضر متا انبیا پر یہ بھی لایا دئے  
 خیر حال ہو جاؤ پتہ پتہ جہاں جہاں رسول اللہ

علیہ وسلم نے مسلمانوں کے قلبہ کے لئے بہت دیر تک دعا کی اخیر میں یہ بھی  
 فرمایا اِنَّ مَعَكُمْ لَمُتَّ كَذٰلِكَ اَنْتُمْ اَعْمٰیۤاۤنَ لَكُمْ لَقَدْ اٰتٰیۤكُمُ الْاِلٰهَ الْكَرِیْمُ نَفْسًا  
 بَدَلًا هُوَ كُوْنُیْۤا فِیْۤهِنَّ اَوْ یَكْنُۤیۤا نَفْسًا بِرُكُوْنِیْۤا اِنَّهٗ كَانَ صَمًّاۢ مُّبِیۤنًا  
 کا اس میں کیا نقص تھا پس نہ ہر میں یہ جملہ بہت سخت معلوم ہوتا ہے کہ  
 اللہ تعالیٰ کو یہ سنا رہے ہیں کہ پھر کوئی نہ پوچھ گا اسکی تاویں فریب بفرس  
 کے پھر ہمیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اسوقت نہ اس حالت کا غلبہ  
 اس لئے نازل میں یہ جملہ فرما دیا دوسرا واقعہ اس غلبہ میں کا عبد اللہ بن ابی  
 منافق کی ناز پڑنے کا ہے یہ شخص بڑا سخت منافق تھا مگر اسکی بیٹہ خود میں  
 تھکے انہوں نے حضور کو اپنے باپ کے مرنے کی اطلاع دی اور وہ کی درخت  
 کی چوڑی اسوقت تک منافقین کی نوز جنازہ سے صراحت نہ نفلت نازل نہ ہوا  
 پھر اس کے حضور سے وعدہ فرمایا کہ میں دعا کروں گا کہ وہ گناہوں سے پرہیز کرے  
 چنانچہ آپ ناز پڑنے کو تیار ہوئے اسوقت حضرت عمر فاروقؓ پہنچے پھر حضرت  
 جابرؓ اور انسؓ کا ہوا اور واقعات شمار کرنا شروع کیا کہ یہ رسول اللہؐ کی وفات  
 سے سننے والے دن یوں کہ انھوں نے اس وقت میں کہا تھا کہ وہ سننے والے دن  
 کہ ان کے لئے سخت روزی ہوگا فرمایا ہے چنانچہ رسول اللہؐ نے اپنے  
 لئے دعا کی اِنَّ اِلٰهَیۤكُمُ الْاَعْلٰی اِنَّ اِلٰهَیۤكُمُ الْاَعْلٰی اِنَّ اِلٰهَیۤكُمُ الْاَعْلٰی اِنَّ اِلٰهَیۤكُمُ الْاَعْلٰی  
 سے فرمایا ہے اِنَّ اِلٰهَیۤكُمُ الْاَعْلٰی اِنَّ اِلٰهَیۤكُمُ الْاَعْلٰی اِنَّ اِلٰهَیۤكُمُ الْاَعْلٰی اِنَّ اِلٰهَیۤكُمُ الْاَعْلٰی  
 کہ وہ روزی ہوگا یہ روزی ہوگا کہ وہ سننے والے دن کہ وہ سننے والے دن  
 یہ اس وقت ہوگا کہ ان کے لئے روزی ہوگا کہ وہ سننے والے دن کہ وہ سننے والے دن  
 کہ وہ روزی ہوگا کہ وہ سننے والے دن کہ وہ سننے والے دن کہ وہ سننے والے دن  
 کہ وہ روزی ہوگا کہ وہ سننے والے دن کہ وہ سننے والے دن کہ وہ سننے والے دن

۱۰۰  
 فی سبیل اللہ جس میں آئندہ کیلئے صاف طور سے منافقین کے جوازہ کی ناز  
 حستہ اور رہا کی قبر پر جلتے سے منع کر دیا گیا جب حضرت عمرؓ کو یہ معلوم  
 ہوا کہ کینت میری رائے کے موافق نازل ہو گئی تو ان پر بے انتہا خجالت کا  
 غلبہ ہوا کہ یہ کیا ہو کہ میری رائے کے موافق وحی نازل ہوئی اب انکو حضورؐ  
 کے سامنے آئے تھے ہرگز نہیں آئی تھی سبحان اللہ یہ ہے محبت اور اوجہ اس  
 تقدیر پر یہ سراسر سید ہوتا ہے کہ کیا حضورؐ کی رائے سے حضرت عمرؓ کی رائے  
 آگے ہو گی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کی رائے ہی حضورؐ کی  
 رائے تھی وہ بھی حضورؐ کی کیفیتیں تھا کیونکہ کنار و منافقین پر غیظہ اور ان سے  
 نفرت حضرت عمرؓ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی برکت سے نصیب ہوئی  
 تھی جب تک صحبت سے پہلے تو وہ خود ہی نکالی تھے اور قتل رسولؐ کا منصوبہ  
 ان کے لئے تھا۔ حضورؐ پر بیان رائے کے بعد حق تعالیٰ نے انکو کنار و منافقین  
 سے نفرت اور بغض میں فرمایا اور حضرت عمرؓ کی معرفت عمر بن شیبہ اور حضور صلی اللہ  
 علیہ وسلم کے درمیان میں تھے اور عمر بن شیبہ بھی یہ کہہ کر آپؐ کو ہم بھی تھے  
 ان کے لئے برائی تھی اور کسی بھی شے میں بھی تھے۔

احکام سے جدا تھے ان کے ساتھ احکام حیات ہیں وہی بڑناؤ ہو تا جو مسلمانوں  
 کے ساتھ کیا جاتا ہے اور موت کے احکام ہنوز نازل نہ ہو سکے تھے اس  
 لئے بوجہ غلبہ رحمت کے آپ نے احکام حیات پر قیاس کر کے اس کے ساتھ  
 اموات مسلمین جیسا بڑناؤ کیا اور حضرت عمرؓ نے بوجہ غلبہ غنیہ و شدت کے  
 احکام حیات کو ضرورت و مصلحت پر مبنی سمجھ کر احکام ممات میں مذقتین و  
 کفار معینین پر قیاس کیا اور یہ بھی حضورؐ ہی کا فیض تھا اور یہ قیاس بھی آپ  
 سے مخفی نہ تھا مگر حضورؐ نے غلبہ رحمت کی وجہ سے پہلے قیاس کو ترجیح دی  
 کیونکہ جب تک آپ کو موقع ملتا تھا آپ رحمت ہی کے پہلو کو اختیار فرماتے  
 تھے اور حضورؐ کی یہ شان ہم مسلمانوں کیلئے بہت بڑی موجب تسلی ہے کیونکہ وہ  
 دوستانہ را کجا کنی محروم  
 تو کہ بادشماں نظر داری

اور یہ چہ غم دیوار امتا کہ باشد جز تو پشتیان

چہ ہک از موج بحر آزا کہ دارد لوح کشتیان ۱۲ جامع

اب اس مقام پر میں ایک سوال اٹھا رہا ہوں وہ یہ کہ اَسْتَغْفِرُ  
 لَكُمْ اَوْ لَا اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ سے حضورؐ نے تجیر کس طرح سمجھی یہ ترویج تو تسویہ کی ہے  
 ہے کہ ان کے واسطے استغفار کرنا اور نہ کرنا برابر ہے۔ انکو دعا براستغفار  
 کوئی نفع نہ ہوگا چنانچہ اہل عربیت پر یہ بات مخفی نہیں اسی طرح ان کے استغفار  
 لَكُمْ سَابِغِينَ سورۃ میں عدد کا ذکر تکدید کیلئے متواتر ہے۔ اگر مسترد دفعہ استغفار  
 کرو گے تو مغفرت نہ ہوگی اس سے زیادہ کرو تو ہو جائے گی بکنہ یہاں عدد  
 کا ذکر اسبب جیب محاورہ میں ہر جانتے ہے کہ سود فقہ بھی کہے گا جب بھی  
 نہ مانوس گوئے نہ دافعہ کہے گا جب بھی کہے نہ ہوگا اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ ہزار  
 دفعہ سے زیادہ کہنا جیسے تو مان نہیں کہے بکنہ مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ بات نہ



یا صرف ایک وقت صبر و مصابرت کافی نہیں ہے بلکہ اسکے مقصود یا مدلول پر  
کہ عمل ہے موانعت کی ضرورت ہے۔

اب سمجھئے کہ مراتب کے انواع بہت ہیں جسکی وجہ ہے کہ  
**اقسام نفس** | نفس کی اقسام مختلف ہیں کسی کا نفس امارہ ہے کسی کا  
نواہیہ کسی کا مثمنہ۔ مگر صوفیہ سنہ مراتبہ کی تفصیل زیادہ تر نفس امارہ کے  
متعلق بیان کی ہے میں نے نفس مثمنہ اور نفس نواہیہ کے اعتبار سے انہیں  
چھ زیادات کی ہیں جن سے صوفیہ نے تعریف نہیں کیا۔ خواہہ اسکا یہ ہے کہ  
مراتبہ کی صورت کتنی بہتر ہے پسند کے کی شکل میں ہوتی ہے جسکی ڈنٹ ڈنٹ  
کی شکل میں۔ تو یہ نفس مثمنہ ہے اسکی ساتھ ڈنٹ ڈنٹ کا بڑا ڈنٹ  
کیا جاتا ہے اسکے ساتھ اجر و فضاہل یا دوا کر رہے ہیں پسند کے کام میں  
ہے جسکا تمام ہوا ہے کہ نفس مثمنہ تو خود ہی عمل کا طالب ہے اور باری  
سے اسکے اندر عمل کا شوق پیدا ہو گیا ہے مگر کبھی بشریت کی وجہ سے کھینچ  
کر لئے جاتا ہے تو سرفقت، سکون، غیب اور ہوا عورت کی ضرورت ہوتی ہے اور  
نفس مثمنہ کو کہا جاتا ہے اسکے یہ معنی نہیں کہ وہ آتش محبت خدائی ہے بلکہ  
انسانی ہفت یہ ہوتی ہے کہ اندر بہت بہت رشتہ ہیں گونا گویا بہت

پرستہ ہیں۔ تو یہ شبیہ سنہ انکی حالت کو خوب بیان کیا ہے کہ  
تو اس قسم کے دل پر بہت درجہ ہے کہ یہی ہے بلکہ دل پر بارہ درجہ  
اور ایک نفس و مدہ ہے جو بھی پسند کرے اسکی کرتا ہے تاکہ اسکی  
ساتھ مسکن کا کام کرے کہ اسکی رشتہ میں سے نینبہ کی جاتی ہے  
کیونکہ وہ تو دل پر بہت درجہ ہے کہ اسکی شکل کو رہا ہے اور  
بہت نفس ہے۔ تو یہ ہے کہ اسکی رشتہ میں سے نینبہ کی جاتی ہے



ستہ صوفیہ سنت میں سے مدد کو زیادہ بیان کیلئے پس نفس امارہ کو دوم  
 اور اولیٰ نسبت کا عادی بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ اول تو اس سے ہر دن  
 بچت ہی کو شریں کر لے کہ آج اس طرح عمل کرنا پڑا اسکا نام ہے مشارع  
 پورانہ پھر اسکی نگہداشت رکھو کہ شرط کے موافق عمل کر رہا ہے یا نہیں اس  
 کا نام ہے مراقبہ پھر رات کو دن بھر کا اعمال کا حساب لے کہ آج کیا کیا کام  
 کئے در شریں پوری کی یا نہیں اسکا نام ہے محاسبہ اب حساب کرنے سے  
 کہ یہ محاسبہ ہر اکہ شرط کی خلاف ورزی ہوئی ہے اسکو کسی ایسی مشقت  
 کی سزا دے جس سے اسکی اصلاح ہو۔

انفس انفس اس کا نام ہے مراقبہ پھر جو اسکی شمتی سے اس نے  
 کوتاہی کی ہے اسکو تدرک کیلئے اس پر کچھ جرمانہ مقرر  
 کر دیا جس میں زیادہ بڑا دو کبھی روزہ لازم کر دیا کبھی صدقہ خیرات بڑھا  
 دیا اس کا نام ہے معاہدہ اسکو بعد اسکی تافردانی پر اس پر مذمت کر دیا اور  
 توبہ پر آمادہ کروا اسکا نام ہے معاہدہ اور اگر محاسبہ کے وقت یہ محاسبہ  
 نہ کرے پس بد پرہیزی اور خلاف ورزی نہیں کی بلکہ شرائط کو پوری طرح ادا  
 کرے تا کہ سب اسکو شایستگی دو اسکا صوفیہ نے ذکر نہیں کیا نہ اس کا نام تجویز کیا  
 نہ یہ سنت و سنت اس کا نام بھی دینا کے مخالف ہونے کے وقت بکریز و بکریز  
 نہ یہ کہ ہمیشہ نفس کو بد پرہیزی سے بچانا چاہیے کہ احکام اللہ کی مخالفت نہ  
 کرے اور صوفیہ نے یہ سب طریقے حدیثوں سے معلوم کر کے مقرر کئے ہیں مثلاً حدیث  
 میں ہے **لَا تَقْبَلُ اَنْ تَخْلُبَ لِرَاْسِیْ حَسْبُكَ ذَرْبٌ وَ اَوْ اَنْ تَقْبَلُ**  
**بِاَنْ تَقْبَلُ لِرَاْسِیْ حَسْبُكَ ذَرْبٌ وَ اَوْ اَنْ تَقْبَلُ** بالمتوہم  
 اور یہ حدیث ہے **لَا تَقْبَلُ اَنْ تَخْلُبَ لِرَاْسِیْ حَسْبُكَ ذَرْبٌ وَ اَوْ اَنْ تَقْبَلُ**

اصلاح نفس بہ واسطہ روزہ | جو شادی کر کے وہ نکاح کرتا رہے  
جسکو اسکی وسعت نہ ہو وہ روزہ رتے

کیونکہ روزہ اسکی رگِ شہوت کو مل دیا یہ مجاہدہ ہے اور ترکِ جمعہ پر عہدِ بنی  
دینار کا امر ہے یہ مناقبہ ہے اسی طرح نصوص میں غور کرنے سے سب کی اصل  
مل سکتی ہے پس یہ باتیں گھڑی ہوئی نہیں ہیں۔ مگر اہل ظاہر کی نظر میں نہ  
ہیں پہنچتی اسلئے انکو یہ باتیں نسی معلوم ہوتی ہیں ایک غیر متقلد عالم میر  
پاس آئے اور کسی روز تک مجلس میں بیٹھے انکی یہ حالت تھی کہ جب کوئی مجہ  
سے سوال کرتا تو وہ خود جواب دینے لگتے کہ حدیث میں اسکی منع ہے یہ بہت  
میں خاموش رہتا۔ ایک دن ایک شخص نے یہ سوال کیا کہ مجہ پر شہوت کا نسب  
ہے وہ مولوی صاحب جلدی سے بلائے کہ روزہ رکھو حدیث میں اس کا بھی  
علاج ہے فان الصوم لک و جازئہ سائل نے کہا کہ میں نے روزہ بھی رکھا ہے  
مگر اس سے شہوت اور زیادہ ہو گئی اب وہ مولوی صاحب تو خاموش ہو  
گئے ان سے کچھ جواب نہ بن پڑا میں نے بزرگوں کے طفیل سے اسکا بھی جواب  
دیا میں نے کہا کہ روزہ میں ابتداً شہوت کا غلبہ ہوتا ہے کیونکہ اس سے بصیرت  
میں لطافت پیدا ہوتی ہے اور لطافت سے شہوت بڑھتی ہے مگر زیادہ روزہ  
رکھنے سے پھر شہوت کم ہو جاتی ہے اور حدیث میں لزومِ صوم کو حدیثِ فزیر  
ہے نہ کہ مطلق صوم کو اور لزومِ متقنی ہے اقتیاد و تکرار کو کیونکہ قاعدہ یہ  
ہے کہ جیسے زیادہ کثافت طبع سے شہوت کم ہوتی ہے اسی طرح نہ زیادہ  
لطافت سے بھی کم ہو جاتی ہے رہا یہ سوال کہ پھر روزہ کی کیا ضرورت ہے  
بلکہ یہ طریقہ بتلانا چاہیے کہ بہت پیٹ تن کے کھانے انابِ شباب کھانے

سب سے بھی شہوت کم ہو جائیگی تو یہ صورت خضرانک سب سے کیونکہ بہت کھانے  
 سے قہر قہر سے ادا فرما دیا ہو جائیں گے جن سے جان کا خطرہ ہے اور روزہ  
 بہ شہوت سے خالی ہے مگر یہ سب کچھ بیان کی تاکہ یہ معلوم  
 ہو جائے کہ یہ نہ ہر کی فکر حدیث میں وہاں تک نہیں پہنچتی جہاں تک اہل  
 باطن کی پہنچتی ہے سب سے صوفیہ پران کا یہ اعتراض لغو ہے کہ انہوں نے یہ  
 دیکھا ہے کہ کھڑے و خوب سمجھ لو کہ انہوں نے کہیں سے نہیں گھڑے  
 بلکہ سب سے ساری چیزوں میں موجود ہے گویا کدو مدام نہ ہو اور حدیث میں  
 سے ان کے لئے البتہ اتنی قیود و احکام ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے مسیحا کے لئے ہمارے طریقہ بھی بتائے ہیں مگر یہ حضور کے ذمہ لازم نہ تھا  
 یہ حدیث و تفسیر سے اس طرح شیوہ کے ذمہ بھی یہ امور لازم نہیں مگر  
 وہ بتائیں تو ان کا حسان ہے اس سے بھی تو مطلق تسہیل بتلا دیتا ہوں  
 کہ یہ نہیں بتاتا

بہن و گنہ غنیمت کی شکایت کرتے ہیں تو ان سے یہ  
 سوال کرتا ہوں کہ غنیمت اختیار کی ہے یا غیر اختیاری  
 وہ کہتے ہیں کہ غیر اختیاری ہے پھر سوال کرتا ہوں کہ اس کے منتفعا پر عمل کرنے  
 سے کیا فائدہ ہے یا غیر اختیاری وہ کہتے ہیں کہ اختیار کی ہے اس پر میں کہتا ہوں  
 کہ یہ اختیار کی ہے تو بس غنیمت کے منتفعا پر عمل نہ کر دیا نہ تاکہ تو  
 غنیمت سے دور رہیں شیخ کے ذمہ ہے کہ غنیمت کا کام ہے کہ ہمت کر کے غنیمت  
 کے منتفعا پر عمل نہ کرے مگر شفقت کے طور پر بعض کو مہولت کا درجہ بھی دیا  
 جاتا ہے کہ اس کو جو کہ سے شہوت و ہمت جیسے یا فانی طلب کو ایک کر کے کر  
 دیتا ہے کہ نہ ہو تو خود ہی ایک ہو جائے اور بعض طریقہ غنیمت کم

کرنے کے حدیث میں بھی آئے ہیں مثلاً یہ کہ پانی پی لے و نو کر لے یا اعوذ ب اللہ  
 پڑھ لے مگر یہ طریق طیف ہیں جو لطیف خیال کے مناسب ہیں اگرچہ طبعاً  
 کثیف ہیں اس لئے سنت تدابیر کی ضرورت ہے جن میں سے ایک تدبیر وہ  
 ہے جو میں نے بیان کی کہ وہاں سے ہٹ جائے یا غائب ہو جائے کہ دیکھو  
 یہ زیادت علی الحدیث نہیں ہے بلکہ اسی سے مستنبط ہے کیونکہ ان سبب  
 تدابیر کا راز یہ ہے کہ غصہ کے وقت توجہ کو ہٹاتا اور دوسری طرف متوجہ  
 کر دیتا غصہ کم کر دیتا ہے پس توجہ کے ہٹانے کی جو صورت بھی ہوگی وہ حدیث  
 ہی کے تحت میں ہوگی یہاں صورتوں کا یہ قیام یہ تبدیلی طبع بہ تبدیلی طبع  
 داخل ہے آجکل کی طبائے ایسی کثیف ہیں کہ اس وقت بالذکر کیا سارا قرآن بھی پڑھ  
 ورجب بھی اتر نہ ہو کیونکہ لوگ آجکل محض زبان سے اس وقت بالذکر پڑھتے ہیں دل  
 سے نہیں پڑھتے ہماری تو حالت یہ ہے

اللہ تعالیٰ کی بہر زبان  
 سب سے پیش آو اللہ را نراں  
 اور اگر استغفار غفلت آئیہ کے ساتھ دل سے اس وقت بالذکر پڑھ لے تو ضرور  
 اثر ہو ہم نے عرب میں اس اثر کا مشاہدہ کیا ہے کہ دو جماعتیں آپس میں شہ  
 کر رہی ہیں لڑنے کو آمادہ ہوئے تیار ہیں کیا ہم نے کئی کئی ہیں کہ ایک تیسرے  
 شخص سے آکر کہہ دیا شیخ فہل فی البیہ یہ کہتا تھا کہ شریعت کا غصہ غصہ ہو گیا  
 دونوں درپردہ چنے میں مشغول ہوئے ان کے اشیاء و بارک علی سیدنا و  
 مولانا محمد و علی آلہ و اصحابہ اجمعین پھر ایک اور کو چار یا ایک آدمی کو چار  
 یہاں تو لاکھ دفعہ بھی صل علی البیہ کہو تو غصہ غصہ نہ ہو اس لئے کہ یہ نہیں تو  
 ہوں کہ غائب کو مٹانے سے اگر وہ یا غائب ہو جائے تو نہ چہ ہوتا ہے  
 گی غصہ جاتا رہیگا۔

ہی صرف توجہ بڑا منحرف ہے۔ غم کا جو وقت کسی کے یہاں  
گرفتار و تضرع موت ہو جاتی ہے تو یہی یہی علاج بتاتا ہوں کہ اس  
 واقعہ کو تذکرہ نہ کر ڈھم کو تازہ نہ کرو واقعہ کو سرچر نہیں اس سے بہت جوشم  
 زائل ہو جاتا ہے اور یہی مطلب ہے کہ تضرع کا ورنہ بظاہر اس پر  
 نکال دیا جاتا ہے کہ خوف و حزن تو امر غیر اختیاری ہے اور ادا مردانہ ہی  
 کا تقاضا ہے اور اختیاری سے ہوتا ہے پھر یہاں خوف و حزن سے ہی کیونکر متعلق  
 ہوتا ہے۔ ترجمہ قرآن دیکھنے والے اس اشکال کا جواب دیں: دیکھو اس کا  
 جواب نہ دے سکیں گے اللہ تعالیٰ اسے ہے اس کا جواب سمجھایا ہے وہ یہ کہ خوف  
 و حزن کی ایک قسم ہے ایک آواز۔ ابتداء غیر اختیاری ہے اور بیمار میں  
 نہایت سے اختیار کو بھی دخل ہے کہ واقعہ کو سرچر ہے اس کا تذکرہ کرتا رہے  
 اس سے حزن بڑھ جاتا ہے پس وہ تضرع کا مطلب یہ ہے کہ خوف و حزن کو تڑپ  
 دینا یعنی اس کا تذکرہ نہ کرنا نہ اس کی سرچ میں پڑ جانا اس طرح طبی حزن  
 کی ضرورت کمزور ہو جاتا ہے۔ مگر اگر جس تو یہ حالت ہے کہ تعزیت کرنے جو آتا ہے  
 وہ سارا واقعہ پر چلتا ہے خصوصاً اگر یہیں غمزدہ صورت سے لے کر بدلتی ہیں  
 یہ بہت عجیب ترین حالت ہے اور اس کے ذیلیاں شو ہیں اس کے دل پر تو سود رفتہ  
 نشتر لگتا ہے اور اس کے ذیلیوں کے دل پر ایک ہی دفعہ لگتا ہے اگر بدلتی نہ  
 ہو تو اس سے یہ طریقہ تعزیت کا واصلات ہے جس میں تو اس طرح تعزیت کرنا  
 جس کے لیے تو ہوتا ہے وہ تو ہو گیا اب روئے دوست سے مردہ تو زندہ  
 ہوئے سے رہا نہ اس کا اسی میں کیا کیا تم وہ کہہ کر دے کہ اسکو بھی نہ ہو  
 زندہ رہیں وہ یہ کہ قرآن لیکر بیٹھ جاؤ اور پڑھ پڑھ کر اسے بخشنو یہی یہ سہارا

ان کا ثواب اسکو بخشو اللہ اللہ کرو اور اس کا ثواب اسکو پہونچی و اس کے  
 لئے دعائے مغفرت کرو اور یہ سوچو کہ وہ جنت میں گیا جہاں یہاں سے زیادہ  
 راحت ہے اور کہہ دنوں میں ہم بھی وہی ہو چکے اس سے مل لیں گے وہ جہنم  
 میں یہی طریقہ بتایا گیا ہے اور فقہار نے بھی سبب ضرورت تذکرہ کرنے سے  
 منع کیا ہے چنانچہ لکھا ہے کہ تین دن کے بعد بستی واسطے تعزیت نہ کریں ہاں  
 باہر سے آئے والوں کو اجازت ہے ۔

اس کا راز وہی ہے کہ زیادہ تذکرہ سے غم بڑھتا ہے  
اصلاح برائت اسکے متعلق تمام اہل دین بیرسٹر کی حیثیت پرست مرہ  
 کی ہے واقعی انہوں نے دانائی سے کام لیا کہ منہ والد کا انتقال ہو تو اول  
 تو انہوں نے اپنے معمولات کو ترک نہیں کیا جو کام جس وقت کرتے تھے سب  
 اپنے اپنے وقت پر کرتے رہے جب کا نیکا وقت آیا پوری سے کھانا منہ یا  
 اس نے کہا حضور میں نے تو یہ سوچ کر کہ آرت والد صاحب کا انتقال ہوا ہے آپ  
 کھانا نہ کھا میں گئے کہ نہیں لکھا یا کہا سبحان اللہ ! وہ تو اپنی موت سے مرید  
 تو ہم کو زندہ مارنا چاہتا ہے یہ مختصر سی مراد میں اور گانا پکوا یا اسکے بعد  
 انہوں نے والد کی تعزیت کے لئے ایک مسل بنائی اور اسکے لئے بہت عید  
 مقرر کی جو شخص اس میعاد میں تعزیت کو آتا ہا اسکی باتیں سنتے رہے اور  
 مسل میں درج کرتے رہے اسکے یہاں ہر بات کیلئے مسل تیار ہوتی تھی  
 جب میعاد گزر گئی تو مسل وائل دفتر گردی اسکے بعد کوئی شخص آیا اور تعزیت  
 کے الفاظ شروع کئے اسکو پہونچی روئے یاد کیا یہ پید والد صاحب کی  
 تعزیت کرنا چاہتے ہیں اس نے کہا ہاں اسنے کہ تعزیت کی مسل دائی  
 دفتر ہو چکی ہے اب میں اسکو نہیں سنا چاہتا کوئی اور بات کیجئے وہ غریب

پنا سامنے لیکر رہ گیا۔ خیر یہ طریقہ اچھا ہو یا نہ ہو مگر اسکا نشانہ در اچھا تھا  
 کہ غم کا تذکرہ ہمیشہ نہ ہونا چاہیے بلکہ اس کے عیب و مفور ہونا چاہیے۔  
 وہ عیب و سکے اندر بھی تعزیت اس طرح کرنا چاہیے جس سے غمزدہ کو تسلی  
 ہو نہ یہ کہ اور غم تازہ ہو مگر بد تہذیبی کے ساتھ بھی تعزیت نہ کرے جیسے ایک  
 صاحب نے بیٹے کی وفات پر کسی کو یہ کہتے ہوئے سنا تھا کہ خدا آپ کو غم بد  
 دے۔ اس نے یہی جملہ یاد کر لیا پھر کسی کا باپ مرا تو آپنے اسکو بھی اسی جملہ  
 تعزیت کی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو غم البدل عطا فرمائے وہ بھلا کیا کہ میری ماں  
 کو غم کرانے آیا ہے اسی طرح ایک ادکار کی ماں مر گئی اسکو بہت غم تھا  
 کہ وہ بیہوشی آیا تو گول سنے پوچھ آدنی کیوں جمع ہیں ایک مسخرہ تھا کہ  
 میری دل کے پوچھے ہیں میاں کی اونٹنی مر گئی اسکا ایک بکسیر بنا لیا۔ کہنے  
 لگا وہ پوچھ میں ٹھیک کر دوں گا آپ آئے اور اس طرح تعزیت کی کہ میں مسکری  
 کہی مر گئی غم کا ستہ کا تو جس عارت اس نے بے تحقیق بد تہذیبی کی۔ ایسی  
 بد تہذیبی نہیں۔ غرض صوفیہ نے تمام امراض باطن سے علاج کا سہل  
 طریقہ سے تجویز کیا ہے جو علم اخلاق کی کتابوں میں مدون ہے۔ خلق میں  
 ہر قسم کے بہت کتابیں لکھی ہیں امام غزالی کی کتابیں سب سے زیادہ اسکی  
 حاشیہ ہیں مگر بیمار علوم غریبی بہت ہے اب الحمد للہ انہیں علوم کے منہل  
 سے جوڑنے والے چمپ گئے ہیں وہ اس کے لئے کافی ہیں یہ تو رہا خدا  
 کے توفیق بیان تمام۔

اگے ارشاد ہے وَأَتَذَكَّرُ الْاِلٰهَ یعنی خدا سے ڈر دینے کی جگہ  
 اگے کی ڈر کی جگہ | سب سے پہلے ان کی یاد دہانی کیونکہ اگر خدا کا خوف نہ ہو تو نہ  
 ہرگز سزا نہ ملے نہ معاہدہ نہ محاسبہ۔ ان سب کی بنیاد خدا کا خوف ہی ہے



پس وَالْتَقُوا اللَّهَ لَسْتُمْ بُرُءَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ اس کے بڑا ایک مدار ان سب اعمال کی بنا پر ہے۔ اب یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ جب تقویٰ سب اعمال کی بنیاد ہے تو پھر وَالْتَقُوا اللَّهَ کو مقدم کرنا چاہیے تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں تقویٰ شرعی مراد ہے اور تقویٰ شرعی وہ ہے کہ خوف خدا کے ساتھ عمل بھی ہو اگر عمل نہ ہو محض خوف ہی ہو وہ تقویٰ شرعی نہ ہو گا اور قاعدہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی ایسی نعمتیں ایسی ہی سے قلب میں پیدا ہوتی ہے پس یہ تقویٰ اعمال کا اثر ہوا اس کے وَالْتَقُوا اللَّهَ کو مؤثر کیا گیا حاصل یہ ہوا کہ ان اعمال سے جو غفلت حق تمہارے قلب میں پیدا ہوگی اس کا استحضار کہ تو یہ اعمال سہل ہو جائیں گے پس تقویٰ ان اعمال کا نتیجہ بھی ہے اور ان کو سہل کرنے والا بھی ہے اب میں یہاں بنا سبت تمام تقویٰ کے متعلق ایک اشکال کا جواب دینا چاہتا ہوں ترجمہ دیکھنے واسطہ ذرا اس کا حل کریں وہ یہ کہ کُلُّ مَنِ اتَّقَىٰ تَقَاتَىٰ پر اشکال وارد ہوتا ہے کہ اس میں تو تحصیل حاصل ہے جو لوگ پیٹے سے منتفی ہیں ان کو تو ہدایت حاصل ہے پھر ان کے واسطے ہدایت کی کیا ضرورت ہے؟ اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ یہاں تقویٰ تقویٰ شرعی مراد ہے یعنی قرآن ان لوگوں کے واسطے ہدایت ہے جن کے دل میں خدا کا خوف ہو دوسرا جواب یہ ہے کہ مان لیا کہ تقویٰ شرعی ہی مراد ہے اور یہی مدار تھا اشکال کا کہ تقویٰ شرعی کے بعد ہدایت کے کیا معنی ہدایت تو ایسے شخص کو پہلے ہی سے حاصل ہے پس اس معنی کو تسلیم کر کے دوسرا جواب دیا جاسکتا ہے ایک بار ہر دوری میں ایک مومن صاحب و چند غشیوں سے اس اشکال سے پریشان کر دیا تھا اور وہ اس کو تسلیم کر گئے تھے کہ مراد تقویٰ شرعی ہی ہے مگر اشکال کو حل نہ کر سکے تھے میں بھی اس جگہ میں آگیا اور میں نے اسی کی تائید کی تاکہ مومن صاحب کی بات ختم نہ ہو۔

میں انہیں کو پہل عنوان سے مل کر دیا جس سے سامعین کا شبہ زائل ہو گیا  
 وہ عنوان یہ تھا کہ میں نے ان سے کہا کہ **قُلْ هِيَ تَقْرَأُ الْقُرْآنَ** ایسا ہے جیسے آپ  
 لوگ پکارتے ہیں کہ یہ کورس بی اسے کاسہ۔ تو آپ بتا دیجئے کہ اس قول کے  
 کیا معنی ہیں کیا یہ مطلب ہے کہ اس کو وہ پڑھتا ہے جو بی اسے ہو چکا کہنے  
 سے پہلے یہ مطلب یہ ہے کہ یہ کورس ایسا ہے کہ جو اس کو پڑھ بیٹا وہ بی اسے  
 پڑھتا ہے کہ اس میں مطلب اس کے ہے کہ یہ قرآن متقیین کے واسطے  
 آیت ہے یعنی جو اس پر عمل کرے گا وہ متقی بن جائیگا۔ اس تقریر سے وہ  
 لوگوں کا حسب بہت خوش ہوئے کیونکہ وہ اس منہرائی کی تفسیر کرنا چاہتے  
 تھے کہ نہ تھے میری تفسیر میں کہ ان کی خوشی کی کچھ مد نہ رہی اور یہ  
 کہ یہ میرا کلام ہو نہیں سکتا منقول ہے کہ جب لیون میں آیا تو میں نے **إِلَى الْقَوْمِ**  
 اسی طرف اشارہ کیا ہے کہ قرآن کے ذریعہ سے لوگ تقویٰ کے درجہ کو  
 پہنچ سکتے ہیں اور کہ جس پر اسے پڑھتے تو میں سمجھتا ہوں۔

اس کے بعد ارشاد ہے **تَتْلُوهُنَّ لِيَشْعُرْنَ** اس میں ترتیب

اس کے بعد ارشاد ہے **تَتْلُوهُنَّ لِيَشْعُرْنَ** اس میں ترتیب

اس کے بعد ارشاد ہے **تَتْلُوهُنَّ لِيَشْعُرْنَ** اس میں ترتیب

اس کے بعد ارشاد ہے **تَتْلُوهُنَّ لِيَشْعُرْنَ** اس میں ترتیب

اس کے بعد ارشاد ہے **تَتْلُوهُنَّ لِيَشْعُرْنَ** اس میں ترتیب

اس کے بعد ارشاد ہے **تَتْلُوهُنَّ لِيَشْعُرْنَ** اس میں ترتیب

اس کے بعد ارشاد ہے **تَتْلُوهُنَّ لِيَشْعُرْنَ** اس میں ترتیب

اس کے بعد ارشاد ہے **تَتْلُوهُنَّ لِيَشْعُرْنَ** اس میں ترتیب

اس کے بعد ارشاد ہے **تَتْلُوهُنَّ لِيَشْعُرْنَ** اس میں ترتیب

اس کے بعد ارشاد ہے **تَتْلُوهُنَّ لِيَشْعُرْنَ** اس میں ترتیب

جانب میں اور دونوں طرف ہو تو نورانی نور۔ پھر اسکی دو صورتیں تھیں  
ایک یہ کہ ترغیب کیلئے اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے کسی وصف کی طرف متوجہ  
فرماتے مثلاً یوں فرماتے کہ میں تم سے راضی ہو جاؤں گا ایک طریقہ یہ ہے  
کہ ہم کو ہمارے وصف کی طرف متوجہ کیا جائے یہاں اللہ تعالیٰ نے دوسری  
صورت اختیار فرمائی کیونکہ اللہ تعالیٰ کے اوصاف تو ہم سے غائب ہیں  
اور اپنے اوصاف کو ہم زیادہ سمجھ سکتے ہیں۔

ترغیب کے موقع پر یہ فرمایا کہ تم کو ان اعمال سے یہ  
فلاح و نجات حاصل ہو جائیگا۔ زیادہ مؤثر ہے اسلئے ارشاد  
فرماتے ہیں کہ امید ہے تم کو ان اعمال سے فلاح حاصل ہو جائیگی۔ اس کو ہم  
جلدی سمجھ لیں گے کیونکہ فلاح ہمارا وصف ہے۔ پھر یہاں فلاح مشتق ہے  
جو فلاح دنیا و آخرت دونوں کو شامل ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دنیا کی  
فلاح کا طریقہ بھی یہی ہے کہ اعمال شریعہ کا اہتمام کیا جائے مگر آج کل لیڈر  
نے فلاح دنیا کے طریقہ پر اور سوچتے ہیں یہ وہ صورت اختیار کرتے ہیں  
جو یورپ نے اور غیر اقوام نے اختیار کی ہے۔ ہم یہ نہیں کہنا کہ وہ طریقہ  
فلاح دنیا میں مؤثر نہیں مگر یہ ضرور کہوں گا کہ مسلمانوں کے واسطے مفید نہیں  
کیونکہ مسلمانوں میں ان تدابیر کی تاثیر سے ایک مانع موجود ہے وہ کیا  
ممانعت؟ خدا کی نافرمانی۔ اور یہ مانع کنار میں نہیں ہے کیونکہ وہ مکلف  
بالفرض نہیں وہ تو صرف ایسا ہے مکلف ہیں انکو کفر ہی کا عذاب ایسا  
خف جیو جس سے بڑھ کر کوئی عذاب نہیں لقمہ اعمال کی بابت نہ ان سے  
بازی رہے نہ ان پر کوئی مہراسم اور مسلمانوں کے کفر کا عذاب تو جہاں ہوا  
ہوگا کہ کفر ان سے وہ لقمہ ایسا ہے کہ مشرکین سے بھی بڑھ کر ہے۔

پیر بن پر میں گرفت ہوتی ہے جب یہ ایسے طریقہ علاج دنیا کے لئے اختیار کرتے ہیں جو خدا کے حکم کے خلاف ہیں تو انکو کامیابی نہیں ہوتی اللہ تعالیٰ اللہ عز و جل کے اثر کو نازل کر دیتے ہیں تاکہ دنیا ہی میں مخالفت کی سزا بھگت لیں پس الہی کی اور کائنات کی ایسی مثال ہے جیسے ٹوپی اور جوتہ کی ٹوپی میں شہر بستہ لگ جائے تو فوراً پھینک دی جاتی ہے اور اچھی طرح پاک کر کے پھر اسکو استعمال کیا جاتا ہے اور جوتہ میں ناپاکی لگ جائے تو اس کو دھو دھو کر نئے میں ملے آتے ہیں تو جیسترت ہر چیز کے پاک کرنے کے لئے طریقہ مختلف ہے اسی طرح ہر قسم کی فلاح و ترقی کا طریقہ الگ ہے یہ ضروری نہیں کہ جو طریقہ ایک قوم کو نافع

لائے اور شہر انجیل پر  
ہو وہ سب کو تلافی ہو۔ اور اگر ہم مان بھی لیں

کہ یہ تداویر ہم کو کئی نافع ہیں تب بھی ہم کو تو احکام اللہ کا اعتبار لازم  
ہے اور ان تداویر غیر مشروطہ کا اختیار کرنا جائز نہیں۔ کیا شراب اور

نہ سو وہیں تلخ نہیں ؛ ضرور ہے خود نش میں ارشاد ہے : *لَنْ يَفِيَاكُمْ كَيْدٌ*  
 نہ اپنے دشمنوں کے اس تلخ کو لیکر کیا کریں جس کے ساتھ خود کا شائبہ کبھی نہ ہوا ہے

است۔ مگر وہی تدبیر اختیار کرنا چاہیے جس سے شریعت کے موافق ہو۔ اس  
کے لیے یہ شرط ہے کہ عمل کا انتہاء کیا جائے۔ اور لیڈر تدبیر کو خیر و شر سے

یہاں پر ایک نکتہ پیش کرتے ہیں کہ یہ ہمارے ساتھ ملکر کام نہیں کرتے ہیں  
تو ان کے عہدے غیر مشرور و عہدے میں تو شرکت کر ہی نہیں سکتے اگر یہ اعلان مشرور

کتاب کی ابتدا میں بڑے گناہ سے دور لوگوں کے لئے

کہ سب کے سب ایک ہی کام کو لپیٹ جائیں بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ کام تقسیم  
 کر دیئے جائیں جیسے نو ہزار بڑھئی معاً ہزار ہزار سب ہر مکان بناتے ہیں اس کے  
 یہ معنی تو وہ ہیں کہ ہر اینٹ کو نو ہزار ہی ہاتھ لگائے بڑھئی بھی ہاتھ لگائے  
 بلکہ اپنے اپنے کام کو ہر ایک لگا کر رہا ہے۔ پھر نتیجہ جو علم پر مرتب ہو جاتا  
 ہے۔ اسی طرح اگر لیڈر شریعت کے موافق بھی تدابیر کریں تب بھی زیادہ کام  
 نہیں کہ وہ ان تدابیر میں ملے لیں بلکہ یہ کام تمام کام ہے یا لیڈروں کا  
 دیا رکھا کام یہ ہے کہ جو تدبیر تم کرنا چاہو اولیٰ ہمارے استفتاء کر کے کہ یہ  
 جائز بھی ہے یا نہیں وہ اس کے متعلق حکم شرعی بتا دیں گے تم اس پر عمل کرو  
 تمام متحرک نظام کا یہی سرافقہ ہے کہ لنگہ پہاڑ ملے کہ لنگہ پہاڑ ملے کہ  
 لنگہ پہاڑ ملے یہ بتایا گیا جاتا کہ یہ کام کیلئے فیہ اور اساتذہ بھی اپنا پورا  
 جھور دیں اور سب گرامی کام میں لگے جائیں بلکہ یہ لوگ علمی ترقی میں بہت  
 گئے رہتے ہیں کام کرنے والی جہالت و دوسری ہوتی ہے بہر حال اللہ تعالیٰ سے  
 و عہد فرمایا ہے کہ ہر قسم کی ذراحت اس وقت و اس ہی سنت حاصل ہوگی دنیا میں ہی  
 آخرت میں بھی اس پر پورے مسئلہ اور اس کے میں حناغ کو ترک کر کے بہت اوردیجئے  
 کیسی ترقی ہو رہی ہے کہ ہر روز چھپتے پڑتے ہیں۔ شہر میں یہ کہ لنگہ پہاڑ  
 اس آئینہ میں ملے گا کہ یہ ترقی فرمائی ہوئے ہیں۔ ہر قسم میں سے ترقی ہو رہی ہے  
 تقسیم ہوئی ہے۔ ہر قسم میں سے ترقی ہو رہی ہے۔ ہر قسم میں سے ترقی ہو رہی ہے  
 ہر قسم میں سے ترقی ہو رہی ہے۔ ہر قسم میں سے ترقی ہو رہی ہے۔ ہر قسم میں سے ترقی ہو رہی ہے  
 ہر قسم میں سے ترقی ہو رہی ہے۔ ہر قسم میں سے ترقی ہو رہی ہے۔ ہر قسم میں سے ترقی ہو رہی ہے  
 ہر قسم میں سے ترقی ہو رہی ہے۔ ہر قسم میں سے ترقی ہو رہی ہے۔ ہر قسم میں سے ترقی ہو رہی ہے  
 ہر قسم میں سے ترقی ہو رہی ہے۔ ہر قسم میں سے ترقی ہو رہی ہے۔ ہر قسم میں سے ترقی ہو رہی ہے

سب سے بڑا سبب اصل مضمون ایک ہی تھا اب دعا کیجئے اللہ تعالیٰ ہم کو علم و  
 عمل کا جامع بنائے اور ہمارے اعمال ظاہر و باطن کی اصلاح و تکمیل فرمائے  
 مشائخ کی بھی اور طالبین کی بھی نیز مشائخ کو طالبین پر شفقت عطا ہو اور  
 ان میں کو اختلاف و اعتقاد کی توفیق ہو اور سب کا خاتمہ بالخیر ہو آمین  
 رَبَّنَا اللَّهُمَّ أَنْتَ الْمَلِكُ الْحَيُّ الْقَيُّومُ لَا تَأْخُذُكَ أَلْفُ سَنَةٍ وَلَا أَلْفُ مِائَةٍ وَلَا أَلْفُ يَوْمٍ وَلَا أَلْفُ لَيْلٍ وَلَا أَلْفُ نَهَارٍ  
 أَجْمَعِينَ وَارْحَمْنَا أَنْ لَوْ أَنَّ لَنَا إِلَهًا سِوَاكَ لَكُنَّا مِنْ الْخَاسِرِينَ  
 تَعَالَى إِلَهُ الْكَرَمِ الْكَرِيمِ وَبِحَبْلِ الْوَدَّاعِ الْوَدَّاعِ  
 غفران سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اعمال کی توفیق فرمائے اور ہمارے اعمال کی اصلاح و تکمیل فرمائے  
 آمین





# المجاهدين

انهم هم الذين كفروا عن الله ورسوله  
 وقاتلوا معه في حربه وجيوشه  
 وقاتلوا معه في حربه وجيوشه  
 وقاتلوا معه في حربه وجيوشه

## خطبة بالثورة

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله حمداً عظيماً ونستعينه ونستغفره ونؤمن  
 به ونسلمه تسليمه ونعوذ بالله من شرور أنفسنا  
 ومن سيئات أعمالنا من يهده الله فلا مضل له  
 ومن يضلل الله فلا هادي له ونشهد أن لا اله الا الله  
 وحده لا شريك له ونشهد أن محمداً عبده ورسوله  
 وآله واصحابه وبارك وسلم على سيدنا محمد وآله  
 الشيطان الرجيم - بسم الله الرحمن الرحيم -

من كان يجرأ على أن يقول ان الله لا اله الا الله  
 ونبي الله محمد فاعلم ان الله قد خلقه من الطين  
 والطين اعترافاً بعبادته لا ليعلم ان الله لا اله الا الله  
 ومن الذي كان يجرأ على أن يقول ان الله لا اله الا الله

اس وقت ایک ضروری مسئلہ اصلاح عمل اور طرز عمل کے متعلق  
 بیان کرنا یا قصہ ہے اور وہ مسئلہ ایسا بدیہی ہے کہ اسکے ثبوت  
 کے لئے مشاہدہ ہی کافی دلیل ہے۔ کسی شخص کی ضرورت نہیں کہ وہ نفس کی  
 ضرورت کو ثابت کرے۔ اخبار عن الغیب کیلئے ہوا کرتی ہے۔ اور جو ضرورت  
 مشاہدہ کے متعلق ہوں ان کے لئے مشاہدہ کے سوا اور کسی دلیل کی ضرورت  
 نہیں ہوتی۔ اگر کوئی تبرعاً دلیل بھی بیان کر دے تو اس سے مدعی اور موکد  
 ہر جیسے کہ چنانچہ وہ مسئلہ جو اس وقت بیان ہو گا اسی قسم کا ہے کہ مشاہدہ اور  
 خبر کے ثبوت و معلوم ہے مگر میں نے اس وقت حسب معمول آیات کی ضرورت  
 نہیں کر دی ہے کیونکہ ان آیات کو اس مسئلہ سے ایکسٹرا ہیرج قہر ہے۔ اب وہ  
 مسئلہ سننا چاہیے۔ درستی ضرورت بھی اس کے لئے ہے۔ معلوم ہو جائے گی  
 کہ یہ خبر کی یہ خبر ہے کہ جو کہ بیان ہر کسی ضروری مسئلہ کے متعلق ہو ورنہ  
 بیان کر بیان کر دے کہ بہت سی باتیں ہیں مگر بلا ضرورت کے لوگوں کا وقت  
 نہ گزرنے کو جی نہیں چاہتا۔

اب ضرور سے سنتے کہ ہم لوگوں سے اس پر عمل کے بارے  
 میں ایک غلطی ہو رہی ہے جس کی تفصیل یہ ہے۔ اصلاح عمل  
 یہ کہ ہر قسم کے لوگ ہیں ایکسٹرا وہ ہیں جن کو صرف اعتقاد کی درستگی

کا خیال ہے وہ عمل کو مہتمم بالشان ہی نہیں سمجھتے اس لئے انکو اصلاح عمل اور  
 تکثیر اعمال کا اہتمام ہی نہیں۔ اگر یہ لوگ یوں کہتے کہ عقیدہ کا درجہ عمل سے  
 زیادہ ہے تو ہم کو ان سے منازعت کی ضرورت نہ تھی کیونکہ اس کا ہم کو بھی انکار  
 نہیں واقعی یہ درست ہے کہ عمل کا درجہ عقیدہ سے مؤخر ہے مگر اس سے یہ  
 یہ کیونکر لازم آیا کہ عمل فضول و بیکار ہے کیا جو چیز کسی سے مؤخر ہو وہ بیکار  
 ہو کرتی ہے کیا آپ کو معلوم نہیں کہ شاخوں کا مرتبہ جڑ سے مؤخر ہے مگر باہم  
 کوئی بھی شاخوں کو بیکار نہیں کہہ سکتا کیونکہ ہر شخص جانتا ہے کہ وہ درخت  
 بار آور نہیں ہو سکتا جس کی شاخیں نہ ہوں اگرچہ اس کی جڑ کیسی ہی مضبوط  
 ہو لیکن یہی یہاں سمجھئے کہ خالی عقیدہ جس میں عمل نہ ہو بار آور نہ ہو گا جود  
 عقائد سے بغیر عمل کے وہ فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا جو مقبول شارع ہے  
 گو کبھی بعض کیفیات بغیر اعمال کے حاصل ہو جائیں مگر کیفیات خود مقبول  
 نہیں باقی جو ثمرہ شارع کے نزدیک مقصود ہے وہ بغیر اعمال کے حاصل نہیں  
 ہو سکتا کیونکہ ہم کو اخبار شارع سے یہی معلوم ہوا ہے کہ بدون عقیدہ و عمل  
 دونوں کی درستی کے ثمرہ مقصود کے حصول کا یقین نہیں ہو سکتا گو یہ ممکن ہے  
 کہ بعض کو صرف اصل کی درستی سے بھی حاصل ہو جائے مگر بوجہ دورہ یہ  
 ہونے کے اس کا یقین نہیں۔ ان لوگوں نے قرآن کی صرف ایک آیت یاد  
 کر لی ہے مَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لِّهَ مَخْرَجًا والذین لا یعلمون جس سے یہ سمجھ لیا کہ  
 محض حکم کافی ہے یعنی اصلاح عقیدہ اور یہ نہ دیکھتے کہ قرآن میں بہت جگہ  
 یہ بات بھی معبرح ہے کہ عمل کرنے والے اور عمل نہ کرنے والے بھی برابر  
 نہیں ہو سکتے مَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لِّهَ مَخْرَجًا وَمِنْهُمْ سَائِرٌ لَا يَعْلَمُونَ  
 ان یجعلہم کالذین آمنوا و عملوا الصالحات سوا رحمیاہم و لما ہم ساء ما یکلمون

ایک مقام پر ارشاد ہے۔ ام نجیل الذین آمنوا وعملوا الصالحات کالمفسدین  
 فی الارض ام نجیل المتقین کالنجارین ایک جگہ ارشاد ہے امن کان مؤمنان  
 کان ذائقہ یستوون ہر حال ثابت ہو گیا کہ عادیۃ اللہ یہ ہے کہ دین سے  
 جو خاص ثمرہ مطلوب ہے، وہ بغیر عمل کے حاصل نہیں ہو سکتا۔ ایک غلطی  
 تو یہ تھی۔ دوسری فسطی یہ ہے کہ بعض لوگ اعمال کی ضرورت تو سمجھتے  
 ہیں مگر اعمال کے ساتھ کسی اور شے کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ ظہر میں  
 اس کی رائے صحیح معلوم ہوتی ہے کہ انہوں نے عقیدہ اور عمل دونوں کو  
 ضروری سمجھا مگر اس میں بھی ایک نقص ہے وہ یہ کہ انہوں نے تفہیم غلط کر  
 لی۔ اصلاح اعمال اور تکمیل اعمال و موافقت اعمال کیلئے صرف ارادہ  
 کو کافی سمجھا۔ تاہم تجربہ اور مشاہدہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ اصلاح اعمال  
 کی سہولت کیلئے ایک اور شے کی بھی ضرورت ہے اگرچہ نفس اصلاح ممکن  
 ہے لیکن وہ امر اصلاح کا موقوف علیہ عقلاً نہیں ہے اور نہ عادیۃ اس  
 صورت کو موقوف علیہ ہے کہ اس کے بغیر کسی طرح بھی عمل نہ ہو سکے لیکن  
 حسنی کہ ضرور موقوف علیہ ہے کہ بدون اس کے عمل بسہولت نہیں ہو  
 سکتا پس وہ سہولت میں موقوف علیہ ہے۔

مددور عمل بغیر اسکے ہو سکتا ہے۔ اسکی مثال ربی کی

سی ہے کہ جیسے مسافت طویلہ بدون ربی کے بسہولت

کے نہیں ہو سکتی اگرچہ بدقت میں ہو سکتی ہے ایسے ہی یہاں بھی کہ

بہولت شائد کے بعد کہ مددور عمل بہ کیف بدون اس خاص شے کے ہو سکتا

جہ کہ بسہولت نہیں ہو سکتا بلکہ سہولت اعمال کیلئے اس خاص شے کی

ضرورت ہے جب اسوقت اسی کا بیان کرنا مقصود ہے اور یہی وہ مسئلہ

ہے جسے معلوم نہ ہونے سے باب عمل میں بہت لوگ غلطی کر رہے ہیں۔ اس لئے کہ یہ ہے کہ صدور اعمال بعد اصلاح غف مد کے گوارا دہ سے ہو سکتا ہے لیکن اس ارادہ کے کچھ معارضات و موانع مزاحم ہو جاتے ہیں جس سے صدور اعمال دشوار ہو جاتا ہے اور اس دشواری سے بعض اوقات مدد صدور اعمال کی نوبت آجاتی ہے تو سہولت کیلئے اس لئے کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے کہ معمول کے بعد صدور اعمال بالکل سہل ہو جاتا ہے۔ اور میں اس کو تجربہ سے ثابت کرنا چاہتا ہوں اتنی آیت سے استدلال نہیں کرتا کیونکہ آیت میں دوسرے معانی بھی مشتمل ہیں اس لئے اول میں تجربہ سے اسکا ثبوت دیتا ہوں پھر بعد میں تیسرے آیات سے تائید کر دوں گا۔

**مجاہدہ نفس** **سینے** اس لئے کہ نام ہے مجاہدہ نفس اور مخالفت نفس یہ بات بہت قابلِ قدر ہے اسکا معمولی نہ سمجھئے۔ اب تجربہ سے اسکی ضرورت کو معلوم کیجئے کہ یہ تو سب مسلمان جانتے ہیں کہ نماز فرض ہے اور نماز پڑھنے کو بہت لوگوں کا جی بسی چاہتا ہے ترکِ نماز سے ان کا دل بھی برا ہوتا ہے مگر پھر بھی بہت لوگ نماز نہیں پڑھتے یا تو وہ سب کو غیبیہ فرضیت صلوٰۃ کا حاصل ہے۔ اسی طرح بے ارادہ کر کے پڑھتے بھی ہیں مگر وہ ارادہ بعض عوائق سے مضطرب ہو کر مؤثر نہیں رہتا اور اس وجہ سے نماز پر دوام نہیں ہوتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ صدور و دوام اعمال کیلئے صرف اصلاح غف مد یا ارادہ ضعیفہ کافی نہیں ہے بلکہ اس اور شے کی ضرورت ہے جسے بعد صدور و دوام و روحانی ضرورت می ہے اور وہ تکمیل اعمال کا مؤثر و فاعل ہے اور وہ شے مجاہدہ نفس اور مخالفت نفس ہے چنانچہ سب نماز میں اسی واسطے نماز میں جگہ کہ وہ اپنے نفس کا اعتبار کرتا ہے۔ اور

اس کو آرام دینا ہے۔ اگر وہ مجاہدہ نفس کرتا تو بے نمازی نہ ہوتا۔ یہاں شاید  
 کوئی یہ سوال کرے کہ جو لوگ نماز پڑھتے وہ کونسا مجاہدہ کرتے ہیں ان کے  
 نفس کو کونسی مشقت ہے بلکہ اس اہم توبہ دیکھتے ہیں کہ ان کو نماز فوت ہونے  
 سے بچے ہونا ہے تو فوت میں مشقت ہوئی اس کا جواب یہ ہے کہ ان کو مشقت  
 توبہ شوق کی وجہ سے وہ مشقت باقی نہیں رہی اور شوق ہی کی وجہ  
 سے ان کو اس میں لذت آنے لگی جس کا اعلیٰ مرتبہ وہ ہے جو حدیث میں  
 درود ہے جنت قرۃ عینیٰ لی اسطوۃ اور یہ درجہ تو کم لوگوں کو حاصل ہوتا  
 ہے کہ نہ لذت اور راحت حاصل ہو تو کم و بیش مشقت رہتی ہی ہے  
 مگر جبکہ یہ درجہ حاصل ہے اس کو بھی اول مشقت و تباہی کرنا پڑا ہے پھر  
 مجاہدہ کرتے کرتے یہ حال ہو گیا کہ مشقت مغلوب اور شوق و لذت غالب  
 ہو گئی یہ تو خواص کی حالت ہے اور عام دور پر توبہ دیکھا جاتا ہے کہ نماز  
 آدمی کی بعض دفعہ نماز میں کسل کرنے لگتے ہیں مگر حق تعالیٰ کی توفیق سے  
 وہ کسل دور ہو جاتا ہے اور یہ توفیق عادیۃ ان کے مجاہدہ پر مرتب ہوتی  
 ہے۔ چونکہ ان کا ارادہ نفس کی مخالفت ہی کا ہوتا ہے، نفس کی مخالفت میں  
 ترک مسرت کا ارادہ وہ نہیں کرتے ارادہ کے بعد ذرا وہ ہمت سے کام  
 لیتے ہیں کہ توفیق حق شامل حال ہو جاتی ہے۔ اسی واسطے حدیث میں  
اسباب الوفاء علی المکارہ کا ثواب زیادہ وار د ہے اور اسی واسطے  
 میں آیا ہے۔ حبیب النار بالشہوات و حفت الجنت بالمکارہ کہ جہنم شہوات  
 سے بڑھتا ہے، اور بہشت مشقتوں سے، مگر یہ ہوتی ہے یعنی توبہ باطنی  
 کے گرد گناہوں کی بارش ہوتی ہے ایسے ہی جنت کے گرد مکارہ ہیں جس  
 سے ارواح شائقہ ہیں تو جو شہوات جنت کے اعمال کہہ رہا ہے، یعنی وہ اہمال



جو موجب دخول جنت ہیں یقیناً وہ مکارہ کو پہچاند کر آیا ہے اگر وہ مکارہ کو  
 پہچاند کر نہیں آیا تو جان لے کہ یہ رشتہ جنت کا نہیں ہے پس بات یہ ہے  
 کہ مکارہ کو پہچاند کر تو آیا ہے مگر اس کے شوق اور غلبہ حال سے وہ مکارہ  
 لذیذ ہو گئے جیسے کوئی عاشق محبوب سے ملنے کو دس پانچ کوس شہ کر  
 کے آیا ہو تو مشقت تو اس نے ضرور کی گو عشق کی وجہ سے اسکو اس میں  
 لذت ہی آئی ہو۔ اگر ایسے نہ ہوتے تو یہ اہل جنت نہ ہوتے کیونکہ اہل  
 جنت کی تو شان یہ ہے کہ وہ جنت میں جا کر دیں کہیں گے الحمد للہ انہی

اذہب عنا اثمنا ان ط ان ربنا لغفور شکور الذی اسئلنا دار المقامتہ من فضلہ

لا یمنایہا لعلہ ولا یمنایہا لغوب ہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتک  
 کے ساتھ غم لہتم تھا گو جسمانی ہی تھا بہر حال وہ شبہ بالکس رفع ہو گیا کہ  
 نمازی کو نسا مجاہدہ کرتے ہیں حاصل جواب یہ ہے کہ شوق کی وجہ سے مشقت  
 نہاں ہو جاتی ہے اور یہی خاص خاص لوگوں میں ہے ورنہ غالب طبع  
 میں تو شوق و محبت کم ہے کہ الشاذ کا بعد دم اگر کوئی نمازی ایسا بھی ہو  
 جسکو اصل مشقت نہ ہوئی ہو اور نہ ہوتی ہو مادر زاد ولی ہو تو یہ شاذ  
 ہے اس سے گفتگو نہیں۔ فرض غالب حالت یہی ہے کہ نماز و روزہ وغیرہ  
 میں مشقت ہوتی ہے اور اس مشقت میں بعض اوقات مانعیت کی نوبت  
 پہونچ جاتی ہے اور اس مشقت کی مانعیت کا علاج مجاہدہ ہے۔

پس ترتیب صحیح یہ ہے کہ اول تو عقیدہ صحیح کرے  
 اصلاح عقیدہ اور غنائد و علوم صحیحہ حاصل کرے کہ اس سے علم

کی تحریک ہوتی ہے۔ مثلاً یہ عقیدہ حاصل کیا کہ اللہ تعالیٰ خالق و رازق ہے  
 اس سے خدا تعالیٰ کے احسانات اپنے اوپر معلوم ہونگے اور ذکر و ذکر

احسانیت سے محبت و اطاعت کی تحریک ہوتی ہے۔ اور یہ تحریک باعث  
 ہے کہ اس باعث کے ساتھ بعض اشیاء رافع بھی ہوتی ہیں اور وہ  
 موانع نہ ہاں اور ہیں ایک اسباب تنعم دوسرے ضعف نفس یعنی باوجود  
 عقیدہ صحیح ہونے کے اور تحریک طاعت پیدا ہونے کے بھی بعض دفعہ  
 نفس غلبہ و کم ہمتی کی وجہ سے یا اسباب تنعم اور سادہانہ محبت میں  
 شکیبائی ہونے کے سبب سے ناز و زور و غیرہ سے کشتی کڑتا ہے۔

بعض دفعہ نفس اپنی تسوی میں سے ان موانع کے ساتھ  
 عقیدہ صحیح سے بھی بیعت کا کام لیتا ہے اور یہ بیعت

حیرت کا مقام ہے یعنی غلام و علوم صحیحہ سے توطی ناست و اعمال محال  
 تحریک ہوتی ہے مگر نفس کسی ایسی شرارت کرتا ہے کہ عقیدہ صحیحہ سے ترک  
 لگتا ہے کہ یہ بیعت مثلاً کسی وقت گناہ کا وقت تھا جو اس کے ساتھ  
 ہوا ہے خدا کا خوف پیدا ہوا کہ گناہ سے جہنم میں جائے گا اس وقت  
 نفس غلام ہو گیا ہے ایک عقیدہ سائنس کے عقیدہ پر غلبہ حاصل  
 کر لیا جاتا ہے یعنی یوں کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہیں اور اس عقیدہ  
 کی اصلاح ضرور کرتا ہے کہ واقعی گناہ کر کے جہنم میں جائے گا اندیشہ ہے  
 کہ یہ سبب ہے کہ گناہ سے توبہ نہ کی جائے اور اگر توبہ کر لی جائے تو سب  
 گناہ مٹا دیتا ہے اور میں معزز کرتا ہوں کہ توبہ کروں گا اور  
 یہ سبب ہے کہ بعد پھر یہ گناہ نہ کروں گا تو ویسے نفس ایک شریر ہے  
 عقیدہ صحیحہ سے معصیت میں مدد کے بیٹا ہے حالانکہ اس عقیدہ کی مدد  
 کا یہ دلی سرفنا ہے کہ جس شخص سے یہ گناہ ہو چکے ہوں اور اب  
 وہ اس گناہ سے انکار پیدا کرنا چاہتا ہے تو اس کی تسلی کیجئے یہ عقیدہ صحیحہ یا

گیا ہے تاکہ گنہگاروں کی ہمت شکستہ نہ ہو اور وہ مایوس ہو کر خود سے  
 بے تعلقی ہی کو اپنے لئے تجویز نہ کر لیں دوسرے یہ کہ بجز انبیاء علیہم السلام  
 کے انبیاء و صلحا بھی معصوم نہیں بعض دفعہ ان سے بھی جہالت کی وجہ  
 سے خطا سرزد ہو جاتی ہے اب اگر یہ عقیدہ نہ بتلایا جاتا کہ اللہ تعالیٰ  
 غفور رحیم ہے تو وہ سرگزشت تقویٰ و صلاح ماضی کی طرف غور و فکر کرتے  
 بلکہ یہ سمجھ لیتے کہ اب تو ہم گنہگار ہو ہی چکے ہیں جہنم میں جائیں ہی گے  
 پھر نفس کی لذت میں بھی کیوں کمی کی۔ خطا اور لغزش کے بعد اعتقاد صحیح  
 کو تقویٰ و صلاح کی طرف واپس لاسنے والا یہی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ غفور  
 رحیم ہے۔ اس سے انکو توبہ و استغفار کی ہمت ہوتی ہے اور چند روز تک  
 بار بار توبہ و استغفار کرتے رہتے ان کی تسلی ہو جاتی ہے کہ انشاء اللہ وہ گناہ  
 معاف ہو گیا شرب سچہ لو اور یہاں سے یہ بھی معلوم ہو گیا ہو گا کہ مخالفین اسلام  
 نے جو اس تعلیم پر اعتراض کیا ہے کہ یہ تعلیم جرائم پر جرمی کرنے والی ہے یہ  
 ان کی غلطی ہے جس کا منشا قلت تدبر ہے اگر وہ غور کرتے تو ان کو معلوم ہو جاتا  
 کہ یہ تعلیم نہ ہوتی تو ایک دفعہ جس سے گناہ ہو جاتا وہ عمر بھر جرائم ہی میں  
 گرفتار رہتا ایک دفعہ یا چند دفعہ خطا ہو جانے کے بعد نیکی اور تقویٰ و صلاح  
 کی طرف واپس لاسنے والا یہی عقیدہ ہے جس پر وہ اعتراض کر رہے ہیں۔  
 پس یہ عقیدہ تو مخلوق کے دلوں میں خدا کی محبت بڑھانے والا ہے جس سے  
 مخلوق کو اپنے خالق سے تعقی پیدا کرنے کا ولولہ پیدا ہوتا ہے اور جرائم کو  
 کم کرنے والا ہے اور استیصالِ جرائم کیلئے اس کی سائنز و دوسرا عقیدہ یہ  
 ہے کہ اللہ شدید العقاب کہ خدا کا عذاب بہت سخت ہے اسی سے قرآن  
 میں جہاں اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت کا ذکر ہے وہاں ساتھ ہی سلیت

و نہایت انتہائے کامیابی ذکر ہے جس کا ایک نمونہ یہ ارشاد ہے نبی عبادی  
 انہ انہ سطر برتیم وان عزابی ہوا الذی اب الیم اسی طرح کثیر مواقع میں  
 درگاہِ نبین کی اہم پریم کو تعجب ہے کہ وہ زبان سے ایسی بات کہتے ہیں جس  
 سے ان کا دل خود راضی نہیں وہ انصاف کیساتھ اپنے دل کو شمول میں اور  
 دیکھتے ہیں کہ وہ کیا چاہتا ہے یقیناً وہ یہی کہہ گا کہ میں ایسا پروردگار چاہتا  
 ہوں کہ برتیم و کریم ہو کہ اپنے جان نثاروں کی تفسیر و خطا سے درگزر کرتا  
 ہو یا نہیں اور دشمنوں کو سخت سزا دیتا ہو۔ یقیناً انعام عالم کا قیام ایسے  
 ہی بادشاہ سے ہو سکتا ہے جو نہ نفسِ محنت ہو کہ دوست بھی اس سے ملے  
 نہ جو نہ دشمن نرم ہو کہ دشمن بھی بے فکر ہو جائیں جب یہ عقلی تاہدہ اور  
 مسلم مسئلہ ہے تو اسلام اسی کے موافق تعلیم کرتا ہے تو اعتراض کیوں کیا  
 باقی ہے (مباحث) فرضِ نفس کی شہوت و غیرہ یعنی وہ غنائد مجربہ سے  
 مخالفت کا مرینہ گنتی ہے اس لئے ایسی چیز کی جس ضرورت ہے جو اس  
 مانع کا تکرار ہے اور وہ مجاہدہ ہے کیونکہ ان سبب مواقع کا حاصل یہ  
 ہے کہ نفسِ بدست و آرام چاہتا ہے والعارض باغیر پس اس کا علاج یہی ہے  
 کہ نفس کو مشقت و تعب کا عادی بنایا جائے۔ اور یہی مجاہدہ کی کیفیت ہے  
 اب لو کہ نفسِ واضح ہو گئی جو نفسِ امارت و غنائد کو اوجھل کر کے  
 کے گائیے گئے ہیں انہوں نے اس پر غور نہیں کیا کہ عقیدہ کے مزاج میں  
 وہ ان چاہتے ہیں اس لئے ایسی چیز کی جس ضرورت ہے جس سے یہ علاج  
 وہ ہوتا ہے اور نہ وہ حالت ہو کہ

پریم پریم اور برتیم

جنت و جہنم کا وقت و زمانہ

## علمی مشقت

تو دیکھئے ایسی ضروری چیز اور لوگ اس سے باز نہیں  
 ہیں جو لوگ اعمال میں کوتاہیاں بھی ہیں وہ بھی یوں چاہتے  
 ہیں کہ بدون مشقت کے کام ہو جائے یعنی جتنکو دین کا شوق بھی ہے وہ  
 بھی مشقت سے گھبراتے ہیں تو یہ لوگ حقیقت میں طالب ہیں مگر ہوسہ  
 ہیں کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ طالب دنیا کو تحصیل دنیا میں جس قدر مشقت ہوتی  
 ہے اتنی مشقت پریشانی دین میں نہیں ہوتی دوڑ و دوپ اور چپ و چپانی کا  
 تو الگ رہیں طالب دنیا کو قلبی تشویش اور پریشانی بھی بہت ہوتی ہے اور  
 طالب دین کو جسمانی مشقت بھی طالب دنیا کی برابر سرگزشتیں ہوتی باقی  
 قلبی تشویش و پریشانی تو اسکے پاس بھی نہیں پہنچتی یہ اور بات ہے کہ اس  
 کو اللہ تعالیٰ کا خوف ہوتا ہے آخرت و جہنم کی اس کو دہشت ہوتی ہے مگر  
 پریشانی نہیں ہوتی۔ پس طالب دنیا اور طالب دین کے اس فرق کو ملحوظ  
 رکھتے ہوئے اب دونوں کی طلب کو دیکھو تو دنیا والے باوجود اس قدر  
 دوڑ و دوپ اور پریشانی کے یوں کہتے ہیں کہ

دست از طلب ندارم تا کام میں برید یا تن رسید جانان ز تن برید  
 جب وہ دنیا کے کام میں اس قدر مشقت برداشت کرتے ہیں تو خدا کے  
 کام میں اگر کسی کو خدا کی محبت ہے یہ درخواست کیوں ہے کہ سارے کام بد  
 مشقت سے ہو جائے

مشق بد نفس لوگ نیکو بد کے گناہ میں مبتلا ہیں جبکہ نیکو  
 گناہ سے گناہ بچنے کی کوشش کرتے ہیں اور مست و کھوڑے کیوں کہ دیکھتے ہیں کہ  
 امر ہے اس کا ترک بھی اختیار میں ہے تو وہ جواب میں کہتے ہیں کہ ہم شر کے  
 روکنے پر قادر نہیں مگر اللہ یہ جواب بالکل غلط ہے یہ شخص ناواقف ضرور

ہے مگر وہ مشقت سے گھبراتا ہے اور یوں چاہتا ہے کہ بدون مشقت کے  
 قادر ہو جاؤں اس کے نزدیک قدرت کے معنی یہی ہیں کہ بدون مشقت  
 کے آسانی سے کام ہو جائے سو اس معنی کو واقعی قادر نہیں مگر ان کی ایسی  
 مثال ہے جیسے کوئی یوں چاہے کہ بدون منہ میں لقمہ دے گا نہ کھاؤں  
 اور جب اس طرح پیٹ نہ بھرے تو کہنے لگے کہ کھانا بہت مشکل ہے اچھا  
 ہاں قدرتی نیک سے جاؤ اس کو توڑو پھر لقمہ بناؤ منہ میں دو پھر چباؤ پھر  
 نگہ کرو۔ اگر اسی کا نام دشواری ہے کہ کچھ بھی نہ کرنا پڑے تو واقعی سرب  
 پنا دشواری ہے اور تم اس کے روکنے پر قادر نہیں مگر اس کا حماقت  
 ہونا ظاہر ہے کوئی عاقل اسکو تسلیم نہیں کر سکتا کہ قدرت علیٰ اہل کے  
 معنی یہ ہیں کہ اس میں اصل مشقت نہ ہو اور جو عمل کے معنی یہ  
 ہیں کہ اس میں کسی قدر مشقت ہو جب یہ معنی مسلم نہیں تو وہ لوگ جو  
 اپنے کو غنی بسر سے عاجز سمجھتے ہیں غور کریں کہ ایسی حماقت میں مبتلا  
 ہیں انہوں نے قدرت و بزرگی حقیقت ہی غلط سمجھ رکھی ہے ورنہ یہ  
 قدرتی زبان پر نہ لے سکتے کہ ہم غرض بصر پر قادر نہیں۔ غرض لوگ یوں  
 سمجھتے ہیں کہ بغیر مشقت کے نہ کر بد کر دے گے پس سو قرآن میں اس کا ذمہ  
 ہے کہ وہاں تو ملتی حکم ہے فَلْيُؤْمِنُوا بِلِقَاءِ رَبِّهِمْ (مسلمانوں  
 کو حکم دیا کہ اپنی نگاہیں نیچے رکھیں) یعنی خواہ نہ کیجئے ہو یا نہ ہو  
 مشقت ہو یا نہ ہو کہ پیر واء نہیں ان کو ہر حال میں غنی بصر کرنا چاہیے  
 کہ اگر کر دے گا تو خود اس آیت کا مطلب یہی ہے کہ ہر قدر مشقت  
 کے بغیر کرنا چاہیے۔ اور اس میں مشقت کو برداشت  
 کرنا چاہیے۔

یہ بات اہل علم کے سمجھنے کی ہے کہ قرآن کی تعلیم کا اکثر  
 طریقہ **کالتماضی** ہے کہ ممنوعات میں انہی چیزوں سے صراحت منع  
 کیا گیا ہے جن سے تلافی طبیعت انسانیہ کو خود نفرت ہے اس سے صراحت  
 منع نہیں کیا گیا چنانچہ اکل ربا و استمراء پینے سے منع کیا گیا ہے مگر مٹیاب  
 یا خانہ کھانے سے منع نہیں کیا گیا کیونکہ اس کا تلافی تھا اس کا تلافی نہ تھا  
 ایک مقدمہ تو یہ ہوا اب دوسرا مقدمہ اس کے ساتھ یہ ملا کہ جس چیز کا تلافی  
 طبیعت میں ہو اس سے رکنا مشقت و دشواری کا سبب ہے یہ مقدمہ عقلی اور  
 بدیہی ہے اب سمجھئے کہ جب قرآن میں نذر بدیہ منع کیا گیا ہے تو معلوم ہوا کہ  
 طبائع میں اس کا تلافی ہے اور جس کا طبیعت میں ہو اس سے رکنا سبب  
 مشقت ہے تو آیت کا تو خود یہی مطلب ہوا کہ باوجود مشقت کے اس گناہ سے  
 بچو مگر آجکل کے دیندار یوں پہنچتے ہیں کہ بغیر مشقت کے سہل ہو جائے  
 اسی کی میں شکایت کر رہا تھا کہ یہ کیسی طلب دین ہے جس میں راحت کی  
 طلب ہے حالانکہ طلب دنیا و راسی مرور دنیا کیلئے جان و دل سے ہر شے  
 چھوڑ دیتے ہیں اور طلب دین کو بغیر مشقت کے حصول دین و اصلاح  
 اعمال کا انتظار ہو رہا ہے افسوس ہے

بہیں تفاوت راہ از کجاست تا کجا

حاجو! اگر آپ اسی انتظار میں رہیں گے کہ بدولت  
 یا مشقت اصلاح  
 دنیا میں ایسی چیزیں ایسی مشہور کریں گی کہ پھر واقعی اس کی اصلاح میں  
 مشقت مشقت کی ضرورت نہ ہوگی کیونکہ ان مشہورات سے جس قدر مشقت و  
 مسابقت کی جاتی ہے اسی قدر ان کی جڑیں مضبوط ہوتی ہیں اور





یہ ہے کہ یہ شخص ترک معصیت کا مقدمہ خیال کر کے معصیت کو بنا سنت  
سمجھنے لگتا ہے پس یاد رکھو کہ ترک معصیت کیلئے بھی معصیت کا اختیار  
کرنا ہرگز جائز نہیں بلکہ ابتدا ہی ہے اس معصیت کے تلافی کا مقابلہ کرنا  
چاہیے ہے

درختے کہ اکنوں گرفت ست پائے      بہ تیردمی تشنہ بر آید ز جلائے  
وگر چہناں روزگار سے اٹلی      بگردنش اندیج برنگسلی  
سمر چشہ باید گرفتن بہ میل      جو پر شد نہ شاید گزشتن بہ میل  
اور جو شخص ترک معصیت کیلئے اختیار معصیت کو ذریعہ بنا لے ہے اس  
سے بھی یہی غلطی ہوتی کہ اس نے مشقت سے بچنا چاہا مگر  
سخن شناس نہ دلبر اخلا ایسا سنتا

خوب سمجھ لو کہ مشقت سے بچنا ہی غلطی ہے۔ مرد  
مرد کون ہے؟ | ہو کر رہو نامرد نہ بنو۔ اور مرد اسی کا نام ہے جو  
شہیدان کا مقابلہ کرے پھر گناہوں سے بچنے میں مشقت اول اول ہی ہوتی  
ہے پھر ذرا مشقت نہیں ہوتی جو اس سے بھی گہرا ہے ہیں ان کی ایسی  
مشاققہ ہے کہ گناہ پڑنے سے گہرا ہے اس کو سب غنا بھی بڑا ہے  
دیتے ہیں کہ یہ مشقت روزہ ہے پھر تم کو گناہ میں وہ لطف ہے کہ  
کہ تم اسکو خود نہ چوڑو گے اور اگر ج ذرا سی مشقت سے گہرا ہو گے نہ  
پھر جاہل رہو گے اور اس سے زیادہ مشقت کرنا پڑے گی یعنی تپاؤ  
چھنا پڑے گا۔ اسی طرح گناہ کے چوڑنے میں جو ذرا سی مشقت ہے کہ  
اس سے گہرا ہو گے تو اس سے بڑا مشقت کا سامنا ہو گا ایک تو مشقت  
جس کا گناہ کا ترک کر دے کیونکہ گناہ کرے ہیں وہ وہ بے خبر

کی دنیا میں بھی عذاب ہوتا ہے گناہ سے دونوں جہاں میں تکلیف ہوتی  
 ہے۔ شاید کسی کو یہ شبہ ہو کہ گناہ کرنے میں کیا مشقت ہے تو صاحبِ  
 دُشتر بروک گناہوں میں مبتلا ہیں وہ سخت مصیبت میں گرفتار ہیں لیکن  
 حب و لہذا ان کا انکو عذاب بھی نہیں آتا ہر وقت ان کا دل و حشر  
 رہتا ہے اور گناہ کر کے اسکو یہ معلوم ہوتا ہے کہ میرا کہیں ٹھکانہ نہیں  
 وہ خود اپنی آرزو میں بہت ذلیل ہو جاتا ہے اور جب اسکو کوئی مصیبت  
 پیش آتی ہے۔ اس وقت تو اسکو ایسی پریشانی ہوتی ہے کہ بدتر اس  
 ہر بات سے تو اسے گناہ کرنے والے بڑی غلطی میں ہیں کہ گناہ سے جو  
 فتنہ ملتی یعنی مسرت وہ بھی انکو حاصل نہیں ہوتی یہ تو دنیا کی تکلیف  
 ہے اور آخرت کا عذاب اس کے علاوہ ہے جو بہت سخت ہے مگر بعض  
 لوگ سیر میرا بوجہ اٹھانیکا بکرہ کر کے میں بوجہ اٹھانے کو تیار ہو جاتے  
 ہیں یہ ان کی حماقت ہے انکی یہ پہلوانی اسی وقت تک ہے جب تک  
 کہ میں کا بوجہ میرے رکھنا نہیں کیا جس دن بڑا بوجہ میرے رکھنا چاہیگا  
 میرا دیکھ ہی گنا جائیگا ایسے ہی بعض لوگ جہنم کے پہلوان معلوم ہوتے  
 ہیں اس کو دیکھا نہیں اسلئے ساری پہلوانی ہے اور جس دن دیکھ لیں گے  
 اس دن یہ حالت ہوگی۔ یوم یغفر فیہ لکم ذلکم علیٰ ہریرہ یقول یا لیتنی اتخذت  
مع رسول سمیعہ یا ولیتنا نبتی لکم نذری ناخلیلاہ لعلی اغفر لی عن الذکر  
یوم یغفر فیہ لکم ذلکم علیٰ ہریرہ

پس امر من باغضہ کہ جس عذاب کا وہی مرتبہ  
 ہے ہر امر من جب یہ کہتے ہیں کہ جب میری موت  
 ہوگی تو میں سے دور رہنے اور بچنے کا ارادہ کرنا چاہتا ہوں

نام نہ لو اور گناہ سے بچنے میں کسی قدر مشقت ہوتی ہے مگر وہ مختصری دور  
 کی مشقت ہے پھر راحت ہی راحت ہوگی مثلاً کسی کو حسن پرستی کا مرض  
 ہو تو اسکو چاہیے کہ حسین سے باتیں کرنا مٹا بلانا اسکو گھورنا بالکل چھوڑ دے  
 کہ یہ سخت مضر ہے گو اس وقت ٹھنڈک پہنچتی ہے مگر اس کے بعد جڑ  
 مضبوط ہو جاتی ہے اور عمر بھر کی مصیبت جان کو لگ جاتی ہے چونکہ اس  
 وقت مجھ زیادہ تر فروغ ہی کا بیان مد نظر ہے اس لئے چند فروغ بوجہ  
 کی اور بھی بیان کرتا ہوں مثلاً غصہ کے روکنے میں بعض وقت تکلیف  
 ہوتی ہے اور یہ مجاہدہ ہے مگر اس کے بعد ایک خاص فرحت و راحت  
 ہوتی ہے اور اگر غصہ کو نہ روکا گیا بلکہ جو زبان پہ آیا کہنا کیا تو اسوقت تو  
 نفس خوش ہوتا ہے مگر مختصری ہی دیر کے بعد دل میں کدورت ہوتی ہے  
 جسکا حاصل یہ ہے کہ یہی نفس جو پہلے بہت با تمنا بعد میں ملامت کرتا ہے  
 اور اسکے بعد غصہ کے نتائج بد دیکھ کر توبہ بہت ہی قلیل ہوتا ہے گو نفس  
 کی تاویہ نہ بھی کرے مگر پھر بھی اسکو کدورتنا ضرور ہوتی ہے تجربہ کرے  
 دیکھا گیا ہے کہ غصہ روکنا ہمیشہ اچھا ہوا اور جب اسکو جاری کیا گیا تو اس  
 کا انجام ہمیشہ برا ہوا اور دل کو ترقی بھی ہمیشہ ہوا جیسے مریض کو تیب  
 کہتا ہے کہ یہ تیز کرو ورنہ پیچ تو اس کو بد پر ہیزی ہے ہمیشہ ندامت ہوتی  
 ہے کیونکہ بد پر ہیزی کا برا انجام بہت دیر تک رہتا ہے کسی عار کا  
 کر کے ہمیشہ ندامت ہوتی ہے ایسا کرنا نہیں ہو سکتا کہ گناہ کے بعد  
 خود اپنے کو ندامت نہ کرے پھر لیکن اس ندامت کے بعد ہمیشہ کتنا  
 گناہ سے توبہ کر لیتے ہیں اور لیکن ایک بار توبہ کر کے پھر گناہ کر لیتے ہیں  
 توبہ کر لیتے ہیں توبہ تو دل کی ہوتی ہے توبہ یہ شایع ہے توبہ کر لے کر توبہ

ان ٹوٹ جاسے تب بھی قبول ہو جاتی ہے مگر یہ شرط تو ضروری ہے کہ توبہ  
 کی حقیقت و پائی جاسے مگر اکثر حالت توبہ ہے کہ جو لوگ ایک گناہ سے بار  
 بار توبہ کرتے ہیں ان کی توبہ صرف زبانی ہوتی ہے ورنہ نہیں توبہ کے  
 ثبوت بھی ان کا یہ عزم ہوتا ہے کہ یہ گناہ پھر بھی کریں گے۔ میں اسی  
 کو دیکھ کر کہہ رہا ہوں۔ اسے جب کوئی شخص اعمال صالحہ کا قصد کرے  
 یا اسے چاہے نفس کا ارادہ کرے تو وہ اپنے کو اس کام کے لئے پہلے تیار کر  
 لے کہ اول اول مشقت برداشت کرنا اور نفس کی مخالفت کرنا پڑے  
 کی پھر مجاہدہ و مخالفت نفس کے مراتب مختلف ہیں ایک مرتبہ بندہ  
 کے مجاہدہ کا ہے ایک منہتی کے مجاہدہ کا ہے۔ مبتدئی کو تو مجاہدہ  
 میں اول اول دشواری زیادہ ہوتی ہے اور منہتی چونکہ اپنے نفس  
 کو بند کر چکا ہے اس سے اعمال صالحہ یا نیکیت صادر ہونے لگتے ہیں  
 مگر ایک مجاہدہ کی ان کو بھی ضرورت ہے یعنی نفس کی  
 ننگہداشت کی کہ ہر وقت اس کے اعمال و حرکات پر  
 نگاہ رکھنے کوئی نہ ہو اور یہ مجاہدہ کی زیادہ دشواری نہیں اس کی ایسی  
 حالت ہے جیسے ایک تودہ سوار ہے جسکے پیچھے ایسا گھوڑا ہے جس پر بھی  
 سوار می ضرورت کی گئی ہے اسکو زیادہ ہوشیاری کی بھی ضرورت ہے  
 اور زیادہ مشقت کا بھی سامنا ہے کیونکہ نیا گھوڑا بہت شرارت کرتا ہے  
 اور تیرے باہر ہوتا ہے دوسرا وہ شخص ہے جو ایسے گھوڑے پر سوار  
 ہے جو سوار می میں ٹالنے ہو چکا ہے اس کو زیادہ مشقت کا تو سامنا نہیں  
 ہوتا ہوشیاری کی اسکو بھی ضرورت ہے کیونکہ ٹالنے کا ڈر بھی ہے  
 اور نہایت شرمناک کر کے رہتا ہے مگر وہ شرمناک بھی ہوتی

ہے کہ سوار کی فراموشی و ہمتی اس کے دفع کرنے کو کافی ہے لیکن اگر سوار بالکل غافل رہے تو کسی وقت یہ شالستہ گھوڑے کے اوپر سے بھی ضرور گرے گا۔ پس نفس کی نگہداشت کا مجاہدہ منتہی کو بھی لازم ہے۔

اب یہاں سے میں سنا کہیں کی ایک مختصر پرتیبہ کرتا ہوں

### فصل ششم نفس

وہ یہ کہ آپ کو معلوم ہو گیا کہ بعض دفعہ مہذب نفس بھی شوقی شرارت کرتے لگتا ہے سو بعض لوگوں کو یہ حقیقت معلوم نہ ہونے کی وجہ سے نفس میں کوئی برا میدان دیکھ کر ٹرتے گھبراتے ہیں

کیونکہ ان کے ذہن میں یہ جم گیا ہے کہ مجاہدہ سے اخلاق رذیلہ بالکل زائل ہو جاتے ہیں اور فتنہ اس خیال کا یہ ہے کہ اکثر و مستطریق ہیں وہ یہ محسوس کرتے تھے کہ تقاضائے محاصی گویا بالکل نہیں رہا حالانکہ اخلاق طبعیہ مجاہدہ سے زائل نہیں ہوتے بلکہ مغلوب و شہیں ہو جاتے ہیں اور اکثر ملوک کے وسط میں غلبہ حالات و کیفیات کی وجہ سے بہت زیادہ مغلوب و مشغول ہو جاتے ہیں اس طرح کہ زائل معلوم ہونے لگتے ہیں پھر انتہا میں جب غلبہ حرات کم ہو جاتا ہے اور تمکین حاصل ہوتی ہے تو اخلاق طبعیہ پھر ابھرتے ہیں اس وقت سادک گھبراتا ہے اور رنج کرتا ہے کہ افسوس ہنوز روزہ اول ہی ہے میرا تو سارا مجاہدہ ہی بیکار گیا نفس تو اسی حالت میں ہے جس حالت میں پہلے تھا اور یہ رنج اس کے منہ سے کہ اس کے اس رنج و غم سے شیطان کو راہ ملتا ہے کہ وہ اسکو تعطل کی طرف لے جاتا ہے اور اس حالت میں اس شخص میں شوق بھی بیکار ہو جاتی ہے کہ بات بات میں کہتا ہے کہ کسی قابض نہیں ہوں اور نہ ہرگز نہیں تو یہ تو افسوس ہے مگر اس میں رنگ شکایت کوست

کو یہ نشانہ کی تمام نعمتوں کو بھلا کر یہ سمجھتا ہے کہ جب میرے اندر گناہ  
 کا اتنا فرق ہو جو دست تو اب میرے پاس کوئی نعمت نہیں جا رہا کہ یہ نعمت  
 نہ ملے تو یہ ہے پھر اس سے بڑھ کر یہ کہ یہ شخص اپنی تمام ریاضات گذشتہ کو  
 پورے اپنے دل میں یوں کہتا ہے کہ میں بڑا بد قسمت ہوں کہ اتنی  
 نعمت کے بعد بھی مجھے ناکامی ہی رہی بس اب میرے واسطے کیا رہے  
 کہ نہیں۔ اور بعض اوقات یہ شخص اپنی کامیابی سے مایوس ہو کر نفس کو  
 بالکل گزاری دیتا ہے کہ جب مجاہدات کے بعد یہی ناکامی ہی ہے تو نفس  
 کو محبت میں کیوں ڈالتا یہ شخص اس غلطی میں اسٹے مبتلا ہوا کہ اس نے یہ  
 سمجھ لیا تھا کہ میں مجاہدہ کر کے تقاضائے گناہ سے بھی معذور ہو گیا اور  
 اب میرے اندر سے اخلاق و ذریعہ بالکل نکل گئے جتنا کہ یہ بالکل غلط  
 ہے۔ کتنا کشتی ہمیشہ رہتی ہے ہاں بندری جیسی نہیں رہتی اسلئے میں کہتا  
 ہوں کہ اگر اس حال کو گناہ سے توبہ کرے تو اول ہی نفس کو یہ سمجھائے کہ ان  
 اعمال میں مشقت ہمیشہ رہے گی اور عمر مجر مجاہدہ کرنا ہو گا۔ اور یہاں  
 سے آپ کو معذور ہوا ہو گا کہ شیخ کتنی بڑی نعمت ہے کہ وہ کہے کیسے  
 نسبت سے سادہ کا نکالتا ہے اور اس کا عقبات سے نکالتا یہی ہے کہ وہ  
 مشقت پر مسخ کرتا اور غلط اعتقاد سے بچاتا ہے۔ اسی کو فراموش

بہار

دامن ہر مہر بکیر و بسیجی مر آ  
 عمر بگذشت و نشد آفتاب عشق

اے ہر سہلے اس سفر دارمیں دل  
 سیر و تفریح پر گزشتہ در را عشق

اور فراموش نہیں سے

پیر مرغان ہر لہجہ سب سے خوا

پیر مرغان ہر لہجہ سب سے خوا



بے غنا بابت حق و خامان حق گریک باشد سبب ہشتش ورتی  
 خدا کے خاص بندوں کی کسی پر غنا بیت ہو جائے تو یہ بہت بڑی بات  
 ہے۔ بہر حال خوب سمجھ لو کہ اعمال صالحہ میں مشقت ہمیشہ رہتی ہے کیونکہ  
 وہ اعمال نفس کی خواہش کے خلاف ہیں نفس ان میں منازعت ضرور  
 ہے قلیل یا کثیر اس لئے مخالفت نفس کی عمر بھر ضرورت ہے اور یہی مجاہدہ  
 کی حقیقت ہے۔

**کسل نماز** یہاں سے بعض واعظین کی غلطی معلوم ہو گئی کہ وہ بیت  
 یعنی واذا قاموا الى الصلوة قوا کسالی کو مسلمانوں سے  
 خفی ہیں پڑھ دیتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ جو نماز میں کسل کرے وہ منافق  
 ہے بات یہ ہے کہ ان لوگوں کو قرآن کے معنی سمجھنے میں غلطی ہوئی حقیقت  
 مسئلہ کی یہ ہے کہ کسل کی دو قسمیں ہیں ایک یہ کہ عمل میں مشقت کا سامنا  
 ہو مگر عقیدہ میں ضعف یا شک نہ ہو تو وہ کسل نہیں ہے جو منافقین کی  
 نشان دہی ہے تو کسل طبعی ہے اور طبعی کسل اعمال شرعیہ میں مختص ہے کو بھی  
 ہو سکتا ہے کیونکہ یہ اعمال نفس پر گراں ہیں نفس ان میں بعض دفعہ کسل  
 کرنے لگتا ہے اور اعمال شرعیہ میں مشقت کا سامنا ہونا آیت و ما جہی  
 تلیکم فی الدین من حرج کے خلاف نہیں کیونکہ بیت کا مطلب یہ ہے کہ  
 دین فی نفسہ آسان ہے دشوار نہیں یہ اور بات ہے کہ منازعت نفس کی  
 وجہ سے اس میں دشواری آجائے کیونکہ یہ ضرور ہے کہ اعمال شرعیہ  
 میں نفس کی خواہشوں کو پاؤں کیا جاتا اور اس کی مخالفت کی جاتی ہے اور  
 یہ نفس کو ضرور گراں ہے تو اس منازعت و کشاکشی کی وجہ سے دشواری  
 آجانا بے سر فی نفسہ کے خلاف نہیں اسی لئے قرآن میں وہ جہد فیہ فیہ

میں خرچ سے پہلے و مجاہدہ فی اللہ حق مجاہدہ بخشی آیا ہے جس سے معلوم

ہوگا کہ دین میں مجاہدہ کی بھی ضرورت ہے پس ایک جزو ہی حکومت و جہاد  
دونوں چیزوں کو ملاتا تو حاصل وہی نہی گاتا جو میں نے عرض کیا ہے۔

اب سب سے ایک تو طبیعت کی ہے جس کا منت مناعت  
کس کی قسمیں | نفس ہے یہ منافقین کے ساتھ خاص نہیں اور دوسری

انتہائی کسل ہے کہ اس شخص کو نماز کی فریضیت پر اور خدا اور رسول پر

جی ایمان نہیں ہے، نفس کسی مسامتہ کی وجہ سے نماز پڑھ رہا ہے تو ظاہر

ہے کہ وہ دل سے نہ پڑھے گا بلکہ بیگاری سے پڑھے گا اور کسل کے ساتھ نماز

دکارتے گا یہ کسل منافقین کی نشان ہے اور خدا نہ کرے کہ کسی مسلمان کی

نشان ہو۔ پھر حال احوال شرعیہ میں مجاہدہ کی ضرورت، عمر بھر کے لئے ہے

بتدریج کو بھی اور منتہی کو بھی اور دونوں کو بھی نہ کہی اعمال میں مناعت

نفس کی وجہ سے کسل بھی پیش آتا ہے بتدریج کو زیادہ منتہی کو کم اس کسل

ہی اس کے رفع کے لئے مجاہدہ کی ضرورت ہے نیز کسی وقت دونوں کو

نفس پر ماحولی کا اتنا فضا کرتا ہے اس کے مقابلہ کے لئے بھی مجاہدہ کی دونوں

کو ضرورت ہے۔ تو ایک غلطی تو بتدریج کرتا ہے کہ وہ اپنے کوشش

سے بے ایمان پاتا ہے اور مجاہدہ کرتا ہی نہیں بلکہ اسی وقت رہتا ہے کہ

سے اکثر ہر دو ان مشقت کے ہو چکے اور ایک نفسی منتہی کرتا ہے کہ

وہ جتنا بھی مجاہدہ کرے آئندہ کیلئے مجاہدہ سے اپنے کو مستحق نہیں سمجھتا

ہے۔ نیز یہ سخت غلطی ہے کہ چونکہ طابع بشریہ پھر خود درست ہے اور

مستحق منتہی کو بھی ماحولی کا اتنا فضا ہوتا ہے اور اس کا نفس بھی جتنا

بے ایمان رہتا ہے کسل کرتا ہے اس وقت اس کو بھی مجاہدہ کی

ضرورت ہوتی ہے مگر مبتدی اور فتنہی کے مجاہد وہ ہیں بڑا فرق ہے جس  
 کی مثال اوپر گزر چکی ہے کہ جیسے ایک شخص نو شائستہ گھوڑے پر سوار ہو  
 اور ایک ایسے گھوڑے پر سوار ہو جس پر آج ہی سواری کی گئی ہے۔  
 شائستہ گھوڑے کے سوار کو بھی ہوشیار بیٹھنے کی ضرورت ہے کیونکہ  
 شائستہ گھوڑا بھی کبھی شوخی شرارت کرنے لگتا ہے مگر اس کے دبانے میں  
 اس قدر مشقت نہیں ہوتی جتنی گھوڑے کے دبانے میں ہوتی ہے  
 اس لئے فتنہی کا اپنے گزشتہ مجاہدہ و ریاضت کو بیکار و بے سود دیکھنا  
 بھی غلط ہے اور آئندہ کے لئے بھی وہ مجاہدہ سے مستغنی نہیں اور  
 اعمال صالحہ کا کرنا کسی وقت بھی مشقت سے خالی نہیں ہے۔ چنانچہ  
 فروع میں اس کی ایک اور مثال یا دانی مثلاً کسی شخص کے نذر کبریت  
 تو اس کے در علاج میں ایک علمی اور ایک عملی علاج تو مثلاً یہ ہے کہ  
 اپنے عیوب کو سوچا کرے اور یوں سمجھے کہ مجھے اپنے عیوب کا لبتین کے  
 ساتھ علم ہے اور دوسروں کے عیوب کا فتنہ کے ساتھ علم ہے اور جو  
 شخص لبتینی محبوب ہو رہا ہے وہ محبوب فتنہ سے بدتر ہے اس لئے مجھے اپنے  
 سب سے کم تر سمجھنا چاہیئے اور عملی علاج یہ ہے کہ جیسا کہ تم اپنے سے بڑے  
 سمجھتے ہو اسکے ساتھ تعلیم و تکریم سے پیش آؤ اور یہ عملی عنایت جزو  
 اعظم ہے بدون اسکے عملی علاج تنہا کافی نہیں مگر اس کا بجا نا دشوار  
 ضرور ہے۔ ہر شخص سے آسان نہیں مگر تجربہ سے یہ ثابت ہوا ہے کہ  
 جب تک یہ عملی علاج نہ کیا جائے گا کبر دور نہ ہوگا۔ ایسے ہی حسد کا علاج  
 یہ ہے کہ جس سے حسد ہو اسکے لئے ترقی خیر کی خوب دعا کیا کرے اور اسکے  
 ساتھ احسان بھی کرتا رہے چند دن میں حسد دور ہو جائیگا مگر یہ بات آسان

نہیں دینی تفسیر یہ سب افعال آسمان ہیں مگر نفس کی منازعت کی وجہ سے دشوار  
 ہوتا ہے۔ مگر ان میں دشواری اول اول ہی ہے کیونکہ نفس کی کشاکشی  
 تیر میں زیادہ ہوتی ہے پھر زیادہ منازعت نہیں رہتی مگر ایک اور مرتبہ  
 شریعت کے بے گزرنے ہونا چاہیے بلکہ اسکو مدت دراز تک جس کو  
 شیخ مشق بخور کرے کرنا چاہیے کیونکہ ایک دو دفعہ سے مرض کی جڑ  
 نہیں جاتی اسی کو ایک عارف فرماتے ہیں

سیر فی نشور ومان تا در کشید جاست بسیر سفر با پند تا پختہ شود و غنیمت

غرض یہ طریقہ ہے اعمال کی اصلاح کا اور باطن کی اصلاح کا کہ نفس کے  
 نزبات کی مخالفت کی جائے اور اسکو مشقت کا عادی بنایا جائے مگر  
 لیکن لوگوں کے مشقت تو ہوتی نہیں یوں چاہتے ہیں کہ ہمارے آرام میں  
 ہی نفس نہ آوے اور اعمال کی بھی اصلاح ہو جائے باطن کی بھی اصلاح  
 ہو جائے۔

ایک شخص تیر سے کہنے لگے کہ مجھے بسا وظیفہ ملا  
اصلاح نفس اور جس سے نماز قضا نہ ہو میں نے کہا کہ اگر وظیفہ قضا  
 ہوتا تو اس کے واسطے دوسرا وظیفہ پڑھو گے پھر اس کے واسطے  
 تیسرا یہ تو سلسلہ غیر قضا ہی ہے گا اس کا علاج تو یہ ہے کہ جسد نماز  
 قضا ہو اس دن مجھ کے رہو یا ہم ہر صدقہ کرو اور یہ صدقہ نہ تو اتنا  
 زیادہ ہو جس کا کچھ نہ ہو نہ اتنا کم ہو جس کی نفس کو خبر کچھ نہ ہو بلکہ دیرانی  
 درجہ کا ہو جس سے نفس پر کسی قدر گرانی ہو اور اس سے بہہ دے کہ جب نماز  
 قضا کرے گا میں کچھ نہیں منرا دوں گا۔ اور یہ علاج میں نے یا صوفیہ نے  
 اپنی طرف سے اختراع نہیں کیا بلکہ تصوف میں سنت ہیں اس کی اصل مہرود

ہے حدیث میں ہے من قال قائل اقام رک فیتصدق یعنی جس کی زبان  
یعنی جس کی زبان سے یہ کلمہ نکلا جائے کہ آؤ جو اکیس ہیں وہ صدقہ کرے  
اسی طرح حبیب کے زمانہ میں غلطی سے جماع ہو جائے تو وہ بھی صدقہ  
کا حکم ہے ابتدا سے حبیب میں ایک دینار اور آخر میں نصف دینار۔ اور  
اس میں راز یہ ہے کہ صدقہ کرنے سے نفس پر زیادہ مشقت پڑتی ہے  
وہ اس سے بچنے کے لئے مقبور میں مشقت کو برداشت کر لیتا ہے اور یہ  
کام اس سے چھوٹ جاتا ہے تو دیکھئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان  
مواقف کیسے کوئی وظیفہ نہیں بتلایا بلکہ ایسا علاج بتلایا جس میں نفس کو  
مشقت ہے اس سے صاف معلوم ہوا کہ اصلاح نفس کا طریقہ ظاہر ہی  
ہے وظیفوں سے اصلاح نہیں ہوا کرتی۔ شاید طبیب کو یہاں یہ شبہ ہو کہ  
امام ابو حنیفہؒ تو غرامت مالیہ کو ناجائز فرماتے ہیں پھر تم یہ جرم مانہ کیونکر  
تبرأت ہو۔ اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ اپنے اوپر جرم مانہ کرنا جائز ہے  
دوسروں پر جائز نہیں۔ اور ہم یہی تو نصیحت کرتے ہیں کہ جب عمل میں  
کوئی تاہی ہو تو خود اپنے اوپر جرم مانہ کیا کرو یہ تو نہیں جانتے کہ مریدوں سے  
کوئی تاہی ہو تو ان پر جرم مانہ کر سکتے تم وہ قول کیا کرو گے کہ فی سبیل اللہ کرے  
تو بے شک ناجائز کا مرتکب ہوگا

یہ تو وہ امراض تھیں جو مردوں اور عورتوں  
میں مشترک تھیں اب ہمیں بعض ان امراض

کا علاج بتاتا ہوں جو مستورات کے ساتھ خاص ہیں کیونکہ اس وقت مستورات  
کا مجمع بھی موجود ہے سو مستورات میں ایک مرض یہ ہے کہ جب چند  
عورتیں جمع ہوں گی تو ہمیشہ دنیا کی باتیں کریں گی مرد کو جس مجمع ہوتا ہے



دل پر آراہ چل جاتے گا کہ بھری برادری میں سب نواسیہ زبور عمر  
لباس سے آئیں اور ہم سادے لباس مہولی زبور میں ہوں تو صبر  
دنیا کا بھی تو کوئی کام بدون محنت کے نہیں ہوتا اسے اندر دینہ ری  
ایسی سستی کیوں ہے کہ لوگ دینہ بدون محنت کے دنیا

چاہتے ہیں۔

ناز پرورہ شمع نہ بردارہ بدوست عاشقی شیوہ زندان بدکش باشد  
میرا یہ مطلب بھی نہیں کہ اتنی محنت کر جس سے نفس تنگ رہے  
اپنے اہل مجاہدہ ایسے بھی ہیں چنانچہ ہمارے ساتھ سفر تاج میں جہان  
میں ایک شخص تھا وہ کسی دن تک کچھ نہ کھاتے اور جب محنت  
بیشت تو کسی دن کی خوراک ایک ہی وقت میں کھا جاتے وہ ان  
ان سے کہنا کہ یہ کیا و اہیات ہے کہ ایک وقت میں تم کسی دن کی خوراک کھا  
جانتے ہو کہ میں مجاہدہ کرتا ہوں کیونکہ مجاہدہ کی ایک قسم تو ترک کرنا ہے اور  
ایک قسم اتنا رکھنا بھی ہے کہ اتنا کھائے کہ نفس پریشان ہو جائے جو مجاہدہ  
سے متنور و نفس کو پریشان کرنا ہے اور وہ جس طرح ترک کرتا ہے پریشان  
ہوتا ہے بہت کھاتے ہے بھی پریشان ہوتا ہے سو یہ تو ان قسم سے ہے کہ وہ  
سے متنور و نفس کو پریشان کرنا نہیں ہے کچھ کھائے کہ نفس کو مشغول کرنا نہ  
رہے نہ تنہا کی حالت سے نہ کھائے اور اس کے ساتھ ساتھ جو بدو کوئی  
کچھ کھائے کسی قدر مشغول رہے بہت زیادہ نفس کو پریشان نہ کرنا  
چاہیے کہ جو کچھ کھائے کہ جو کچھ کھائے کہ جو کچھ کھائے کہ جو کچھ کھائے



نسیب کا متوالہ یاد آیا کہ آپ نے ایک مدرس کو مدرسہ سے الگ کرنا چاہا  
اور ہمت نہ کی کہ یہ سختی بہت ہیں تو مولانا نے  
وہ یہ کہ سختی ہی مطلوب ہے تو مجھے چالیس روپے تنخواہ دیکر مدرس  
وہ کیوں بنایا کہ ایک پسندیدہ می کو چکی دیکر وہ سگاہ میں بٹھادو وہ  
تو سے زیادہ محنت کر سکتی اور مزدوری صرف دو آنہ لیگی۔ پس  
نہ ہوا میں فرط بھی مذموم ہے بلکہ اعتدال کی رہنمائی لازم ہے اسی کو  
مستند سیدی فرماتے ہیں سے

نہ چنداں کہ از ضعف جنت برآید

نہ چنداں بخور ز دایمت برآید

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے والذین اذا انفقا لم یسئلوا

عذر الیہا ہرے

وہ ایتھرو او کان بین ذلک قواۃ یعنی خدا کے

نہ میں بندہ وہ ہیں کہ جب وہ خرچ کرتے ہیں تو نہ اسراف کرتے ہیں  
نہ کسی کرتے ہیں بلکہ وہ خرچ کے درمیان میں معتدل ہوتا ہے پس مجاہد  
ہیں بھی اعتدال کی روایت کرنا چاہیے۔ مگر اس اعتدال کو بھی آپ  
پہن رائے سے بیزیر نہ کیے کیونکہ بیمار کی رائے ہوتی ہے اس طریق  
پہن رائے سے کامیابی نہیں ہوتی سے

خود و رسد خود در عالم نہ نیست کثرت دریں مذہب خود بینی و خود رائی  
بر کسی یقین سے درجہ اعتدال معلوم کیجئے اللہ تعالیٰ سے ہر زمانہ ہمیں  
ہم سے توفیق دے وہ بات چہاں ہے ان سے رجوع کرو اور ان سے  
مذہب خود کو رو بہ پیروی نہ جانے میں دو فرق ہیں ایک وہ  
جو اعتدال سے بہت جانتے ہیں وہ سے وہ جو اعتدال میں نہ کر سکتے ہیں اسی  
جو بہت جانتے ہیں وہ فتنہ ہیں جو بہت جانتے ہیں وہ فتنہ ہیں کہ ہم



سے زیادہ کی ضرورت نہیں۔ صاحبو! جس طرح طبیب دوا بخورنے  
 والے سے کہتا ہے کہ خود ہی بخور کرنا ہے اسی طرح آپ کو مجاہدہ  
 کی ضرورت نہیں ہے۔ معلوم کرنا چاہیے جبکہ اعمال مجاہدہ کو آپ  
 کی ضرورت نہیں ہے۔ معلوم کیا ہے۔

اب یہاں ایک بات اور سمجھئے کہ مجاہدہ کی دو قسمیں  
 ہیں ایک مجاہدہ جسمانی کہ نفس کو مشقت کا عادی

کیا ہے مثلاً نالہ کی تکثیر سے نماز کا عادی کرنا اور روزہ کی کثرت سے  
 دھرم کا عادی بنانا اور ایک مجاہدہ بھگتی مثلاً سخت نفس سہجہ کہ جس  
 وقت نفس بدست پر دے ہو اس وقت اس کے تقاضے کی مخالفت کرنا

جس سے وہ یہ دوسرا مجاہدہ ہے اور یہ واجب ہے اور میں مجاہدہ  
 مجاہدہ کی قسمیں کے واسطے کیا جانتا ہے کہ جب نفس مشقت برداشت  
 کرنے کا عادی ہو گا تو اس کو اپنے جذبات کے ضبط کرنے کی بھی عادت  
 ہوگی۔ لیکن اگر کسی کو بدوان مجاہدہ جسمانیہ کی مخالفت نفس پر ضرورت  
 ہو جس سے اس کو بدوان جسمانیہ کی ضرورت نہیں مگر ایسے لوگ شاذ و  
 نادر ہیں۔ اس واسطے ضروریہ مجاہدہ جسمانیہ کا بھی اہتمام کیا ہے  
 جس سے اس کو عادی ہو جائے کہ جس طرح اس میں ترک کا عادی  
 ہو جائے۔ مثلاً ترک خوراک وغیرہ۔ تاہم اگر ترک سے مراد فحش ہے  
 تو ترک کرنے میں جو شخص ان ارکان پر توجہ کرے وہی ہو جائے گا  
 ورنہ وہ اپنے نفس پر قابو پا کر اپنے نفس کے تقاضے سے بدست  
 ہو جائے گا۔ اگرچہ اس سے مراد مجاہدہ جسمانیہ ہے اور یہ بھی کہ جس میں  
 جس طرح ترک کرنا چاہیے۔ مثلاً ترک خوراک وغیرہ۔ تاہم اگر ترک سے مراد فحش ہے  
 تو ترک کرنے میں جو شخص ان ارکان پر توجہ کرے وہی ہو جائے گا  
 ورنہ وہ اپنے نفس پر قابو پا کر اپنے نفس کے تقاضے سے بدست  
 ہو جائے گا۔ اگرچہ اس سے مراد مجاہدہ جسمانیہ ہے اور یہ بھی کہ جس میں

اور اس میں جو مشقت لاحق ہوتی ہے اسکو برداشت کرنا چاہیے کیونکہ  
بدون مشقت کے کوئی کام نہیں ہو سکتا نہ دنیا کا نہ دین کا۔ یہ ہے  
وہ مسئلہ جس کی ضرورت تھی اور لوگ اس سے غافل ہیں یعنی مخالفتِ نفس  
کہ جب نفس گناہ کا تقاضا کرے اس کی مخالفت کرو۔ اور یہ بات اس وقت  
آپ کو حاصل ہوگی جبکہ نفس کی سبائز خواہشوں کی بھی مخالفت کیا کرو۔ مثلاً  
کسی لذیذ چیز کو چاہا تو فوراً اس کی خواہش کو پورا نہ کیا جائے بلکہ اس کی  
درخواست کو رد کر دیا جائے دس دفعہ میں سے ایک دفعہ اس کی سبائز  
خواہش پوری کر دی اور نو دفعہ ٹال دی جب مباحات میں تم مخالفت  
نفس کے عادی ہو گے اس وقت معاصی کے تقاضے کی مخالفت پر آسانی  
سے قادر ہو گے۔ وہ جو شخص مباحات میں نفس کو بالکل آزاد رکھتا ہے وہ  
بعض اوقات تقاضائے معصیت کے وقت اسکو نہیں دبا سکتا تجربہ کر  
کے دیکھ لیا جائے یہاں سے معلوم ہوا کہ صوفیہ نے جو ارکانِ ارجمہ مجاہدہ  
کے تجویز کئے ہیں اس میں انہوں نے ابتداء نہیں کیا اول تو احادیث  
میں غور کرنے سے ہر رکن کی اصل بل سکتی ہے دوسرے انہوں نے تہذیب  
مخالفتِ نفس عنداً ذوق المعینہ کیلئے یہ نوعِ مجاہدہ کی بارہ تدبیر کے  
تجویز کی ہے تدبیر میں نصوص کی بھی حاجت نہیں ابتداءً نصوص کے خزانہ  
نہ ہونا چاہیے خواہ یہ کہ لوگوں نے جو یہ سمجھ لیا ہے کہ دین کے کاموں میں  
مشقت برداشت کرنے کی ضرورت نہیں تھی بلکہ اصل یہ ہے  
کہ دین سارا مجاہدہ ہی ہے کیونکہ دین نام ہے۔ پابندی می کا اور  
پابندی نفس کو گراں ہے۔ پس بدون مجاہدہ کے دین گراں  
نہیں ہو سکتا۔

اب میں اس مسئلہ کو ان آیات پر منطبق کرنا چاہتا ہوں

رجوع و امکان جو میں نے شروع میں تلاوت کی ہیں۔ میں نے یہیں

تفسیر تلاوت کی ہیں ایک من کان یرجو النار النار فان اهل النار و

ہر مہم یہ آیت راجع الی العقیدہ ہے ترجمہ اس کا یہ ہے کہ جو

رسول اللہ سے ملنے کی امید رکھتے ہیں تو اللہ کا وہ وقت مہمیں ضرور آنے

وہ ہے اور اللہ تعالیٰ (ان کے اقوال کو) خوب سنتے اور (ان کے افعال

و حوال کو) خوب جانتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اوپر بعض مسلمانوں کو جو

کنارہ کی ابتداء سے گھبراتے تھے تنبیہ کی گئی ہے کہ کیا ان کا یہ خیال ہے کہ

ان کو صرف اتنی بات پر چھوڑ دیا جائیگا کہ ہم ایمان لے آئے اور ان کی

سزا بخش نہ کی جائے گی حالانکہ ہم ان سے پہلے مسلمانوں کو بھی آزمائش

سے پرکھ چکے ہیں اسکے بعد جملہ معترضہ کے طور پر کنارہ کو یہ مضمون سنایا

کیا ہے کہ کیا ان کا یہ خیال ہے کہ وہ ہم سے بیکر بھاگ جائیں گے سو ان

کی یہ بکریز بہت پیو وہ ہے اس جملہ معترضہ میں کنارہ کی تنبیہ کے ساتھ

مسلمانوں کی ایک گونہ تسلی بھی کر دی گئی کہ کنارہ کی یہ ابتداءیں چند روزہ

زیادہ پھر ہم ان کو اچھی طرح پکڑنے والے ہیں اس کے بعد پھر مسلمانوں

کی طرف روئے سخن ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ سے ملنے کی امید رکھتے ہیں

ان کو ترسے واقعات سے پریشان نہ ہونا چاہیے کیونکہ اللہ کا وہ وقت

ضرور ضرور آئے گا (اس وقت سارا غم فنا ہو جائے گا) اور اللہ

تعالیٰ سنتے والے جانتے والے ہیں (تو وہ ان کی باتوں کو سنتے اور

کاموں کو پہنتے ہیں اس وقت ان کی ذات قولیہ اور طاعت فعلیہ

سب کا جو دیگر ان کو خوش کریں گے) اس آیت میں رجوع سے مراد

اعتقاد و جازم ہے مگر اس میں ایک لطیفہ ہے جسکی وجہ سے اعتقاد و کوشش  
 رعبا و بیان فرمایا وہ یہ کہ آیت کی سب سے جسکے مطالبہ کفار بھی ہیں جو  
 قیامت کے مقتدر نہ تھے منکر تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے آیت کو یہ جاز و  
 امکان سے شروع فرمایا جس سے کفار کو بھی انکار نہیں ہو سکتا کیونکہ استدلال  
 کی تو اس میں کوئی بات ہی نہیں اور جب ممکن ہے تو ارشاد فرماتے  
 ہیں کہ جسکو نفاذ اللہ کا امکان بھی معلوم ہو۔

ہم اسکو بتلاتے ہیں کہ اس کا وقوع بھی ضرور ہوسکے والا ہے پس ہمارے  
 خبر کے بعد اس کے وقوع میں شک نہ کرنا چاہیے۔

درہم لسمیع العظیم یہ صفات یہاں بہت ہی  
 مناسب ہیں کیونکہ ایساں کے وہ جزو ہیں ایک

تصدیق یا نسب و دوسرے اقرار یا نسیان کیونکہ ذریت کے وقت اقرار  
 یا نسیان کی فرض ہے تو ایساں کے بیان میں ان صفات کا ذکر بہت ہی  
 خوشنہایت تاکہ بندوں کو اطمینان ہو جائے کہ ہمارا ایمان نہ اتنا آسانی سے  
 جتنی نہیں رہ سکتا ان کو ضرور اس کا علم ہوتا ہے تصدیق قبیحہ کو بھی  
 جانتے ہیں اور اقرار لسانی کو بھی سنتے ہیں یہ آیت تو باب الاعتقاد  
 کے متعلق تھی۔ اس کے بعد دوسری منزل مجاہدہ ہے جو یہ بھی متبادر  
 سے ہو کر ہے اور تکمیل اعمال سے منقسم ہے یعنی اعمال کی تکمیل تو  
 عقائد ہی سے ہو جاتی ہے مگر تکمیل اور رسوخ مجاہدہ سے ہوتی ہے اس

کا ذکر دوسری جگہ میں ہے ومن جاہدنا فاجہد لنفسہ ان اللہ یفنی  
 عن العلمین یعنی جو شخص کوشش کرتا ہے وہ اپنے ہی واسطے کشت کرتا  
 ہے بیشک اللہ تعالیٰ کا حکم اپنی عالم سے ہے نیز ہے (اسکو کسی کی خدمت

وجہ ہر کی ضرورت نہیں، میرا مقصود اس جگہ یہ بتانا ہے کہ اللہ  
تعالیٰ نے اول عقائد کا ذکر فرمایا پھر مجاہدہ کا ذکر اعمال کے ذکر سے  
اگرچہ تیسری آیت میں آتا ہے یہ بتایا اس کے بعد تو معنی ہیں۔ سو  
نکاح ہے کہ سہی کے ذہن میں اور دنیوی وجہ ہو میرے ذہن میں اس  
کا وجہ یہ آئی ہے کہ اس ترتیب سے یہ بتانا مقصود ہے کہ عقائد مذکورہ  
آیت اول کے بعد در اعمال مذکورہ آیت ثانیہ میں مؤثر ضرور ہیں مگر  
وہ تاثر بڑا واسطہ کمزور ہوتی ہے اور بواسطہ مجاہدہ کے قوی ہو جاتی  
ہے اس لئے مجاہدہ کے توسط میں لغت مذکورہ اعمال ظاہر کرنے کیلئے  
یہ ترتیب اختیار کی گئی ہے۔

اب آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو کوئی مجاہدہ کرتا  
ہے وہ اپنے واسطہ مجاہدہ کرتا ہے یہ جملہ اس  
درست فرمایا کہ نصیحت کا اثر کامل ہو کیونکہ جب نصیحت میں تاج کی دلی  
غرض ہوتی ہے، اثر کم ہوتا ہے اور دنیا میں بے غرض نصیحت کرنے والا  
بجز نبی کریم ﷺ کے کوئی نہیں مگر انبیاء کی نصیحت تو خدا ہی کی  
نصیحت ہے وہ تو غرض مبلغ سفیر ہیں باقی سبب کی کچھ نہ کچھ غرض ہوتی  
ہے اس لئے اہم تر الیٰ تعالیٰ کے لئے کہ جب شاکر و کواشاہ ممنوں ہوتا ہے  
ایسا ہی شاکر و کواشاہ ممنوں ہوتا ہے کیونکہ شاکر و کواشاہ  
کواشاہ کے حرم میں ترقی نہ ہوتی کیونکہ کچھ یہ ہے کہ بہت سے قوم  
ہستہ درگاہ نصیب پر درس کے وقت اتنا ہوتا ہے کہ وہ یہ شاکر و کواشاہ  
ہستہ درگاہ نصیب پر درس کے وقت اتنا ہوتا ہے کہ وہ یہ شاکر و کواشاہ  
ہستہ درگاہ نصیب پر درس کے وقت اتنا ہوتا ہے کہ وہ یہ شاکر و کواشاہ



طرح ترقی فی العلوم میں شاگردوں کا استاد پر احسان ہے۔ پس دنیا میں  
 جس پر بھی کوئی احسان کرتا ہے محسن اس کی طرف سے جس پر کوئی  
 نہ کوئی احسان ضرور ہے بجز حضرت حق کے کہ ان کو کوئی کچھ نفع نہیں  
 پہونچا سکتا نہ ان کے افعال مثل بالائزائیں ہیں وہ جس پر جو احسان  
 کرتے ہیں بالکل بے غرض اور مہر امتیازیت و کرم ہی ہے مگر نافرست  
 ہیں سے

من نکر دم خفتی تا سودے کنم      بکے تا بر بندگان خودے کنم  
 اسی لئے یہاں فرمایا ہر نفس پر کیا گیا تاکہ نصیحت کا اثر کامل ہو جائے  
 کہ ہم کو تمہارے اعمال و مجاہدات سے ذرا بھی نفع نہیں ہو کچھ نفع ہے  
 مہر امتیاز ہی ہے پھر مجاہدہ کر کے اپنی ہی رست پر احسان کر دے  
 دوسرے پر احسان نہ کرو ان اللہ معنی عن یحییٰ بن بشیر اشعثی کہ  
 ذات الی عالم سے ہے نیاز ہے یہ لفظ ہمارے محاورہ میں خدا تعالیٰ کے  
 مقتدی چننے مقام پر استعمال کیا جاتا ہے یعنی جگہ اس کا مستحق ہو کر  
 کیا جاتا ہے اس سے احتراز کرنا چاہیے یعنی جب کوئی جوان موت ہو  
 جاتی ہے جو چوڑے چوڑے بچے چوڑ کر مر گیا ہو تو اس وقت برادری و  
 تعزیت کو جمع ہوتے ہیں اور میت کی موت کا ذکر ہوتا ہے تو ایک کہتے  
 ہے ہائے کب جوان تھا جوانی چڑھ رہی تھی دوسرا کہتا ہے ابھی  
 ابھی اس نے دنیا میں دیکھا ہی کیا تھا عمر سنہ و زمانہ کی تسبیح کہتا ہے کہ  
 کیسی بے وقت موت ہوئی بچے کیسے ذرا سا سے چوڑ گیا ان کی پریشانی  
 کی بڑی وقت ہو گئی چوتھے بوج بکڑ سب کے جواب میں کہتے ہیں میر  
 اس کی ذات بڑی ہے نیاز ہے وہ بے پروا ذات ہے اس موقع پر

سے جہد کے معنی یہ ہیں کہ نعوذ باللہ نعوذ باللہ کا رخا نہ خداوندی  
 سے بڑا نہ جبرستہ متعالیٰ عباد پر مطلق نظر نہیں پس جو جی میں آیا کر دیا  
 جی میں دیکھ دیکھ تو خدائی کیا ہوئی اودھ کی سلطنت یا ان نیازگر کا  
 راج مود یہ کہہ میں موقع پر تو بہت سخت ہے اس کے تو یہ معنی ہوئے  
 کہ خدا کو کسی پر رحم نہیں حال نہ قرآن خدا کی رحمت کے ذکر سے بھرا  
 پرست غرض یہ معنی نہیں ہے اس کے بیان کر دیئے تاکہ کوئی آیت میں  
 غنی کو اس معنی پر محمول نہ کرے بلکہ قرآن میں غنی کو دو معنی ہیں  
 سنا ہے کیا کیا ہے ایک یہ کہ خدا کو تمہارے عمل صالح سے کوئی نفع  
 نہیں پہنچتا یہی معنی ہے دو یہ کہ خدا کا تمہارے کفر و معاصی سے  
 کفر و منہ پر چنانچہ ایک جگہ ارشاد ہے ان تملکوا فان الله غنی عنکم  
 کہ تم کفر کرو تو خدا تعالیٰ کو اس سے ضرر نہ ہو گا۔ تیسری آیت میں

سے مطلق ہے در زمین آمنو و عمارا لکانت لکم عنہم سیئاتہم ولنجد  
 یخیم حسن ہندی کا ذابیلون۔ یہاں ایمان کا کمرہ ذکر اس کے فرمایا تاکہ  
 معلوم ہو جائے کہ ایمان بدوان قبول نہیں بلکہ آیت کا یہ ہے  
 کہ جو ترک ایمان ہیں اور نیک کام کہیں اللہ تعالیٰ ان کے گناہ معاف  
 فرمادیں گے یعنی جہنم سے ان کو نکالتا دیں گے اور ان کو جزا رحمن دیں  
 گے میرا قصود جو چاہتا وہ بجز اسد حاصل ہو گیا کہ ایمان و عمل صالح اللہ تعالیٰ  
 سے سب درجہ ہرہ اسی کی تکمیل کے واسطے ہے کہ بدوان مجاہدہ کے  
 نفس و ہر نفس امارا حاصل نہیں ہوتا چنانچہ براہِ درمی کی رہیں  
 بل ضرور ہے اسی واسطے نہیں چھوڑتی ہیں کہ وہ مجاہدہ سے کام  
 نہیں لیتے مگر قریبہ کے چھوڑنے میں نفس کو کشت ضرور ہوتی ہے

لیکن اگر نفس مجاہدہ کہ عادی ہو تو اس سے گھبراتے کہ نہیں نہ ذلت  
 کی پروا کرتے گا نہ کسی کے فتن کی پروا کرتے گا اور تحقیقت یہ ہے کہ  
 اس معاملہ میں ذلت اور طعن کی پروا کرنا محض اس وجہ سے ہے کہ  
 دین کی وقعت نہیں یا دیندار بننے کی خواہش نہیں کیونکہ عیش و  
 یہ ہے کہ جس چیز کی وقعت انسان کی نظر میں ہو یا اس سے محبت ہو  
 تو اس کی محبت میں ذلت و طعن کی ہرگز پروا نہیں۔ چنانچہ بہت  
 سے شرفدار کو آپ دیکھیں گے کہ وہ ہزاروں عورتوں سے کراہت  
 میں کیا اس سے برادری میں ان کی ذلت نہیں ہوتی یا نوک میں  
 نہیں کرتے مگر چونکہ اسکو اس سے محبت ہے اسلئے کسی کی بات  
 پروا نہیں کرتا اسی طرح بعض لوگ اپنی بڑائی کو ایسے رشتہ سے  
 دیتے ہیں جو ذات میں یا نسب میں کم ہے مگر مالدار بہت بڑا ہے اس  
 موقع پر بھی برادری کی طرف سے بہت پر نفرت ہوتی ہے  
 نفقہ کے سامنے کسی بات کی پروا نہیں کی جاتی۔ اس لئے دین میں  
 اس واسطے رہ گئے ہیں کہ یہاں ہر مانع کی پروا کی جاتی ہے نہ  
 ہے کہ اس میں جوڑے ہیں ذلت سے کہنے کی جتنی ہے کہ برادری میں  
 دے گی کہ خرچ کرتے ہوئے جان بچاتی ہے اس لئے شریعت کی ہر چیز  
 کہتے کہ ان کو دوسروں کے یہاں کھانا ہی جاتا ہے نہ نہیں جاتے  
 تسلیم کرتا ہوں کہ برادری سب کے کہے کی لیکن اس کی کیا وجہ ہے  
 سب باتوں میں برادری کے کہنے کی پروا نہیں کی جاتی بعض وقت  
 کسی غریب کی زمین یا گھر کا کوئی حصہ دیا جاتا ہے برادری تو دیکھ  
 براہ کرم کہتی ہے کہ کوئی چارہ می سنے یا زکوٰۃ سے منہ کھانے کو دے

میں تو لوگ اسکو ذلیل کرتے اور سگی کوچوں میں برا بھلا کہتے پھر نے  
 پھر گھر برادری کی باتوں کو ایسا ہی منت واسے ہوتا براہِ رحم ن  
 بدانتہا بھی برادری کی باتیں وہ منت کی پرواہ کر لیا کرو۔ کہ نہیں  
 یہ شرفی بہانہ ہے اور نہ حقیقت یہ ہے کہ تمہارا خود اس میں کرسو  
 کیا ہے۔ کہ تمہارا چہرہ نہ چاہتا تو تم کسی کی بھی پرواہ نہ کرتے جیسا  
 کہ وہ کہہ رہا ہے کہ میں کسی کی پرواہ نہیں کرتے۔ پھر جو لوگ برادری  
 کی منت کو بہانہ کرتے ہیں ان کے واسے ٹھیک اور بڑا بہانہ وہ

[illegible][illegible]

بھی معافی چاہنا دشوار نہیں اور یہاں سے معلوم ہوا کہ اگرچہ جو لوگ  
 لذت و اتحاد کا پھر دیتے ہیں یہ کافی نہیں بلکہ ضرورت اس کی ہے کہ یہ  
 پھر بھی اور پھر سننے والے بھی اول مجاہدہ سے نفس کی اصلاح کریں  
 بدون اس کے ہرگز اتفاق و اتحاد قائم نہیں ہو سکتا چنانچہ اگر کسی  
 پھر اس کی رائے سے کوئی دوسرا شخص کسی میں مخالفت ظاہر کر دے  
 تو یہ اتحاد و اتفاق کا سب پھر بھول جائیں گے اور دوسرے شخص کی  
 مخالفت و تندی و تحقیر کے درپے ہو جائیں گے پھر دونوں میں کسی  
 برائی طرح مخالفت پھٹتی ہے کہ اختیار کے کام سے کلمہ دونوں کی طرف  
 سے گویوں میں بھرے ہوئے تھالے ہوتے ہیں جس سے دونوں کی توجہ  
 و اتفاق و اتحاد کی حقیقت میں جاتی ہے نہ صرف جاتی ہے حسبِ قدر  
 شدہ عہدہ کا ارشاد ہے کہ لوگ اتحاد و اتفاق میں تقریریں کر سکتے ہیں  
 مگر اس کی جڑ کو کوئی مضبوط نہیں کرتا اتحاد و اتفاق کی جڑ تو وضع ہے  
 متبیر میں بھی اتفاق نہیں ہو سکتا کہ جو کہ تو اسی طرح کہ ایک  
 شخص اپنے نمبر کو چھوڑ کر تو وضع اختیار کرے۔ سبحان اللہ ایہ قول  
 اب زور سے کہنے کے قابل ہے۔ در یہ جیسے چہ نشین کا مقولہ ہے  
 جس نے سیاسی میدان میں قدم بھی نہیں رکھا مگر وہ سب سب سب  
 داں اس کے سامنے بیچے ہیں کوئی شخص بھی اتحاد و اتفاق کے لیے اس  
 سے بہتر نسخہ نہیں بتا سکتا پس اتحاد و اتفاق کی جڑ تو وضع ہے  
 تو وضع کی اصل مجاہدہ نفس ہے کیونکہ وہ وضع  
تو وضع کی اصل اس کا نام نہیں کہ زبان سے اسے کہنا  
 نیاز مند ذرا بیخود رہے بلکہ تو وضع یہ ہے کہ اگر کوئی تم کو واقعی ذرا

بتقدیر اور خاکسار سمجھ کر برا بھلا کہے اور ختم و ذیل کرے تو کہہ کو انتقام  
 اجر و ثواب پہنچا نہ ہو اور نفس کو یوں سمجھا لو کہ واقعی تو تو ایسا ہی ہے پھر  
 برکے و نیکے اور اگر کسی کی برائی سے کچھ رنج و اثر ہوئی نہ ہو وہ  
 واقعی کاغذی درجہ ہے کہ مدح و ذمہ برابر ہو جائے مطلب یہ کہ غفلت پر  
 عمل نہ کرے کیونکہ بعد تو مساوات نہیں ہو سکتی ہاں کوئی مطلوب العالی  
 اور بات ہے اسی طرح طلبہ اور مدرسین میں ایک مرض ہے کہ  
 ہر کسی کا بھی قرار نہیں کرتے اگر کوئی بات زبان سے نکل جائے  
 یا کسی سے کسی مقدم کی غلط تقریر ہو جائے اور کوئی صاحب علم اس کی  
 تقریر کرے تو مدرس اس کو ہرگز سیر نہ کرے گا بہت شک و شبہ ہو  
 گا کہ اس نے کون سا کلمہ کہا اس کا منش بھی یہی ہے کہ یہ شخص  
 کلمے کو مشتت ہے و الٹا نہیں چاہتا مشتت سے بچنا چاہتا ہے کیونکہ  
 غلطی کا اقرار کرنا نفس پر بہت گراں ہے اور گزنی کی وجہ یہ ہے کہ  
 نفس کو سببِ ذلت سمجھتا ہے حالانکہ یہ بالکل غلط ہے بڑا اقرار ہے  
 سے اور عزت بڑی باقی ہے ہم نے حضرت مولانا خیر تقی صاحب  
 وقتہ شریف کو بار بار دیکھا ہے کہ جب درس کے وقت کتاب کے کسی  
 فقرہ پر شبہ ہو جاتا تو کتاب ہاتھ میں لیکر اپنے ماتحت مدرس کے  
 پاس پہنچ جاتے اور فرماتے کہ مجھے اس مقام پر شرح صدر نہیں ہوا  
 لہذا آپ اس کی تقریر فرمادیں مجھے مدرس اول ہو کر ماتحت مدرس  
 سے ایسے درخواست کرنا کوئی معمولی بات تھی بہت بڑی بات تھی مگر  
 کیا اس سے نفوذ ہوتا مولانا کی عزت و وقعت کم ہو گئی بخدا ہرگز نہیں  
 گھٹا ہے زیادہ ہو گئی چنانچہ آج یہ بات مولانا کے محاسن میں

بیان ہو رہی ہے اور ان کے دیکھنے والے آج ان صورتوں کو دیکھتے  
 ہیں کہ ہاں وہ لوگ کہاں گئے جن کو باوجود کمال کے اپنے نفس کے  
 اقرار میں ذرا بھی پس و پیش نہ تھا اور اب ایسا زمانہ آیا کہ نفسوں  
 کو بھی اپنے نفس کے اقرار سے عارستہ بنے وہ اپنے لئے کہاں کے مدعی  
 ہیں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بھی خدمت  
 تھی کہ درس کے وقت اگر کسی مقام کی تقریر میں آپ سے نفرت ہو  
 جاتی اور کوئی ادنیٰ صاحبِ علم پھر عرض کر دیتا کہ حضرت اس مقام کا  
 مطلب تو یہ معلوم ہوتا ہے تو مولانا فوراً اس کی بات کو ہاں کر کے  
 صاف فرمادیتے کہ میں نے فلسفی کی صحیح متنب وہ ہے جو تم سے بیان  
 کیا پھر ایک دفعہ پر بس نہ ہوتا تھا بلکہ بار بار اس جملہ کو دہراتے  
 تھے کہ مجھ سے فلسفی ہو گئی میں نے غلط مطلب بیان کیا تھا وہ صاحب  
 ِ علم شرمندہ ہو جاتا ہے میں نے ناقص تقریر کی مگر مولانا اپنی غلطی سے  
 اقرار سے نہ رکتے تھے اور واللہ اس سے مولانا کی عزت و محبت و  
 عظمت بڑھنے سے زیادہ بڑھتی تھی پس نفس کا یہ خیال غلط ہے کہ اگر  
 خدائے ذلت ہوئی ہے اور بالضرر اگر ذلت ہوئی ہے تو یہ  
 تم کوئی کامہ ذلت کا نہیں کرتے ہو اگر ایسا ہے ذلت سے بچنا ہے تو  
 شخص کے مکان سے غائب ہونا چاہیے نہ لپا کر میں اور کوئی مہربانی  
 چندہ کے واسطے بھی نہ جایا کریں کیا اس میں ذلت نہیں ہوتی نہ  
 جب مہربانی چندہ کے لئے دورہ کرتے ہیں مرام اسکو بہت ذلت  
 سے دیکھتے ہیں خصوصاً جس چندہ میں شہاب خاص ہوا ہے  
 تو بہت ہی ذلت ہوتی ہے اور دوسرے پر جبر بھی ہوتا ہے اسی سے





کوتاہی رزق و نزول بد میں بڑا دخل ہے پینا پنچہ حدیث میں ہے کہ جس قوم  
 میں سود کی کثرت ہوگی اللہ تعالیٰ اس پر گناہ مسلط کر دیں گا وہ جس  
 قوم میں زنا کی کثرت ہوگی اس پر عین و غیرہ ایسے مرنے والے  
 ہونگے جو میت کو گول سے دیکھتے ہیں نہ نکلتے ہیں لہذا ہر قوم کی ہر قوم  
 ہستی دونوں طرح کی کامیابی ہے۔ بدیوں کی جیسے دنیاوی اور دینی اور  
 تمدنی و رسیبہ کی تمام سعادت کی بنیاد و ریزہ یہی ہے کہ انسان اپنے  
 نفس کی مخالفت کا کامی بنے اور نفس کو مشقت کا کامی بنے۔ یہ  
 میں ختم کرتا ہوں و غایت ہے اللہ تعالیٰ ہم کو فہم سلیم عطا فرمائیں اور  
 عمل کی توفیق شائع حال ہو و علی سیدنا و مولانا محمد  
 و علی آبیہ و صدیہ و بارک و سلم و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

انشرف علی

۱۴۳۵ھ

التحصيل والتعمیل

مع  
التحصيل والتعمیل

اپنی صوبہ کے متعلق یہ دو غلط فہمیاں مبارک نام سے  
بروزہ خرمی جمعہ مسجد خاں آباد یہ مٹھانہ جہان میں کریم پریمی  
کریمیان فرمایا۔ جو پوسٹ چار خٹوں میں ختم ہوا۔ سائنسین کی تعداد  
... کے قریب تھی۔ یہ وٹھارہ والا ناظر احمد صاحب شانی  
سہ قلمبند فرمایا۔

## شهادة الزور

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله وحده ونستعينه ونستغفره ونؤمن  
بأنه لا شريك له ونشهد أن لا اله الا الله  
من عبادة الله وحده لا شريك له  
وأن محمداً عبده ورسوله  
وأن الله لا يهدي القوم الظالين  
والشهادتان هما شهادة أن لا اله الا الله  
وأن محمداً عبده ورسوله  
والشهادة الثالثة هي شهادة أن لا اله الا الله  
وأن محمداً عبده ورسوله  
والشهادة الرابعة هي شهادة أن لا اله الا الله  
وأن محمداً عبده ورسوله

والشهادة الخامسة هي شهادة أن لا اله الا الله  
وأن محمداً عبده ورسوله  
والشهادة السادسة هي شهادة أن لا اله الا الله  
وأن محمداً عبده ورسوله  
والشهادة السابعة هي شهادة أن لا اله الا الله  
وأن محمداً عبده ورسوله

جس آیت کی میں سے تلاوت کی ہے قاضی موقوفہ وقت  
 کے لئے لکھا ہے وہ ساری ہیں کو غیر مرتبہ بار معارف ہوں ہوگی کہ  
 میں ہیں احکام رہنما کا پتہ بھی نہیں۔ مگر جب جزئیات سے زیادہ کلیات کا  
 اہتمام ہے۔ کیونکہ کلیات سے ہیں کم آتے ہیں اور جزئیات کو اکثر لوگ بیان  
 کرتے رہتے ہیں۔ دوسرے کلیات جامع بھی ہوتے ہیں جزئیات کو اور ان کا  
 یاد رکھنا بہت سے جزئیات کو یاد رکھنے سے معنی ہوتا ہے اس وجہ سے ہیں  
 اس وقت ایک مشہور کی اختیار کیا ہے جو کیفیت و مہم کی وجہ سے احکام  
 رہنما کو ہی شامل ہے چنانچہ تقریر سے معلوم ہو جائے گا کہ اس مشہور کے  
 ہر فعل سے تعلق ہے اور روایات حدیثیہ کو بھی لایا جائے تو اس آیت  
 کا تعلق احکام رہنما سے اور نہ زیادہ معلوم ہو گا نہ اس سے کہ اس میں اتفاق  
 کا ثواب مذکور ہے اور رہنما میں اتفاق کا ثواب زیادہ ہوتا ہے بلکہ دوسرے  
 وجہ سے جس کو میں آخر بیان کروں گا کہ اتفاق کو بھی اس مہینہ سے خاص  
 شہریت ہے اور یہ بھی رہنما کے ساتھ اس آیت کی مناسبت کی وجہ  
 ہو سکتی ہے اس لئے حدیث میں اسکو شہر الموائع سے کہا گیا ہے جس کا  
 شہر اکثر عافیت <sup>مست</sup> پایہ میں ہوتا ہے۔

رمضان و حسنات اس مہینہ میں باہم ایک دوسرے سے بہرہ ور  
 ہونا ہے جو اتفاق و صلوات سب کو عام ہے و ایک تحقیق یہ ہے کہ اس مہینہ میں  
 سے یہ بھی ہے لیکن اس مہینہ میں فرض کا ثواب ستر فرسوں کے برابر ہے اور  
 نفل کا ثواب فرض کے برابر ہے مگر اس نفا عتف حسنات کے مدد پر لوگ  
 ایک غلطی میں مبتلا ہیں جس کو میں نے پہلے بھی بیان کیا ہے کہ شاید بعض  
 لوگ اس وقت حاضر نہ ہوں اس سے دو بار بیان کرتا ہوں۔ وہ یہ کہ  
 بعض حضرات نے یہ سن کر رمضان میں نفا عتف حسنات ہوتا ہے اس سے  
 یہ اثر لیا کہ رمضان کے لئے طاعات و عبادت کو ملتوی اور مؤخر کر دیتے ہیں  
 تو گھوٹا سی مہینہ میں ادا کی جاتی ہے اور جو بزرگوں نے اس سے پہلے ہو کر  
 ہوا اور اس کے سوا بھی دیگر عبادت کو اس ماہ پر موقوف رکھ دیا ہے۔  
 یہ غلطی ہے جس کا نشت مقصد نفوس سے ہے۔ اور غلط تصور ہے کہ  
 بسا ہی قسم ہے جس کی تعلیمات حدیث میں یوں کی جہد میں ہے  
 بہ تعبیر الفقہ فی الدین میں کہ بنا پر عہدے فرمایا ہے کہ کسی شہر و دیہہ  
 میں کہ میرے متعلق مشیت حق یہ ہے کہ فقہ کے کہ اس کو ضرور ہے  
 قرار دے اس کے مانتے خیر کا ارادہ کیا ہے جو کہ اس حدیث سے ثابت ہے  
 منشی اس بات سے ماسل نہیں رہا کہ حدیث و قرآن کا ترجمہ یہ ہے  
 کہ چھ شہری نکات بیان کر دیئے جائیں کہ یہ فضیلت اس سے ہے کہ  
 ہے کہ شہر کا مقصد یہ ہے کہ کسی کا نام فقہ سے اور یہی وہ ہے کہ  
 میں ہمارے کامر سائنس منت زشتہ کو رحمت ظہر میں منشا میں ہر شہر  
 ہیں مگر حق زشتہ منت زشتہ ہر شہر منت زشتہ ہر شہر منت زشتہ

سب سے زیادہ عظیم ہے۔ ان سے بڑھ کر شریعت سے مقصد کو کون سمجھ  
 سکتا ہے۔ اس کے برابر نور ایمان و تقویٰ کس کو عجیب ہے، اور علوم قرآنیہ  
 میں کئی امر اس قدر برکت سے حاصل ہوتا ہے۔ اس مضمون پر کسی کو  
 اس حدیث سے شبہ نہ ہو۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ائی  
 الذین یحبون الیکم ایماناً و لواء المنسۃ الی آخر الحدیث یعنی حضور نے  
 اس پر سے ایک دن دریافت فرمایا کہ تمہارا سے نزدیک سے سب سے  
 زیادہ عجیب ایمان کس سے ہے؟ عرض کیا فرشتوں کا آپ نے فرمایا  
 کہ فرشتوں کے ایمان نہ ہے۔ کی وجہ وہ تو ہر وقت اپنے رب سے  
 قریب ہیں۔ صحابہ نے عرض کیا پھر نبی رکہ فرمایا ان کے ایمان نہ ہے  
 کی وجہ وہ تو وحی کا مشاہدہ کرتے۔ ہے؟ عرض کیا پھر  
 انار یان عجیب تر ہے۔ فرمایا یہ ایمان نہ ہے کی وجہ ہو سکتا  
 ہے۔ یہ تو وہ ہیں جو وہ ہوں یعنی تم کے لئے دیکھا نزول وحی کو  
 دیکھ کر میرے معجزات دیکھ کر پھر آپ نے فرمایا ان لوگوں کا ایمان عجیب تر ہے  
 جو میرے درمیان سے اور میرے چند اوراق دیکھ کر کہ جن میں قرار ہو گا  
 اور ان پر ایمان آئے۔ اس سے یہ دوسرے نہ ہو کہ تم صحابہ کو متاخرین  
 سے بہتر ثابت ہو اور اس حدیث کی۔ اس سے صحابہ سے متاخرین کا فضل  
 برائے ثابت ہوتا ہے۔ نیز کہ حضور نے کچھ چواں سے ایمان کو عجیب ہی تو فرمایا ہے  
 کہ ان لوگوں و جنس و جنس فرمایا۔ اور عجیب ہونے سے اکمل و افضل ہونا  
 زیادہ عجیب ہے۔ اس حدیث کی بناء پر یہ مسلم کہ متاخرین کا ایمان سب سے  
 عجیب تر ہے۔ مگر یہ کہ ایمان و تقویٰ نہیں کیونکہ وہ ہر حال میں  
 سب سے زیادہ عجیب ہے۔ سب سے زیادہ ایمان کس کا ہے؟



پھر بلکہ کا پھر صحابہ کا پھر صحابہ کے متناہ ہو اسی طرح ہر زمانہ میں دیکھتے  
 جاؤ جو شخص صحابہ کے مانند اخلاق و عادات و طرز معاشات میں مشابہ ہوگا  
 اس کا ایمان قوی تر ہوگا اور یہ ہو میں نے کہا ہے کہ ائیب ہونا اقوی و کم  
 ہونے کو مستلزم نہیں اس کی ایک نظیر میرے پاس ہے میں پوچھتا ہوں کہ  
 کیا حق تعالیٰ کا علیم و قدیر و سمیع ہونا عجیب تر ہے ہرگز نہیں بلکہ اس کے  
 علیم و حکیم ہونا عجیب ہے کیونکہ حادث ممکن کا صفات کمالیہ سے متناہ ہونا  
 واقعی تعجب کی بات ہے اور واجب و حکیم کا صفات کمال سے مرصوف ہونا  
 کیا عجیب ہے وہ بھی صفات کمال سے مرصوف نہ ہو تو اور کون ہوگا مگر  
 انسان کے علم و حکمت کے، عجیب ہونے سے اس کے علم و حکمت کا کس قدر  
 لازم نہیں بلکہ اکمل و افضل و اقوی اللہ تعالیٰ ہی کا علم و حکمت ہے یہ کس  
 درمیان میں ایک تشبہ کے رفع کرنے کو شروع ہو کسی شخص کہ حضرات سے بہت  
 ایمان کی قوت و نصیبت پروردگار ہی الحق ائیب ایمان سے تشبہ نہ کیا جائے  
 میں یہ کہہ رہا تھا کہ متناہ ہونا اس کا سمجھنا فتنہ ہے جس میں حق تعالیٰ نے  
 فرمایا کہ نصیبت دی ہے امام ابو حنیفہ امام شافعی و دیگر اسی طبقہ کے  
 وجہ سے امام ہیں اس خاص صفت میں ان کے مجتہدین سب ممتاز ہیں اور  
 کوئی انکی برابر نہیں کر سکتا نہ یہ کہ پھر باہم مجتہدین میں کون افضل ہو  
 سو اس کے بیان کرنے کو ہمارا منہ نہیں ہم اس قابل نہیں کہ فقہاء میں  
 تلافی کریں کیونکہ اول تو ہمارا یہ درجہ نہیں دوسرے ہمارے اندر تشبہ  
 نہیں ہم تلافی کے وقت دوسرے کی تنقیہ کر دیتے ہیں۔

اسی کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرح  
 فرمایا ہے ائیب امام کاٹ دی فرماتے ہیں کہ تشریف آریں تشریف آریں کہ

انبیاء و پیغمبر اسلام میں باہم ایک دوسرے پر تفصیلات نہ دو۔ اور فرماتے  
 ہیں کہ میں نے اجماع ان کا قول انی خیر من یونس ابن صنی اس میں ان سے  
 مراد خود حضور ہیں ہر منکم مراد نہیں (کما قبل ۱۲) یعنی کسی کو میری نسبت  
 یہ کہنا کہ میں خیر ہوں کہ میں یونس علیہ السلام سے افضل ہوں جانا کہ حضور  
 پر یہ ترسیہ و تسکین کی تفصیلات تمام انبیاء پر قطعی ہے مگر حضور نے اس میں  
 پس گفتگو سے منع فرمایا (بیزس سے بھی منع فرمادیا کہ کسی نبی کا نام  
 میرے برابر نہ جائے کہ ہمارے حضور خداں نبی سے افضل ہیں پس اجماع ہی  
 کیا ہے کہ آپ سب سے افضل ہیں۔ کیونکہ تفصیل سے دوسرے  
 بتائے ہیں جو باقی ہے۔ اور ایسے بہت کم لوگ ہیں جو تفصیلی کلام سے  
 غافل ہیں تنبیہ سے بچ سکیں۔ اسے حضور کی یہ غایت رحمت ہے کہ  
 یہ نہ کہ وہ اس بات میں تفصیل گفتگو سے پس منع فرمادیا اور اگر کسی کا  
 مراد سب میں تفصیل گفتگو کر کے یہ خیال ہو کہ میرے کلام سے کسی نبی کی  
 تنبیہ نہ ہو نہیں آتی تو میں اس کے سامنے ایک معیار بیان کرتا ہوں  
 جس پر ہر نبی تفریق کو پرہیز کیا جائے وہ یہ کہ تذاً فضل انبیاء پر تفریق کرنے کے  
 لیے یہ سوچ ہے کہ اس مجلس میں سارے انبیاء و پیغمبر اسلام مع رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف فرما ہیں اور میں سب کے سامنے حضور  
 کے فضل کو نہ ہرگز نہ ہوں اس وقت معلوم ہو جاوے گا کہ کس شخص  
 کے بیان کی جرات ہوتی ہے اور کس کی نہیں ہوتی اس معیار سے اپنی  
 تفریقوں کا وعدہ سے متجاوز نہ ہونا معلوم ہو جائے گا۔ اور اس کی  
 تفریق کہ کسی شخص سے ایسا نا مجبی کسی دوسرے نبی کی تنبیہ بلکہ نہ  
 آج کے دور نہ وہ حضرات تو شاید نہ ہوں مگر سب سے پہلے حضور صلی

اللہ علیہ وسلم ناراض ہو جائیں گے کیونکہ حدیث میں ہے اگر نبی راہِ حق  
 من غلات واصحابہم شقی و دینہم واحد یعنی نبی راہ میں باہم ملتی جلتی  
 جیسا تعلق ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ یہ حضرات کیسے مبنائی ہیں دین  
 راہوں کی طرح نہیں بلکہ ان میں باہم پورا اتحاد و اتفاق و محبت ہے  
 نوابیے بنائیوں میں سے ایک کو اپنے دوسرے مبنائی کی تفتیش سے  
 گوارا ہو سکتی ہے ہرگز نہیں حضرت اس معیار کو پیش نظر رکھ کر اپنی  
 تمام تقریروں اور تحریروں کو جو باب تلافی میں لکھی ہوئی یا کی ہوں  
 جانچو کہ ان میں سے کوئی بھی ایسی ہے جس کو بے تکلف تمام انبیاء و کائنات  
 پر ہر سنا سکو لیکن ایسی تقریریں بہت کم ہیں گی زیادہ حصہ وہی ہو گا  
 جس کو سب کے ساتھ پڑھنے کی کم کہتی ہرگز نہیں کر سکتے (یہ بہت سی  
 ترازو ہے جو ایک رتن پر بھی جھک جائے گی اس کی قدر کروم ایک بزرگ  
 فرماتے ہیں کہ میں فتویٰ دیتے ہوئے یہ مراقبہ کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے  
 ساتھ جواب دے رہا ہوں اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ میرے دل میں  
 ذرا سا بھی شبہ ہوتا ہے تو میں فتویٰ نہیں دیتا حضرت یہ وجہ باتیں ہیں  
 جن میں صوفیہ دوسرے کے متنازع ہیں کہ اس مذہب کا عقیدہ واجب  
 کو ہے کہ خدا کے ساتھ رہنا ہے خدا کے ساتھ رہنا ہے اس کا مرکز  
 اور استغناء دوسرے کے ساتھ ہے بس اسی مراقبہ سے تمام فاضل انبیاء  
 کے ذہن کا دم کو - نشاء شکر کہ میں اس عقیدے پر پیدا ہو جاؤں گا  
 حاجی صاحب فرماتے تھے کہ سارا صوفیہ میں جتنی ایک سلسلہ درجہ  
 دوسرے سلسلہ پر اپنی فضیلت ثابت نہ کرنا چاہیے کیونکہ ہر سلسلہ راستہ

کے ساتھ درمیان مسدود ہے بزرگ چاہیں اور چاہے منزلہ باب کے ساتھ  
 یہاں سے تشریح اور جملہ صنفیں ایسی ہی غنیمت و ادب ہیں دونوں برابر  
 ہیں۔ یہی فرق ہے کہ باب مقدم ہیں لیکن تمہارا باب یہ کبھی گوارا نہیں  
 کرتا کہ تم اپنے چاہی کی جہتی باب کے جہتی کی تشبیہیں و توہین کرو جب اس  
 نسبت میں تم نے فصل سے اکابر نے منع کیا ہے تو تم نے فصل انبیاء کو لایا  
 ہے اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مذاق پر نظر کرنے سے  
 یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضور نے جو اپنے فضائل احوال و بیٹ میں بیان فرمائے  
 ہیں ان سے آپ کا مقصد یہ ہے کہ ان کے معادرم ہو جائیں۔ یہ تشبیہیں  
 تو یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو ایسا متبع دیا اور اتباع پر زیادہ  
 نسبت کرنے کو یہ ہم شریعت و جہتی مقصود ہیں مگر حضور کا مقصود غریب متبع  
 ہیں۔ یہ نسبت و تشبیہ ان کیوں اہم تھا کہ مسرت و تعالیٰ و احباب غنیمت  
 نسبت و تشبیہ کی یہ کہ حضور کا مذاق یہ تھا کہ آپ کو اتباع احکام کا  
 سب سے بڑا احترام تھا اور جس چیز کو اس میں دخل ہوتا آپ اس کو  
 تشبیہ کرنے کی کوشش فرماتے اس کے متعلق کہ آپ کو اتباع کا زیادہ  
 احترام ہے نسبت بیان فضائل کے ایک مرد صالح کا خواہاں بھی ہے  
 جو پیش رفت میں رہے گی کہ اوپر سے ان کو مولود و بنو کا بہت شوق  
 تھا۔ حضور نے نسبت بنو کی وجہ سے تو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
 کو خوب پسند کیا کہ آپ فرماتے ہیں ہم زیادہ تشریف سے خوش نہیں  
 بلکہ اس سے خوش ہوتے ہیں جو ہمارے احکام کا اتباع کرے کہ اگرچہ  
 یہ نسبت ہے کہ حضور نے ایک نسبت بیان کی کہ آپ کو سب سے زیادہ  
 حضور کا قرب ہے کہ ان کے نہیں جانا کہہ سکیں کی یہ حالت ہے کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے بالکل خلاف ہے یقیناً ایسی تعریف سے رسول  
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوش نہیں ہو سکتے پس حضور کے مذاق پر نظر کرنے  
 سے بھی سمجھ میں آتا ہے کہ حضور نے اپنے فضائل کو زیادہ تر ترغیبِ ائمه  
 کی نیت سے بیان فرمایا ہے اس پر یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ یہ فضائل تو  
 عقائد کی قبیل سے ہیں جو خود مقصود ہوتے ہیں اور تم ان کو مقصود وغیرہ  
 نہتے ہو میں کہتا ہوں کہ اس میں کچھ حرج نہیں کہ ایک شئی مقصود  
 بالذات بھی ہو اور دوسری مقصود میں مبین بھی ہو آپ کو خبر نہیں  
 مقاصدِ شرعیہ کی ایسی حالت ہے جیسے مقاصدِ ایسی کی حالت ہے کہ ہر  
 مقصود دوسرے کا جاذب اور اس میں معین ہے پس عقائد کا مقصود  
 بالذات ہونا اس کے مقصود لایا ہونے کے منافی نہیں اور میں نے  
 اس مسئلہ کو قرآن سے سمجھا حق تعالیٰ فرماتے ہیں مَا أَكْتَابَ مِنْ صُحُفٍ  
 فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي الْفُكِّ إِلَّا فِي كِتَابٍ مِنْ قَبْلِ أَنْ نَبْرَأَ آدَمَ إِنَّ ذَلِكَ عَلَى  
 اللَّهِ يَسِيرٌ لَيُبَيِّنَنَّ اللَّهُ أَشْيَاءَكُمْ وَأَن تَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَبَيِّنُ لَكُمْ  
 آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ کون ہے مذکور تو ہے نہیں چنانچہ قلم ہے  
 کہ اس میں کوئی جزو اسکا خارج نہیں لہذا مقدر ماننا پڑے گا اب یہ بھی  
 سمجھ لو کہ مقدر کیا ہے تو اس لہم سے اور اللہ تعالیٰ نے مسئلہ تقدیر بیان  
 فرمایا ہے یعنی تم کو جو مصیبت بھی پہنچتی ہے خواہ آفاقی ہو یا غیبی وہ  
 ایک کتاب میں اپنے ظہور سے پہلے لکھی ہوئی تھی چونکہ یہ عجیب بات تھی  
 اس لئے فرماتے ہیں کہ تعجب نہ کرو اللہ کو یہ سب آسان ہے اب اس  
 مسئلہ کے بتانے کی حکمت بیان فرماتے کہ تم نے تم کو یہ مسئلہ اس لئے بیان  
 کیا تاکہ تم ناست پر غم نہ کرو اور اس کی ہر ٹی چیز پر اندازہ نہیں لیں وہ قدر

خیر نہ کر رہا ہے۔

اصلاح اعمال میں تقدیر کا دخل | اس سے معلوم ہوا کہ مسئلہ تقدیر

کا اصلاح اعمال میں بڑا دخل ہے کیونکہ اس سے حزن و بے رغبتی ہو جاتا ہے۔ ورنہ حزن بڑھتا ہے تعطل ظاہر کی اور تکبر و بطر اصل ہے تعطل باطن کی۔ یعنی تمہیں و پریشان آدمی ظاہر میں تمام دین و دنیا کے کاموں سے معطل ہو جاتا ہے اور متکبر آدمی کا دل خدا کے تعقل سے معطل ہو جاتا ہے جب تک تکبر نہ نکلے خدا کے ساتھ دل کو گئے و نہیں ہو سکتا یہ تو تقدیر کو دخل نہیں دے گا۔ اب میں ترقی کر کے کہتا ہوں کہ توحید جو اعظم نعمت اللہ و سب سے بڑی اصلاح اعمال میں بڑا دخل ہے چنانچہ

سعدی فرماتے ہیں

میرے چہرے پر پائے رہنمائی نہ رہے | چہ نوا و ہندی نہی بر سرش

مید و ہر استش نباشد ز کس | چہیں ست بند و توحید و بس

یعنی توحید سے شوق و خوف و جمع زائل ہو جاتا ہے۔ جب اتنا بڑا عقیدہ بھی اصلاح اعمال میں دشمن ہے تو اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت کے اعتقاد کو آپ کے اتباع میں دشمن مانا جاوے تو کیا شکر ہے۔ ورنہ یہی حضور کا اصل مقصود ہے کہ وہ فضا میں ایک درجہ میں مقصود بالذات تھی ہیں)

اس لئے حضور نے اس میں زیادہ کاوش سے منع فرمایا کیونکہ جو مقصود ہے اس اعتقاد و نصیحت سے وہ بدون تشبیل کے بھی صرف اپنے لئے انتہائی حاصل ہو سکتا ہے اسی طرح ہمارے اکابر نے اولیاء و تبرعات میں اتنی فصل سے منع فرمایا ہے غرض معتقد ہیں کہ فتنہ اور

تعمق نظر کی وجہ سے متاخرین پر فضیلت ضرورت لیکن باہر متقدمین میں سے  
کس کو کس پر فضیلت ہے اس سے بحث نہ کرنا چاہیے یہ گفتگو اس پر چلی تھی  
کہ وہ لوگ نے حدیث شفاء ثواب فی رمضان کے باب میں شرع کا مقدمہ  
نہیں کیا اور فقہ نہ ہونے کی وجہ سے اس پر یہ عمل کیا کہ تلافی حسنات کے  
لئے طاعات کو مؤخر کرنے لگے کہ اگر کسی کی زکوٰۃ کا سال ۲۸ شعبان کو پورا  
ہو جائے تو وہ ۲۸ کو زکوٰۃ ادا نہیں کرتا بلکہ رمضان کے لئے اس کو پیش  
کرنا ہے چاہے غریب مسکینوں کا (جتنا یہ مال زکوٰۃ شریعتی ہے) خاتمہ  
ہی ہو جائے اس تکم کو کیا تجربہ ہے کہ مساکین پر کیا گزرتا ہے یہی ہے کہ حکیم  
رمضان کا انتظار ہے اور اس غریب کی روح کو بیت گھری کا انتظار  
تہ لبس وہ حال ہوگا تا تو بمن می رہی من بخرا می رہم۔ صاحبو۔ میں یہ  
کہتا ہوں کہ حدیث کا مطالب یہ نہیں جو آپ نے بھی رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم کا مقصود یہ نہیں کہ رمضان تک طاعات کو مؤخر کیا جائے بلکہ  
مطلب یہ ہے کہ رمضان میں طاعات کے اندر تہجد کی عبادت یعنی جس  
عامت کی ہمت ہو سکے اور جس عمل صابر کی توفیق ہو سکے اس کو تہجد ہی  
رمضان ہی میں کر دو رمضان کے لئے مؤخر نہ کر دو کیونکہ رمضان میں  
ثواب زیادہ ہے پس ثناء حسنات کا مقصود تو قبل اٹھالائی رمضان

کے میں کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ فقہ کے مجدد ہیں حال یہ کہ ثناء حسنات ہم میں ان کی  
حقیقت فی اقلہ نیز وہ تائید ہیں کہ اثبت نہ ہی والی قدر بن کر وادارشی وغیرہ روایت  
بن ٹک و فی الحدیث تیرا قرون قرنی ثم انہیں یونہی و یس احمد من انہیں بن تابعیاسر  
پس امام ابو حنیفہ کا نام کہہ غیبی سے انہیں ہونا تو ان سے بھی ثابت ہے اور موجب فقہ ہونے  
سے بھی ۱۲۸ مگر اس سے علی الاطلاق فضیلت سب پر ثابت نہیں ہوتی ۱۲۔ اشرف





اس کے ذمہ اس مسجد کی آبادی واجب ہے تو یہ شخص مسجد میں نماز پڑھنے  
 پر مستحب اور واجب عمارت کو بھی ادا کرنا ہے اور جامع مسجد میں نماز  
 پڑھنے سے واجب عمارت ادا نہ ہو گا کیونکہ اس کے ذمہ اسکی عمارت و  
 آبادی واجب نہیں بلکہ یہ واجب جامع مسجد کے محلہ والوں کے ذمہ  
 ہے (۱۲) ہاں اگر کوئی جامع مسجد کے محلہ میں جا بیٹے تو اور بات ہے پھر  
 اسکی کیفیت و کمیت دونوں میں ترقی ہو جائے گی گو قریب سے بعد قریب  
 کا بھی خسارہ ہو جائیگا۔ پس تم اپنی حساب اور قواعد کو رہنے دو اس  
 میں پانچ کو جاننے درجہ حکم ہو جائے اسکو مان لو اپنی طرف سے حساب نہ  
 لگاؤ کہ اسوقت جمع کرنے میں ثواب کم ہوگا رمضان میں زیادہ ہوگا پھر  
 یہ تسلیم کہ رمضان میں زیادہ ہوگا مگر یہ آپکو یونکر معلوم ہوا کہ اسوقت  
 کم ہوگا ممکن ہے اسوقت ہی زیادہ مل جائے کیونکہ اسوقت خرچہ کرنا  
 تو ادا ہوگا اور رمضان تک تاخیر کر دے گا تو قضا ہو جائیگا اور ادا میں  
 جو نقصان ہے وہ بات قضا میں کہاں تم کو آخرت کے متعلق و خواہش کی  
 کیا خبر۔ تم انکے متعلق قیاس سے کام نہ لو اہل سائنس کو اقرار ہے کہ  
 انکے خواص اشیاء کا انکو اتنا بھی علم نہیں ہوا جتنا سمندر میں ہے۔  
 قمریہ جانتے حیرت درجہ انکیز ایجادات ہو رہی ہیں۔ اخبار پر روز  
 ہے کہ امریکہ نے ایک ایسا آلہ ایجاد کیا ہے کہ اس کو پرانے کشتیوں اور  
 دیرانیوں میں لگا یا جائے تو پہلے زمانہ کی تمام باتیں جو اس گھر کے آدمیوں  
 نے اس گھر میں کی تھیں اُس آلہ کے ذریعہ سے سنائی دینگی اب بعض لوگوں  
 کا تو یہ خیال ہے کہ یہ آدازیں کر رہے ہوں اب تک موجود ہیں گھر کے  
 اور اک کے لئے لیٹن آلہ کی ضرورت تھی وہ اب ایجاد ہو گیا ہے۔

نہ ہوتا تھا۔ سب کوئی ان باتوں کو نہ سن سکا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ یہ روحوں  
 کی آواز ہے اور ارجح ہوتی ہیں اب میں اس خبر کو بیان کر کے کہتا ہوں  
 کہ قرآن میں کہ جس نے قیامت کو زمین پوسے گی یومئذ تھمت اخبارنا  
 تو اس کا سب سے انکار کیا اور کہا مجاہد یہ کس طرح ہوگا زمین کیونکر پوسے  
 گی یہ اس کے بھی زبان سے قرآن نے اسکا بڑا زبردست جواب دیا ہے  
 بان رہے اوجی دعا یعنی زمین اس کے پوسے گی کہ خدا کا اسکو یہی حکم ہوگا  
 میں جواب دے سب سائنس دانوں کی گرز میں تو رد میں کیونکہ اسباب  
 نہ ہوتے ہیں تو وہ شبہات نکال سکتے تھے اس میں کیا شبہ نکال سکتے  
 ہیں کیونکہ یہ تو حقیقی سبب ہے اگر اس میں کلام کریں گے کہ کیا زمین  
 کے زبان سے تو ہم سوال کریں گے تو اچھا نہیں ویہ زبان کیونکر بولتی ہے  
 کیا سب سے بھی زبان سے خود سے یہ ہے کہ جب عالم اسباب کی تخلیق کا  
 ایک عالم نہیں ہو سکا تو عالم آخرت کی تخلیق کا تو کون احاطہ کر سکتا  
 ہے پھر آپ وہاں کے جواب وغیرہ کے بارے میں اپنا حساب اور قیاس  
 رہے، دیکھتے ہیں بعض لوگوں نے حقوق العباد کے بارے میں ایک جواب  
 دیا ہے کہ زید کا ہمارے ذمہ حتیٰ سچا اور عمرو کے ذمہ ہمارا حق ہے تو اب  
 ہم زید کے حق کی فکر کرنا کیا ضرورہ قیامت میں اگر زید ہم سے اپنا حق  
 مانگے تو ہم ضرور پر حوالہ کر دیں گے کہ اس کے ذمہ ہمارا حق ہے اس  
 سے سوال کرو اس طرح منہ منہ ہو جائیگا مگر اول تو کیا ضرورہ ہے کہ دوسرے  
 کے ذمہ آپ کے حقوق اتنے ہی ہوں جتنے دوسروں کے آپ کے ذمہ ہیں  
 دوسرے ذمہ کر لیا جائے کہ برابر ہی ہو گئے مگر ممکن ہے کہ ہر ایک کا ذمہ  
 نہ ہو کیونکہ ممکن ہے کہ دوسرا تو ہمارے حقوق کی ادائیگی کی فکر میں غمگین

نگار رہا ہو مگر افسوس کیا اور کسی عذر کی وجہ سے مجبور رہا ہو اور اس  
 صورت میں اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ تم خود حقوق کو اور مردیت اور  
 اس شخص پر اسل مواخرہ نہ ہو گا اور تم اس منہ سے کہ حساب سے  
 بے فکر ہو گئے ہو تم نے ابھی سے دوسرے کا حق مارنے کی ٹھان لی ہے  
 تو تم اور وہ برابر کہاں ہو گئے تم پر عدم و غصب و خبیثت و غیرہ منہ و  
 دفتی انتقام ہیں اور اس پر صرف ایک دفعہ غش کہ قرض میرا واپس  
 کیا۔ تبیر ہے ممکن ہے کہ غش کے منہ انت کمسویب اثبات سے ہو گئے  
 اور موراثہ افعال سے نہ ہو گئے۔ اسے دوسرے شخص کی جو تبیر نہ  
 کوئی ہیں وہ مد و منہ ان مشوق کا نہ ہو سکیں جو تمہارے ذمہ ہیں تو یہ  
 حساب نفس لغو ہے خراست ڈرنا چاہیے کہیں حق کے حساب کی حق  
 نہ ہو جائے کہ سیکھا جوں کا توں۔ کہ نہ دو با جوں۔ بعض لوگ پوچھتے  
 ہیں کہ جس صورت کے کئی نکاح ہوئے ہوں وہ کس وقت کی یہ سوچ رہا  
 غش افسوس ہے کیونکہ یہ یونانی ہے کہ وہاں کسی کو تقاضا نہ ہو تو سب سے  
 سبب غش و خرم رہا ہے یہ نہ ہو گا کہ شوہر چرٹا ہے یا بھڑکا ہو  
 وہ کہے ہیں تو یہ کہے ہیں لوں ممکن ہے اسکا منہ سے کہے ہیں  
 کہ دنیا ہی کی غور تھا میں اسے کوئی غور نہ کیا تھا تبیر یہ کہ  
 بہتر دیدے کیونکہ دنیا میں بہتہ کریم بغیر شادی کے بھی کرم جاتی  
 ہیں۔ یہ کہہ رہا ہے کہ یہ غش افسوس ہے کہ غش و خرم  
 جس کوئی نہیں نہ ہو گا اس لیے یہ سوال غش افسوس ہے کہ غش  
 سے غش سے نہ رہا ہو کہ وہاں کیا کر سکتے ہیں یہاں سے غش  
 کہ نہ دیکھا ہے تبیر اور اس سے کہہ سکتے ہیں کہ یہاں سے



کو رقم دلوادخواہ فقیر کو یا مدرسہ کو تو اس وقت یہ رقم بچہ کو سبب نہ کر دینے  
 اباحت کے طور پر دو در نہ وہ اسکی ملک ہو جائے گی پھر سبب صبیحہ تمام  
 ہوگا۔ اور اگر غلطی سے ایسا ہو جائے تو فقیر سے یا مدرسہ والوں سے  
 رقم واپس نہ لو بلکہ خود بچہ کو اسکے عوض اور رقم دید و جس میں نیت نیک  
 کی قید ضروری ہے ورنہ یہ مستقل سبب ہو گا پہلے کا عوض نہ ہوگا اور مدرسہ  
 والوں کو چندہ کرنے والوں کو بھی چندہ دیتے ہوئے ان مسائل کا بخاند  
 رکھنا چاہئے یہ چندہ جمع کرنے والے ہر شخص کی رقم کے لئے ہیں بڑا  
 کوئی بچہ دے یا عورت اور ان مسائل کا مطابق لحاظ نہیں کرتے چنانچہ  
 پانی پیتا ہیں ایک مدرسہ کے سفیر جو داغظ النساء تھے کہ ہمیشہ عورتوں  
 ہی میں وغنہ کہا کرتے تھے تشریف لائے اور چندہ کا وغنہ کہا انکو ایک  
 ہی حدیث یاد تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ست  
 عورتوں میں سے تم کو بہنم میں سب سے زیادہ دیکھا ہے پس صدقہ کر کے  
 اپنے کو بہنم سے بچاؤ اگرچہ زیور ہی میں سے ہو اسی حدیث کا ہمیشہ بیان  
 کرتے تھے۔ عورتیں مردوں کے اعتبار سے زیادہ مالدار ہیں کیونکہ عورتوں  
 بہت زیور ہر عورت کے ہاتھ کان میں ہر وقت ہوتا ہے نیز یہ مردوں سے  
 زیادہ منجی بھی ہیں کیونکہ زیور میں انکو کونسی مشقت پڑی تھی یا تو شوہر  
 کا کرنا دیا ماں باپ نے جوڑ جا کر چڑھا دیا انکو تو ہر حال میں مشقت نہ  
 پڑتا ہے اس لئے چندہ کے وغنہ میں انکے ہاتھ کان سے بہت چندہ  
 زیور لگنے لگتا ہے وہ سفیر صاحب غالباً اسی لئے عورتوں میں زیادہ وغنہ  
 کہتے تھے کہ یہ مالدار بھی ہیں اور غنہ سے کوری بھی ہیں ہر شخص کی یاد دل  
 سے متاثر ہو جاتی ہیں ان سے چندہ خوب لینا چنانچہ ہر درگاہ کے مالدار

کے پاس بیٹھ کر زبور جمع ہو جاتا تھا ایک دن کسی عورت نے اپنے کان  
 کی صورت کی بیاں چندہ میں دیدیں سفیر صاحب بڑے خوش ہوئے مگر  
 شہر کی سی دیر میں انکی خوشی کر کر ہی ہوئی کیونکہ اس عورت کا فائدہ  
 بڑا بڑا رہا اس نے سفیر کی کہ کان تنگے دیکھے پوچھا بالیاں کیا ہوئیں  
 یہ کہہ کر ہر دم چندہ میں دیدیں کہا سو قوفہ تو کون تھی دینے والی  
 تھی بیٹھ کر وہ تھیں یا تیری کیفیت بنادی تھی اسکے بعد وہ سفیر صاحب  
 کے پاس آیا اور کہا آپ کو میری بیوی سے سونے کی بالیاں چندہ میں دی  
 تھیں وہ واپس کر دیجئے کیونکہ وہ اسکی بہک نہیں ہیں میری بہک ہیں  
 یہ کہہ کر سفیر صاحب نے دیر دیر میں بیٹھ کر اور مشغول بات تھی  
 کہ سفیر صاحب کسی طرح واپس دینے کو تیار نہ ہوئے اور اس سے جھڑپا  
 رہا کہ ان دنوں میں بھی وہاں گیا ہوا تھا سفیر صاحب میرے پاس  
 بیٹھ کر ان سے کہا کہ آپ مشغول بات کو کیوں نہیں ہاتھ اور  
 بیٹھ کر واپس کیوں نہیں دیتے تو انہوں نے بڑا غصہ کیا کہ میں تو  
 سفیر صاحب کی رہبر کاٹ کر دے چکا ہوں اب اگر بالیاں واپس دے  
 دوں تو میرے واسطے تو جہ سے روپے وصول کر لیں گے کیونکہ رسید  
 کی ہوئی ہے نہیں ملے کہا اسکی تہذیب لوں کی ہے کہ ان سے وہ رسید  
 لینا اور میں چاہتا ہوں کہ یہ چندہ واپس لے لیا  
 دے دے کہ ایک دو گواہیاں بھی کر لیجئے اسی طرح تھی رسید پر  
 یہ آپ کی بھی ہے واپسی مع دستخط اور گواہوں کے کہہ دیجئے پھر  
 یہ رسید لے آجئے کہ نہ کہیں گے یہ تہذیب رکھ کر مولوی صاحب کے  
 پاس دے دے اس سے ان کا بال بال بچا اور اس غریب کی بانی ہے



عورتوں سے چندہ لینے والوں کو بڑی احتیاط کرنا چاہیے کیوں کہ یہ  
اکثر بدرون شوہر سے پوچھے شوہر سی کے مال میں سخاوت کیا کرتی ہیں  
یہ مسائل درمیان میں استفسار ادا مذکور ہو گئے ہیں یہ کہہ رہا تھا

کہ جیسا کہ آپ بچہ کے ہاتھ رقم دلو اگر بچہ کا نام کر دیتے ہیں مگر  
اللہ تعالیٰ آپ کا نام کر رہے ہیں ورنہ بتا دیتے کہ جان اپنی مدد سے نہ  
کئی مال آپ کا کدھر سے ہو گیا یہ تو سب کچھ متقی تہذیبی کا ہے آپ کا نام  
برائے نام ہے اب بتاؤ اسکے عوض میں جو کچھ جنت کی نعمتیں ہیں وہ  
عوض ہے ہرگز نہیں بلکہ سرسرخ نفس و رحمت ہے ہر اس کے نام  
وہ کام شریعت سے اختیار کیا ہے اور اسکو بہت شفیق ہی کے ہونے  
دیتے ہیں یہ شریعت کا پورا احسان ہے ورنہ اگر یہ نہ ہوتا تو شریعت  
مسئلہ عذاب بھی مان لیا جاتے کہ سے

وہ شریعت پاک ہر شے خداست میں امانت چند روزہ خداست  
تو عالم میں فساد پیر پا ہو جاسکے کوئی کسی کی بیوی کو ملے جاسکے اور کسی  
کی لقمہ می اور نہ پور پر قبضہ کرے اور سب ایک جیسے نہ ہو یہ تو میری خبر  
سب کو یہی کہہ کر وہ دم دے کہ تیری کہانی متھی سب چیزیں  
خدا کی ہیں تم بھی خدا کے ہیں آج تک تو خدا پر تہاب تم پر نہیں سنا  
میں پھر ہوتے تھے تو پھر شیخ صاحب بھی چٹھا توں جیسے کہ مرے  
نہیں اسی کو مورہ فرماتے ہیں سے

سرمہنہ است اندر زبیر ویم خوش مرید ہے سب برقعہ زہر  
ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سنا میں صاحب ہیں  
فرمایا تھا کہ اگر وہ سید ولی مرے دونوں لوگ مرے نام و نہ تم پر ہے چاہے



اختیار کا ہونا دلیل کا محتاج نہیں بلکہ یہ وجہ کافی امر ہے ہر شخص و بدن  
 سے اسکو محسوس کرتا ہے کہ ہاں میرے اندر اختیار ہے۔ دیکھتے مگر شخص  
 (جسکے ہاتھ میں ریشہ ہو) اور کاتب کی حرکت یہ میں فرق نہیں ہے یہ  
 شخص حرکت میں مجبور ہے دوسرا مجبور نہیں (ایک شخص کو دھک کر زبردستی  
 اسکا منہ کھول کر کسی نے شراب پلا دی اور ایک نے روپیہ ہاتھ میں  
 لیا اور شراب کی تھپی پر گیا بھاؤ تاؤ کیا اور بوتل خرید کر پی لی۔ کب دور  
 پر آئے ہیں ہرگز نہیں بلکہ مجبور ہیں شخص ہے دوسرے کو مجبور کوئی نہیں کہ  
 سکنا ۱۲) اور یہ ایسا فرق ہے جس کو حیوانات بھی جانتے ہیں اگر آپ سے  
 یا بھڑیے کے ڈھیلے یا لاشی ماریں تو وہ لاشی ڈھیلے پر حملہ نہ کرے یہ  
 آپ پر حملہ کرے گا وہ بھی جانتا ہے کہ لاشی اور ڈھیلے کی مشابہت نہیں وہ تو  
 مجبور ہے خن آدمی کی ہے جو اختیار سے ہم کو تنہا رہا ہے بہر حال اگر تم  
 نہ ہو تو حقیقت سے تو سارے عالم میں فساد ہو جائے لیکن یہ بھی سمجھو وہ  
 بشریعت کے جو انسان کے برائے نام ملک اور اختیار کو تسلیم کر کے اس کے  
 احکام منکر رکھتے ہیں اس سے یہ تو منکر و منہیں کہ تم حق تعالیٰ کے سامنے  
 بھی اپنی ملک بتلا کر دین انسان کو چاہتے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے  
 حقیقت پر نظر رکھتے کہ اپنی جان کو اپنی جان نہ سمجھے نہ مال کو اپنا مال  
 سمجھے نہ اپنے کمالات کو اپنی کمالات سمجھے بلکہ سب کو بولی یا سننے والی  
 رہے اور بندوں سے معاملہ کرتے ہوئے بشریعت پر نظر رکھتے یہ ایک  
 قیاس کو نہیں لے درمیان میں حل کر دیا۔

اب اصل بات کو شروع

اکادمی اسم مستعار ہے اور اس کا سبب چنانچہ ہے

سے محتاج نہ کرو اور شعبان و رمضان میں تفاوت نہ کرو جب موقع ہو  
 فوراً خرچ کرو و تم کو کیا خبر کہ اس وقت کتنا ثواب ملے گا رمضان سے کم ملے گا  
 زیادہ کیا عجب ہے کہ اس وقت ضرورت کے وقت جو مسکین کو سہارا مل  
 گیا ہے سبکی دعا عرض سے کتنی اوپر گئی ہوگی اور اس دعا سے تم کو کیا  
 پتہ نہ پڑا دریاں لو کہ اس وقت رمضان سے کم ہی ثواب ملے گا تو تم کو یہ کیا  
 خبر ہے کہ رمضان تک تم زندہ رہو یا نہ رہو اور یوں امید تو پہلے نہ مانے  
 میں بھی کسی کو نہ تھی کہ ایک دن یقیناً زندہ رہیں گے مگر پہلے زندگی کی  
 جی نہ بیدری تھی نہ تھی جیسی آج بھی ہو گئی ہے کیونکہ آج کے دن سی  
 کی وہ میں قسم قسم کی باتیں آتی رہتی ہیں اب تو ایک دن کا بھی کرو  
 نہیں کر رہو نہ تم وصیت کر سکا میں گے کہ رمضان میں اتنی رقم دیدی  
 رہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ وصیت کا ثواب اپنے ہاتھ سے دینے  
 سے زیادہ نہیں دوسرے کیا بھر دے کہ ورنہ ادا کر میں گے یا نہیں یہ  
 فانی وان ووں کو ہوتی ہے جو راغب الی الخیر ہیں اور جو راغب الی  
 الخیر نہیں ہیں ان کے یہاں تو رمضان کا مہینہ آتا ہی نہیں جیسا ایک شخص نے  
 کا قسم ہے کہ رمضان میں ایک دوست ان سے ملنے گئے تو دیکھا وہ  
 بے لکھناشتہ کر رہے تھے سگریٹ پی رہے ہیں کہا کیا آپ رمضان میں  
 ایسا کرتے ہیں کہنے لگے رمضان کیا ہوتا ہے کہا ایک مہینہ کا نام ہے  
 تو خیر میں نے مہینوں کی کتنی شروع کی جنوری - فروری - مارچ -  
 اپریل - مئی - جون - جولائی - اگست یہاں میں تو رمضان کا نام کہیں بھی  
 نہیں یہ تو کبیر اول کے جنسل میں تھے اور جو کبیر دوم کے جنسل میں ہیں  
 ان کے یہاں رمضان آتا تو سبے مگر جیسے بے دریاں کی طرح آتا ہے کیونکہ

وہ سارے سال تو مشغول رہتے ہیں جنوری فروری میں رمضان کی  
تہران کو ایک دم ہو جاتی ہے کہ آج رمضان آگیا تو وہ کہہ کر کہتے ہیں کہ  
ابھی اتنی تو گیارہ تھا ابھی پیر آگیا۔ صاحبو! مسلمانوں کو تو شمسی حساب میں  
ایسا غور نہ چاہیے کہ سال بھر بھی اسلامی مہینوں کی خبر نہ ہو یہ نہیں ہے  
مانا کہ تجارتی ضرورتیں شمسی حساب پر مجبور کرتی ہیں میں اس سے منع  
نہیں کرتا آپ تجارتی کاغذات میں اسی سے حساب رکھتے ہو تو یہ غلط  
ہے کونسی مجبوری ہے دوستوں کو جو رات دن غلط کئے بہت ہیں ان  
میں شمسی حساب کی کیا ضرورت ہے اسکو چھوڑ دو اور اپنی تجارت و معاملات  
میں قمری حساب کو استعمال کرو۔ غرض اس میں شک نہیں کہ رمضان  
میں تصاعف مناسبات ہوتا ہے اور اس کے تمام سال میں رمضان کا  
مہینہ سب مہینوں سے افضل ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں جو لوگوں سے  
سمجھا ہے کہ اسکی وجہ سے غائبات کو دوسرے مہینوں پر منتوی رہتے  
ہیں کہ رمضان بین کریں گے یا د رکھو کہ شارع کو یہ مطلب ہرگز نہیں  
ایک تو یہ غلطی تھی ایک دوسری غلطی پر اور قافیہ کرتا ہوں وہ یہ کہ  
لوگوں نے رمضان کے فضائل میں سے اس میں یہ ذکر کیا ہے کہ اس میں حسنات  
کا تصاعف ہوتا ہے اور یہ نہیں یاد رکھنا کہ کتنا ہی تصاعف ہوتا ہے کیونکہ  
مبارک مہینہ و مبارک زمان میں جس طرح نیکی بڑھتی ہے گناہ بھی بڑھتا ہے  
جیسے کہ زنا کرنا ہر جگہ بڑا ہے مگر مسجد میں کرنا بہت برا ہے اسی طرح رمضان  
کا گناہ اور دوسرے گناہ سے سخت ہو گا پس رمضان میں جبکہ حاجات و  
حسنات کا اہتمام ضروری ہے ایسا ہی سیئات سے اجتناب بھی سخت ضروری  
ہے مگر بار و گوں نے گناہوں میں ایسی وحی خانہ ساز حساب لگایا ہے کہ

سنّت میں مذکور ہے یعنی اللہ تعالیٰ سے ضابطہ کرنا چاہتے ہیں پھر انچہ غلام  
 سے پرستش کر رہے ہیں کہ یہ کام کرنا کیسا ہے وہ بتاتے ہیں کہ گناہ ہے تو اس کے بعد  
 سوار ہونا ہے یہ چوٹا ہی سا گناہ ہے یا بڑا گناہ ہے میں ایسے نامزدوں  
 پر یہ خوب دیتا ہوں کہ یہوں صاحب اگر چہ بڑا گناہ ہو تو آپ کا ارادہ کرنے  
 آتا ہے کہ اسے دیکھیں کہتا ہوں کہ پھر مجھے بھی اجازت دو کہ تمہارے گھر  
 کے پیچھے ایک چوٹی سی چنگاری رکھ دوں اور اگر کوئی ایسا کرے اور یہ  
 سنّت پر یہ فرقہ کی چنگاری ہے اس کا کیا حرج ہے تو تم کو ارادہ کر لو گے اس کا  
 بڑا سبب میں دیتا ہوں کہ نہیں کیونکہ ذرا سی چنگاری کا بڑا جانا کیا مشکل  
 ہے نہ بڑی کٹری نہ اس کے تو حضرت ایسی ہی ہر چیز کا بڑا جانا کیا مشکل  
 ہے سو نہ گناہ کا اور ایسا گناہ تو ایسا ہے جسا بڑا ہونا بڑے ہی شائبہ  
 آتا ہے اور کسی سے بڑا بہت بڑا فکر میں یعنی بڑا بدہ۔ کا پیور میں ایک  
 صاحب بدست تھے باندھ موم و صرافہ تھیں گزارتے تھے کہ اس مرض بدستری  
 کی بدست ایک چوڑی کے عشق میں گرفتار تھے اور یہ حال ہوا کہ ایک دن  
 میرے ساتھ رہتے تھے اور کہا کہ اس عشق کے تو میرا ایمان بھی برباد کر  
 دے نہ میرا اسلام بچ رہے یا نہ ایمان بس کہ وہ یہودن ہے تو میں یہودی نہ  
 اور وہ مسلمان ہے تو میں مسلمان چڑھتا ہوں کہ کہا تو یہ مرد تو یہ یہ کیا  
 سیکھتا ہو کر وہ ایسا بخود دیتے کہ باوجود میرا ادب کرنا کہ میرے سامنے  
 نہیں بیٹھتا کہ نہ کھڑا کہ نہ حضرت یہ شرب سخت خلد ناک ہے بہت بیش میں  
 سب سے زیادہ میں سمجھا رہا ہوں کہ یہ شیعہ ایمان کا تیر ہے اور ایک شاعر

درون سینہ من زخم بے نشان نہ دہا . بیکر کرم چہ عجب تیرے کماں زدہ  
 واقعی یہ تیرے کماں ہی ہے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ہے اس لئے رمضان  
 میں کام گناہوں سے بڑھا اور نظر بد سے خصوصاً نہایت احتیاط کے ساتھ  
 بچنا چاہیے یہ مضمون صرف انتظار ادا بیان ہو گیا کیونکہ اس وقت جو بیت میں  
 نے پڑھی ہے اور اس سے جو مضمون بیان کرنے کا ارادہ ہے اس کو رمضان  
 سے صرف اسی وجہ سے تعلق نہیں ہے کہ آیت میں اتفاق کا ذکر ہے اور  
 رمضان میں اتفاق کی فضیلت وارد ہے بلکہ زیادہ تعلق دوسری وجہ سے  
 ہے مگر انتظار ادا کیے مضمون اتفاق بھی بیان کر دیا کیونکہ آیت میں تو  
 اتفاق کا بھی ذکر ہے گو مجھ کو مقصود بالذات دوسرا مضمون ہے۔

پیشگی نفس زخمی ہے الہی ہے | اب میں صل مقصود کو شروع کرتا  
 چاہتا ہوں جسے سے اس ترجمہ میں  
 کا مستنا ضروری ہے تاکہ ترجمہ نہ جاننے والوں کو بھی رابطہ کا عیب ہو جائے  
 ہو جائے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو لوگ اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہیں اللہ  
 تعالیٰ کی رضا جوئی کی غرض سے اور اس غرض سے کہ اپنے نفسوں میں  
 پیشگی پیدا کریں (تاکہ آئندہ اتفاق بھی اور دوسرے اعمال صالحہ بھی  
 سے صادر ہو کریں) ان لوگوں کے صدقات و نفقات کی حالت مثلاً  
 ایک باغ کی حالت کے ہے جو بند زمین پر ہے اس پر یہ شبہ نہ کیا جائے  
 کہ زمین تو تشیب کی اجلی ہوتی ہے جس میں پانی ٹھہرے بند زمین میں پانی  
 کیونکر ٹھہرے گا۔ جو اب یہ ہے کہ زمین بند ہے یہ کیونکر سمجھ لیا گیا کہ وہ بند  
 ہے بلکہ بند ہی ہے اور مسالہ بھی ہے کیونکہ بند ہی پر ہے البتہ جو زمین  
 اس کے بعد ارشاد ہے ۔ اصابہ عار ابل اس کے موافق ہمارے بارش تشیب ہوتا



فردہ اپنا چل دو چاند لایا یا چار چند۔ دو باتیں اس لئے کہی کہ ضعف کے  
 معنی میں تنہا ہے بعض نے کہا کہ ضعف کہتے ہیں مجموعہ مثلیں کو تو  
 بعضین تنہا ہے اس کے معنی چار مثل یعنی چار چند کے ہو گئے اور بعض  
 نے کہا ہے کہ ان مثلیں میں سے ہر مثل کو ضعف کہتے ہیں ان کے نزدیک  
 تنہا کا ترجمہ دو چند ہو گا جیسے زوج کبھی ہر فرد کو کہتے ہیں جس کا ترجمہ  
 زوجین کے معنی میں آتا ہے اور کبھی مجموعہ فردین کو کہتے ہیں جیسے دو کے  
 ہر دو زوج کہتے ہیں بمعنی مجموعہ فردین اس کے فرمائے ہیں فان لہ  
 یسبوا وایض قل اور اگر اسکو مراد چار بارش نہ پہونچے تو پھر ار  
 یسبوا کہانی ہے فی فیل یا تنہا مل یا تو مل بتا رہا ہے خبر محدود ہے یا فیل  
 سے جس کا فعل متدرست اور نکرہ کا مبتدا ہونا جو ممنوع ہے وہ اس وجہ  
 سے ہے کہ منہی متعین ہوتا اور اگر مفید ہو تو مبتدا ہونا جائز ہے اور یہاں  
 منہی سے وجہ افتادہ کی یہ ہے کہ یہ سورۃ نکرہ ہے اور معنی نکرہ مرہون  
 ہے نیز نکرہ سے مراد مطلق مل نہیں بلکہ وہ مل ہے جو اس بارغ  
 سے ملے اسکو پہونچے اسکے بعد ارشاد ہے واللہ بما تملون بصیر  
 اس کا ربط آیت کے اجزاء کی تکمیل سے معارض ہو گا بدو ان اسکے معنی  
 نہ ہوں اور تکمیل اجزاء میں مل ہے اس لئے اسکو ترک کرتا ہوں اگر موقع  
 ہو تو اخیر میں اس پر بھی تنبیہ کر دوں گا خدا کرے یا ورنہ اب یہیں  
 پہونچتا ہوں اس آیت سے جسے احتیاط کرنا ہے بیان کرتا ہوں اور  
 وہ ایسا مسئلہ ہے جسکو میں اپنے احباب سے اکثر خاص خطاب سے  
 نہ کر رہا کرتا ہوں اور اگر عام خطاب سے سب کے سامنے عرض کرتا  
 ہوتا پس مسئلہ ترجیح بد نہیں مگر شاید اکثر یہ ہیں کہ چہرہ آفتاب اور

تذکیم بھی ہو تو ہر قدیم فرسودہ نہیں ہوتا آسمان کتاب پرانا ہے مگر حیات  
 یہ ہے کہ حق تعالیٰ فرستے ہیں فارجع البصر قل قدری من فطر الخلق  
 البصر کہ تلبس بقلب الیاء البصر خاسا وکسینورہ کہ ذرا دیکھو تو اس  
 کہیں سے کچھ چھٹا ہوا نظر آتا ہے پھر بار بار دیکھو تو نگاہ تنگ کر دیتا ہے  
 گی را در کوئی شناسائی یا فطر نظر نہ آئے گا شمس و قمر کت پرانے ہیں مگر  
 دیکھو ویسے ہی آب و تاب کے ساتھ اب تک موجود ہیں اور عین پرانے ہوتے  
 نئے بدھوں سے ایسے ہیں بہ حال مضمون کا مجید ہوتا کچھ ضرور نہیں مگر آج  
 لوگوں کو بہت کاہلی ہے ہمیشہ مردوں کو بھی ہوتا ہے کو حین غور تو انہیں  
 کو ہوتا ہے مگر ہمیشہ اور حین قریب ہی قریب ہے تجوید و قرأت سے کون  
 بولتا ہے غم تکم و تفتد میں تو حین و ہمیشہ برابر ہے قرأت پر ایک شیعہ یاد  
 آیا ایک تار صاحب نے اپنے شاگردوں کو حکم کر رکھا تھا کہ ہر بات قرأت  
 سے کیا کرو تو ایک دفعہ تہ پتہ ہوسے قاری صاحب کے عمامہ پر چڑھ کر  
 گر پڑی شہر دست قاری صاحب کے سامنے گرے ہو کر بات تہ باندھ کر خود  
 باندھ من اشہد ان رجبہ بسم اللہ الرحمن الرحیم قرأت کے ساتھ پڑھ کر نہایت  
 ترتیب سے کہا جناب قاری صاحب جناب قاری صاحب آپ کے عمامہ  
 شریف پر آگ کی ایک جھڑی سی گر پڑی ہے اور ہر جگہ خوب مدھنیا آتی ہے  
 میں عمامہ لے کر نکلتا ہوں

وہ مسئلہ یہ ہے کہ آنکھوں میں  
 راحت کی جگہ عالم آخرت ہے

تدش ہے جس کی وجہ صرف راحت جس سے جیب ایک حبیب نامہ کتاب ہے  
 کو ذہن صورت سے سو ڈر کہ سارا کائنات ایک دم سے جیب میں آکر بیٹھ کر

تہ تر نہ کیا پڑے تاکہ نہ اٹھیں طعام نہ ہو خیر اس شخص کی اس راستہ کی بنا  
 پر ایک صحت کی ہے لیکن آجکل والی باتیں یہی ہوتا تو اسکی بنا اور صحت  
 کی ہر مرقی۔ انفسوس آجکل سائیکس بھی یہی چاہتے ہیں کہ ہم کو کچھ کرنا نہ  
 پڑے خود بخود سارا کام ایک دن میں ہو جائے یہ صحت غلطی بہت صاحبو۔  
 صحت کا بہرہ خود آخرت سے اور وہاں بھی جو راحت حاصل ہوں وہ  
 دنیا کی چیز کہ مر رہا ہے۔

ع پندر روز سے پہلے کن باقی بنند  
 ہر روز مشقت و تباہی کے راحت عجیب نہیں ہو سکتی ہیں اگر حق تعالیٰ  
 شہر میں دنیا میں راحت دیدیں تو اور بات ہے تم کو صحت کا کیا حق  
 ہے تمہارا مذاق تو یہ ہو رہا ہے  
 زندہ رہی ہے تو دور کشی نہیں تو دل شدہ ہو گیا ہے وہ چیر کٹی رہا تو  
 صحت نہ رہی ہے رگوں کی بابت فرماتے ہیں  
 ہر نہ ہون و سوسہ باشی دل  
 کہ طرب را بارہ وانی آتد ہر  
 اندر فرماتے ہیں

تو پھر ناچو چہ وانی ز عشق  
 ایک شہر کی کہ بزدانی ز عشق  
 یہ کہ سائیکس کی صحت و طیب کی یہ نہانت ہے یہ ایک شہر ایک  
 درخت کے نیچے بیٹھ کر کہا کرتا تھا کہ اسے اندر شہر پہنچا مٹی شریف نے سن لیا  
 مٹی نے اسے ساتھ دل لگی کی کہ اگھے دن اندھیرے سے اس درخت پر  
 ایک رسی ساتھ لیکر جا بیٹھو صحت کو وہ شخص آیا اور وہی دماغ شہر  
 کے اندر شہر پہنچا مٹی نے تو اس شریف نے وہی زبان سے کہا کہ اسے  
 میرے بندے کرتا میں نے کھینچا ہوں یہ رسی اپنے گٹ میں ڈال سے وہ

بڑا خوش ہوا کہ اب مجھے معراج ہو گی رسی کا پھندا فوراً گئے ہیں ڈاں بیا  
 اور ظریف نے کہتے ہیں شروع کیا جب ایک باشت زمین سے اٹھا اور  
 پھندا سے گھاگھٹنے لگا تو فوراً کہتا ہے کہ اسے اللہ مجھے چھوڑ دے میں نہیں کھینچتا  
 اس نے رسی چھوڑ دی اور اس نے فوراً پھندا گھٹ سے نکال کر اپنے گھر کا  
 رستہ لیا پھر ساری عمر اس درشت کے نیچے جاتے کا نام نہیں لیا بس یہی  
 حانت آجکل کے ظالموں کی ہے کہ جتنک تک جینے نہ ہو جتنی کہیں ہیں یہی  
 کچھ مشقت نہ ہو اس وقت تک کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت و عشق کا دعویٰ  
 ہے اور یہاں کچھ تکلیف یا مشقت ہوئی سارا عشق رخصت ہوا حالانکہ  
 گو تو جان دینے کے لئے تیار رہنا چاہیے ہمارے حاجی صاحب کا شعر

سب سے متاع جان جانان دینے پر بھی مستی ہے انی آخر

مگر اب ساک ساک نہیں ہونا چاہتے بلکہ راک ہونا چاہتے ہیں  
 لئے سہولت کے طالب ہیں پیناچہ میرے پاس کثرت سے خلوت میں یہ  
 فرمائش آتی ہے کہ کوئی سہل ساعر بقہ آسان ساعلم کوئی سہل ساعر  
 بتا دیکھ ایسی درخواست کا جواب ایک بزرگ نے خوب دیا ان سے  
 ایک پیش رفتہ ڈپٹی کمشنر نے یہی درخواست کی تھی کہ کوئی سہل ساعر  
 بتلا دیکھ جس سے بہت جلدی کامیابی ہو جائے بزرگ نے ابھی اس  
 کا جواب نہیں دیا بلکہ باتوں میں لگایا اور باتوں باتوں میں ان سے  
 دریافت کیا کہ ڈپٹی صاحب ذرا اپنی سوانح عمری تو بیان فرمائیے کہ  
 آپ نے کیا کیا پڑھا اور کس طرح ڈپٹی کمشنر ہوئے انہوں نے اپنی  
 سرگزشت بیان کی کہ بارہ سال تک انگریزی پڑھی بی۔ اے کا امتحان  
 دیا پھر ثانویں کا امتحان دیا پھر سالی پھر تک میاں دہشت کے سے سرکاری

میں نے یہ درخواستیں دیں تو نائب کمشنر نے ہوا پھر کئی سال کے بعد  
 نائب کمشنر نے ہوا پھر کئی سال کے بعد ڈپٹی کمشنر ہوا اور سالانہ سال کی  
 درخواست کے بعد اس پینشن میں سبب یہ اپنی سرگزشت بیان کر چکے تھے  
 لیکن وہ نہ لیا گیا کہ آپ کو شرم تو نہیں آتی کہ دنیا مردار کے لئے تو اتنی اثر  
 مند ہے کہ درخواستیں برداشت میں اور نائب خدا کے لئے یہ درخواست  
 سبب کمیشن میں مرتبہ میں کہ بیان ہو جائے ڈپٹی صاحب کم از کم نائب  
 کے لئے اس سے دگنی مدت تو صرف کر دیکھو کہ آخرت دنیا سے  
 جس سے یہ اوقات کے لئے مفصلوں سے دگنی مدت تو چاہیے ورنہ  
 وہ دینی تو فرور چاہیے۔ واقعی عقل کا مقتضی تو یہی ہے جو ان بزرگ  
 نے فرمایا ہے آپ کی عمر میں آگیا ہو گا کہ جو لوگ طلب خدا میں سہولت ہے  
 سب پر وہ بیسی سخت غلطی میں مبتلا ہیں ہم کو تو وہ کام کرنا چاہیے  
 جس کا ہر کو حکم ہوتا ہے۔ وصول و حصول کا اتنا فائدہ نہ کرنا چاہیے جو کہ  
 ہر سال پر سے نام کو شش پر وصول و حصول کا مرتب ہو جاتا ہو و  
 نہ نہ نہ نہ نہ تو اس برائے نام کو شش پر حصول ثمرات کا اپنے  
 کو مستحق کہنا اور عدم حصول پر شکایت کرنا سمجھنا ناانسانی ہے  
 وہ کام کیا ہے جس کا ہم کو حکم ہوتا ہے  
بہر حال بالاختیار اور تحصیل عمل بالاختیار ہے کہ اپنے اختیار

کو صرف کر کے اقبال کو بجا نہیں اور اسی اختیار کا دوسرا  
 اختیار نہ ہے جس کے متعلق حق تعالیٰ فرماتا ہے انا عرفنا انما نزلنا  
 انزلنا بالاختیار انما نزلنا بالاختیار انما نزلنا بالاختیار انما نزلنا  
 بالاختیار انما نزلنا بالاختیار انما نزلنا بالاختیار انما نزلنا

[illegible]

[illegible]



مرگیا یعنی ہمارے گھر میں ایک ٹوٹا تھا اس نے ایک دن بیسیوں کو پاں  
 کھاتے دیکھ کر خود بھی پیٹرہ سے تسک کر اس ترتیب سے پاں کھایا کہ دوسرے  
 نو پاں کا ذرا بٹکڑا منہ میں رکھا پھر چونک کر ڈبیر میں سے چوبیس پر ذرے  
 سا چوتالیسا پھر کھنڈہ کی ڈبیر میں سے کھنڈہ لیا اور دو دانہ چھانسیہ سے کھنڈہ  
 اور سب کو ملا کر کھایا اور عجیب بات یہ ہے کہ وہ پاں ہی تمباکو کی ڈبیر میں  
 مگر تمباکو نہیں کھایا سب کو اس حرکت پر حیرت ہو گئی کہ اس نے ہونکر  
 باقاعدہ سارا کام کیا اور جب حیوانات میں بھی ایک درجہ عقل کا ہو  
 سکتا ہے اور اسکے بعد بھی وہ حرکت نہیں تو یہاں سے سمجھ لو کہ اگر مجازیب  
 ہیں بھی ایک درجہ عقل کا ہو تو کچھ تعجب نہ کرنا چاہیے اور یہ نہ منہ چھینتی  
 کہ انکو تو کھانے پینے کا پورا ہوش ہے پھر یہ مجذوب کہ ہر سٹہ ہوسٹہ سے  
 لئے شیخ ابن عربی فرماتے ہیں کہ مجازیب پر اعتراض نہ کرو گویا یہ ہیں وہ  
 صحیح الحواس معلوم ہوں کیونکہ صحت حواس تو ہر کام میں بھی ہے جادوگر  
 اپنے نفع و نقصان کو سمجھتا ہے مگر اتنے ادراک سے وہ مکلف نہیں ہوتا  
 مجذوب بھی باوجود عقل قلیل کے غیر مکلف ہو سکتا ہے جس کی مثال وائس  
 وہی ہے جیسی مراثی کی مگر اسکے لئے ایک معیار بھی ہے جیسا کہ کافروں  
 کو جیسی مجذوب نہ کہنے لگو وہ معیار یہ ہے جسکو مولانا فرماتے ہیں

جملہ دانایاں ہیں گفتہ نہیں  
 حسد و اناں رمتہ مدامین

یہ دوسرا معیار نہ جملہ معترفہ ہے جو بطور مدح کے درمیان میں لیا گیا ہے  
 کہ واقعی عقیق بھی عالم کے لئے ہر پارہ امت ہے یہ گفت کا مقولہ ہے  
 کا مقولہ اسے شہر میں ہے سے

گرا ناندہ جی شہر میں ہے  
 کہ وہ پختہ افشانی نہ دانہ ایشہ

[illegible]

تیار ہو گیا یہی سب سے بڑا نہیں مار خاں تھا اس کا جواب یہ ہے کہ انسان  
 میں عشق کا مادہ بہت زیادہ ہے اسی لئے میں ابتداء میں جانب علمی میں گیا  
 کرتا تھا کہ انسان کی حقیقت حیوان عاشق ہے اسکی فصل و عشق ہے بہت زیادہ  
 عاشق تو جنات و ملائکہ بھی ہیں عاشق انسان کے سوا کوئی نہیں اور عشق و  
 محبت میں فرق ہے اس لئے محبت کا وجود ملائکہ و جنات میں بھی ہو سکتا ہے  
 میں محبت کی ان سے نفی نہیں کرتا عشق کی نفی کرتا چوں جس کے لئے عشق  
 اور شوق اور مہمان و دلدادہ لازم ہے ہم غرض انسان میں عشق بہت زیادہ  
 تھا اور اسوقت بھی تھا جبکہ اسکا عشق کامل یعنی عطا نہ ہوئی تھی اسوقت عشق  
 کامل تو بلند محل امانت کے بنا ہوتی اور غیبہ عشق تو نسبت نقل ہی میں زیادہ  
 ہوتا ہے اسی لئے کینیات بالذات کا غیبہ فیصل انتقال پر زیادہ ہوتا ہے ہوتا  
 غیبہ کینیات کے لئے یکسوئی شرط ہے جو غیر عاقل کو زیادہ میسر ہوتی  
 ہے اور عاقل کو تو یکسوئی کے برابر ہی یکسوئی حاصل نہیں ہوتی کیونکہ اس  
 کا دماغ برابر کام کرتا رہتا ہے اور یہ غیبہ عشق فاعل کی بنیاد پر ہے ورنہ باوجود  
 جذبہ الہی ہر شخص پر مشروح ہو سکتا ہے کسی قاعدہ سے متنبہ نہیں ہوتا  
 حال انسان کے حال امانت کا نشاء عشق تھا اور اسکو میں نے قارئین  
 شیرازی کے کلام سے بھی فرماتے ہیں

آسمان بار امانت تو انست کشید  
 فرغہ قال بنام میں دیوانہ زور

اس میں نقطہ دیوانہ سے اشارت امانت پر اشارہ ہے (اور اسی سے اشارہ)

ہر دنیا کہ عشق دیوانگی کا نام ہے جو محبت کے علاوہ درجہ ہے (از حبیب)

معدوم ہو گیا کہ امانت اختیار و عقل کا نام ہے تو جو لوگ تسبیح سے سب

ہیں وہ اس امانت اختیار کو برنا کرتا چہشتہ ہیں کہ بس حکم سب سے

اور اختیار سے کچھ نہ کرنا بڑے مفت سہولت سے کام ہو جایا کرے کوئی  
 یہ حال مناسب ہو جائے کہ گناہ خود بخود چھوٹ جائیں جنہیں کچھ نہ کرنا  
 پڑے۔ ایسا انتہائی ہوا جائے کہ گناہ میں خود بخود دل گتے گتے ہوں گے۔ ہر گناہ  
 کے لیے ضرورت ہے کہ ہر گناہ یہ شخص مفت اختیار کو مدد مل کرنا چاہتا ہے۔ وہ  
 یہ شخص اس وقت اس لیے کہ اور ایسی بڑی نعمت کو محتاج کرے جس میں انسان  
 کو ہر وقت سے ممتاز ہے اس سے بڑھ کر نعمت کون ہو گا بزرگوں سے ثابت  
 کہ وہ بڑے تجربات کی اس قدر عظمت کی ہے کہ ایک بزرگ سے کسی مدد  
 کے منتظر نہ رہے کہ ان کے لئے ہوسکے لذت شوربے میں پانی کا پیالہ بھر کر  
 دے۔ یہ نسبت کہ نفس کو لذت نہ آئے فرمایا عقل و لطف سے یہ اس بھائی  
 کو برباد کرنا ہے جو لذت و عام کے ساتھ منتظر ہے اور اس نعمت کو برباد  
 نہ کرے۔ بڑے لذت دنیا میں رہی کسی سے اور وہ نعمت یہ ہے کہ یہ نمونہ ہیں  
 لذت و لذت کا ہر اس بھائی کو انکشاف اور اس نعمت کی معرفت نفس  
 بہت کرتے اور لذت ان اکل ان لذت بیکون انہو دنیا و آخرت کہنے  
 سے جو نہیں ہوتی کہیں آپ آج ہی سے نفس پرستی اور لذت میں  
 بیکشور رہ کر دیں بلکہ اسکی معرفت بہت سی منتزعیں ملے کر نیکی بعد  
 نصیب ہوتی ہے۔

مردانہ شہر و مدنی تار نہ کشہ باز بسیار سفر باید تا پختہ شود تمام  
 ملک بسیار سفر کی ضرورت ہے اور بسیار سفر کو تو آپ کیا سمجھیں گے ہمیں  
 عزت در سفر بیان کرتا ہوں اور یہ کہ ہر ایک کو ایک سفر تو ملے گا  
 سفر پر جان و مال کی ہوسکتی ہے ایک دو سفر سفر میں ان جوڑے  
 جس میں وہ صعب اتوار صعب ہو جاتا ہے ہیں پھر اس کے بعد دوسرے نوع

کے احوال عطا ہوتے ہیں اسکی ایسی مثال ہے جیسے بارش میں دھندل  
پر دو قسم کے پھول آتے ہیں ایک چھوٹا پھول ہوتا ہے وہ چھ روز کے  
بعد پڑ جاتا ہے اسوقت تا وقت روکتا ہے کہ ہاسکے میرا بارش پر باد ہو گیا  
مگر محقق خوش ہے کہ اگر لکھ سفر اول ختم ہو کر سفر ثانی شروع ہو اور  
عروج ہے دوسرا سفر اول ہے۔ لکھ پھر پچا پچا آتا ہے وہ باقی رہتا ہے  
اب اس پر پہل گئے شروع ہوتے ہیں یہ جیسے صبح دو ہوتی ہیں کاذب  
جس کا دور بلکہ می سی زائل ہو جاتا ہے دوسری صادق جس کا دور بڑھتا ہے  
اسی کو مولانا فرماتے ہیں

اسے شدہ تو صبح کاذب رہا ہے صبح صادق رات کاذب رہا ہے  
مولانا سفر اول کو صبح کاذب سے تشبیہ دی اور سفر ثانی کو صبح صادق  
سے کہ جیسے اول صبح کاذب کی روشنی تھی تب جسکی روشنی بڑھتی رہتی  
ہے اسی طرح صبح پر دو حالتیں گذرتی ہیں ایک میں سورج نکلنے  
عطا ہوتے ہیں اور دوسری منزل میں سورج ناقص سب سورج سورج  
عطا ہوتے ہیں اب یہ شخص کچھتہ ہو گیا سکون حق ہے کہ لکھ پچا پچا  
نہیں لکھ لکھ پچا پچا اب یہ روشنی میں تھی حق کا مشاہدہ ہوتا ہے اور  
اس کا حق اور نہایت صوفی خام کوئی نہیں کہ مرغ مسکے یا کرب یکن  
اور نہایت حق جو ہے تو اسے نہ کسی نہ کسی کا کھانا بشیر مہیکہ میں ہو اور  
مندان بھی نہ کسی ہو نہ نہ و نہ نہیں بکھر خشن بھی کوئی ہے یعنی جو حق کو  
ستہ میں ہو جس وہ میں ہے زیادہ کاوش اور تلاشی ہے نہ کسی

ملک در عجیب بات ہے کہ چوبیس روز بعد در وقت دوسرے چوبیس

چوبیس کیفیت حدت تعجبین میں کہ شبہ ۲

[illegible]

اہل وسع کے نزدیک حلال نہ ہوتا ہے یہ کہہ رہا تھا کہ اہل اللہ کو تو اس  
 حق کی اتنی قدر ہے کہ ان بزرگ سے شوریہ میں پانی پانے والے ہوں گے  
 عقل طریقت فرمایا کہ تجلی الہی کو برباد کرتا ہے اور وہ تجلی ہرگز نہ برباد  
 کی اور اس کو نہ ہائے ہی سمجھا ہے میں انکو بھی حکماء امت سمجھتا ہوں حسب  
 کہ حدیث کو سمجھتا ہوں اور حیرت ہے کہ ان دونوں جماعتوں میں بڑے بڑے  
 ہے مگر یہ جگر غیر تحقیق میں ہے تحقیق دونوں کا جامع ہوتا ہے یہاں  
 میں یہاں یہ مسئلہ ہے کہ چار انگشت تک ریشم مردوں کو بھی جائز ہے  
 وہاں ایک دلیل تو نقل کی ہے در ایک دلیل عقلی کہ جس سے لنگھوں تو  
 مجالس براہین یعنی تشریحات ریشم مردوں کے ہے اس واسطے جائز کر دیا گیا  
 تاکہ تشریح نہ ہو کہ نمونہ سادہ ہر جیسے پیر یہ حکمت دیگر ازانہ و احکم و محکم  
 و احکم ہے اس کے اہل کبر عتق سے ناپسند کیا اور مبطل کو عقل طریقت  
 کہا اسی طرح بتائے کہ اہل وسع ہے وہ امانت الہیہ اختیار کو  
 پاؤں کر رہا ہے اور یہ وہ چیز ہے جس سے اہل اللہ سے بہت سختی ہے  
 ساتھ منع فرمایا ہے چنانچہ ایک بار حضرت فرشتہ اعظم رہ و شاہ فرما رہے  
 تھے کہ درمیان میں دفعہ ساکت ہو گئے اور کچھ دیر تک ساکت رہ کر  
 پھر بیان شروع فرمایا اور کہا کہ اس وقت میرے سکوت کی یہ وجہ ہوئی  
 کہ ایک بزرگ ابھی شام سے بغداد ایک قریہ میں بطور کرامت کے آئے  
 تھے میں نے انکو تسبیح کیا ہے کہ اس تصرف میں حکمت عظامت قریہ کا  
 اہمال ہے اللہ تعالیٰ اسے قدم اسے دیے ہیں تاکہ اسے منشی کا کام لیا  
 جائے جب بطور کرامت کے راستہ میں کیا جائے تو اس میں یہ حکمت باطن  
 ہوگی وہ بزرگ اس سے توبہ کر کے واپس ہوئے (مطلب یہ ہے کہ زکوٰۃ



بیت حضرت نہ کرنا چاہیے اور اگر باقی قسم کے کہنی حق تعالیٰ طویل راستہ کو  
 تیسیر کر دیں تو وہ راستہ غیر اختیار یہ ہے جو نعمت ہے نیز شریعت کی  
 اور کوئی مشقت نہیں جیسا حدیث میں ہے *الطریقۃ البعد صرف*  
*حضرت باقی* کی نسبت ہے (۲) اسی طریقت ایک بار تبارک حضرت باقی  
 صاحب کے یہاں جب وقت بہت سے پہلے آگے گرواؤں کو فکر ہوئی  
 کہ حضرت سے اپنا روناں گھر میں بھیج دیا کہ اسکو اس پر ڈھک دو اور پکانا  
 شہادت مراد شہاد برکت ہو کی چنانچہ ایسا ہی ہوا اور ایسی برکت  
 آئی کہ سب جانوں سے فراغت سے کانا کھا لیا اور بہت پرہیز اس  
 کی اور حضرت جانشین کے روناں میں صاحب (شہید مدظلہ العالی) کو  
 لایا اور جب حاجی صاحب کی خدمت میں رہا تو فرمایا کہ حضرت  
 صاحب سے ہر شے خالی ہے آپ کو ایسا تصرف فرمایا جس پر کاروبار  
 رہا جو دنیا میں نہ ہو گا اور قریب میں جو حکمتیں ہیں وہ باقی  
 رہیں گی حضرت حاجی صاحب کو متنبہ ہوا اور فرمایا حافظہ صاحب ہیں  
 اس سے زیادہ کہ حضرت انشاء اللہ میری ایسا نہ ہو گا کہ حضرت صاحب  
 اس سے شہادت لیں کی ذرا ذر سی تجلیات کی استعداد غنیمت کی ہے اور  
 میں ان کمالات کے بے بدل کو منظور قرار دیا ہے کہ تباہی اتنی بڑی  
 ہوئی کہ جس پر کیفیت کا ذکر ہے کہ گھر میں نہ ہرگز ایسا ہیں ان  
 کو اور کہ تباہی ہوں جو طریق میں مہربان ہے کہ وہ اس سے  
 دل سے دبا دیں جس کا سب ادبی ہونا کی شاید ان کو ایسا تک محسوس نہ  
 ہو کہ وہ اب تک اس صاحب سے ہر شے کہ دیکھ رہی ہے ہر شے  
 کہ وہ کہیں کہیں ہیں کہ اس صاحب میں وہ امانت الہیہ کا اہل کہ

رہتے ہیں پس سہل یہ ہے کہ وہ بچائے تسہیل کے اسہال کے یہ جس  
 سے ضعف ہو جائیگا تو پھر یہ معذور ہو جائیں گے اسوقت مورخانہ کے  
 لئے عذر کا قیام ہی دیدیں گے پھر دستور کی جگہ پر جو جائے گا اور یہ وہ  
 ضعف ہو گا تو بچائے قیام کے قیود رہ جائے گا اور اس سے بھی زیادہ  
 ضعف ہو گا تو معلوم و معلومہ سبب ساقط ہو جائیں گے جو کہ اس سہولت سے  
 اور جب تک معذور نہیں ہوئے اسوقت تک سہولت کی سبب کے یہ  
 معنی جو کہ معذورین کے لئے خاص سبب بن کر رکھا جائے تو وہاں رہاں  
 کو سہولت ضرور نہیں ہے کیوں کہ اس عذر کے سبب وہ سہولتوں کی  
 انکو و شوار ہو گا جن صہ یہ ہے کہ تم تحصیل میں سے مکلف ہو کہ اپنے قبیلہ  
 کو صرف کر کے عمل کرو تم کو طلب تسہیل کا کوئی حق نہیں ہاں صرف اتنا حق  
 ہے کہ عمل تمہارے اختیار و قدرت سے خارج نہ ہو سو اس کا شریعت  
 میں پورا الحاح ہے کہ امور غیر اختیار یہ کہ مکلف نہیں کیا پھر قیام  
 کہ مکلف بنایا ہے اب تم یہ چاہتے ہو کہ اختیارات میں آزاد و اختیار  
 و قدرت کے استحقاق کی بھی ضرورت نہ رہے اسکا تم کو کیا حق ہے کہ  
 اس میں سراسر الزام ان امانت اختیار ہے جس کا پھر ہونا اور پورا اختیار  
 پس تم کو تو طلب تسہیل کا کوئی حق نہیں ہاں اگر شریعت کسی جگہ نہ تسہیل  
 کا لحاظ کرے تو یہ اسکی غنایت ہے مگر تم کو اس کے مطابقہ کا حق نہیں  
 اور خصوص میں تصریح ہے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت نے بعض مقدمات  
 پر تحصیل تسہیل دونوں کو جمع بھی کر دیا ہے مگر اس کا انفرادی نہیں  
 بعض جگہ نفس تحصیل عمل کا امر ہے تحصیل مجتہد عنہ کی رعایت نہیں  
 کی تفصیل اس میں ہے کہ شریعت میں نہیں تو صرف امر و نہی

ہے کہ میں کو کم کر دو اور اسکو نہ کرو یہ تو تحصیل کا عنوان ہے اور کہیں  
 مرد نہیں کے ساتھ سہولت عمل کا طریقہ بھی بتا دیا ہے جس میں تکلیف  
 و غنایت دونوں کو جمع کر دیا ہے مگر اس سے یہ سمجھ لینا کہ شارع کے ذمہ  
 نہیں ہے سخت ندادانی ہے شارع کو حق ہے کہ امور اختیار پر کی  
 تحصیل کا امر کرے اور سہولت عمل کا طریقہ نہ بتائے اور اگر چاہے تو قبل  
 ہدف و سہ اس حقیقت کو ملحوظ رکھ کر اب سمجھئے کہ اس مقام پر حق تعالیٰ  
 نے کیا فرمایا ہے یہ تو تحصیل ہے مگر اس میں تکلیف کے ساتھ  
 غنایت کو بھی جمع کر دیا ہے بجا بجا دیکھ لوں گے کہ طلب تحصیل کے  
 ساتھ تسہیل کی بھی غنایت کی ہے بیان اسکا یہ ہے کہ انفاق فی حق غنایہ  
 ہے اور انفاق غنایہ کے لئے نہ وقت و نہ غنایت ضروری ہے جس  
 کے بغیر ضرور نہیں ہو سکتا پس ضرور قائل کے لئے تصور غنایت کا  
 شرعی ہونا ضروری ہے اور وہ بھی اکثری لیکن اس میں جو  
 کوئی ہے کہ تصور غنایت غنایہ بھی نہ ضرور ہے یہ نہیں ہوگا اور اس کو غنایہ  
 نہ کہتے ہیں جس لئے کہ در غایت کو غنایت شرعیہ کیا ہے جس کو غنایت غنایہ  
 سے مراد ہے پس مگر اس کے لئے وہم و گمان ہے کہ ہر ایک کو ہر سہولت  
 پر پابندی ہے پابندی کہ وہ کسی لئے پابندی ہے اور اس میں سے جائزہ بھی  
 نہ ہوتا نہ تہ سبب ہے اور یہ نہیں بلکہ جس کی ان میں بہت سے ہیں  
 ہر ایک کو پابندی ہے کہ اس سے ہیں اور یہ فی حق غنایت ہے اور  
 غنایت کے وقت کیا غنایت وہیں ہیں ہوتی ہے اور کیا سوچو  
 کہ یہ غنایت بہت سے آدمی کو بھی نہیں سوچتے اور کوئی غنایت ان  
 کے لئے نہیں ہوتی بلکہ جو ان پر ہے ان کو غنایت میں ایک

غایت چوتنی ہے وہ یک ہے۔ یہی کہ کہا ہیں اور وہ بھی نہ تشریح  
 نہیں بلکہ نام استرنب آپ تعجب نہ کریں کہ یہ کیسی غایت ہے ایک  
 بڑے فلسفی نے یعنی صاحب شمس باز غم سے ہی شمس باز غم میں غایت  
 کی یہ بھی ایک قسم کی ہے کالت غم از گل بندہ خدا کو نشان بھی ایسی ہی  
 ان گنا اعتراض کرنے کی ہے ضرورت نہیں ہر شخص کا اپنا ہذا مذاق ہے  
 ان فلسفیوں کی طبیعت ایسی ہی ہوگی جیسے ایک بادشاہ نے پرمخت  
 کی چارہ خور ہیں جس کی تین ایک دانہ اس سے سب کی شب کو کو  
 کرنا چاہا اور رات کے اخیر صبح میں سب سے پہلے کہ سب کیا وقت  
 ہے سب سے بالہ شافی کہ کہ صبح ہو گئی اس سے دلیل پوچھی تو ایک نے  
 کہا کہ میری تھکا موتی منڈا ہو گیا ہے یہ بہت لطیف وجہ بیان کی کہ  
 صبح کی ہو ہیں تھی زیادہ ہوتی ہے اس سے موتی کی منڈک سے  
 پر استند اس کی دوسری ہے کہ کہ پان کا منڈا منڈا میں بدل گیا ہے تبصرہ  
 سے کہ شمع کی روشنی دینی پر گئی ہے یہ درکن ٹوٹا وقت اور ایک پر مبنی  
 سے چوتھی ہے کہ میرا وہ درخت ہے بادشہ اس سے بیوی کو ایک کر  
 کیونکہ اس کے جواب سے شافت فہم مترشح تھی تو جیسے ان جوابات کی بنا  
 اختلاف مذاق پر تھی ایسے ہی شمس باز غم کی مثال ان فلسفیوں کے مذاق  
 کی خبر دے رہی ہے غرض مجھے افعال اختیار یہ ہیں تصور یہ کہ لزم  
 غنی مسلم نہیں ورنہ مخالف نہ ہوتا ہاں یہ ضرور ہے کہ بعد از اکثر یہ  
 بدوں تصور غایت کے افعال اختیار یہ کہ مدد و دشوار ہے خصوصاً  
 افعال شاقہ کا اور اتفاق فیل شاقی ہے تو اس کے قبل اس کی غایت کا تشریح  
 ضروری ہو گا سو یہاں دو غایتیں مذکور ہیں اول غایت کہ یہ بیان فرمائی

تین مرتبہ اللہ کہ وہ لوگ اپنا مال خرچ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی رضا  
 سے کرتے ہیں اس غایتہ کا اثر تو تفصیل ہے اس کے تصور کے بغیر اس  
 فی ثبوت میں کامیاب و عادت و شوار تھا اسکے بعد ایک اور غایتہ بیان  
 فرماتا ہے تثبیت من النفس منسہرین کے کما ہے کہ یہاں بعضی  
 کے ساتھ ہی تثبیت لا نفس منسہرین یعنی دوسری فرض اتفاق میں یہ ہوتی  
 ہے کہ یہ نفسوں میں داخل کے اندر پہنچنے کی پیداکریں اس کا حاصل یہ  
 ہے کہ بعض چیزوں و اتفاق میں بہت دشواری ہوتی ہے جن کا مذاق  
 پر جتنا ہے

کہ جس کی فکر بے نسبت  
 ورنہ کسی شخص ویر میں اسے  
 جیسے مورخہ ایک بدوی کا قصہ کہ ہے کہ سفر میں ایک کتا اس کا  
 بھائی کے ساتھ رہتا تھا وہ بدوی اس کی فکر کرتے سفر میں روئے رکھا  
 یہ کتا کھانا چاہتا تھا تو کچھ روئے رہتا تھا یہ کتا کھانا چاہتا تھا یہ  
 کتا کھانا چاہتا تھا میں روئے رہتا تھا یہ کتا کھانا چاہتا تھا یہ  
 کتا کھانا چاہتا تھا میں روئے رہتا تھا یہ کتا کھانا چاہتا تھا یہ  
 کتا کھانا چاہتا تھا میں روئے رہتا تھا یہ کتا کھانا چاہتا تھا یہ  
 کتا کھانا چاہتا تھا میں روئے رہتا تھا یہ کتا کھانا چاہتا تھا یہ  
 کتا کھانا چاہتا تھا میں روئے رہتا تھا یہ کتا کھانا چاہتا تھا یہ  
 کتا کھانا چاہتا تھا میں روئے رہتا تھا یہ کتا کھانا چاہتا تھا یہ

لیکھتے ہیں کہ وہ لوگ اپنا مال خرچ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی رضا  
 سے کرتے ہیں اس غایتہ کا اثر تو تفصیل ہے اس کے تصور کے بغیر اس  
 فی ثبوت میں کامیاب و عادت و شوار تھا اسکے بعد ایک اور غایتہ بیان  
 فرماتا ہے تثبیت من النفس منسہرین کے کما ہے کہ یہاں بعضی  
 کے ساتھ ہی تثبیت لا نفس منسہرین یعنی دوسری فرض اتفاق میں یہ ہوتی  
 ہے کہ یہ نفسوں میں داخل کے اندر پہنچنے کی پیداکریں اس کا حاصل یہ  
 ہے کہ بعض چیزوں و اتفاق میں بہت دشواری ہوتی ہے جن کا مذاق  
 پر جتنا ہے

کو رو لوں تو حق تعالیٰ و تثبیتاً من انفسہم میں ایسے جہیلوں کے لئے نفاق  
 کی دشواری اور تنگی رفع کرنے کا طریقہ بتاتے ہیں کہ کم الففاق اسی نیت  
 سے کر دے کہ اس سے نفس میں قوت پیدا ہوگی اور الففاق میں ہوجا کر بار  
 بار اسی نیت سے الففاق کر و توبہ مادہ نہ رہے ہو جائیگا اس نیت  
 کا اثر تسہیل ہے اور جو طریقہ سہولت الففاق کو یہاں بتایا ہے یہ تمام  
 اعمال میں جاری ہے نہ تکرار عمل سے ہر عمل صعب سہل ہو جاتا ہے و  
 فطری تعلق کی برابر سہولت نہ ہو یعنی جیسے فطری سخی کو الففاق میں سہولت  
 ہوتی ہے ویسی آسانی گو نہ ہو مگر تکرار سے جیسی بہت کچھ سہولت ہوجاتی  
 ہے خصوصاً جبکہ تکرار اسی غرض سے ہوتا کہ عمل سہل ہو جائے اور یہ غرض  
 گو باندات مقصود نہیں بلکہ غرض اول اصل ہے مگر چونکہ اس میں کوئی  
 دشواری نہ تھی اس لئے دوسری غرض کو تسہیل کے لئے بیان فرمادیا اسی حدیث  
 ایک حدیث میں ہے یا معشر الشباب من استطاع حنكاً لم یجدہ فلیتہ  
 فانہ اغفر للبصر واحسن المخرج ومن لم یستطع فلیتہ باسور  
 فانہ لہ وجاء متفق علیہ یہاں حضور نے نکاح کی ایک غرض بیان  
 فرمادی کہ اس سے سخت فرج و حفاظت نگاہ سہل ہوجاتی ہے اصل  
 مقصود تو حسین فرج و غرض بصر ہے جو کہ بدون نکاح بھی نہ رہتا و تسہیل  
 میں ہے مگر حضور نے نکاح کا بھی امر فرمادیا کیونکہ وہ اس مقصود کی تسہیل  
 کا وسیلہ ہے اسی لئے اغرض واحسن ہیئت تسہیل سے فرمایا یعنی یہ غرض و  
 تسہیل میں زیادہ معین ہے اور اسی لئے نکاح کو غرض بصر و تسہیل  
 فرج کی غایت تسہیل کہا ہے کیونکہ نگاہ و شرم نگاہ کی حفاظت بدوئی نکاح  
 کے جتنی ممکن ہے کیونکہ نگاہ کا اٹھانا امر اختیار ہی ہے گوئی دوسرا امر

نہیں اٹھاتا اور یہ امر مشاہد ہے لیکن اس شخص کو اس میں دھوکہ  
 ہو جاتا ہے کہ یہ یوں سمجھتا ہے کہ میں نظر میں مشطری ہوں اور دھوکہ انظار  
 کا اسے ہوتا ہے کہ آجکل لوگ ٹوٹا گاہ بھی رکھنے کے عادی نہیں آتے  
 کہ سرت سہاٹا کر ہی چلنے کے عادی ہیں اسلئے نگاہ میں اپنے کو منظر  
 سمجھتے ہیں پھر نگاہ ڈال کر مٹا دیتے ہیں اسکو انفس کے ساتھ شناسی سخت  
 ہوتی ہے جس کی مفاد و منت و شوار ہوتی ہے اس دشواری کو وہ انظار  
 سمجھتا ہے کہ وہ انظار نہیں سمجھتا کیونکہ وہ اس حالت میں  
 جس شخص پر یہ تصور رہتا ہے پس وہ غماز ہے اگر اس پر کسی کو شبہ ہو کہ  
 جس انظار میں مینہ چل رہا ہے انظار اور وہ بھی نہیں کیونکہ عدم  
 غماز اور پھر بھی اختیار میں رہتا ہے پھر سخت کیفیت کو شربت سے انظار  
 قرار دیتے ہیں چنانچہ ارشاد ہے فسن انظار فی غمضہ تو معلوم ہوا کہ سخت  
 کیفیت بھی انظار میں داخل ہے تو غصہ انہر میں بھی حسب سختی یعنی  
 سوکت سے وہ انظار میں نہیں اور اگر انظار است تو وہ شخص معذور  
 ہے کہ میں ہوں کہ کہ آیت میں انظار اعضا کی کا ذکر نہیں بلکہ انظار خودی  
 کا ہے اور یہ انظار خودی اکل مینہ میں غدر ہے اور انظار با شہوق میں  
 نہ رہتا ہے کہ اس فرق کو کیا سبب است جواب یہ ہے کہ اب  
 ان سمیت نہیں کہ مرضی یہ جو سبب غرض ہے کہ اب میں تیری دوز  
 پر فرق بھی ہوتا ہوں کہ اختلاف در شہد میں موت کا اندیشہ ہے اور  
 حیات کو اب یہ سبب ہے کیونکہ وہ شعرات کرتی ہے حیات ناموریتہ ہی  
 سے رہنے لگتی ہے کہ سبب کیونکہ ہمارے ترقی اعمال میں اور ہمارے خود سے  
 نہ رہتا ہے کہ میں یہ سبب ہے کہ یہ وجہ نہ ہوتی کہ پھر حیات سے



دنیا میں ہمارے بھیجے جانے کی ضرورت تھی اور نثران لاجنبیہ سے بچنے  
میں موت کا خوف نہیں بلکہ غفلت و بے پرواہی ہے حیات سے ہمیشہ ہر  
وعدہ ہے کہ جو شخص اتنا غفلت نہ کرے وقت نگاہ نہ چھو کرے اس کو عمل و نیت  
ایمان نصیب ہوتی ہے۔

اور اس کے ساتھ ایک طبعی ضرورت بھی ہوتی ہے وہ یہ کہ جب شخص  
بشر کے بعد اس کا دل یہ کہتا ہے کہ شاباش آج شیطان کو خوب زیر کیا اور  
یہ شراہل اللہ ہے جس کی بات مگر اثر و بصر کے ساتھ نہیں بلکہ کثرت بشارت  
کے طور پر اور اس قسم کا فرق نمودار ہے پناہ بخش ہے قل بفضل اللہ و رحمۃ  
فیضہ فیضہ ہوا۔ غرض غفلت و بصر میں باطنی حیات بھی ہے اور  
حیات ظاہرہ کا انداز بھی ہے کیونکہ بعض دفعہ یہ نگاہ بد جان و ایوان  
تھکے لیتی ہے ابن تقیر نے ایک قصہ لکھا ہے کہ حوائی شہر کسی مرد  
پر عاشق تھا اور وہ اس سے شوریہ بیان تک کہ یہ عشق میں گھر گھر  
کے قریب ہو گیا اور اثر و نثر شروع ہو گئی اس امر کو احقر نے چون  
تو اس کے دل میں رحم آیا کہ اگر ایک دفعہ اس سے مل لوں اب تو میری رہ  
سے وہ اس ارادہ سے گھر سے چلا اور اس کی اطلاع کسی نے عاشق کو دی  
تو فوراً جسم میں قوت آگئی اور اٹھ بیٹھا پھر امر و کو اپنی بدنامی کا خیال ہوا  
اور سانسہ ہی سے لوٹ گیا اور مومن کے قول پر عمل پیرا ہوا ہے

کہا اس بت سے مراد ہے وہ مومن کہ میں کیا کروں مرضی خدا کی  
اس امر و نثر اس وقت اسی شعر پر عمل کیا اس کی اطلاع بھی عاشق کو پہنچ  
تو پھر پھر اور نثر شروع ہو گیا اور گویا اس نے کچھ کہتا تھا میں شہر و  
کی وکیل سے کہہ سکے اس سے امر و کو خوب کمر بستہ تھا یہ پھر نثر و نثر سے

جہنم میں ایک شجر بہ تنہا ہے

رضيت ان اتيك الى قريتي  
من رحمة الخالق الجليل

[illegible]

میں نے یہ سب دیکھا ہے اور یہ سب دیکھ کر

در کسری که همیشه در حال پیوسته بود و هرگز از او جدا نشد

ایسی حالت میں شہریت کا حکم یہ ہے

شکر و سپاس پروردگار تعالیٰ

شماره ۱۰۰۰

دنیا میں ہمارے جیسے جہانگیر کی ضرورت تھی اور نظر ان اہل جہانگیر سے بہت  
میں موت کا خوف نہیں بلکہ غرض بصر میں زیادہ حیات سے حدیث میں  
وعدہ ہے کہ جو شخص تقاضے شکر کے وقت نگاہ چھپ کر لے اس کو مراد  
ایمان نصیب ہوتی ہے۔

اور اس کے ساتھ ایک جہتی حدوت بھی ہوتی ہے وہ یہ کہ جب شکر  
پر کے بعد اس کے دل یہ کہتا ہے کہ شاید میں آج شہیدان کو خوب نزدیک ہوں اور  
یہ قرآن میں مذکور ہے کہ اگر شکر و بھروسہ کے ساتھ نہیں بلکہ غرضت و غفلت  
کے طور پر اور اس قسم کا فرق نمودار ہے چنانچہ اس سے قبل انفس سے دور رہنا  
قبول نہ لیتا تھا۔ غرض غرض بصر میں باطنی حیات بھی ہے اور  
حیات ظاہرہ کا تقدیر بھی ہے کیونکہ بعض دفعہ یہ کہتا ہے بد جان و بیان  
تک سے لیتی ہے اس اعتبار سے ایک قسم کے محاسبات کہ کوئی شخص کسی مرد  
پر عاشق تھا اور وہ اس سے غور یہاں تک کہ یہ عشق میں غرق ہو کر  
کے قریب ہو گیا اور آخر سرے شروع ہوئی اس امر کو اس نے جان  
تو اس کے دل میں رنج آیا کہ وہ ایک دفعہ اس سے مل لوں اب تو میری سزا  
ہے وہ اس ارادہ سے گھر سے چلا اور اس کی اجازت کسی سے نہ شق کو دے دی  
تو فوراً جسم میں قوت آگئی اور اٹھ بیٹھا پھر امر و کو اپنی بدنہی کو نہیں سمجھا  
اور راستہ ہی سے لوٹ آیا اور موہن کے قول پر عمل پیرا ہوا ہے

کہا اس بندہ سے مراد ہے وہ مومن کہ میں کیا کروں مرضی خدا کی  
اس مرد نے اس وقت کسی شکر پر عمل کیا اس کی اطاعت بھی نہ شق و بھروسہ  
تو پھر کہہ رہا تھا کہ شروع ہو گیا تو وہ اس نے کہہ دیا کہ شکر و بھروسہ  
کی وجہ سے کہہ کہ اس نے امر و کو جواب کر کے اٹھنا شروع کر دیا

میں ہیں ایک شہر بہ تھا سہ

رقعات شخصی الی نوادی

من رحمة الخالق الجلیل

خود بادشاہ نور ذی اللہ اور اسی کلمہ کفر پر جان دیدی ۔ اور یہ شہرہ  
 شہر گریں سچہ اور وہی ستر اہم بھی ہے باقی اور نظر فرمایا کہ میں یہ اثر منہ پر تھا  
 کہ چونکہ نور منہ پر کر کے ہے وہ اثر تو می نہیں ہوتا اس پر کسی  
 گوشہ ہو کر ہے اس میں بھی ہوتا ہے تو میں کہوں کہ یہ امکان  
 ایسا ہے جیسا انا ہم ابو حسن کے شہر میں ہے جس کی میں سو کہ تھا  
 کہ ایک شہر ہے جو یہ فرمایا ہے کہ شہر آب و آفتاب کے ساتھ ہی رہتا ہے  
 کہ یہ شہر ہے تو میں کہتا ہوں کہ آفتاب ہی شہر ہے نہ ہو تو یہ شہر ہے  
 وچہ فرق کہ ہے کہ شہر فرمایا میں جو ہے ہم شہر ہے کہ وہی شہر  
 کہ در کہ نہیں ہوتا ہے اس میں شہر ہے اور یہ شہر ہے شہر ہے جو جاتی  
 ہے جب اس کو حکم ہے شہر ہے شہر ہے شہر ہے شہر ہے شہر ہے شہر ہے  
 اور کہ اس کے بعد کہ اس کے آگے کہ اس کے آگے کہ اس کے آگے کہ اس کے آگے  
 اختیار ہے وہ شہر ہے کہ اگر اس میں نہ ہو تو موت کا شہر ہے اور  
 یہ وہ شہر ہے کہ اس میں ہو گیا تو اس سے پیاس کی گئی نہیں کہ یہ زیادہ  
 شہر ہے کہ ہے

شہر ہے کہ ہے شہر ہے شہر ہے شہر ہے شہر ہے شہر ہے

شہر ہے کہ ہے شہر ہے شہر ہے شہر ہے شہر ہے شہر ہے

شہر ہے کہ ہے شہر ہے شہر ہے شہر ہے شہر ہے شہر ہے

شہر ہے کہ ہے شہر ہے شہر ہے شہر ہے شہر ہے شہر ہے

شہر ہے کہ ہے شہر ہے شہر ہے شہر ہے شہر ہے شہر ہے

ہے کہ اسکی طرف سے خیال کو ہٹا دجسکا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ کسی بد صورت  
 بد شکل کا مراقبہ کرو چاہے وہ کافر ہی کیوں نہ ہو دیکھو میں اسکا مراقبہ کیا  
 بتاتا ہوں مراقبہ موت درویشیت تو سب بتاتا ہے ہیں میں بد شکل کافر کا مراقبہ  
 بھی بتاتا ہوں کیونکہ طبیب میں بھی طبیعت سے علاج ہوتا ہے کہ کسی طبیعت سے  
 سے (اور اگر کوئی شکل قابل نفرت مراقبہ کے لئے نہ ملے تو پیر اس کا عیب  
 ہی کو بد شکل تصور کر دینی یوں خیال کرو کہ یہ ایک دن مر گیا اور اس کا  
 چہرہ خاک میں مل جائیگا اس میں سے نہ ان بیپ ناک اور آنکھ کے راستہ  
 سے سے گائے کے بدن میں کیرے پڑ جائیں گے مگر مری دیر اسکی اس وقت  
 کا مراقبہ کرو اس سے بھی نفع ہوگا اور خیال ہٹانے کی یہ ضرورت نافع  
 نہیں کہ تم براہ راست اس کے حسن کے تصور و رفع کرنے کا قصد کرو کیونکہ  
 اس میں پیر امتحان ہوگا حسن کا سلب بھی موجب ہو جائیگا نہیں ہٹانے  
 سید احمد صاحب دہلوی سے ایک حکایت اسی قبیل کی سنئی ہے کہ ایک  
 شخص نے اپنے لڑکے کی شادی میں دو لہاس کے لئے کسی کا دوشہ لے لیا  
 کہ مجلس نکاح میں اور نہادیا وہ اوتھا آدمی تھا اس نے دوشہ لے کر نہادیا  
 مگر اب جو شخص مجلس میں سے اگر پوچھتا کہ دو لہا کہاں ہے وہ کہتا ہے کہ  
 دو لہا تو وہ ہے مگر دوشہ نہ میرا ہے لڑکے کے باپ نے کہا تو پیر اور پیر  
 سے بھا اس کہنے کی کیا ضرورت تھی کہ دوشہ نہ میرا ہے اس نے کہا کہ  
 بہت چاہا اب نہ ہوگا۔ اس کے بعد کسی نے پوچھا کہ دو لہا کونسا ہے وہ  
 ہیں کہ دو لہا تو وہ ہے اور دوشہ نہ میرا نہیں ہے۔ بالآخر رور سے پیر  
 کا منت کی کہ کہتے تھے دوشہ لے کے ذکر ہی کی کیا ضرورت ہے اس نے  
 کہا بہت چاہا اب سے ذکر نہ کرو گے اس کے بعد کسی نے پوچھا کہ دو لہا تو



بات ہے مگر حقیقت میں یہ ایک قاعدہ عظیمہ پر تنبیہ ہے جس کی تفسیر  
 حضرت استاد علیہ الرحمۃ نے فرمائی ہے جو کسی کے کلام میں میری نظر  
 سے نہیں گذری اسکو بیان کرتا ہوں اس سے آپکو چاروں کواہر سے  
 کمال علوم کا اندازہ ہوگا مولانا نے فرمایا کہ تنہا ورت میں چار قسم کی چیزیں  
 ہیں بعض میں نفس لذت مقصود ہے جیسے قوا کہ بعض میں دفع حاجت  
 مقصود ہے بعض میں دونوں مقصود ہیں مگر مناسب حاجت ہے جیسے  
 اخذ یہ بومیہ بعض میں دونوں مقصود ہیں مگر مناسب لذت ہے اور نادر  
 قرب نسا ابیسی ہی چیز ہے پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو چار  
 قسم کو اس امر کی تعلیم فرمائی ہے کہ تم اس میں بھی حاجت ہے و مناسب  
 اور دفع حاجت میں اجنبیہ اور منکوحہ دونوں مساوی ہیں یہ مناسب  
 ہے ان الذی معھا مثل الذی معھا رائے انہما مساویان فی قصد  
 الحاجۃ (سبحان اللہ یہ تلخیص علم ہے بہر حال شارع نے اس حدیث  
 صحتہ الشباب تزوجوا الخ میں نکاح کی ترغیب اس لئے دی ہے تاکہ غفلت  
 بصیر سہل ہو جاوے اور یہ شارع کے ذمہ نہ تھا بلکہ محض عنایت سہیل  
 کی وجہ سے ارشاد فرمایا کہ جس کو غفلت بصیر دشوار ہو وہ نکاح کرے و شارع  
 کو یہ بھی حق تھا کہ بدون اسکے بھی غفلت بصیر کو امر فرمادیں کیونکہ نہ تنبیہ  
 ہے جیسا کہ اوپر مفصل مذکور ہوا اور اس سے معلوم ہوا کہ بھی شارع بھی  
 تسہیل کا لحاظ فرماتے ہیں پس صوفیہ اہل بدعت نہیں جو اعمال ثلثہ علیہ  
 میں سہرلت کا طریق بتلاتے ہیں اور اسی میں مشارع عدلیہ سے  
 ممتاز ہیں کیونکہ شارع اس کو نہیں جانتے پس صوفیہ پر یہ اعتراض نہیں  
 ہو سکتا کہ انہوں نے یہ بدعت کہاں سے نکالی کہ اعمال شرعیہ کی تسہیل



کے طریقہ بتاتے ہیں۔ میں نے بتا دیا کہ شارع نے بھی کبھی اس کا  
 لحاظ فرمایا ہے چنانچہ اول تو شارع نے تسہیل غنن لبر کے لئے نکاح کو  
 تجویز کیا اور چونکہ حرج پر قادر نہ ہوا اس کے لئے اسی تسہیل کے لئے ارشاد  
 سب و من لم یستطع فعلیہ بالتصوم فانہ له وجاہ کہ جو نکاح نہ کر سکے  
 وہ روزے رکھا کرے کیونکہ روزہ بمنزلہ اختیام کے ہے بلکہ اس سے  
 بڑھ کر ہے کیونکہ اختیام کے بعد بھی بعض دفعہ شہوت کم نہیں ہوتی  
 چنانچہ اگر بہت کہ ایسے لوگ باندیاں خریدتے ہیں اور اسے مجامعت  
 کرتے ہیں یا انکو انراں نہیں ہوتا اور واقعات سے معلوم ہوتا ہے  
 کہ قلعہ غنن کے بعد بھی شہوت باقی رہتی ہے ایسا مرد مسافرتہ کو سب  
 اذیت ہے یک بزرگ سے ہیں نے ایک حکایت سنی ہے جس سے معلوم  
 ہوتا ہے کہ یہ شخص کو شہوت باقی رہتی ہے وہ حکایت یہ ہے ایک  
 شخص کو غنن قلیہ سے ملاقات کی تھی چنانچہ ایک بار ملاقات  
 ہوئی اور غنن نے غنن سے دریافت فرمایا کہ تیرا دھرم سے کیا کام ہے کہ میرے  
 سے دیر رہی ہے نہ بیکری کی زندہ کی نصیب ہو فرمایا دنیا میں بیکری دشوار  
 ہے کیونکہ یہ درخت پرست یہاں چین نہیں ہو سکتا ہاں یہ ممکن ہے کہ تم  
 دنیا میں غنن لوگوں کی محاسن دیکھ کر کسی ایک کو جو بزرگ ہو میں انکاروں  
 انکار میں دیتے ہی ہو جاؤ اس سے کہا بہت اچھا یہ سمجھتا تھا کہ دنیا میں  
 ان کو بیکری سے کو چنانچہ اس نے یہ حجت شروع کی اور امر اور سن میں  
 اختلاف نہ تھا یہ معلوم ہوا کہ یہ شخص کوئی نہ کوئی قدر نہ ور تھا سب  
 بیکری پرست نہ تھا ایک چور کی کوئی نہ وہ بڑے بیکری سے بیکری واران  
 کے لئے اس پر دیکھ کر بیکری کے پانچ گناں میں سے ہیں

کے بیٹے معلوم ہوتے تھے اور نوکر چاکرانے علاوہ تھے وہ بھی سب  
 تنگ دکان پر بیٹھا اور خوب خیرات کرتا اور تجارت بھی کرتا نہ ہر  
 اسکو کوئی فکر معلوم نہ ہوتا تھا یہ اسکے پاس تین دان ٹھہرا اور اسکو  
 کر بڑا خوش ہوا کہ بس میں بھی اسی کے مثل ہونے کی دعا کروں گا پھر  
 خیال ہوا کہ اس سے بھی دریافت تو کرنا چاہیے مبادا اس کو کوئی  
 فکر ہو جس کی جگہ اللہ تعالیٰ نہ ہو چنانچہ اس سے دریافت کیا اور وجہ  
 بھی بتا دی کہ میں نے بہشت شہر سے یہ درخواست کی تھی انہوں  
 نے یہ جواب دیا اور اب تجھ کو دیکھ کر مجھے خیال ہوتا ہے کہ تیرے  
 زندگی کی دعا کروں یہ سکر وہ جہڑی سانس پھر کر آید پھر دعا اور  
 کہ خدا میرے جیسی مصیبت تو کسی دشمن کو بھی نہ دے پھر تیرے  
 کیا کہ میری بیوی بہت حسین ہے ایک دفعہ وہ بیمار ہوئی اور  
 قریب ہوئی میں نے وہ رگڑا تو اسے کہ بیویں دوستے ہو کر لو چاروں  
 بعد دوسرے نکاح کر کے پھر شہر بھرل بھل جاؤں گے میں نے یہ  
 سب نہ ہو گا کہ سب بیویاں کہا کرتی ہیں تو میں نے استغناء کر  
 شکر کا ذکر کیا تو میں نے کہا اس سے کہ ہاں وہ بھی حسین  
 ہو گیا ہے جو وہ بہت بڑی ہوئی اور میں نے کہا کہ اس سے  
 دوسرے شہر میں گیا اور یہ شہر میں گیا ہے سب سے  
 ان کے دوستوں کی غیبت میں نہ خوش ہو گیا ہو کہ وہ  
 سب کو سزا دینے کی سزا ہے پھر شہر میں گیا اور  
 سے ان کے دوستوں کی غیبت میں نہ خوش ہو گیا ہو کہ وہ  
 گھر سے نہ شہر میں نہ شہر میں نہ شہر میں نہ شہر میں

در خواست کرد کہ حق تعالی تم کو اپنی نسبت علی فرمائیں اور آخرت کی بھیجی  
 نصیب ہو کہنا پس اسی کی دعا کردیتے وقت میں بات بہ پھر سچ  
 بیکیاری بہ تو بتلے مع اللہ ہی میں بہ مولانا فرماتے ہیں کہ  
 پیچھے بہ دووبہ داعر نیست ہر بکھوت گاہ حق راہ نیست  
 تجارت گاہ حق سے مراد حق مع اللہ ہی بہ تو اس حکایت سے معلوم  
 ہر کہ اس شخص کو اپنی حالت پر حسرت تھی اس حسرت میں خواہش کہ  
 میں وہی تھا کہ تمتع کی خواہش موجود مگر قہران اسباب و آلات سے  
 منورہ اس کے غمزدہ تھا اور روتہ ان سب سے بڑھ کر یہ کہ شہوت میں کم  
 پورہ پتی ہے اور انسان بھی بیکہ نہیں ہوتا مگر ایک بات کہ لبت چاہیے  
 کہ یہ نفس رفتہ روزہ سے ابتدا رسوم میں شہوت کم نہیں ہوتی بلکہ زیادہ  
 جڑی ہے اس سے وہ کہ نہ کیا یا جاسکے کہ شہوت لبت سے کیسا بڑی  
 گیا بات یہ ہے کہ لبت رفتہ شہوت کا نشا کہ شہوت اخلاص ہو رہا ہے  
 ایسی نہ سنت میں چونکہ روزہ سے اخلاص میں لبت پیدا ہو گئی خواہ  
 اول شہوت بڑھ گئی مگر یہ بڑی روزہ رکھناست تو شہوت رسوم کا انجام  
 شہوت شہوت ہی ہو گا اور یہ جڑی ہے کہ جاسکے کہ شہوت شہوت کا نشا  
 کہ لبت رفتہ ہو گا اسکو میں بہت دیکھتا ہوں کہ ساتھ ساتھ ہو گا  
 اور یہ بہ دل لبت ہو گا جس پر شہوت کا زیادہ غلبہ ہو گا وہ شہوت  
 شہوت بہت تھکے گا کہ شہوت افسردہ ہو جائے مگر شہوت  
 یہ کہ شہوت بہت تھکے گا کہ شہوت اس سے شہوت کا نشا بہت بہر  
 شہوت بہت تھکے گا کہ شہوت شہوت ہی ہے و ابتدا میں شہوت کا  
 شہوت بہت تھکے گا کہ شہوت شہوت میں بہ شہوت و شہوت بہت تھکے گا

سب کو افکار و سحر میں اس نے کتنا ہی پیٹ بھر کر کھایا ہو کیونکہ میرے  
 نزدیک سب ضعف تبدیل وقت ہے تفصیل غذا سے صنعت نہیں ہوتا  
 پس جو لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ روح صوم تفصیل غذا سب جیب از  
 و سحر میں خوب پیٹ بھر کر کھالیا تو اس روزہ سے فائدہ ہی کیا ہوا  
 ازاں قول میرے نزدیک صحیح نہیں بلکہ صرف تبدیل وقت ہی صنعت  
 بہیمیت کے لئے کافی ہے غرض یہ حدیث صاف بتا رہی ہے کہ شاعر  
 نے جس طرح تحصیل اعمال کا اہتمام کیا ہے اسی طرح تسہیل اعمال کا بھی  
 کہیں کہیں لحاظ فرمایا ہے چنانچہ یہ حدیث تو روایت تسہیل میں ہے کہ  
 تھی اب آیت میں غور کیجئے تو یہاں بھی حق تعالیٰ نے اول ایک نایبیت  
 تحصیل عمل کے لئے بیان فرمائی اسکے بعد دوسری نایبیت تحصیل عمل  
 کے لئے ذکر فرمائی کہ تکرار اتفاق سے اتفاق سہل ہو جاتا ہے پس اتفاق  
 میں یہ غرض بھی ملحوظ رکھنا چاہیے اور یہ طریقہ تمام اعمال کی تسہیل میں  
 مفید ہے تکرار عمل سے ہر عمل شاق سہل ہو جاتا ہے جیسا اوپر مذکور  
 ہو چکا ہے مگر طریق تسہیل کا تیلانا شارع کے ذمہ نہیں رہی وجہ ہے  
 کہ تمام احکام میں اسکی رعایت نہیں کی گئی اور ہر عمل کی سہولت کا  
 طریقہ شارع نے نہیں بتلایا نیز شارع کے ذمہ بھی طرق سہولت بتلانا  
 لازم نہیں اور اسی کی فرغ یہ بھی ہے کہ شارع کے ذمہ یہ بھی نہیں کہ  
 مسائل کے جواب میں ایسی تقریر کریں کہ مخاطب کی سمجھ میں ہی نہیں آجائے  
 جبکہ وہ مسئلہ انکی فہم سے عالی ہو وہاں مسئلہ کی تقریر کر دینا جبکہ وہ  
 ضروری سمجھیں اسکے ذمہ ہے خواہ مخاطب سمجھے یا نہ سمجھے اور اگر مخاطب

سے فہم کی امید نہ ہو تو غبار کے ذمہ تقریر کرنا بھی لازم نہیں ان کو  
یہ کہہ دینے کا حق ہے کہ ہم اس مسئلہ کو نہیں سمجھ سکتے راہپور میں ایک  
شخص نے جیسے کہا کہ معراج کا مسئلہ میری سمجھ میں نہیں آیا ہے اس پر

کی اشکرت ہیں میں نے کہا بیان کیے کہا یہ کیونکر ممکن ہے کہ انسان  
زمین سے آسمان پر پہنچ جائے کیونکہ درمیان میں کروڑوں مہر رہے کروڑوں  
سبب نیز مگر کہ قواں ہے کہ چند میل اوپر ہوا نہیں ہے وہاں کوئی متعین  
زندہ نہیں رہ سکتا کیونکہ سانس کے لئے ہوا کی ضرورت ہے پھر معراج  
کیونکر ہواں میں سے کہا بدو ن نفس کے زندہ رہنا محال ہے یا مستبعد  
ہے۔ اس طرح مہر پر و ناریں زندہ رہنا محال یا مستبعد ہے لہذا  
معلوم ہو کہ وہ حضرت محال و مستبعد ہیں فرق ہی نہ ہے جس میں  
ان دونوں میں فرق نہ ہو کیا اور یہاں ایک اشکالت کا حل یہ ہوا  
کہ معراج کا وقتہ مستبعد ہے سو اس سے ہم کو انکار نہیں چیزت مستبعد  
تر ہوتے ہیں اور نہ معجزہ ہی ہواں کا جاوے بیان ہواں ہرگز نہیں  
یہ کہ اس میں عقلی استی کہ چاہیں وہ چند گئے کہ یہ وقتہ نہیں  
موجود ہے اس کو ان غیر شایات میں بتایا ہے میں نے کہا کہ اگر ثبوت  
دعویٰ مؤلف نہ ہو تو یہ نہ ہو کہ نویی تو ایک وقتہ ہے مگر وقتہ  
کا اہمیت وقتہ کے و مشہد ہونا جو میرا تو ہوا تو سبب لازم ہے کہ  
اگر اس سے یہ کہیں مستبعد وقتہ کہ جسے عریہ اخیر کا وقتہ بدو ن  
سے ناہیا پر وقتہ معراج ہی کو اگر آجہ وان کنسیر کہہ کر نہیں مانا جاتا  
مگر اگر عریہ وہی مرنی کی ایک ٹانگہ ہاں ہے رہتا ہے کہ عریہ نہیں ہوا  
یہ نہ ہو جس میں آتش کسیر رہا کہی کہ عریہ آپ کے سامنے آسمان پر اردوں



کے اثبات میں نے کہا اہل بیت کے مشروب ہونے کی کیا دلیل کہ اگر یہ مشروب  
 نہ ہوتا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام اس کو حسب تہ فرستے میں نے کہا کہ کیا  
 ضرورت ہے کہ یہ چیز حضرت ابراہیم کے لئے نافع ہو وہ آپ کے بھی نافع  
 ہو لہذا اس پر وہ خاموش ہو گئے میں نے اس کے بعد اسے کہا کہ مولانا آپ  
 یہ نہ سمجھیں کہ مالوں کو اس کا ارتباط معلوم نہیں۔ البتہ اللہ کہ ہر کوئی بعض  
 اسرار کا علم بھی بزرگوں کے طفیل سے حاصل ہے مگر تبتانا مصلحت نہیں  
 سمجھتا اور میں نے یہ شعر پڑھا ہے

مصلحت نیست کہ ز پردہ بردار قدر از دین و دینیں زندان خبر نیست کہ نیست  
 بے خبر ہے مگر آپ کو نہیں بتاتا کیونکہ اسرار کا بتنا ہمارا ذمہ نہیں  
 صرف احکام کا بتنا ہمارے ذمہ ہے پھر میں نے احباب کے جلسہ خاص  
 میں اس ارتباط کی تقریر کر دی غرض اسی طرقت طریق تسبیح کا بتنا  
 ہے۔ ذمہ نہیں بلکہ مشائخ کے بھی ذمہ نہیں گو مشائخ مشائخ است اسی  
 سے ہیں کہ وہ فن تسبیح سے واقف ہیں مگر یہ ان کے ذمہ نہیں غرض ان  
 کی غایت درجہ است محقق پر کہ وہ طرق تسبیح بتا دیتے ہیں اور  
 ان میں سے غرض کو اس شخص کے لئے استفادہ کرتے ہیں جو تسبیح میں  
 ساقی ہوا اور جو شخص تسبیح احوال میں کوتاہی کرے تسبیح کا طوطا ہو  
 وہ اس کے ساتھ تسبیح کا معاملہ نہیں کرتے بلکہ کیفیت کا معاملہ کرتے ہیں  
 یہاں پہلے پیراؤں عشر ہوئی تو فرمایا کہ اس میں اب ختم ہی کرنے والے ہوں  
 یہ فرمایا خاموش ہوئے۔ اور اذان کے بعد فرمایا کہ اب میں مقصود کی  
 تقریر کر کے پتہ باتیں تفسیر آیت کے متعلق بیان کر کے ختم کرتا ہوں  
 میرا مقصود اس آیت کی تلاوت ہے یہ تھا کہ شاعر نے اصل میں جو



اول اختیار یہ کی تحصیل کا مکتب کیا ہے اور شارع کے ذمہ تسہیل کی ہے  
 نہیں مگر محض عنایت کی وجہ سے بعض دفعہ تسہیل کی بھی رعایت فرماتے  
 ہیں جیسا کہ اس آیت میں کیا گیا ہے پس سائلین کی یہ بڑی غلطی ہے کہ  
 وہ سہولت کے طالب ہیں اور طلب تحصیل میں کوتاہی کرتے ہیں اس  
 میں مقصود بالذات کوتاہی اور مقصود بالعرض کو اصل قرار دیتا ہے نیز  
 صفت اختیار کا اہمال ہے جو امانت الہیہ ہے اب میں مختصر تشبیہ  
 کے متعلق جو اس آیت میں مذکور ہے کہ عرض کرتا ہوں حق تعالیٰ نے میری  
 نعمات کو جنات سے تشبیہ دی ہے وجہ تشبیہ یہ ہے کہ سطر جہان  
 میں چل کر ترقی ہوتی ہے اسی طرح نعمات میں زیادت ہوتی ہے اور  
 وابل سے اخلاص کی تشبیہ مقصود ہے جس کی دلیل اوپر کی آیات ہیں کیونکہ  
 اوپر ربیع فی الاغواق کی مذمت ہے کا لذل یبفحق مالہ ربیع الفاس  
 ولا یؤمن بالله والیومر انہ خیر الذیہ - اسکے بعد اخلاص فی الاغواق کی  
 فضیلت بیان فرمائی گئی اور حبیب وابل سے مراد اخلاص ہے اور اس  
 کے مقابلہ میں ظل مذکور ہے اور وابل کہتے ہیں موسم و صاف بارش کو  
 ظل کہتے ہیں پھوار کو تو اس تقابل سے معلوم ہوا کہ وابل سے غرض  
 کامل مراد ہے اور ظل سے اخلاص قلیل مراد ہے حاصل یہ ہوا کہ اگر  
 اخلاص کامل ہوا تو نعمات میں ترقی زیادہ ہوگی اور اگر اخلاص قلیل  
 ہوا تو وہ بھی ترقی کے لئے کافی ہے کہ زیادہ ترقی نہ ہو اور اسکے یہ منسوب  
 نہیں کہ اخلاص قلیل بھی مطلوب ہے بلکہ اس سے وہ بیوں کا مذہب کہہ  
 گیا ہے کیونکہ اگر اخلاص قلیل کا مطلوب ہونا اسکے ذہن نشین ہو جائے تو ان  
 سے کوئی غل نہ ہو سکے گا کیونکہ یہی دن اخلاص کامل میسر نہیں ہو سکتا

جیسے ایک بزرگ کا قصہ ہے کہ ان کے سامنے ایک جنازہ کی نماز شروع  
 ہوئی اور وہ شریک نہ ہوئے کسی نے پوچھا کہ آپ نے نماز جنازہ کیوں  
 نہیں پڑھی فرمایا کہ میں نیت کی تصحیح میں مشغول رہا یہی سوچتا رہا کہ اس وقت  
 اس میت کی نماز پڑھتے ہیں کیا نیت ہے کیونکہ نماز جنازہ میں ختلف ہیں  
 ہوتی ہیں کہیں اسزادہ واقعہ کی خاطر سے پڑھی جاتی ہے کہیں میت کی  
 وجہ سے کہ اثر ہوتا ہے کہیں یہ خیال ہوتا ہے کہ یہ میت غلہ دار ہے اگر  
 نماز نہ پڑھیں گے تو اس غلہ دار کو متاثر کریں گے یہی وجہ ہے کہ رئیس یا غلام  
 کے جنازہ کا میت اختیار کیا جاتا ہے غریبوں کے جنازہ کا استہرام ہوتا ہے  
 نہیں ہوتا اگر ان میں فرق ہوتا تو یہ فرق کیوں ہوتا۔ یہی شرح حافظ اگر  
 تراویح میں سوچتا رہتا کہ میں تراویح میں جو بنا سوار کر قرآن پڑھ رہا  
 ہوں اس میں کیا نیت ہے کیونکہ تنہا نماز پڑھتے ہوئے ایسا اہتمام نہیں  
 ہوتا تو یہ رہتا کہ وہ تراویح پڑھ کر نہ پڑھائے گا پس اس وجہ کا علاج کہ  
 یہاں تک کہ اس وجہ میں پڑھتا رہتا ہے یہاں آخر میں قیام نہیں کرتا ہے پس  
 تم اپنی طرف سے برا قصہ نہ کرو اس کے بعد یہ کہہ کر کام میں لگاؤ اور آخر میں  
 کفار سے کہتی کرتے رہو اسی طرح سے ایک دن آخر میں کامل بھی میرے  
 ساتھ آیا اور اگر پہلے ہی دن آخر میں کامل پڑھ لیا تو تم کہتے کہ  
 یہی نہ ہوئے گا یہ مطلب ہے فان لم یصلیٰ و اقل فقل کہ انتظار میں نہ رہیں  
 قیام نہ کرنا اور نماز شروع کر دو یہ مطلب نہیں کہ آخر میں قیام ہی  
 مطلوب ہے بلکہ مطلوب تو آخر میں کامل ہے مگر اس کے مساوی کا طریقہ یہ ہے  
 کہ اس قیام ہی سے نماز شروع کر دو۔ بلکہ میرے ایک عیدہ یاد دہانہ  
 کا بیان کیا یاد دہانہ و شہوان سے اس کو تعلق نہیں مگر غلہ دار سے تعلق

ہے ہارون الرشید نے اپنی ایک جاریہ کو کسی غلام سے ہنستے بولتے دیکھ  
 لیا جسکا نام تھا اعلیٰ (غلام لونڈیوں کے ایسے ہی نام ہمارے عرف میں  
 رکھتے ہیں جیسے بہار وغیرہ) ہارون الرشید نے اس جاریہ کو ڈانٹا اور  
 کہا خبردار جو کہیں اس سے بات کی بلکہ کہیں زبان سے اسکا نام بھی نہ  
 لینا ایک بار وہ لونڈی قرآن مجید کی تلاوت کر رہی تھی کہ یہی آیت آئی  
 اسکو معلوم ہوا کہ امیر المومنین ایسے موقع پر موجود ہیں جہاں اسکی وز  
 جاریہ تھی تو اس نے کیا مزہ کیا کہ آیت کو اسٹریٹ پڑھتا فان لیسہیں  
 وابل فالذی نہانی عنہ اصیروا المومنین۔ امیر المومنین ہنستے سے اور  
 معاف کر دی اور نام لینے کی اجازت دے دی۔ پس اعلیٰ متشدد و واختر  
 کامل ہے اور اسی کا امر ہے وہی مطلوب ہے اور اس سے تکمیل عمل و  
 متشددیت پر ولایت ہو گئی مگر چونکہ اس میں بعض وہمیوں کو غور و  
 ہے اسلئے فعل میں اسکی تعدیل کر دی گئی گویا فاسد دشا وابل میں تعدیل  
 کی تعلیم تھی اور فعل میں تعدیل کر دی گئی تو اس آیت میں چار چیزیں  
 مذکور ہوئیں۔ تکمیل۔ تسہیل۔ تعدیل۔ اور اسی مناسبت سے  
 میں اس بیان کا نام التسهیل والتعمیل مع التکمیل والتعدیل کیوں کرتے  
 ہیں اور اس مضمون کو خاص رہنماں سے یہ تعلق ہے کہ خانقاہ رشتہ  
 کو بھی مثل تکرار اتفاق کے تسہیل اعمال میں بڑا دخل ہے یعنی رشتہ  
 یہ خاصیت ہے کہ اس ماہ میں جن خانقاہ پر ہر دست کرے سال خبر  
 ان پر ہر دست سہل رہتی ہے اور جن گناہوں سے بچنے کو خبر دے  
 سان خبر اسے بچنا آسان ہو جاتا ہے ابن حبان نے ایک حدیث مرسل  
 روایت کی ہے سلم کہ الجمعة سام کہ ما بینہ و بین الجنة اخری و من

[illegible]

نواز و ذکر میں مشغول رہو اور دوسرے دنوں سے آجکل کچھ کام بڑھ کر  
 اور ایک عمل جسکو رمضان سے خصوصیت ہے ابھی باقی ہے یعنی شب  
 قدر کی تلاش کرنا اس کا بھی غماص اہتمام کرو ابھی کچھ لمبا لی قدر باقی  
 ہیں انکو غنیمت سمجھو اور راتیں تو گذر گئی ہیں اگر ان میں اہتمام نہ کیا ہو  
 تو یقیناً ہی کا اہتمام کر لو تاکہ فان لم یصلہا و ابل فسل ہی کا معصداق  
 ہو جائے اور کل رات میں نہ جاگ سکو تو نہ بارہ حصہ جاگ لو یہ بھی  
 نہ ہو سکے تو دوسری راتوں سے کچھ زیادہ جاگ لو یہ بھی فان لم یصلہا  
 و ابل فسل میں داخل ہے فرض نہ سب راتیں ضروری ہیں نہ پوری  
 رات ضروری ہے جتنا ہو جائے غنیمت ہے اس سے دریغ نہ  
 کرو

مر از زلف تو موسیٰ بندست      ہوس را رہ بویک بندست  
 زلف محبوب کی خوشبو ہی کافی ہے یہ شعر شیخ عبدالحق نے اس موقع پر کہتے ہیں  
 جہاں حدیث میں یہ نص ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہایت دور  
 میں خلق اس کے بعد اپنے موئے مبارک سے تیس فرماں فرماتے ہیں  
 اس سے معلوم ہوا کہ حضور کے بال دنیہ میں موجود ہیں گو سندھین کے ساتھ ہم  
 کو نہ ملیں مگر یہ خبر ہی کافی ہے۔ شیخ میں عشق کا نصیب ہے شہر رحمت ہے  
 موقع سے ذکر کرتے ہیں چنانچہ اس حدیث کی تشریح میں جس میں حضور کے  
 مریض کے وصال کا واقعہ مذکور ہے کہ ایک دن صحابہ جماعت کے ساتھ ہزار  
 ہزار سے شہر حضرت صدیق اکبر علیہ السلام کے حضور سے اپنے تہجد کا پڑھنا  
 گرجا کی جماعت کو دیکھا اور تیسرے فرمایا کہ میں یہ فرماتے ہیں یہ تم کو  
 خوش نصیب کرے گا کہ یہ تم کو دیکھا کہ اس وقت ہوا کہ تم نے اس کو دیکھا

اس واقعہ کو بیان کر کے یہ شعر لکھتے ہیں ۛ

درہ زخم ابرو سے تو جوں یاد آمد  
چلتے رفت کہ محراب بفر یاد آمد

تیسری یہ تو اس شعر ادا ذکر ہو گیا اصل مقصود یہاں شعر تھا کہ ۛ

مرا زلف تو موم سے بسند است  
ہوس لے رہا موم سے بسند است

تھم اگر ساری رات نہ جاگ سکو تو جتنا ہو سکے اور دنوں سے کچھ زیادہ شب

قدر جاگ لو ہمارے حاجی صاحب کا شعر ہے ۛ

بس مجھ اپنا ایک تالہ بھی اگر چھوچے وہاں  
گر چہ کرتے ہیں بہت نشت ناک و فہر و دم

یہیں عالی محنتوں کی بہت کم نہیں کرتا بلکہ کم محنتوں کی بہت بڑھارہا ہوں کہ وہ

زیادہ نہ کر سکیں تو قبیل ہی سے دریغ نہ کریں اور جو زیادہ کر سکتے ہیں وہ

زیادہ ہیں کمی نہ کریں اب دعا کیجئے کہ حق تعالیٰ ہم کو فہم سلیم عطا فرماوے

اور اُمس کی توفیق ہو و علی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و مولانا محمد و علی اند و خیر

و بارشہ و سلام و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ۛ





# تکلیف الاموال بتبیین احوال

تکلیف الاموال بتبیین احوال  
 در بیان احوال و تکلیف  
 و تبیین احوال و تکلیف  
 و تبیین احوال و تکلیف  
 و تبیین احوال و تکلیف

خداوند

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

[illegible]

إِنَّ مِنْ ثَابٍ وَ هُنَّ وَ عَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَأُولَئِكَ  
يَبْدِلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ بِحَسَنَاتِهِمْ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ  
رَحِيمٌ

درجہ اول

اس وقت تک ایک ضروری مضمون بیان کرنا ہے۔ اصرار  
اعمال کے متعلق۔ اور اصرار احوال کے متعلق اور اس مضمون  
کے ضمن میں ان کے تاہیروں اور فیضوں کو بھی بقدر ضرورت بیان کرنا چاہتا ہوں  
پرساگین کو اثنائے سفرک میں پیش آتی ہیں اور تعلیمات یعنی اصیانہ میں اور  
جن فروعیہ نہ۔ یعنی بعض نودہ میں جو عوام کو واقع ہوتی ہیں اور بعض دہ میں  
ہر خاص کو پیش آتی ہیں اور اس مضمون کے سنے کے بعد مستند ہوگا کہ یہ مضمون  
مزاہت ضروری ہے اور مشترک ہے۔ عوام اور خواص سب کے درمیان کہ  
چر پر سب کے متنبہ ہوتا ضروری ہے کہ یہ مضمون ذرا دقیق اور نامفہوم ہے لیکن  
انشاء اللہ اس کا اہتمام کیا جاوے گا اور کوشش جادے گی کہ مستورات بھی سمجھ لیں۔  
پہلے اس مضمون کے یہاں بیان کریں گے راستہ نہ ہوتی تھی کیونکہ شاید مستورات  
کے ذہن میں نہ آوے مگر ضروری ہونے کے بعد تبیر کیا لہذا اسی کو اختیار کرتا  
ہوں لیکن انشاء اللہ اپنی طرف سے اہتمام کیا جاوے گا۔ سب سے پہلے اس کے متعلق  
کے نتیجہ میں ہے اسی پر پھر دوسرے۔

حق تعالیٰ نے اس سے قبل کی آیت میں بعض اعمال و مضمون  
کو ذکر کیا [یعنی بعض مضمون] جیسا ہے اور اس پر فرمادہ ہے  
[یعنی جو چیزیں کہیں کرنا چاہیے اور جو چیزیں نہ کرنا چاہیے]



پر مذکور ہے ضروری ہے۔ اس لئے میں اس طرف بھی متوجہ کرنا چاہتا ہوں

حق تعالیٰ کے کرم سے معلوم  
عادت احساسِ مشاوری ہے | ہزانت کہ گناہوں کا تدارک ضروری

ہے۔ چونکہ یہ ظاہر ہے کہ ہم لوگوں سے کوتاہی ضرور ہو رہی ہے اور وہ  
 کوتاہی ظاہر ہے۔ یعنی حالت یہ ہے کہ ہم طور سے سب ہی تکاب کرتے  
 ہیں۔ میں بھی کڑی سب سے متاثر رہیں گے۔ پڑھتے بھی اُن پڑھتے بھی۔ مرد بھی  
 عورتیں بھی۔ اور کسی کو اس طرف توجہ نہیں کہ ہاں میں گناہ کر رہا ہوں۔  
 پہلے وہ گناہ چھوڑتا ہے۔ ہو بلکہ بعض حیثیتوں سے چھوڑتا ہے۔ جیسا کہ جاننا  
 ہے۔ اس لئے کہ جب گناہ کو چھوڑتا ہے تو یہ گناہ کا چھوڑنا سمجھتا ہے۔ خود بڑا گناہ  
 ہے۔ یوں تو اعتقاد اچھوٹے گناہ کو چھوڑتا ہے۔ کیونکہ خود بشریت نے معجزہ  
 دیکھا ہے۔ ان طرف توجہ کی ہے۔ لیکن گناہ چھوڑتا ہے۔ سے یعنی بگاڑتا ہے۔  
 اس پر اصرار ہو گا۔ اب وہ گناہ بڑا ہو گیا۔ خود صبر یہ ہے کہ اس مرض میں  
 سب سے متاثر ہیں۔ دور کیوں جیسے اب غیبت ہے۔ کون اس گناہ  
 ہزانت نہیں کرتا لیکن ساتھ ہی جیسا کہ گناہوں سے راست ہونا چاہیے  
 وہ راست اس سے نہیں۔ طوائف و دیگر لوگوں میں بھی خواہش مرد بھی  
 عورت بھی کہ غیبت کو اتنا برا نہیں سمجھتے جیسا کہ اور گناہوں کو۔ بلکہ دل  
 بلی برا نہیں ہوتا جیسا کہ گناہ کرتے سے ہوتا ہے۔ دیکھتے اگر کسی مسلمان  
 کو بڑے سے شراب پیئے کہ بعد یہ معلوم ہو جائے کہ میں نے دھوکے  
 سے شراب پی لی ہے تو اس کا گناہ نہیں ہوا اس لئے کہ اس کو خبر ہی نہیں  
 ہوئی کہ یہ شراب ہے۔ لیکن سوال کہ دیکھ لیتے کہ کتنی مثلی ہوئی گناہی بڑا  
 ہوتا ہے۔ غصہ آجیگا۔ پتے واسطے پر مر خود ہی دھوکہ میں پی گیا تو اپنے اوپر

کتنا غصہ آئیگا اور کتنی نفوس کر لگا کہ لا حول و لا قوت کیا وقت ہوئی  
 دوڑا دوڑا پھرتے گلیوں میں ہو کر فٹوٹے پوچھنے پہونچے گا کہ مولوی صاحب  
 غصب ہو گیا میں سمجھا کہ دو است برتن میں حارندہ تھنی شراب میں دھو کے  
 دھو کہ میں پی گیا بعد میں معلوم ہوا کہ وہ تو شراب تھنی اتنی میرا بیان رہا  
 گیا۔ اچھا اب کس طرح اسکا تذکرہ کروں اب مولوی صاحب بہتہ اچھا ہے  
 ہیں کہ اسے بھائی غلطی میں گناہ نہیں ہوتا تم نے فکر رہو لیکن مسئلہ  
 کسی طرح صاف نہیں ہوتا کیوں صاحب شراب پینا بلا قصہ نہ  
 گناہ نہ تھا صرف گناہ کے مشابہ تھا مگر اس سے کتنا جی برا ہوا لیکن مولوی  
 دیکھتے کہ باوجود جہنم کے کہ نصیبت گناہ ہے غصبت کر کے کہیں اس سے  
 آدھا، تنہائی، چوتھائی بھی جی برا ہوتا ہے نہ گز نہیں بس معلوم ہوا کہ  
 عادت جو نصیبت کرنے کی بڑی ہے کرتے کرتے مساوات ہوتی ہے وہ  
 یہی حالت ہر گناہ کی ہے کہ عادت سے مساوات ہو جاتی ہے۔ ایک  
 بزرگ کی حرکت نصیبت لگتی ہے کہ اتھوں نے کہیں راستہ چیت کسی کو گناہ  
 گناہ کرتے ہوئے دیکھ لیا چونکہ اس سے پہلے بھی ایسا اتفاق نہیں  
 تھا اسلئے اسقدر ناوار ہوا اور اسقدر عجیب سمجھی کہ راستہ غصہ سے  
 جب گھر گئے ہیں اور استنبہ کی حاجت ہوئی تو پیشاب ہو گیا تو جیسے پیشاب  
 کے خائس خزان کے کیا ٹھکانے ہے شرکا۔ اس دن پھر ایسا ہی اتفاق ہوا  
 لیکن پیشاب ہی ہوا اور ہم ہوا پھر ایسا ہی اتفاق ہوا تو گرمی بھی نہ رہی تھی  
 خائس ہوئے تھے۔ تو دیکھتے عادت کو کتنا بڑا دھن ہے مگر نہ دیکھتے  
 کی عادت میں تو قے مجبور اس کے بہار ملت نہیں ہے اب یہ کیسا عجیب  
 بند کر کے چیں کیا آگ میں چھوڑ دیں ایک شخص اس قسم میں گناہ کرتا ہے وہ

چاہے سے نہیں تو اگر اس پر بلا قصد نظر پڑ جائے تو مجبوری سے اس پر  
 اگر گزشتہ لمبی میں تناوت ہو جائے تو کچھ غم نہیں کیونکہ یہ دیکھنا بقصد نہیں  
 تھا لیکن گناہ کا صادر کرنا یہ تو اختیاری امر تھا۔ یہ گویا بقصد تھا اس سے جو  
 تناوت ہوا یہ البتہ قابل ملامت۔ تو یہ حالت ہو گئی ہے عورت کی وجہ  
 سے کہ گناہ کر کے جی بھی برا نہیں ہوتا مگر تب بھی یہ نہیں کہہ سکتے کہ ایمان نہیں  
 رہا۔ باعث یہ ہے کہ عقل و اعتقادی ناگواری تو اب بھی ہوتی ہے چند کچھ کوئی  
 متنبہ کرتا ہے تو ناراض ہوتے ہیں کہتے ہیں کہ بھائی دنا کرو تم سے یہ گناہ چھوٹ  
 جائیگا اور ہم ان تیر می نادلوں سے نجات پائیں۔ بہر حال عقل ناگواری کافی  
 ہے۔ بقصد ایمان کے لئے اسوائے میں نے عرض کیا تھا کہ مدد بھی سے بڑے  
 عورت کے اگر جی ناگواری نہ رہے تو یہ نہیں کہہ سکتے کہ ایمان نہیں رہا۔  
 اس طرح ایک حدیث میں ہے کہ جب نیکی کر کے جی خوش ہو اور گناہ کر کے  
 رنج ہو تب تم مومن ہو تو بعض وقت یہ شبہ ہو جاتا ہے کہ یہ حالت تو ہماری  
 نہیں۔ پس یہاں کیا ایمان رہا اس میں بھی متفق کہتے ہیں کہ یہاں خوش ہونا اور  
 رنج ہونا جی مراد نہیں۔ اگر کسی نے جو عقلی ہی ہو تب بھی کافی ہے۔  
 میں کہتا ہوں۔ ہاں اگر عقل بھی نہ ہو تو ایمان جاتا رہا۔ تو مہر حال اگرچہ لوجہ  
 روز منہ پڑتے کے معاملے میں گزشتہ نہیں رہی لیکن عقل و ہر حالت  
 میں۔ بقصد ایمان کی وہ کیفیت جو اول بار گناہ کے بعد ورنہ رکت ہوتی تھی

بہ چند انسان امور تعجب کا

مکلف نہیں۔ لیکن تعجب

بہ چند امور تعجب کا

مکلف نہیں۔ لیکن تعجب



تو جلت گناہ نہ ہوا اسکے کم ہو جانیکا لیکن آئندہ کے لئے یہ دردناک توبہ  
 معاصی کا کیونکہ اب مانع ضعیف ہو گیا ہے لہذا اندیشہ یہ ہو گیا ہے کہ معاصی  
 کا صدور زیادہ ہو گا یہ بھی فکر کی بات ہے اسکا بھی تو غم ہونا چاہیے جتنا  
 میں وہ اختلالات بعیدہ سے بھی منہموم ہوتے ہیں۔ مشہور ہے کہ کسی کے پیٹ  
 پر سے ایک دفعہ سوتے میں سانپ گزر گیا تھا وہ غم میں بیٹھا ہوا تھا دکان  
 سے کہہ کہ میاں اب غم کی کیا بات ہے خدا کا شکر کرو کہ پیچ گئے کو مانہیں۔  
 اس نے کہا کہ جی اسکا غم نہیں کہ اس نے کاٹ لیا مگر غم اسکا ہے کہ یہ اس  
 کے آنے والے کے لئے شرک ہو گئی یہ برا ہوا کہ میرا پیٹ سانپ کھر سنا  
 ہو گیا دیکھتے بھی کاٹ بھی نہ لے۔ یہ ہے تو حکایت ہنسی کی۔ مگر ہر سنسرت  
 نتیجہ رکنا چاہیے اور سبق لینا چاہیے کہ یہ حکایت ہزاراں سب مگر بسنے پر  
 کے اندر بھی جو اکر تا ہے تو اس حکایت میں جو احتیاط ہے اسکا حاصل  
 یہ ہے کہ اندیشہ کی چیز سے بچنے کے انتہام میں مشغول ہوا زندگی میں  
 لگ جلت یہ معنی میں احتیاط کے تو اگر کسی نے نسبت کی اور اسکا جی پورا نہ ہوا  
 تو اس مقام میں چونکہ ایک باضابطہ مولوی یہ کہہ سکتا تھا کہ ایمان موجود ہے  
 اور رشتہ طبعی ہے نہ ہوا تو گناہ کیا ہوا نہیں اسکا جواب دے رہا ہوں کہ  
 بھائی میں جب مسرت طبعیہ اور کرامت طبعیہ موجود تھی اسوقت یہ  
 مانع قوی تھا صدور معصیت کا اسوقت زیادہ مقاومت کی حاجت نہ ہوتی  
 تھی کیونکہ خود ضعیفیت کے اندر ہی مقاومت موجود تھا۔ وہ مقاومت ضعیف  
 ہو گیا۔ اب اگر بہت ہی انتہام کے ساتھ معصیت سے رکوتے تب تو یہ  
 سکوتے در نہ بہت جلد منتقل ہو جاؤ گے۔ دیکھئے شراب سے جو جی برا ہوتا  
 ہے تو خود پینا تو درکنار اگر کوئی نہ بردستی پیا دے یا خود دھیرے میں پرتے

لی جائے تب بھی پریشان ہو جاتا ہے اور توبہ کرتا ہے اور غیبت سے ایسا  
 جی برا نہیں ہوتا بلکہ بعض اوقات جس بھی نہیں ہوتی کہ ہم غیبت کر رہے  
 ہیں بعض مرتبہ تو اخیر تک بھی جس نہیں ہوتی۔

لیکن بعض دفعہ تھوڑی دیر ہی میں  
رحمت کی قدر کی ضرورت متنبہ ہو جاتا ہے مگر آدمی غیبت کے

بعد پھر کو ان مرتبہ سے۔ بالخصوص جو مولانا ہیں انکو اس قسم کا متنبہ ضرور ہو

جاتا ہے۔ اہلہ عوام کو اکثر بالکل جس ہی نہیں ہوتی (مزاج فریاد) وہ

بڑے مرتبہ ہیں میں غیبت کو اخیر تک پہنچا کر ختم ہی کر دیتے ہیں اور  
 انہیں خبر بھی نہیں ہوتی کہ ہم نے کوئی گناہ کیا۔ اور مولانا صاحب کو

بڑے غم ہونے کے متنبہ ہوتا ہے خاص کر اگر کوئی مولانا صاحب تھوڑے سے

شاد صاحب بھی بول تب تو ضرور اس سے ہوتا ہے مگر چونکہ بات تو خیر

ہوتی ہے تنبیہ کے اثر و دل سے ہٹا رہا ہے اس سے اعتراض اور بے پروائی

کے بجائے متعلق کر دیتے کہ غیبت کو خیر تک پہنچا کر چھوڑتے ہیں۔

ہتے ہیں کہ اب حکایت و شہرت کرچکے ہیں غیبت تو ہوتی ہے مگر اب

پہلے سے یہ کیا فائدہ ہوگا۔ دوسرے یہ بھی خیال ہوتا ہے کہ اگر یہ

ہیں غیبت چھوڑ دوں تو سامع یوں سمجھنے لگا کہ اب پھر خبر ہوتی ہے غیبت

سے اور یہ سمجھ لگا کہ دیکھ مولانا صاحب نے شاد صاحب سے ہر وجود

غیبت جو سنا ہے پھر اسکا اثر کتاب کیا اس سے ہر شاد صاحبی اور

موجودی صاحبی میں فرق آئیگا اور اگر غیبت کو پورا کرے تو اس میں کون

کونسا فرق ہوگا۔ انکی نظر شاہ صاحبی اور مولوی صاحبی پر

سب سے زیادہ فرق ہے۔ دیکھ کر دیا تو ہمارے وقت اور غیبت میں فرق

آجائیکہ، وراشد کوراشی کر لینا تو اتنا آسان سمجھتے ہیں جیسے توبہ توبہ کے  
راغی کر لینا کہ بہت جتنا دور رہا ہو اور غصہ کر رہا ہو جہاں اس سے پہلے  
کہ آج تک ہم ایک پیسہ دیں گے بس منہ لگا کر کیا ہے وہ تو ذرا سی چیز  
میں راغی ہو جاتا ہے وہ تو بہت ہی اڑاں ہیں۔ اللہ توبہ اللہ توبہ  
تو ذرا شد۔ یہ انکی رحمت کی قدر لی

جس بار کی و تہار کی نظر رکھنے کی ضرورت  
انکی تہار میں انکا بدلہ یہ بھی تو دیکھتے تے تاہں اللہ اکبر اس پر لڑا کر  
گناہوں سے فوری رکاوٹ ہونی چاہیے کیونکہ ایسے جبار اور ایسے قہار  
راغی کر سکتے ہیں کہاں پڑیں۔ دیکھتے ایک حاکم پر پورا الحیان ہوتا ہے  
کہ میں جب مدنی مانگوں گا ضرور معاف کر دے گا مگر خدا جانتا ہے باوجود  
یقین کے بوشہ رحمت نہیں پڑتی اسی طرح جنھوں نے حق تعالیٰ کی رحمت  
کو چھپان لیا نہیں باوجود اس یقین کے کہ وہ رحیم و کریم ہیں معافی چاہتے  
سے ضرور معاف کر دیں گے لیکن مدنی مانگتے ہیں نہیں پڑتی۔ ایک  
عالم کو ان کے انتہائی کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا پوچھا کہ حق تعالیٰ نے  
آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا انھوں نے کہا کہ حق تعالیٰ نے مجھے یہ فرمایا  
کہ تم جہنم سے سب سے پہلے گناہوں کا اقرار کرتے جاؤ اور ہم سے معافی لیتے  
جاؤ چنانچہ میں نے سارے گناہوں کا اقرار کر لیا لیکن ایک ایسا و امیات  
گناہ ہے کہ تم نہیں جانتے اسے قرار کرنے کی خدا کے سامنے یہ میں نے  
ایک لڑکے کو کہی تھی وہ سب دیکھتا تھا اب یہ خدا کے سامنے کیسے کہوں کہ  
میں نے لڑکے کو غوراً غوراً جس اس گناہ کے غذاب میں مبتلا ہوں وہاں  
میں یہ اصرار ہے کہ نہ بن سکتا اقرار کرو۔ مجھے غذاب میں لینا تو آسان ہے لیکن

زبان سے یہ نہیں کہنا چاہئے کہ میں نے لڑکے کو گھورا تھا جیسا ایسی واپس بات  
 بہت بڑھانے سے کہتے ہیں کہ وہ تو بات یہ ہے کہ بعد موت کے حقیقت  
 و غنیمت حق جل شانہ و عظم نوالہ کی مختلف ہو جاتی ہے اس لئے وہاں ان  
 پرست نشان کو پورا اثر پڑے گی یہاں چونکہ غفلت ہے مستور می ہے استعارہ  
 اس لئے اثر نہیں ہوتا۔ اور یہ بھی رحمت ہے کیونکہ اگر یہاں پر اتنا انکشاف  
 ہوتا تو شاید شدت ہیبت سے نیک اعمال کا صدور  
 ہی نہ ہو سکتا اس لئے حکمت کے اقتضائے کچھ استعارہ تو ہونا چاہیے مگر  
 اتنا ہی نہیں کہ انکشاف کا کچھ اثر ہی نہ ہو۔ دونوں کا ہونا ضروری ہے  
 میں وجہ انکشاف ہر من وجہ استعارہ اتنا انکشاف ہو کہ توبہ کرنے کی جی  
 ہمت نہ پڑے نہ اتنا استعارہ ہو کہ معاودت معاصی پر عامل ہو۔ گناہوں  
 کی کچھ پر راہیں نہ تو خیر صبر یہ ہے کہ خدا کی شمت اور نشان کا کچھ تو اثر ہونا  
 چاہیے گناہوں کے لئے کچھ اور کاوش ہونا چاہیے پس گویا یہ سب کچھ ہے  
 جسکی تشبیہ ایسی ہے جیسے بچے کے راضی کر لینے کی۔ کہتے انصاف اور  
 تشبیہ پر ہوتا ہے۔ خدا کے کارنامے اور نشان کا ماننے والا اور اس پر اس  
 تشبیہ صرف ایسا اثر ہے بچہ کا کہ مستعد بر تقدیر می ہے

میں نے کہا کہ زبان ضرور بدستنی مرا،  
 زانکہ پس از زبان خریدستنی مرا،  
 چونکہ دام تو خدا کے راضی کرنے میں گئے نہیں  
 اس لئے یہ بتقدیر می ہے مائدروا اللہ حق قوی

یہ تشبیہ کہ راضی کرنا آسان سمجھتے ہیں بہ نسبت مخلوق کی نفس سے کہ  
 بہ نسبت کہ مخلوق کی نفس سے کہ جانا کران اور ناگوار ہے اس واسطے کہ  
 یہ تشبیہ بر تقدیر کہ وہ سب بت تقدیر می کر ہی دیتے ہیں کیونکہ یہ ہے

چوڑے سے سننے واسے دل میں یہ نہ کہیں گے کہ حضرت سے غیبت شروع  
 ہی کیوں کی تھی تو معلوم ہوا کہ ان حضرت کو دورانِ گفتگو میں یہ خبر  
 گئی تھی کہ میں غیبت کر رہا ہوں پھر بھی اُسکو چپکے چپکے کہتے چلے گئے یہ  
 تو مقدس نفوس کی حالت ہے دل کو یہ کہہ کر سمجھ لیتے ہیں کہ آئندہ تو خیر  
 رکھیں گے اب جو غیبت شروع کر چکے ہیں اسے تو کر ہی اوتار گئے۔  
 اسی گمان میں رہے کہ حضرت غیبت کرتے ہی نہیں اسکا بھی پتہ نہ پتہ  
 کہ حضرت غیبت کرتے ہوئے سچ میں چوڑ دیتے ہیں کتنا ڈراکندہ نفس کا ہے۔  
 پھر حد ہے۔ تو یہ کیا بات ہے۔ بات یہ ہے کہ جی اتنا بھی برا نہیں ہوتا  
 جیسا عادت صدور کے قتل ہوتا۔ اور میں بھلائے ہوتا کہ یوں نہ ہو کہ  
 کہ قبل عادت صدور تھا۔ کیونکہ ایسا کبھی ہوا ہی نہیں کہ غیبت کرنے سے  
 کی عادت نہ ہوئی ہو۔ غرض یہ ہے کہ ایسا جی برا نہیں ہوتا جیسے شرب  
 پینے میں جو اول اول شراب پیتا ہے اسکا بہت جی برا ہوتا ہے۔ اس  
 طرح افیون جو اول اول کھاتا ہے اُسے بہت تکلیف ہوتی ہے وہ مسر  
 اگر سن لیں کہ افیون گناہ بھی ہے تب تو اور بھی جی برا ہوتا ہے۔ ویسے  
 خود طبیعت بھی ایسی چیزوں کو قبول نہیں کرتی مگر باوجود اس کہ بہت بھی  
 کے جب عادت افیون کھانے کی پڑ جاتی ہے تو پھر یہ حالت ہوتی ہے کہ  
 اگر نہ ملے تو پریشان اور حیران ہوتا ہے اور آدمی تو آدمی۔ کھنکھاتا رہتا  
 ہے۔ ایک بندر کا قصہ سنا ہے کہ وہاں کسی بزرگ، سنے یعنی کسی افیونی  
 سنے کہ بھوکہ کر ایک بندر کو افیون کی عادت ڈال دے۔ بڑا سا بندر تھا یہ  
 حکایت سنی ہے واللہ اعلم کہاں تک صحیح ہے کہ وہ مشرک پر پڑا رہتا تھا  
 بڑا سا بندر تھا۔ جو کوئی سفید پوش اوپر سے گذرتا اس کا واس میں پڑ رہتا



ہیں۔ حالانکہ نازی سوچ لیں کہ نماز کے وقت قلب میں نماز کا تقاضا کیا ہوتا  
ہے کہ اگر نہ پڑھیں تو جی بڑا ہوا اور دل پر بڑا بوجھ رہے۔ تو حضرت یہ فرمایا  
ہے جو پانچوں وقت زبردستی نماز کے لئے کھڑا کر دیتی ہے ہمیشہ یہ ہے  
واللہ لولا اللہ ما اذقنا مینا ولا قسدا فناء ولا صلینا

یعنی لولا ہدایت اللہ الخ اور ہدایت بھی کو کسی اراستہ الی المطلوب بھی نہیں  
ایصال الی المطلوب اگر وہ کشمش نہ فرما میں تو ہم سے کچھ بھی نہیں ہو سکتا ہے  
اگر از جانب معشوق نہ باشد کشتہ کشتہ عاشق بیمار و بیکار نہ رہے  
یہ جو کچھ ہم سے نماز روزہ ہو رہا ہے یہ غرض خدا کا فضل و کرم ہے اور نہ ہی  
سمجھتا ہے کہ یہ میری طلب کا نتیجہ ہے

کار زلف تست مشک افشانی اما فاشند مصلحت راستہ پر آہوئے جہیں بستہ نہ  
مگر نسبت آپ کے ارادہ ہی کی طرف کر دی جاتی ہے تاکہ آپ کا جی خوش ہو جیت  
بڑے۔ جیسے بچہ سے باپ پتھر اٹھا دیتا ہے۔ پتھر بچہ سے تو اٹھاتا نہیں  
لیکن باپ اٹھا دیتا ہے اس طرح کہ ہاتھ دو لگا دیتا ہے اس کا لیکن ہاتھ  
جہاں ہے خود بلکہ بچے کو بھی خود اٹھا لیتا ہے اس طرح کہ ایک گود میں رکھے  
اور ایک گود میں پتھر۔ پتھر ہتھ ہے کہ واہ جھاتی واہ بڑا بیمار می پتھر  
راستے شاہان۔ آپا اب تو ماٹھا شد تم پہلوان ہو گئے وہ بچہ خوش ہوتا  
ہے سمجھتا ہے کہ ہم سچ سچ پہلوان ہو گئے۔ الو کہیں کا۔ وہ کیا پہلوان ہوتا  
تو باپ۔ نہ دراصل پتھر اٹھا یا ہے لیکن اس نے اپنے بچہ کی ہمت بڑھانے  
کے لئے اے بھائی ہاتھ برائے نام لگا کر اٹھانا اسی کی طرف منسوب کر دیا ہے  
جس انسان بڑا خردمند ہو رہا ہے کہ میں نے ہاتھ بڑھائی ہے جیسا کہ  
نہ ایک گود میں باپ ایک گود میں پتھر لگا کر اٹھا کر دیا ہے



نیک پہنچا دیا ہے کام تو خود کیا اور نام آپ کا کیا کہ انہوں نے ہمارے ہمارے  
اور ان کے ساتھ رات بھر رہے ہیں بستہ اند  
کے کپڑے ہیں اور کپڑے بیکھرتاں گے، نسیم صبح تیسری مہربانی،  
تھیں انہیں کا قتل ہے انہیں کی رقت ہے کہ ہیں اس طرح سے  
نیک کاموں کی توفیق دے رہی ہے۔

مہربانی اس سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ بدوں مانع طبعی  
کے گناہوں سے پناہ بیت و شوار ہے اس کے ضرور

ہے طبعی گناہ کی بھی سزا قبل صدور معصیت تو طبعی گناہ ہوتی ہے لیکن  
سبب گناہ و ماور ہو گیا تو وہ اب طبعی نفرت کم ہوتی ہے پھر صدور ہو تو اور  
کم ہوتی پھر اور کم ہوتی اسی طرح کم ہوتے ہوئے پھر نفرت طبعی تو رہتی  
ہے، صرف عقلی رہ جاتی ہے ایمان نور نہایت مگر وہ جو پہلے ایک عرفان  
کی کیفیت تھی اور ایمان کی وہ جاتی رہتی ہے پھر ہر وقت پر سخت  
مذاہمت کی ضرورت پڑتی ہے۔ وہ جو آسانی سے بچا رہتا تھا وہ بات  
میں رہتی اس لئے ضرورت ہے کہ یہ مسئلہ ان میں اکنداب فضائل میں پرکھنا  
نہ کرے کہ گناہوں کو بھی جائز دے کہ گناہات اور دفعہ اس کا انتہا کم کرے  
پھر روزہ و عتہام کرنا پڑے پھر ہر وقت ہو جائیگی۔ حالت میں جو وہ ہیں پھر  
یہ ان کے گناہوں سے جیسی چاہئے ویسی نہیں ہے اس لئے کوئی غیبت  
یہ ہے کہ کوئی حرام خوردگی میں مبتلا ہے کوئی کھینہ میں مبتلا ہے کوئی حرام  
نہایت کوئی تکبر میں مبتلا ہے اور غیبت یہ ہے کہ ان کے گناہوں کے  
میں ان کے گناہوں میں بہت سے ہیں کہ پھر وہی گناہوں کے گناہوں  
میں ان کے گناہوں میں بہت سے ہیں کہ پھر وہی گناہوں کے گناہوں

کے بھی پابند ہیں باقی حسد کینہ تکبر و دسروں کو ذلیل سمجھنا کسی کے ساتھ  
بدگمانی کرنا ان کو تو گناہ ہی نہیں سمجھتے حالانکہ یہ ایسے گناہ ہیں کہ سب  
گناہوں سے بڑھکر بلکہ یہ بڑے ہیں سب گناہوں کی۔ چونکہ ان گناہوں کو  
گناہ ہی نہیں سمجھتے اس لئے جتنے لوگ از رکاب کرتے ہیں اور ان کو  
کے بند اپنے کو مقدس سمجھتے ہیں۔ شراب پینے والے کو فاسق ناہر  
سمجھتے ہیں اور اپنے کو مقدس سمجھتے ہیں حالانکہ کیا حق ہے انہیں اپنے  
آپ کو مقدس سمجھنے کا۔

[illegible]



اس میں سب قند ہیں خاکر جو یک بی بیوں میں ان کے بیوں رت میں  
 یہی باتیں ہیں۔

## حشرق الزکریٰ کی حیثیت

حدیث شریف میں ہے کہ جناب رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک

عورت کا ذکر آیا کہ وہ بہت نمازیں پڑھتی ہے بہت روزے رکھتی ہے  
 بہت قرآن پڑھتی ہے وہ کہیں تو ذی جبرائیل الیکین زبان دراز ہے  
 پڑوسیوں کو اذیت پہونچاتی ہے۔ حضور نے یہ سنا فرمایا کہ اس  
 وہ روزی ہے اور یہ بھی پوچھا گیا یہ سوال اللہ ایک عورت ہے کہ وہ

نماز روزہ تو نہیں کرتی یہ نہیں کہ فرض نماز روزہ بھی نہ کرتی تو  
 یہ کہ بہت نفل نمازیں نہ پڑھتی تھی وہ بہت نفل روزے نہ رکھتی تو  
 یہ ایک عورت تھی کہ اسے کہا کہ عورتوں کی ہیں اکثر وقت کی نماز پڑھتی ہیں  
 میں نے کہا کہ بہت۔ اللہ بیان سے تو پانچ وقت کی نماز فرض کی اور  
 وقت کی پڑھتی ہے۔ اگر تہجد اشراق اور اوابین کی اذانیں اور  
 نفل نماز کمال فرض نماز کو ان میں کیوں ہے۔ یہ پوچھا گیا کہ وہ  
 جو یہ پڑھتی ہے وہ روزوں کے سب سے بڑے روزے کو پڑھتی ہے  
 وہ پانچ دیا کرتی ہیں اکثر وقت کی نماز پڑھتی ہیں تاکہ وہ روزہ

نمازیں ایک ہی درجہ کی ہیں یہ بہت ہے روزہ عورت زیادہ  
 نہ کرتی تھی جیسا کہ جن نمازیں ہیں بہت پڑھ کر تھی اور  
 بہت روزے پڑھ کر تھی۔ یہ سب سب روزہ روزہ روزہ  
 روزہ روزہ روزہ روزہ روزہ روزہ روزہ روزہ  
 روزہ روزہ روزہ روزہ روزہ روزہ روزہ روزہ

نہ روزہ کرتی تھی وکن لا توذی جبرانھا لیکن زبان دراز نہیں تھی اور  
 اپنے پڑوسیوں کو تکلیف نہیں پہنچاتی تھی آپ نے فرمایا ہی فی الجنة  
 وہ جنت میں ہے۔ حضرت خدا کے یہاں اور تو اس پر شربت یعنی حقوق  
 اللہ کی نسبت حقوق العباد پر زیادہ شربت کیونکہ حقوق اللہ جو ہیں وہ  
 دراصل ہم لوگوں کے ہی حقوق انفس میں مگر یہ حق تعالیٰ کی رحمت اور  
 شفقت ہے کہ اگر کوئی اپنے حق کو ادا کرتے مثلاً نماز پڑھے تو وہ بھی کہتے  
 ہیں کہ اس نے میرا حق ادا کیا تاکہ جی خوش ہو اور دل بڑھے کہ کتنا بڑا فضل  
 ہے کہ کیا تو نہیں نے اپنا کام خدا نے اسکو اپنا کام بنا لیا نماز روزہ وغیرہ کو  
 خدا نے اپنا حق قرار دیا حالانکہ حقیقت میں یہ سب ہمارے ہی حقوق ہیں  
 کیونکہ حق تو وہ ہے کہ اگر اسکو نہ ادا کیا جائے تو صاحب حق کا ضرر ہو جیسے  
 کسی کے دس روپیہ ہمارے ہونے پر اس پر نہ دیں تو اس کا ضرر ہے مگر اگر  
 ہم نماز روزہ نہ کریں تو خدا کا کیا ضرر ہے وہاں تو یہ کیفیت ہے جس کو  
 فلیس کفر اور یہ نشان ہے کہ ان تکافوا فان اللہ غنی عنکم وہ  
 پرشاد باد یا الکفر یعنی اگر تم کفر بھی کرو تو حق تعالیٰ پسند تو نہیں کرتا لیکن  
 اسکا نقصان نہیں تو حضرت اسواسطے جو حقوق اللہ ہیں وہ بھی ہمارے ہی  
 حقوق ہیں مگر نماز روزہ نہ کریں تو ہمارا ہی نقصان ہے نہ کہ کسی کو یہ نہیں  
 پہنچتا کہ ہر شے واجبہ بات ہے تو حق تعالیٰ کی اس پر زیادہ شربت  
 کہ وہاں پر ایسا ہے جہاں پر اس پر حقوق کی زیادہ شربت کرتا ہے اور کہان  
 جو ہر روز ہر روز کے حقوق کی رعایت کرتا ہے تو ہمارے کیا ہے جس  
 میں کہ ہر روز ہر روز کے حقوق کی رعایت کرتا ہے تو ہمارے کیا ہے جس  
 میں کہ ہر روز ہر روز کے حقوق کی رعایت کرتا ہے تو ہمارے کیا ہے جس

اس واسطے کہ زکوٰۃ ہے خدا کا حق۔ اور فرض ہے بندہ کا حق اور بندہ  
 کا حق مقدم ہے۔ خدا کے حق پر اب یہاں یہ شبہ ہوتا ہے عوام کو کہ جب  
 خدا بڑا ہے تو اس کا حق بھی بڑا ہونا چاہیے۔ لیکن میری اس تقریر سے  
 وہ بھی رفع ہو گیا کہ وہ تو مجازاً کہا جاتا ہے خدا کا حق دراصل وہ تو اپنے  
 ہی نفس کا حق ہے پھر جو حق تعالیٰ نے اپنی طرف نسبت کر دی تو اس  
 واسطے چونکہ اس نے حکم کیا اور حکم کیوں کیا۔ حکم اسے کیا کہ نفس کو نفع  
 پہونچے تو وہ حیثیتیں ہیں اس قسم کے حق کی ایک حیثیت تو یہ ہے کہ خدا کا  
 حکم ہے اس حیثیت سے تو وہ حق اللہ ہے مگر یہ دیکھنا چاہیے کہ اس حکم  
 کی بناء کیا ہے سو بنا یہ نہیں ہے کہ اس میں کوئی خدا کا نفع ہے نہیں  
 بلکہ اس حکم کرنے کی بناء فقط یہ ہے کہ بندہ کے نفس کو نفع پہونچے اس  
 حیثیت سے وہ حق نفس ہے۔ یہ ایسا ہے جیسے ہم سب کسی کی دعوت کی  
 کوئی جہان ہے ہمارا اگر وہ کانا کھاویگا تو اس کا نفع ہے ہمارا کوئی نفع نہیں  
 کیونکہ اس کا کانا ہمارے پیٹ میں ٹھوڑا ہی چلا جائیگا اور اگر وہ نہ  
 کھاوے تو ہمارا کوئی نقصان نہیں اسی کا نقصان ہے یوں تعلق کی وجہ  
 سے وہ یہ کہہ سکتا تو اور بات ہے کہ دیکھئے میں نے کہتا مارن لیا اور کانا  
 کھا لیا یہ ہماری بیانت کی بات ہے کہ اس کے کھانے کو اپنا نفع اور اس کے  
 کھانے کو اپنا ضرر سمجھیں تو حقیقت میں نفس کے حق پر دوسرے کے حق کا  
 مقدم کیا گیا ہے۔ اس پر فقہاء کی بہت تفسیر ہے یہاں تک کہ اس تعلیم پر  
 بہت سے احکام متخرج کئے گئے ہیں۔

لیکن یاد رہے کہ جو حق تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے بیان کیا ہے وہ اس کے لئے ہے اور اس کے لئے ہے۔





کسی کے مال کا نقصان کیلئے تو مالک کو ادا کر دیا واپس کر دیا معاف کراؤ۔  
 اور آئندہ کو برابر حق ادا کرتے رہو آئندہ کسی کا حق ضائع نہ کرو اور غیبت  
 کی ہو معاف کراؤ۔ اگر وہ شخص جسکی غیبت کی تھی مر گیا ہو یا اس سے ملنے کی  
 امید نہ ہو تو یہ بھی طریقہ ہے کہ اسکے لئے ہمیشہ دعا کے مغفرت کرتے رہو۔  
 اس سے بھی غیبت کا گناہ معاف ہو جاتا ہے۔ قیامت میں خدائے تعالیٰ اس  
 سے معاف کرا دے گا۔ بہر حال ہر گناہ سے توبہ کرنے کا طریقہ جو معین ہے شریعت  
 والوں سے پوچھ کر مل کر وادہ اس طریقہ کو استعمال کرو توبہ میں خاصیت ہے  
 کہ کوئی کتنا ہی بڑا گناہ کر ہو کسی نے کتنے ہی زیادہ گناہ کے ہوں حق ادا  
 اپنے رحم و کرم سے سب معاف فرما دیتے ہیں۔ تو غرض من تاب کے تعلق  
 سے یہ مضمون بھی ضروری تھا اور یہ ہیں اوپر بیان کر چکا ہوں کہ توبہ میں  
 التضرع کا نام ہے ایسا۔ غرض توبہ ہی میں یہ بھی داخل ہے۔ ایسا بھی توبہ  
 ہی کا ایک فرد ہے۔

آگے عمل عبراہ صلا لکھا ہے یعنی توبہ کے بعد بے فکر  
 نیک اعمال کی تاک میں رہنا ہے

اور یہ میں بیان کر چکا ہوں کہ توبہ کے مفہوم میں دو چیزیں ہیں ایک وہ  
 اعمال جنکے کرنے کا حکم ہے ان کو پابندی سے ادا کرتا ہے اور جن سے منع  
 ہے انکو گویا ہتھیار کے ساتھ تارک رہے یہ دونوں شرائط کی ہیں داخل ہیں  
 اور یہاں یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ فعل ترک کو بیت شامل ہوگا۔ توبہ کا  
 لو کہ نہ ہر میں گناہوں کا پیوڑنا مفہوم عدمی مفہوم ہوتا ہے مگر دراصل مفہوم  
 وجودی ہے اسکا معنواں وجودی ہے گو عنوان عدمی ہے اسکا سمجھنے کے  
 واسطے ایک مقدمہ کی ضرورت ہے چونکہ سمجھنے کے واسطے اس سے بھی آسان تقریر کی

ہر انسان پر مکتب کیا گیا ہے تو امدان اختیار یہ کہ مکتب کیا گیا ہے جب  
 یہ مکتب میں آیا تو اب یہ سمجھئے کہ مثلاً ہم جو اس وقت کھڑے ہیں تو نہ چوری کر  
 سکتے ہیں نہ شراب پی سکتے ہیں نہ کسی کو برائی کرنا ہرگز سکتے ہیں۔  
 ان سب چیزوں کو نہ کر سکتے ہیں جو ہم اس وقت چھوڑتے ہوئے ہیں ایک ترک  
 یہ ہے کہ یہ تو ایسا ہے کہ اصل ترک کی طرف اشارہ اللہ تعالیٰ بھی نہیں ہوتا اسکو  
 ترک نہیں کہتے اسواست کہ جس ترک کا نشان مکتب بنایا گیا ہے وہ وہ  
 ترک ہے جو آپ نے اختیار اور قصد سے ہو اور اختیار اور قصد کا مسنون  
 ہے جو خدا تعالیٰ سے ہے اور یہ ترک مسنون بالحد نہیں بلکہ ایسا وہ ترک  
 ہے جو نہیں جسکا نشان مکتب بنایا گیا ہے اور یہ ترک مفہوم غرضی ہے جب  
 نشان مکتب نہیں تو اس ترک کا حکم بھی نہیں۔ ایک ترک تو یہ  
 ہے کہ ایک ترک یہ ہے کہ یہ کوئی فی البدیہہ واجب ہو مثلاً کوئی عورت  
 چار چار سو روپے کی چادر لگا کر لے جائے دیکھیں پھر لگا کر رکھیں۔ یہ ہے  
 ترک عورت کی اسکا سبب ضرورت ہے علم اور قصد کی مثل شراب پینے کا  
 قصد تو نہیں بلکہ ساقی کی یہ خیال ہے کہ بھی نہیں سبب اسکا شراب  
 یہ ترک ہے جو خدا تعالیٰ سے نہیں اور اجر سے پر مکتب ہے ورنہ ترک  
 جو کہ چھوڑنا تو یہ لازم آتا کہ ہر لمحہ میں نہ ورنہ عاقبتوں کا جوڑا رہا  
 ہے مثلاً سوختا ہوا ہزاروں گناہوں کو نہیں کر سکتے ہیں۔ فرض کرنا کہ  
 چار سو روپے سے ہر سوخت کسی ناتواں پر نظر نہیں کر سکتے ہیں بے زور  
 یہ کہ ہر لمحہ میں نہ کر سکتے ہیں نہ ہندو نہ دیو نہ سبب ہیں نہ  
 نہ کہ ہر لمحہ میں نہ کر سکتے ہیں کسی کو دیکھ کر سبب ہیں فرض دیکھ کر نہ کر  
 سکتے ہیں نہ کہ ہر لمحہ میں نہ کر سکتے ہیں کسی کو دیکھ کر سبب ہیں دیکھ کر

کہ دنیا بھر کی نافرمانیوں پر نظر نہ کر لیا جائے تو اب سب بکھڑے ہوتے ہیں  
 ہیں اور جو آئندہ پیدا ہوں ان سب پر نظر نہ کر لیا جائے تو اب سب بکھڑے ہوتے ہیں  
 آدم سے لیکر نوح صورت تک جتنی نافرمانیوں ہوں ان سب پر نظر نہ کر لیا  
 تو اب گویا ہمیں ہر لمحہ مل رہا ہے۔ اس سے تو یہ لازم آیا کہ ہر شخص سے نہ  
 اعمال میں گناہوں سے نیکیوں کا شمار زیادہ ہو اس کا تو کوئی بھی تو  
 نہیں ہو سکتا کیونکہ قاعدہ ہے کہ دامانِ نعت ہوا زینہ فی دنی عیشہ فی  
 دامانِ نعت ہوا زینہ قاصد ہا ویدہ گریہ بات ہو تو ہر شخص کی  
 طاعات کا پلہ ہمیشہ معامی سے بڑھا رہا ہے اگر کوئی کار بھی نہ پڑے تب بھی  
 تو چاہیے کہ کوئی معذرت ہی نہ ہو جان نگر یہ نفس کے خلاف ہے۔ غرض  
 تو تصریح ہی کر دی ہے کہ ترک وہی ماجر علیہ ہے جو بدو دی ہو۔ تو  
 عوامِ عالم میں یہ ترک بھی شامل ہیں تو خود توبہ کا یہ ہوا کہ جن ترک کا  
 ہے انکو کرنا اور جنکی ممانعت ہے انکو ترک کرنا تو خود حصہ ارشاد کا ہے  
 کہ قسط توبہ پر اکتانہ کرتے ہیں آئندہ کیلئے بھی اصلاح اعمال کر کے  
 گناہوں کو بھی چھوڑ دے اور اعمال کی پابندی بھی کرے۔

### ایک اور عمل صالح کی خاصیت اب اس کے واسطے ضرورت ہے

اب اس کے واسطے ضرورت ہوگی کہ جس طرح کسی سے توبہ پوچھا جائے  
 جب اس طریق سے توبہ کر لیا تو اب توبہ خدا کے رستہ پر پڑا ہے۔ اب اس کے  
 متعلق اسکو کچھ احوال پیش آئیں گے۔ ان کے متعلق میں ایک مشہور حدیث  
 کرتا ہوں کہ وہ مختصر ہی ہو گا مگر اشارۃ اللہ کافی ہو گا اور بہت نافع۔ وہ یہ  
 ہے کہ میں اب خواصیت بیان کرتا ہوں کہ ایمان اور عمل صالح میں خواصیت  
 کیا ہے اس خواصیت کی بابت فرماتے ہیں فرشتے پیدل آتے ہیں

حقائق یعنی اسکی برائیوں کو نیکیوں سے بدل دیتے ہیں۔ یہ سب تجربہ یعنی  
 ان کے اندر جو برائیاں یعنی بری باتیں ہیں انکو نیکیوں سے بدل دیتے ہیں  
 یہ خاصیت بیان کی ہے حق تعالیٰ سنہ ایمان اور عمل صالح کی۔ البتہ اس  
 خاصیت کا قوت و صفت تابع ہوگا ایمان و عمل صالح کی قوت و صفت کے  
 نیز یہ خاصیت فی نفسہ سب سے بہتر ہے کہ کسی عارضی یا ہرمی یا باطنی کے  
 سبب اسکا ظہور نہ ہو۔ اب اسکی نفوذی سی تفصیل میں عرض کرنا چاہتا  
 ہوں کہ کیا صورت تبدیل کی ہوئی ہے تو مختلف اور اہل تجربہ کے ارشاد  
 سے اور اپنے متعلقین کو جو مختلف احوال پیش آتے رہتے ہیں یعنی جن کی  
 تربیت باطن میرے متعلق ہے وہ جو اپنے احوال و کیفیات بیان کرتے رہتے  
 ہیں ان سب احوال و مقامات سے اندک کر کے جو تفصیل مجھے معلوم ہوتی  
 ہے اسکو میں نقل کرتا ہوں حاصل اس تفصیل کا یہ ہے کہ جو خدا کے رشتہ میں  
 چہ شہر دریا کرتا ہے اس کے درمیان میں درجہ بیاں واقع ہوتی ہیں ایک  
 اول ہوتی ہے ایک بار میں ہوتی ہے یعنی ترتیب یہ ہوتی ہے کہ سب سے  
 اول تو تجربہ یہ ہوتی ہے کہ حق تعالیٰ ملکات کو بدلتے ہیں جس سے انانیت  
 ہوتی ہے۔ ان ملکات کے وراحم و استقامت پر اور صفا صافی سے اجتناب پر اس  
 کے لئے ایک متدرجہ عرض کرتا ہوں جس سے اس تبدیل کی ترتیب سمجھنے میں  
 آسانی ہوتی وہ یہ ہے کہ انصاف تابع ہوتے ہیں ملکات کے اور یہ ہیں میرے  
 تجربہ کے پہلے ہوں کہ بغیر داعیہ کے تا وقت استقرار ایمان کا متضرر رہے اور داعیہ  
 جو سب سے پہلے ہوتا ہے اسکا اثر یہ ہے کہ نفس سہولت سے  
 نہ رہتا ہے بلکہ یہ ہے کہ متدرجہ متدرجہ ہیں اور ان کے اثرات  
 یہ ہیں کہ یہ ایک ازواج یہ ہے کہ حق تعالیٰ کو پا کر رہتے ہیں جو ان کے



کو اسکی بصیرت ہو کہ کتنی بڑی دولت ہم کو حاصل ہوئی ہے۔ اس نے اپنا  
 کمال یہاں تک پہنچایا کہ ہمارے لئے شروع کیے تھے اور مطلوب ہے اعمال صالحہ  
 و درمہ۔ اس درمہ میں وہ خود اس طرح مدد فرماتے ہیں کہ اس کے اندر جو کچھ  
 ہے سب سے ان کو بدل کر مکات حسنہ کر دیتے ہیں مثلاً پہلے بخل غالب  
 تھا اب سناوت غالب ہو گئی۔ یہ ہیں سے عاقل سمجھ جائیگا کہ مکات حسنہ  
 کو اور ترقی کروایا جائیگا اس واسطے کہ قیاساً صفت مکات حسنہ میں تھا وہ  
 مکات سب سے کی آمیزش سے تھا تو ضرور ہوگا کہ اب مکات حسنہ کا حسن  
 و زیادہ ہو جائیگا کیونکہ حسن کی کمی کی علت قیاس کی آمیزش ہی تو ہے۔  
 شریعت اس تبدیلی کا حاصل یہ ہوا کہ حق تعالیٰ مکات حسنہ کو تو پہلے سے بھی  
 زیادہ ترقی کر دیتے ہیں اور مکات سب سے کو ضعیف اور منہحل کر دیتے ہیں۔  
 اس میں اس لئے کہ ان مکات سب سے کا بالکل ازالہ نہیں ہوتا اس واسطے  
 کہ اگر بالکل ازالہ ہو جاوے تو یہ حکمت کے خلاف ہے اس میں حکمت یہ ہے  
 کہ سب سے کو نہ ازالہ کی صورت میں تو گناہوں سے بچنے میں کوئی ثواب  
 ہی نہیں اس واسطے کہ جب دل میں گناہ کا تقاضہ ہی نہ رہا یا اسکی امتحان  
 ہی نہ رہا ترک شاعت کا وسوسہ ہی نہ آوے تو گویا گناہ کے صدور کی  
 ضرورت ہی نہ رہی اس وقت اختیارِ طاعت اور ترکِ معصیت کوئی کمال  
 ہی نہیں اس لئے مکات سب سے کا ازالہ تو نہیں ہوتا ہاں ان میں اس قدر  
 بڑھ چکا ہے کہ ان کے تقاضے کی کیفیت اتنی منہحل ہو جاتی ہے کہ یوں  
 بڑھ چکا ہے کہ ان میں سے اس لئے بعض ساکین کو یہ شبہ ہو جاتا ہے  
 کہ یہ سب سے نہیں ہے مگر سب سے نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ جب بعد چند سے کسی  
 کو یہ سب سے نہ ملتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ یہ تو نہ ہے اس کا صاحب بھی کہ

کہ ہائے میرا سارا مجاہدہ برباد ہو گیا ارے یہ تو پھر معصیت کے ثمرے  
ہونے لگے۔

تبدیل ملکات کی حقیقت | اس وجہ سے جسے متنبہ کرنا ضروری  
ہے کہ تبدیل ملکات کی حقیقت کیا ہے  
اور اسکی صورت کیا ہوتی ہے تاکہ اسنے غلطی اسنے کی کہ وہ حقیقت اس  
تبدیل کی نہیں سمجھا وہ تبدیل ایسی سمجھتا ہے کہ ملکات سیئہ بائیں  
جانتے رہتے ہیں حالانکہ ملکات سیئہ زائل نہیں ہوتے بلکہ ان میں  
اصمعیال ہو جاتا ہے مگر اس اصمعیال کا اثر ایسا ہی ہو جاتا ہے جیسا زوال کا  
تو یہ رحمت ہے کہ دوائی خیر کے تو قوی ہو جاتے ہیں اور دوائی شر کے خفیت  
ہو جاتے ہیں نیکی کا تو ہر وقت تقاضا ہوتا رہتا ہے اور برائی کا باطل تقاضا  
نہیں ہوتا بلکہ ترک طاعت اور ترک معصیت ایسا دشوار ہو جاتا ہے کہ  
اسکا قصد بھی کرے تو استدراجی پیرا ہو کہ گویا ذبح کر ڈالا اور اس تبدیل کو فساد  
کہتے ہیں کیونکہ بجائے ملکات سیئہ کے ملکات حسہ پیدا ہو گئے اور یہ فساد  
حسی ہے۔ فنا کی دو قسمیں ہیں۔ فنا حسہ اور فنا علمی۔ فنا علمی اسے  
کہتے ہیں کہ غیر اسکے علم سے فنا ہو گیا جیسا کہ حق تعالیٰ کا ذکر ایسا ناب ہو کہ  
ذاکر کے علم سے غیر حق فانی ہو گیا تو وہ غیر واقع میں فانی ہوتا ہے ہو گیا ہے  
میں تو وہ موجود ہے لیکن اسکے علم سے فانی ہو گیا ہے اور میں واقع ہے  
وہ نہ سیئہ جاتا ہی رہتا ہے لیکن جانتے رہنے کی حقیقت یہ ہے کہ  
جانتا ہے یعنی میں میں اصمعیال اس درجہ ہو جاتا ہے کہ گویا وہ جانتا ہی رہتا ہے  
یہاں یہ نہیں ہے کہ اس ملک کی طرف ملک کا انتہات نہیں رہا۔ نہیں بلکہ  
ملک واقع میں زائل ہو گیا لیکن اسی تفسیر کے ساتھ اسکو فنا حسہ اور فنا







میں ایک گشتیب جسکا وقوع عالم ابتداء میں ہوتا ہے ایک مروجہ جس کا  
 وقوع عالم ہزار میں ہوگا سو گشتیب مسلسلہ توریہ ہے کہ اول ملکات سببہ و  
 ثانیہ جہت اور پھر ذکر ہوا پھر اسکے بعد ذرا اور ابھرنے شروع ہو گئے۔ ذکر  
 سبب اول اول شروع کرتے ہیں اسوقت توریہ حالت ہوتی ہے کہ نہ بیوی  
 یا دانی ہے نہ بچے یا دانے ہیں نہ کسی سے ملنا جلنا اچھا معلوم ہوتا ہے نہ کسی  
 سے پرستے یا پستے کو جی چاہتا ہے بس ہر وقت یہی جی چاہتا ہے کہ تنہائی  
 میں بیٹھ کر اللہ کا کیا کریں۔ پھر ایک مدت گزرنے کے بعد یہ حالت پٹیا  
 کی ہوتی ہے اب دوست بھی یا دانے لگے بیوی لگے بھی یا دانے لگے بھی  
 نہ ہوتے نہ چیزوں کو بھی جی چاہتا ہے کہ اب ذرا فرصت ہوتی تو میری فریاد  
 کی تراشش پیدا ہوتی ہے یا اب غصہ کے وقت لہجہ بھی سخت ہو جاتا ہے  
 اور تازگی سخت رکھنے لگتے ہیں یہ تو کوئی جوتی تھی بارگاہ شہادت بھی چومے  
 کر رہ کر رہتے تھے غصہ بارگاہ نہ آتا تھا۔ پہلے نہ غم کی باتوں سے بڑھتا  
 تھا نہ خوشی کی باتوں سے خوش ہوتی تھی۔ اب اگر بیٹا مرے تو غم میں  
 گرے گا۔ اگر سے آنسو بھی جاری ہیں۔ میرے تو وہ حالت تھی

تریں تریں۔ اب یہاں نہ وقت ہے نہ وقت  
 گزرتا ہے کہ اسے کو چاہتا ہے کہ

تریں تریں تریں  
 تریں تریں تریں

تریں تریں تریں

تریں تریں تریں

ان چیزوں میں کیا رکعت اور یہ رکعت پڑھنے کے راقم دین شینیت لکھا  
 متعنا بد ازواج انہم پس یہ رکعت پڑھ کر ملے اور اسی پر جواب ہے تو  
 دیکھئے یہ ذائل نفس اب کیسے کراؤد جو رستہ ہیں کہ انہیں کن بدوست  
 نفوس کی دولت میسر ہے سی کو تو مولانا فرماتے ہیں کہ

شہوت دنیا مثل گنجن است کہ زوجہ مرقوتوں روشن است

کہ یہ دنیا کی خواہش ایسی ہے جیسے سوختہ ہوتا ہے کہ تمام کے نیچے گر دے اور  
 دیکر اک روشن کر دیتے ہیں تو اگر تمام کو پانی نہ کرنا چاہو تو اس کو رستہ کا مدد  
 اسی صرح یہ جو لفظ ہے کہ ازوجہ مرقوتوں روشن ستارہ یہ ان خواہش  
 سے رکتے ہی کی بدولت حاصل ہوتا ہے اور یہ رکنا بدوست خواہش  
 کے ہے کیونکہ اگر خواہش ہی نہ ہو گی تو رکنا ہی کہاں متحقق ہوگا جیسے شہوت  
 ہی جاتی رہی تو میر اور عجاہر ہی کہاں رہے تو یہ تبدیل جو ہیں نہ تبدیل  
 یہ تبدیل دینی ہے اور یہ لقب تبدیل ذاتی اور تبدیل دینی ہیں نہ تبدیل  
 دیکھئے ہیں آسانی کیسے تاکہ پتہ تہتہ ہیں سہولت ہو۔

لو ب ویتے اس دقیقہ کے نہ جانتے ستہ بہت  
 اس کے درجے سے ایک مغموم ہوتے ہیں کہ بعد بیان شدہ وجوہ

کے جس پر جو کتب اور اس نفسانیہ سے جو کتب اور اس نفسانیہ سے جو کتب  
 اس سے نہ نفس شہ اب کمال تو شہ یوں کیسے کہ نفس تو نہ شہ کمال  
 ہی شہ یوں کمال نہ شہ ب کمال سے کمال نہ شہ یوں کمال نہ شہ  
 تو شہ سے کمال نہ شہ یہ درمیان میں تبدیل و شہ کمال نہ شہ  
 شہ یہ جو کتب اور اس سے کمال نہ شہ یوں کیسے کہ نفس تو نہ شہ  
 درمیان میں تبدیل و شہ کمال نہ شہ یوں کمال نہ شہ



روز ایک شہسوار کا راستہ میں ساتھ ہو گیا۔ اس نے جو گھوڑے کی بہترت  
 دیکھی تو کہن میان تمہارے گھوڑے میں یہ کیا واسطیات عجیب ہے اس نے کہا  
 میں کیا ہوں اس میں یہی عادت پڑ گئی ہے بہت ہی تنگ ہوں اس کا کوئی  
 عادت ہی مجھ میں نہیں آتا۔ سوار نے کہا کہ اچھا ہے میں تجیب کروں یہ  
 کہہ کر سمجھنے ہو لیا پھر جب گھوڑے نے لید کی تو اپنی عادت کے موافق اس  
 نے سوگتے کے لئے ٹوٹنا چاہا مگر سوار نے فوراً ایک زور سے چپکے دیا منہ پر  
 بس سیدھا ہو گیا اور بچا رہ کو مجبوراً اپنے سوگتے چلتا پڑا اسی طرح جب وہ  
 لید کرتا اور اسے سوگتانا چاہتا سوار فوراً ایک چابک زور سے منہ پر لگا  
 فرض راستہ بھر اس نے لید نہ سوگتے دی۔ جہاں تک راستہ دوروں کا  
 مشترک تھا وہاں تک تو دونوں ساتھ ساتھ چلتے رہتے جب اس شخص کا  
 گڈوں فٹوڑی دور رہ گیا تو راستہ بچھا سوار کو دوسرے گڈوں جہاں تک جب وہ  
 پہنچے گا اس گھوڑے کے مالک نے کہا کہ خدا کے سپرد اور اس سوار پر بہت  
 دیا میں دیکھ کہ اللہ تمہارا بچا کرے تم سے میرے ساتھ پڑا انسان کیا میرے  
 گھوڑے کا عجیب دور کر دیا تم نے آج میری منزل سوار سے کر دی۔ یہ دور  
 اس کہ نسبت کے لید سوگتے میں دوپہن کو اس کا حرج ہو جاتا۔ بھر میں حسب  
 تورو سوار نہ مست ہوا اور گھوڑے سے مڑ کر دیکھ کر اب اسٹانڈی ہو گیا  
 میدان خاص شہ جناب وہ لوٹا اور وہ تھا سید سوگتے کو جو وہاں تھا  
 اس نے زور کیا کہ کئی کوس آچکا تھا راستہ میں جہاں جہاں لید کر  
 دت کر جب وہ لید کر آ گیا اس نے جو چاہا سوگتے عجیب منفرد تھے  
 جو چاہی سوگتے پڑھتے تھے راستہ چلتے تھے وہ کیا۔ وہ شخص پڑھتا تھا  
 ہو اور سب سے زیادہ سوار کا میری سوار کی منزل پر شرب

کر گیا۔ غرض جہاں پہنچتا تھا اُس روز نہ پہنچ سکا اگلے دن پھر منزل  
 کی توقع نہ رہی۔ کمرے دیکھ لیتے بدون مجاہدہ کے داعیہ کا مقابلہ  
 اور مقاومت کرتا کمرے دار دگر چہ دن تک مقاومت کر رہی لی پھر اسی  
 حالت پر آ جاؤ گے اس واسطے ضرورت ہے شیخ کی کہ وہ ان حقائق پر آگاہ  
 کرتا ہے ورنہ اگر فہم کی ضرورت نہ ہو خالی عمل سے کافی ہو تو واللہ سلوک  
 کا حاصل کرنا کچھ بھی مشکل نہیں چنانچہ حضرت مولانا شاہ ولی فرمایا کرتے تھے  
 اگر تم کو پیشہ سے یہ خبر ہوئی کہ تصوف میں انجیر میں کیا چیز حاصل ہوتی  
 ہے تو میں تم کو کچھ بھی نہ کرتے مدلوں کے بعد معلوم ہوا کہ جسکے لئے تفتہ مجاہدہ  
 اور ریاضت کے تھے وہ ذرا سی بات ہے۔ حضرت نے تو اپنی عالی ظرفی  
 کی وجہ سے اس ذرا سی بات کو نہیں تسلیم کیا میں اپنی کم ظرفی سے تسلیم کر لیا  
 کہ وہ ذرا سی چیز ہے کیا جسکو حاصل کرنے کے لئے آتش فشتیں کرنی پڑتی ہیں  
 وہ یہی ہے جسکو میں نے تبدیل ثانی کے عنوان سے بیان کیا ہے۔ کیونکہ  
 یہ ہے سیدنا کریم والی تعلق مع اللہ کی اور یہی ہے عارفانہ تعلق مع اللہ کی  
 اور یہی ہے بڑا سادہ والی تعلق مع اللہ کی غرض وہ ذرا سی بات ہے تصوف  
 کا اصل ہے۔ یہ ہے کہ جس طاعت میں کسب ہوتا ہے کہ مقابلہ کر کے اُس  
 حالت کو کرے اور جس گناہ کا تقاضا ہوتا ہے کہ مقابلہ کر کے اُس گناہ  
 سے بچے پس جسکو یہ بات حاصل ہو گئی اُسکو پھر کچھ بھی ضرورت نہیں نہ شیخ  
 کی نہ سید کی نہ منس کی نہ پشیمان کی نہیں تو چاروں ذالوں کی ضرورت ہے  
 کہ شہزادہ برائے دسے بار بار بخورہ اندر برائے گئے خمار ہا  
 نہ ہوئے۔ گئی برائے بیک۔ تو حضرت شیخ کی اپنا ہر بتا تا اللہ سبحانہ  
 کی طرف سے ہے کہ اگر وہ نہیں آتا ہے اپنی طرح معلوم ہو چکا ہے کہ اس



بات کے حاصل کرنے میں بلا شیخ کی مدد کے ہرگز کامیابی نہیں ہو سکتی اور  
جو کامیاب ہو گئے ہیں بلا شیخ کے مولا نانکے اسکی وجہ بیان فرمائی ہے۔ مولا  
میں بڑے محقق اور توفیقیت فرماتے ہیں کہ کوئی شیخ ضرورتاً تلاش کرو  
یاد رہے کہ رات نہا مرو  
یعنی بدون رہبر کے اس جنگل میں قدم نہ رکھو پھر فرماتے ہیں کہ

ہر کہ تنہا نادراں رہ را برید ہم لعلون ہمت مرداں سبید  
اس میں دو جواب دیئے ہیں ایک توفیق نادراں پس فرماتے ہیں کہ اول  
تو یہ نادراں ہے والنا در کالمعدوم دوسرے لفظ عون میں پس فرماتے ہیں کہ  
ہر کہ تنہا نادراں رہ را برید ہم لعلون ہمت مرداں سبید  
یعنی اگر تذاذ نادراں کسی نے بلا رہبر کے بھی یہ راستہ ٹھکریا ہے تو اُسے  
ضرورت ہوئی ہے مدد کی مگر ایسے طریقہ سے وہ مدد سے دی گئی ہے کہ  
اسے خبر بھی نہیں ہوئی جیسے کوئی بچہ گندوہ سے چل کر تھکا نہ پہونچا۔  
یہاں پہونچ کر اس نے کہا کہ دیکھو میں نے کسی سے مدد نہیں لی مگر حضرت کو  
خبر ہوئی ہے کہ اہل جان کی گود میں یہاں تک آئے ہیں رستہ بھرا جان جان  
کی گود میں پڑتے سوتے رہے مگر خبر نہیں ہوئی جیسے کوئی عرفات سے سوتا  
ہو آنکڑ جھٹتے تب بھی اسکا حج ہو جاتا ہے یہ خوب مزہ کاجج ہوا خبر بھی نہیں  
ہوئی مزے میں پڑتے سوتے رہے اور پہونچ گئے حاجی کیونکہ یہ مسئلہ ہے کہ  
اگر کوئی دوسرا شخص بھی کسی سوتے ہوئے کو عرفات پہونچا دے اور وہ  
بھی سوتا ہی رہے تو اس کا بھی حج ہو جاتا ہے۔ پہلے آپ چنانچہ عرفات  
کی طرف مرکز و رفتا اتنا کہ غنڈہ می دور چل کر غشش کے کر گر پڑا اب میان و  
چند ہوش ہیں نہیں کہ میں کہاں جا رہا تھا اور کہاں پڑا ہوا ہوں رفت و

گیا تھا کم اتفاق سے کوئی ایسا شخص ادھر سے گزرا جو اس کا کبھی سبق  
 رہ چکا تھا اس نے کہا لاؤ اسے شہری میں ڈال کر عرفات سے چلیں چنانچہ  
 وہ اسی حالت میں اسکو شہری میں لا کر عرفات سے گیا اور وہاں سے  
 نکلاں بھی آیا اور یہ جو جاگے ہیں حضرت تو دیکھتے ہیں کہ میں سب حاجیوں کے  
 ساتھ مزدانہ میں ہوں اب وہ سمجھتا ہے کہ میں آپ سے آپ گیا تھا عرفات  
 اور ورج کر کے مزدانہ پہنچا ہوں۔ احمق کہیں گا دیوں سمجھتا ہے کہ میں نے  
 آپ سے آپ چ کر لیا ہے یہ خبر نہیں کہ میاں تو دس قدم بھی چھٹنے کی طاقت  
 نہ رکھتے تھے رستہ ہی میں مہوش ہو کر گر پڑے تھے وہ تو کسی دوسرے ہی  
 نے رقم کرا اپنی شہری میں لا دیا اور نہ دیکھتے کیونکر جا ہی ہو جانتے۔

تو شہری کی صورت

ہاں یہ دوسری بات ہے کہ مہوشی میں پتہ ہی  
 نہ چلا کہ کون کون شخص عرفات کو لئے جا رہے

اسی طرح جو شاؤ و ناؤ بلا اعانت شیخ واصل ہو گیا ہوا اسکا یہ سمجھنا غلطی ہے  
 میں خود گام ہو گیا (اسکی بھی) ضرور کسی نے مدد کی کیونکہ اللہ کے بندے بہت  
 سے ایسے بھی رہیمہ و کریم ہیں جو بے کے مخلوق کو فینس پہنچاتے ہیں اور بعض  
 ایسے ہیں کہ ترک فینس آفتاب کا سائب کہ انہیں خود بھی خبر نہیں کہ ہم سے فینس  
 پہنچ رہا ہے اور فینس اوقات وہ حضرات دنا بھی کرتے ہیں چنانچہ حضرت  
 ابوبکر صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک شخص کے بارہ ہیں یہ مشکوف ہوا کہ اس  
 کا زہر ہل تھا وہ ہیں درج سے آپ یہ دیکھ کر تڑپ گئے اور مددوں اسکے  
 خیر میں وہ کرتے رہے یہاں تک کہ اس کا نام سجدار میں درج کر دیا گیا  
 حضرت کو اس کا کبھی علم بھی نہ ہوا ہو گا کہ میں جو سجدہ بن گیا ہوں تو اس کی  
 دعا کی برکت سے وہ سبھتے ہوں گے کہ میرا کوئی عمل بڑا مقبول ہوا ہو میں

بزرگ ہو گیا۔ تو حضرت نے ایسے بھی اللہ کے بندے ہیں جو اس طرح دعا پڑھیں

کر کر کے لوگوں کو فیشن پہنچاتے رہتے ہیں اور قیمت سے ایسے بھی ہیں کہ خود انہیں بھی خبر نہیں کہ ہم سے لوگوں کو فیشن پہنچ رہے ہیں نہ لوگوں کو خبر کہ ہمیں ان سے فیشن پہنچ رہا ہے خود ان کے وجود ہی کی برکت ہوتی ہے چنانچہ تجربہ ہے کہ جب کوئی کاٹھن میں سے مرتلتے تو سب کے قلوب میں کہ وہ بیش تفاوت محسوس ہونے لگتا ہے حالانکہ اعمال وہی موجود رہتے لیکن وہ جو ایک نورانیت اور برکت تھی انہیں کمی محسوس ہونے لگتی ہے یہ اسکی مثالیں محققین جن سے سب کے قلوب میں نورانیت تھی وہی وجہ ہے کہ حضرات صوبہ نے فرمایا کہ ہم نے حضور کے دفن کے بعد ابھی مٹی سے ہاتھ بھی نہیں چاڑھے تھے کہ ہم نے اپنے قلوب کو متغیر پایا یعنی وہ بات نہیں رہی جو پہلے تھی ہر کے معنی حضرات شیعہ یہ سمجھے کہ نفوذ باشد وہ مرند ہو گئے تھے۔ حوں و نفوذ یہ قدر کی آنکھوں والوں کی یہ قدر کی۔ بچے اور صحیح الحس حضرات کی نہایت ہے آفتاب جب غروب ہو گیا تو گواہ بھی لائیں ہیں گمراہ ہیں وہ اور کہاں جو آفتاب میں تھا اور یوں خیرات کا بھی نور غنیمت ہے اسوائے کہ ست چوٹیکہ شد شورشید و مارا کر و داغ چارہ بنود در مت مشر جز چراغ یہ بھی غنیمت ہے یہی گمراہ بات جو پہلے تھی وہ بھی کہاں رہ سکتی ہے تو یہ تفاوت نور قلب میں حضرات کاٹھن کی برکت کی حد بات ہیں غرض ایسی کوئی صورت نہیں کہ بلا انکی اعانت کے کوئی کام ہو جائے تو یہ معنی ہیں مولانا کے ارشاد کے سے

ہم کہتے ہیں کہ ہر کسے مر و ان رسد

ہر کہ تنہا ناور این رہ را نبرد

غرض کوئی شیوخ سے مستغنی نہیں شیوخ کے یہ  
 تصرف کا حاصل انفہ ہیں۔ مثلاً یہی ایک بات ہے جو میں نے عرض  
 کی کہ تصوف کا حاصل یہ ہے کہ جس کی عفت میں سستی ہو سستی کا مقابلہ کر کے اس  
 کی عفت کو کرے اور جس گناہ کا تقاضا ہو تقاضا کا مقابلہ کر کے اس گناہ سے  
 یکجا ہو دیکھتے یہ ہے تو حیوانی سی بات کہنے میں مگر وقوع میں کتنی غلیم  
 انسان سے شیخ کہ پس یہی کام ہے کہ وہ اس بات کے حاصل کرنے کی تدبیر  
 بنواتے اور یہ نہیں کرتا یہاں مشارح کو یہ خیال ہوا ہوگا کہ اس نے تو سب  
 کی دکان سے بیس کر دی اب کون پوچھے گا ہکو سو یہ تشویش تو اسے ہوئے  
 شوق پر مشیت کا رہنے سے تم میں بھی نہ پوچھو۔ مگر جب اس حیوانی بات پر  
 عمل کروئے سو وقت دیکھو گے کہ گارمی نہیں چلتی۔ بیل بھی موجود ہے  
 بھی موجود و دیکھتے والے کی پھر بھی ضرورت ہے اس واسطے کہ گارمی نہ  
 دے نہ میں پس ہوتا ہے دل دل میں سمجھا کر دے کہ علم کی ضرورت نہیں  
 کر رہا ہے ضرورت ہے نقص و اہل کافی نہیں۔ تو شیخ کا کہہ رہا ہے یہ  
 سب پر میں نے ذکر کیا۔ الحمد للہ حضرت حاجی صاحب کی برکت سے اب  
 تصوف میں تو سب نہیں حاصل کر لو جس کا جی چاہے بلکہ بتا دیا کہ یہ ضرور  
 سب پر اس کے اشارے کی ترکیب ہے اٹھ لو جس کا جی چاہے تثبیت تصوف  
 کی تدبیر سن کر گروئی اسے تمہارے ہی محبت ہے۔ ابھی تو میں نوایں سن رہا تھا  
 میں بتا دیا کہ ایسے قہم نبی دیدیا کہ گرو لو بتا دیا کہ او مستاد سے مشق کے  
 ہر سب پر اس نے نوایں کی مدد کے کوئی نہ تشویش ہو رہی سکتا اسی واسطے  
 حضرت فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں  
 کہ ہر سب پر سن رہا تھا دل

کرنے والے جانتے ہیں کہ باوجود وضوح طریق کے پھر بھی ضرورت پڑتی ہے رہبر کی سے

در اراقت باش صادق اسے فرید  
 سے بے ریت ہر کہ شد در راہ عشق  
 تا بیابی گنج عرفان را کبید  
 عمر بگذشت و نشد اکوہ عشق  
 حقیقت میں یہی بات ہے تو بس یہ ضرورت ہوتی ہے شیخ کی بلکہ میں بتا  
 ہوں کہ جب تک حقیقت طریق معلوم نہ ہو جب تک تو شیخ کی ضرورت کا  
 کما حقہ علم بھی نہیں ہوتا اور بعد مشاہدہ حقیقت کے دلیل سے اور بصیرت  
 سے معلوم ہو گا کہ ہاں واقعی یہ راستہ ایک ٹے نہیں ہو سکتا اور یہ البتہ  
 جیسے کوئی شخص علم پڑھے گا جب ہی تو علم کی قدر ہوگی اور جب ہی توجہ  
 سمجھے گا کہ کتنا علم کافی ہے۔ جب ہی تو اُمت کے تمام اکابر سے اس پر اتفاق  
 کیا ہے کہ بلا شیخ کے کچھ حاصل نہیں ہو سکتا کوئی تو بات ہے جو حاصل ہو  
 جاتی ہے جسکو مولانا فرماتے ہیں سے

گر نبودے نالہ سے رائے  
 سے جہاں را پر نہ کر دے از سر  
 اگر اس طلب کے اندر کچھ اثر نہ ہوتا تو آخر یہ جو کمالات کا ظہور اور مشاہدہ ہو  
 رہا ہے یہ کیوں ہوتا۔ بہر حال اب حقیقت معلوم ہو جائیکے بعد تو زیادہ  
 ضرورت محسوس ہوگی شیخ کی پہلے تو چونکہ حقیقت نہیں معلوم تھی اس لئے  
 ضرورت شیخ کا بھی اتنا احساس نہ تھا اب یہ ارمان بھی نہ رہا کہ اس سے  
 اگر میں تصوف کی حقیقت معلوم ہو جاتی تو ہم خود ہی حاصل کر لیں گے کوشش کرتے  
 خواہ مخواہ پیروں کے نعرے نہ اٹھاتے پڑتے اور ایسے اقوال جو مقبول ہیں وہ  
 طالب کے دل بڑھاتے کو ہیں کہ وہ اس طریق کو محال نہ سمجھے سوا ب حقیقت  
 ہو گئی ہے کر کے دیکھو۔ بسم اللہ۔ حضرت کر سنے کے بعد معلوم ہو گا کہ

در این عشق و سوسه ابر من بست  
 هشدار و گوش زار به پیام سر دشن دار  
 نہ بنت قدم قدم پر گامی نہ لنگے تو جی بھی کیے گا اول تو البتہ اس قدر ہوگا کہ بھی  
 پتہ نہ جیسے کار حقیقت یہ ہے یا یہ ہے دونوں چیزیں برابر معلوم ہونگی سے  
 بزرگ و کبر شہر میں ہمتاں  
 در میان نشان بزرگ و بزرگ

یہ پتہ نہ جیسے گا کہ ادھر جاؤں یا ادھر۔ دونوں چیزیں ایک نظر آئیں گی۔ بہ حال  
 یہ تبدیل کرنا ہے شیخ کہ ملکات فاسدہ کو مغلوب کرنے کے طریقے بتاتا ہے اور  
 وہ نتیجہ دیکھ رہے ہیں تدبیر سے اور ذکر سے کچھ کسی تدبیر پہل کر نیچے بعد یہ تبدیل دانت  
 ہوتی ہے یعنی ملکات فاسدہ بالکل مغلوب اور معدوم ہو جاتے ہیں اور ملکات  
 حسنة غالب ہو جاتے ہیں۔

یہ تفصیل میں اس کے بیان کر رہا ہوں تاکہ معلوم  
 اُتے کہ درجہ کے درجہ ہوں کہ درجہات تصوف کیا ہیں۔ تو اول درجہ  
 توبہ پر عمل کرنا ہے۔ اس کے بعد تبدیل ہوگی۔ جب یہ تبدیل نہ  
 ہوگا۔ اس وقت دوائی نفس قوی ہے اس کے اعمال مائلہ کی اور ترک مصلحت  
 کی توقع نہ ہوتی آگے چل کر شرک کے اندر دوسری منزل آئی وہ یہ کہ ملکات حسنة  
 غالب ہوتے اور ملکات سبیہ ایسے مغلوب ہوتے کہ قریب قریب نازل ہو گئے  
 یہ یہ حماقت ہے کہ رات بھر جانتا ہی آسمان ہے اب نہ بیوی بچوں کی محبت  
 رہتی ہے نہ کوئی دوست یاد آتا ہے نہ لڑائی کی طرف امتانات سے دنیا سے  
 بالکل دل سرد ہو گیا کسی چیز کی خواہش باقی نہیں رہی سوائے اللہ اور کائنات  
 و نہ کسی چیز میں دل نہیں لگا کر کوئی ہفت اقلیم کی سلطنت بھی دینے  
 کے لئے تیار نہ ہوگا۔ اس کے بعد چوتھ کے سامنے اس کا بیان بھی کر دے اس  
 میں ایک جواب ہے یہ تبدیل نہ ہونے میں واقع ہو چکا اس وقت دوسری

تبدیل کا موقع نہیں اگر قبل تبدیل اول کسی کو تبدیل ثانی کے حصول کی ہوس ہو  
 تو وہ اچھی طرح سمجھ لے کہ یہ صورت تو ہوگی مگر حقیقت نہیں۔ یعنی قبل تبدیل  
 اول کے جو گمان ہے کہ میں قادر ہوں طمع کے روکنے پر وہ قدرت نہیں ہے  
 صورت ہے قدرت کی اسکی ایسی مثال ہے خوب سمجھ لو جیسا کہ پہلے جو بتے ہیں  
 آتے ہیں جب وہ بڑھ جاتے ہیں تو پھر سب بھول آتے ہیں پھر تبدیل آتا ہے تو کو  
 جھوٹے پھولوں کی اور سب پھولوں کی ایک ہی سی شکل ہوتی ہے مگر دیکھتے ہی  
 کے اعتبار سے دونوں میں کس قدر تفاوت ہے کہ سب پھول تو بار آور ہیں اور  
 پھول بار آور نہیں۔ یہ مثال تو میرے دل میں اللہ تعالیٰ نے اتنا فرمائی ہے  
 مثال مولانا نے ارشاد فرمائی اور اسی کی برکت سے یہ مثال میرے ذہن میں  
 آئی فرماتے ہیں سے

اسے شہدہ صبح کاذب راہ ہیں صبح صادق را نہ کاذب ہمہ صبح  
 یعنی صبح کاذب کو دیکھ کر دھوکہ نہ کھانا پھر صبح صادق ہے اسکا آئینہ کر و کبریا  
 صبح کاذب کا جو نور ہے اس کے سچ میں تاریکی ہے اس میں کہیں مستحکم چلنے پر  
 ورنہ بستی سے باہر ہونے نہیں کہ چوروں سے مارا نہیں ایسے میں تنہا جانا اپنے  
 ہانک کر نام ہے ضرور ہے کہ کوئی رہبر لیلو یا کسی کانسیل کے ساتھ ہو لو۔ تاوانس  
 کہتا ہے کہ اوندھے منہ کے کانسیل یا رہبر کی ضرورت نہیں اچالو تو ہو رہا ہے بہت  
 اچھا جاؤ کیلے پیر غیب پہنچو گے اور پیر بن جاؤ گے۔ وہاں دفن ہو کر نورانی ہیں  
 جس طرح صبح صادق میں اور صبح کاذب میں فرق ہے اسی طرح صبح جو تقویٰ قبل  
 مجاہدہ کے ہوتا ہے اور جو بعد مجاہدہ کے ہوتا ہے ان دونوں کی شکل تو ایک ہی  
 ہوتی ہے مگر حقیقت میں بڑا فرق ہے۔ غرض کہ یہ دھوکہ ہوتا ہے صبح میں کہ

صبح یہ نشانہ ہوں کہ ایک انتہائی سرحد کا نام ہے ۱۷۔





کیسا داری کہ تبدیل شدن کنی  
گر چه جوئے خوں بود بیشتر کنی  
اور یہ تبدیل کی ہے۔

اسے تبدیل کر دہ خنکے راز زر  
خاک دیگر را نمودہ بود البتہ  
سے کار تو تبدیل اعیان و عیال

تو یہ تبدیل اول اس تبدیل ثانی کے لئے مقدمہ تھی جو مقصود تھی یہ قدرت تھی  
کہ بس منزل ختم ہو گئی اسکی تو ایسی مثال ہے جیسے ایک نادان بڑھیا کی کہیت  
ہمارے مولانا محمد تقی صاحب بیان فرماتے تھے کہ جب چ کر نیکی کے سب  
لوگ مکر مغالہ سے عرفات جانے لگے تو اس کے رفقاء اسکو دیکھی سے چلے وہ پرستے  
گئی کہ ارے بھائی مکر میں تو آگے اب آگے اور کہاں لیوں جاؤ پورا لکھی کہاں

لئے جنت ہو رہا پھاروں اور پھروں میں۔ اسی اللہ کے گھر تو پہنچ گئے اب  
اور کیا چاہو ہو۔ یہ خیر نہ تھی اسکو کہ مکر جو جارت ہے ہیں تو عرفات کے ہی لئے دوا

است ہیں۔ یوں فضیلت چاہے مکر مغالہ ہی کی زیادہ ہو مگر کہ جو گئے ہیں تو  
عرفات ہی کے لئے تو گئے ہیں۔ کیونکہ کہ منزل جاننے سے آخر مقصود کیستہ

ہی توبہ اور حج نصیب ہوتا ہے عرفات کے میدان میں پہنچ کر تو جیسے یہ میرزا  
بڑھیا کہ میں داخل ہو کر آئے چلنا نہیں چاہتی تھی اسی طرح بعض صاحب ہیں جو

نا وقت ہیں وہ اس تبدیل اول کی حانت سے خارج ہونا گوارا نہیں کرتے۔  
بھائی بھی کہ میں داخل ہوتے ہوا گئے کیوں نہیں جیتے ارے عرفات تو

سب عرفات میں پہنچ رہے ہیں پھر حج نصیب ہوگا سب تپتے ہوئے ہیں عرفات میں  
مذاق کیستہ تبدیل ثانی کیسے نام میں سے کہتے تبدیل ثانی و عیال سب تبدیل

کیستہ ہیں سمجھنا تھا کہ عرفات نام میں سے کہتے تبدیل ثانی و عیال سب تبدیل  
کیستہ ہیں سمجھنا تھا کہ عرفات نام میں سے کہتے تبدیل ثانی و عیال سب تبدیل



ہے تو گویا تبدیلیں ہوتی ہیں سبک کے احوال میں چونکہ ان کے متعلق خواہم اور  
خواہم غافل کر رہے ہیں اس لئے متنبہ کر دیا گیا ہے سو خواہم تو سمجھ ہی گئے ہوں گے۔  
خواہم کو چاہئے کہ جتنی برائیاں اپنے اندر ہوں رفتہ رفتہ  
خداوند ڈالیں ان سب کے چھوڑنے کی۔ لیکن یہ نہیں

کہ خود و سپرد کہہ دیر میں کہیں۔ نہیں بلکہ کسی حقیقی بزرگ سے رجوع کریں اور  
اس بزرگ سے حسن ذکر و تشنگی ہی نہ پوچھیں بلکہ زیادہ تر اپنے امراض کا علاج  
پوچھیں کہ مجھ میں مثلاً تکبر ہے کوئی تدبیر ایسی بتائیے کہ یہ کم بنت جائے چاروں  
نہ پوچھیں کہ کس تدبیر سے تکبر کم ہوگا بلکہ پوچھیں کہ کوئی ایسی تدبیر بتائیے کہ ہمارا  
تکبر جاتا رہے بجائی خوب ہو کہ جو جب تک خداوندوں کو بدلوں میں نہیں اور اس کو دیا  
گئے نہیں تمہارا دین قائم نہیں رہ سکتا۔ خصوصاً ترقی تو ہرگز نہیں کر سکتا اب  
میں سو لوگوں کو خطاب کرتا ہوں۔ عزم میں تو صرف نہ نہ وہ ہی جو دین سمجھتی  
ہیں جس سے نہ نہ وہ نہ کر لیا اپنے نزدیک پورا دین حاصل کریں وہ جسے بزرگ  
پیدا نہیں۔ حالانکہ تمہارے اندر سمجھدوں غیب ہیں تمہارے اندر ناشی کاغذ  
سب تمہارے اندر غیبیت کا غیب ہے۔ تمہارے اندر یہ بابت تمہارے اندر غر  
ہے کہ بزرگ کی تدبیر میں پورا بزرگوں سے بالخصوص کہہ کے مشافقت کے ذریعہ  
دانش کش کر دے کوئی غایب کی دست لائی جیسے ہی دانستہ کرے کہ یہ تمہارے  
نہ پوچھیں اسکی دانش کش کر دے تب آئندہ طریق سے گویا خداوند بزرگوں سے  
سمتا ہوں چونکہ امنیں کہ خبر کی خبریں سب امنیں تدبیریں اس کی خبر  
منہیں جب برکتی خداوندوں کے چھوڑنے کی دانش کش کرواں تو پورا دنیا دریا  
دیگر پورا دریا ترقی دینا چاہتا ہے خداوند کی خبر پورے ہونے میں اس کی خبر  
دینا کی تدبیریں ان کی پورے ہونے کی خبریں ان کی خبریں تدبیریں ان کی خبریں



نماز (یعنی نماز عشاء ۱۲) میں بھی چند منٹ کی دیر ہو گئی ہے۔ اس وقت کا  
 نام تکمیل الاعمال بتبديل الاحوال مناسب معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس میں  
 احوال کی تبدیلی کا بیان ہے جس سے اعمال کی تکمیل ہوتی ہے اور اپنے جمعہ  
 کے وقت کا جو نام ہے اسکے مناسب بھی ہے۔ اس کا نام ہے بعد از نماز  
 تبعہ اعمال اور اس کا نام ہے تکمیل الاعمال بتبديل الاحوال۔ اب دنا  
 فرمائیے کہ حق تعالیٰ اہم سلیم اور ہمت قوی عطا فرمائے اور اپنی مرقعات  
 کی توفیق اور رہبری فرمائے اور نام مرقعات سے بچنے میں مدد فرمائے۔

مطلبہ تہہ تک بعد ختم کے قریب فرمایا کہ مجھ پر یہ مہینہ شوال کا ہے اس کی اپنی  
 خصوصیات کا ذکر کرتا ہوں۔ ایک خصوصیت تو اس مہینہ کی یہ ہے کہ اس  
 میں چار روزے رکنا مستحب ہے حدیث شریف میں ان روزوں کی بڑی ثنیت  
 آئی ہے جس کے مناسبت یہ ہے کہ جو کوئی رمضان المبارک کے روزوں کے برابر  
 روزے شوال میں بھی رکے گا اس کو ایسا ثواب ملے گا گویا اس سال میں برابر  
 روزے رکھے۔ اور یہ سال تیر روزوں کا حساب اس طرح ٹھیک ہے کہ ہر  
 نیکی کا ثواب کم از کم دس گنا ملتا ہے تو رمضان کے ایک مہینہ کے روزوں  
 مہینہ کے روزوں کے برابر ہوتے اور چار روزے شوال کے دن کے برابر  
 ہوتے جس کے دو مہینہ ہوتے ہیں تو یہ کل گیارہ سال ہو گیا اگر کسی کو ہفت روز  
 تو یہ تبدیل کرنیکی بات ہے اور یہ ضروری نہیں کہ یہ چار روزے مسلسل رکے  
 بلکہ شوال کے اندر اندر پورے کرے خواہ ایک ساتھ نہ کرے خواہ الگ  
 کے ساتھ رکے برابر ثواب ہے۔

دوسری خصوصیت اس مہینہ کی یہ ہے کہ یہ اشہر حق ہیں اس مہینہ کی

ہینہ سے حج کے پہلے شروع ہو جاتے ہیں اور چونکہ مکہ منقسمہ ہے اسلئے  
 یہ عجیب بات ہے کہ ہندوستان سے روانگی اس ہینہ سے شروع ہو جاتی  
 ہے اگر کسی کو خدائے دست دی ہو تو اسکو چاہیے کہ وہ فوراً سفر کا قصد کر لے  
 ہر سال شریح کا حساب لگایا جاتا ہے اور اس کے سائرسے میں سور و پیہ حج کے لئے  
 کوئی ہے اس کوئی کوئی اب بھر جاتا چاہے تو وہ اور بات ہے اور مدینہ طیبہ کے  
 لئے سور و پیہ اور چاہیں۔ لیکن جسکے پاس صرف حج کیلئے روپیہ ہو  
 وہ مدینہ طیبہ کیلئے روپیہ نہ ہو تو اس کے اوپر حج فرض ہے۔ آجکل لوگ یہ کہتے ہیں  
 کہ حبيب مدینہ طیبہ ہی نہ جانا ہوا تو کیا حج ہوا۔ یہ بالکل غلط عقیدہ ہے اگر اس  
 پر عمل میں تاخیر کریں تو وہ قاصد ہوگا۔ فرض جسکے پاس سائرسے میں سور  
 و پیہ ہو وہ اپنی و خیال کے تان و نقشہ کے موجود ہیں اس پر اسی سال حج  
 کرنا فرض ہے اگر تاخیر کریں گے تو گناہ ہوگا۔ ہاں اگر راستہ کی بلامنی وغیرہ کے متعلق  
 خبریں سناؤں تو اسکی تحقیق کر لے یہ تحقیق کرنے کے ذریعہ موجود ہیں اگر کوئی تحقیق کرنا  
 چاہتا ہے تو اس کے لئے تاخیر میں تحقیق کر لے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ بھی مثل  
 کے لئے تحقیق کی بات ہے اگر تحقیق کے لئے اس طرح مہم ہو جاوے تو پھر بلا حرج  
 ہو جائیگا۔ یہ سب کی سب کی مدت بہت ہوتی ہے موت حیات سخت مرض  
 کی صورت میں۔ لہذا جسکے پاس سائرسے میں سور و پیہ موجود ہیں وہ قصد روانگی  
 کیلئے فوراً اور جیتے فراشت کا وقت باقی ہے بہت لوگ سب سے پہلے فوت ہو

حبيب مدینہ طیبہ سے ہر سال مختلف وقتوں میں روانہ ہوتا ہے۔ یہ تحقیق کر لیا کریں۔



168

# طریق التسلل

ابن شہر کی درخواست پر یہ وفد مولو میر شہزادہ سابق ۶۵ صفر ۱۰۴۳ھ  
 شہزادہ شہنشاہ کو درگاہ حضرت شہزادہ صاحب پانی پتی میں چوکی پر کھڑے ہو کر فرمایا  
 جو دو گانٹہ چالیس منٹ میں ختم ہوا۔ حاضرین کی تعداد چالیس ہزار کے  
 قریب تھی۔ مولو میر شہزادہ صاحب و خواجہ عزیز الحسن صاحب  
 شہزادہ شہنشاہ



جن آیتوں کی میں سے نزول کی ہے ان میں ہر حد کے مضامین  
لغو و فساد | متعذر ہیں مگر باوجود تعدد کے غیر مرلوبہ نہیں بلکہ ان مضامین  
 پر ہر جہہ ارتقاء ہے اور ارتقاء بھی ایسا کہ تابعیت اور تبعودیت یا امالت اور قرینیت  
 ایک مضمون کے ان میں بعض اجزاء اصل ہیں اور بعض فروغ و توالیع یا نیوں کہتے ہیں  
 متعذر ہیں اور بعض متمم اور مکمل۔ یا یوں کہتے ہیں کہ بعض مقصود ہیں اور بعض ملامت  
 آثار پر جو صاحب عنوان سے چاہتے تعبیر کیے۔ حاصل یہ ہے کہ بعض مضامین اصل  
 ہیں اور بعض تالیف۔ اب اس اصل کو جس نسبت سے چاہتے تعبیر کر دیا جاوے اور تالیف  
 کو جس نسبت سے چاہتے تعبیر کر دیا جاوے۔ لیکن یہ خوب سمجھ لیا جاوے کہ تالیف کے یہ  
 مقصود نہیں کہ وہ مقصود نہیں بلکہ مقصود وہ بھی ہیں مگر مقصود مقصود میں فرق  
 ہے۔ یعنی ایک تو مقصود ہوتا ہے من کل الوجوه اور ایک مقصود ہوتا ہے من  
 بعض الوجوه۔ گو لازم اور وجوب دونوں میں مشترک ہوتا ہے۔ مثلاً حیثیت زمانہ  
 اور مقصود ہر شخص چاہتا ہے کہ زمانہ اعلیٰ ہے اور مقصود تالیف اور اس کی شرط ہے مگر  
 باوجود اس کے یہ نہیں ہے کہ وہ کسی درجہ میں بھی مقصود نہیں یعنی اس مضمون  
 پر مقصود نہیں ہے کہ بلکہ مقصود ہی زمانہ کو جائز سمجھا جاوے بلکہ دونوں میں مقصود  
 نہیں ہے نہ زمانہ کو جائز سمجھنا بلکہ زمانہ بلکہ مقصود نہیں ہے۔ یعنی یہ تو

ہے کہ بدون وضو کے نماز درست نہیں لیکن اس کا ٹکس نہیں ہے۔ مثلاً اگر کوئی وضو کر لے مگر نماز نہ پڑھے یعنی جس نماز کے لئے وضو کیا ہے اس نماز کے وقت کے اندر اس وضو سے اس نماز کو ادا نہ کرے تب بھی جب دوسرا وقت نماز کا آئے گا تو کسی مفتی کا فتویٰ نہیں کہ اس دوسری نماز کے لئے پھر وضو کر نیکی ضرورت ہے۔ بلکہ وہی وضو کافی ہوگا۔ دوسری نماز کے لئے ادا اور پہلی نماز کے لئے قضا اور غرض وضو بجا نماز صحیح ہو سکتا ہے۔ لیکن نماز بجا وضو صحیح نہیں ہو سکتی۔

یہ مثال اور اس مثال کے اندر یہ خصوصیت یاد رکھنے  
مقصود وغیر مقصود کے قابل ہے تاکہ اجمالاً ایک غلطی معلوم ہو جاوے۔ پھر بعض لوگ اعمال کے اندر کرتے ہیں کہ مقاصد غیر مقاصد کے اندر تبدیل کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اعمال غیر مقصود کا حذف یعنی جائز ہے یعنی یہ بہت زبان زد ہے کہ مقصود تو حق تعالیٰ کی یاد ہے۔ اور نماز روزہ وغیرہ محض اس کے ذریعے ہیں۔ اور غیر مقصود ہیں۔ چنانچہ اس زمانے میں بہت لوگوں نے یہ شرب اختیار کر رکھا ہے اس مثال سے سمجھ میں آ گیا ہوگا کہ نماز روزہ وغیرہ کا غیر مقصود ہونا ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ وضو کا کہ غیر مقصود ہے۔ لیکن کیا اس کو جائز الحذف یا جائز ترک کہہ سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ غیر مقصود ہونیکے معنی یہ ہیں کہ مقصود کے برابر نہیں۔ اور غیر مقصود بھی محض اس درجہ میں ہے کہ نماز کا رکن اور اس میں داخل نہیں کیا کہ شرط مشرط سے خارج ہو کر رہی ہے۔ مگر وجہ شرط ہونیکے مقصود کی کمی و متمم ہونیکے درجہ میں یہ بھی مقصود ہے۔ بہر حال مقصود کے درجات ہوتے ہیں خوب سمجھ لیجئے۔ میرے الفاظ مقصود وغیر مقصود سے مشابہ ہو سکتا تھا۔ اس کو رفع کرنا ضروری تھا۔ چنانچہ اس مثال سے اس کو رفع کر دیا گیا بلکہ اصل فرق کہنا جاوے تو اور زیادہ واضح ہے کہ مقصود اور سب اعمال ہیں۔ لیکن بعض مقصود

ہیں اور بعض متصور و متصور و غلط ہیں۔ بہر حال وہ شبہ حذف ہو گیا۔

اب بعد حذف شبہ کے میں پھر نو د کرتا ہوں اپنی تقریر کی طرف  
**متصور و غلط** | یعنی تختہ اجزاء ان آیتوں میں ہیں وہ ہیں تو سب کے سب  
 متصور و غلط ان میں جو مضمون متصور و غلط ہے۔ اس کو اس وقت بیان کرنے کے لئے  
 میں نے تجویز کیا ہے۔ کیونکہ وہ مضمون از روئے قواعد شرعیہ کے نیز باقتضای اپنی نوع  
 کے حاصل ہے باقی مضمون اسی کے متمم اور توالیع اور لاحق ہیں یہ حاصل ہے اس مضمون  
 کا۔ اس مضمون کا حاصل مفصل تو ان آیتوں میں ہے جو غریب بیان میں۔ اشار  
 متذکرانہ کے ذریعہ۔ اور یہ حاصل ایک اور بھی ہے کہ جو حضرت عراقی کے ایک  
 شعر میں ایک دوسرے عنوان سے مذکور ہے۔ جس کے متعلق ایک دوست نے شبہ  
 مشورہ بھی دیا تھا کہ اس شعر کے مضمون ات بیان کیا جاوے۔ وہ شعر حضرت عراقی  
 کی یہ ہے

مستور و غلط و غلط و غلط کہ دراز و دور ویدم رہ وکم پارسانی  
 اس وقت اس فراموش گو میں نے قبول نہیں کیا تھا۔ مگر وہ بھی نہیں کیا تھا۔  
 وجہ یہ ہے کہ بیان بالکل اختیار میں نہیں ہے۔ پہلے سے کوئی مضمون تجویز کیا جاتا ہے۔  
 دوست نے ایک کے ساتھ جدا ہے۔ اکثر اور فہم معاملہ اپنے ساتھ بھی دیکھا  
 ہوا ہے کہ میں وقت پر باقرب کوئی مضمون خود اتفاقاً کرتا ہے۔ تلبس ہیں۔ بعض  
 میں کہتا ہے کہ یہ جاتا ہے۔ اور اسی کو بیان کر رہا ہے۔ جس عنوان سے بھی پیشتر  
 ہوا ہے اس وقت اس فراموش گو قبول نہیں کیا گیا۔ لیکن رد کی بھی کوئی وجہ نہ  
 تھی کہ وہ زبان ثناء مگر وقت کے قریب اسی مضمون کو اتفاقاً تلبس میں پیدا ہوا  
 ہے۔ کہ اس وقت یہ سمجھا تھا کہ چونکہ یہ بیان ایک بزرگ کے مزار کے قریب ہے جو بزرگ  
 کی شبہ کے ساتھ مشہور ہے۔ یعنی حضرت شرف ازربین بوش ثناء و فخر و قدس مسرور

الغرض جامع اس لئے یہ قرآن کی گئی ہے۔

غرض میں یہ سمجھا تھا کہ یہ شخص شاعری لکھتا ہے اسی واسطے قلمبند  
**حکام الہی** اس قرآن کو قبول نہیں کیا۔ لیکن بعد اس کے اسکی ضرورت میں

معلوم ہوئی۔ وہ ضرورت یہ ہے کہ اسوقت مسلمانوں کی حالت دیکھنے سے یہ معلوم  
 ہوتا ہے کہ زیادہ تر لوہ ہیں کہ جنہیں اعمال کی طرف توجہ ہی نہیں۔ بہت سے ایسے  
 دیکھ جاتے ہیں کہ نہ نماز نہ روزہ اور صرف یہ ہی نہیں کہ نماز روزہ کے ساتھ تسبیح  
 بھی ہے۔ اور استہزار بھی ہے۔ کوئی تہذیب کے ساتھ استہزار کرتا ہے۔ کوئی بدعت  
 کے ساتھ تو قلعہ ترک ہی نہیں۔ بلکہ استہزار اور استہفاف بھی ہے۔ اور اخیر استہزاء  
 اور استہفاف نہ بھی ہو تو اعمال اور کسلی تو ضرور ہے۔ امتناع سے اعمال  
 کی مکر نہیں کرتے۔ نماز روزہ کر سکتے ہیں۔ مگر نہیں کرتے۔ بدعت سے بچ سکتے ہیں۔ مگر  
 نہیں بچتے۔ غیبت سے بچ سکتے ہیں۔ مگر نہیں بچتے۔ پر اسے متفرق سے بچ سکتے ہیں۔  
 مگر نہیں بچتے۔ سب دشمن۔ لڑائی جھڑپ۔ مکر و فریب ان سب سے بچ سکتے ہیں۔ مگر  
 نہیں بچتے۔ کثرت سے تو ہم لوگوں کی یہی حالت ہے کہ گویا اعمال میں ہی نہیں بہ  
 بجائے ان کے دوسرے اعمال ہیں یعنی مخاصی میں مبتلا ہیں۔ اور زیادہ ایسے ہیں  
 مگر اس کے ساتھ ان لوگوں کو اپنے اعمال و طوائف کا دعویٰ بھی نہیں۔ اسلئے یہ  
 لوگ اتنے زیادہ قابل شکایت نہیں۔ جتنے قابل شکایت وہ لوگ ہیں کہ ان کے  
 میاں اعمال بھی ہیں۔ تقویٰ بھی ہے طہارت بھی۔ اور اپنے کو عابد زاهد بھی سمجھتے ہیں۔  
 مگر ان اعمال میں روح نہ ہوتی ہے وہ اعمال ایسے ہیں جیسے بادام یا دودھ یا  
 روغن۔ انکے مال پر زیادہ تاسف ہے اور وہ زیادہ قابل رحم ہیں۔ دروجہ سے ایک  
 توریہ کہ بیچاروں نے محنت جس کی مشقت بھی اٹھائی مجاہد سے بھی انکے گمراہی میں  
 مشغول و حواس نہ ہوا۔ سارے دن چپے دھوپ بھی خوب پھانسی پیر و پیر میں



پڑے۔ مگر منزل پر بھی نہ قلع ہوئی۔ مجھے یاد ہے کہ میرے ایک عزیز نے رات کو سفر  
 کر کے کیا۔ سواروں میں لوگ تھے۔ رخصت قریب ختم تھی۔ دلازمت پر واپس جا رہے  
 تھے۔ جیسے نے کہا تھی کہ اندھیری رات ہے اس وقت نہ جانیے۔ پریشان ہو جائے  
 لیکن نہیں مانا۔ کہا تم بچہ ہو۔ کیا سمجھو لوگرمی کا معاملہ ہے۔ رخصت ختم ہو گئی ہے۔  
 یہ جیسے رک سکتا ہوں۔ جیسے نے کہا بہت اچھا جانیے مگر پریشان ہو جیسا کہ اخیر  
 صاحب پٹہ وہاں سے۔ رات ایسی اندھیری کہ چل تو رہے مگر کچھ پتہ نہیں کہ کدھر  
 جا رہے ہیں۔ دو پار میل ٹھیک چلے کیونکہ اپنے گاؤں سے اتنی دور تھا تو راستہ  
 پر جس کو معلوم رہتا ہے۔ بے دیکھے بھی آدمی جاسکتا ہے۔ مگر آگے چل کر خدا کا  
 ساتھ کس طرف کو ہو گیا کہ راستہ بھولے۔ اور ایسے بھولے کہ بھولنے کو بھی بھول گئے۔  
 اور بولنا تو وہی ہے کہ بھولنے کو بھی بھول جاوے۔ چنانچہ راستہ بھول کر خدا جانتا  
 کہ ان کے کہان پہنچے اور بانہ خدا جانے کیسا چکر کیا کہ پھر اسی راستہ کو بھولے  
 جس سے روانہ ہوئے تھے۔ اب وہ تو سمجھ رہے ہیں کہ ہم آگے کو چل رہے ہیں اور  
 جیسے میں ہٹ رہے ہیں۔ غرض ساری رات کھوم کھام کر صبح لوٹ کر  
 پھر وہی شریف ہی میں آ پہنچے۔ صبح صادق کا وقت تھا۔ ان کے مکان کے  
 قریب جانا مسجد تھی جو بہت کرسی دار تھا اور اس کے نمایاں ایک برجہ کا تختہ  
 تھا۔ جامع مسجد کو دیکھ کر کہا کہ اٹھا یہ کونسا گاؤں ہے جس کی مسجد بھی ایسی ہی  
 ہے۔ جیسے چارے گاؤں کی۔ پھر برگدز کہا کہ یہاں یہ تو درخت بھی ویسا ہی ہے  
 جیسے چارے گاؤں کا۔ یہ گاؤں تو چارے وطن کا مذکر ہے۔ بھائی یہ گاؤں بہت  
 پر ہے۔ آگے بڑھتے تو اپنا سا مکان بھی معلوم ہوا۔ اب سمجھ میں آیا کہ یہ کیا تھا  
 کہ یہ جیسے صاحب مکان سے کہیں کہ تار کو جو رہے تھے۔ انہوں نے کہا اس کا نام غنیمت  
 ہے۔ کہہ رہے تھے۔ کہا ہاں۔ کہا میاں یہ تو بتاؤ میں ہوں کہاں۔ کہا وہیں ہو چکا

میں ہوں اور کہاں ہوتے۔ کہا اسے میں میں تو رات بھر جیتا رہا۔ اور پھر گھر  
 کے گھر سی میں رکھے ہوئے! حمول و ذوق۔ یہ تو بڑی واجبیات ہوئی۔ جیسے  
 کہا میں نے آپ سے کہا تھا۔ لیکن آپ نے مانا ہی نہیں۔ تو پھر افسوس ہے کہ  
 مسافر پر جو ساری رات سفر کر کے اور صبح کو پھر وہیں آجا وہ جہاں سے چلا تھا۔  
 تمہکا بھی ماندہ بھی ہوا۔ وقت بھی صرف ہوا۔ پھر بھی وہیں کا وہیں جہاں پہنچا۔  
 خیر یہاں یہ بات تو نہیں ہے کہ یہ شخص بالکل مشابہ ہے اس مسافر جہاں رہا  
 پھر نہ کچھ قطع تو ہوتا ہے۔ لیکن بالکل ناگوار یعنی ایسے جیسے پتھر کے کی چاں کے  
 سے شام تک تو چلا اور کتنا آیا دس میل۔ اور ایک ریل ہے کہ اتنے ہیں دوسو  
 میل لکل گئی۔ اب یہ دیکھنا چاہیے کہ ریل اور پتھر کے کی رفتار میں جو مس قدر  
 تفاوت ہے تو اس کا سبب کیا ہے۔ ریل میں آخر وہ چیز کیست جس نے اس  
 رفتار کو اس درجہ تک پہنچا دیا ہے۔ سبب اس تفاوت رفتار کا یہی ہے کہ ریل  
 میں مشین لگی ہوئی ہے۔ اسی نے اس کو ہوا بنا رکھا ہے۔ اگر پتھر میں بھی وہی  
 ہی مشین لگا دیں تو اس میں بھی وہی بات پیدا ہو جائے۔ بالخصوص اگر وہی  
 مشین لگانا ممکن بھی ہو۔ اور سہل بھی ہو تو حسرت ہے کہ اس شخص پر جو پھر بھی مشین لگا  
 پھر ایسے لوگوں میں بھی بعض تو وہ ہیں جو مستحق پتھر کے  
 ہیں۔ اور جیسے ایسے ہیں جو نفس پر کار ہیں جس میں  
 ریا اور کاشت ہے۔ اس کی تو باتیں ایسی ہیں مثلاً ہے۔ جیسے اس مسافر کی اور جیسے  
 وہی حالت ہے۔ کیونکہ ریا کا ربط عمل ہے۔ کوئی نفس تو سر سے نہ جاتا ہے لیکن مقبول  
 نہیں ہوتا۔ اور مقصود مقبولیت ہی ہے۔ جب مقبول ہی نہ ہو تو وہ پتھر کے کی جیسا  
 وہ تو رشتی محض ہوا۔ اس کی تو وہ پہلی ہی مثال ہے۔ چنانچہ جو لوگ نفس کاشت کے  
 کے عمل کرتے ہیں۔ یعنی قسط اس واسطے کہ وہیں کہ سب یہ پتھر کے کی

[illegible]

موجودہ ہمارا مقصد شادی حاصل ہو چکا۔ لہذا تم بھی وہیں جاؤ جہاں شادی ہو رہی ہے  
 بچا چکے ہیں۔ چنانچہ اس کو بھی پہنچاؤ منہ کے بل پیٹو ایک دیا جاوے گا تو حشر تیار  
 نہیں ملے گا۔ بڑے بڑے ہیں۔ علم دین۔ سخاوت۔ شہادت۔ اب ان سے بڑھ کر  
 اور کونسا ملے گا۔ لیکن دیکھ لیجئے ریاضی بدولت انکی کیا گنت نی ہے۔ وہ یہ ہے  
 کہ اس شخص کا کل صرف صورت مل ہے۔ حقیقتاً کل ہی نہیں۔ اور واقعی ہر  
 لوگ محض ریاضی کا ہے ان کا تو وہی حال ہے کہ

اندروں چوں گور کا فریہ مسلسل      داندروں تھر تھرتھانے نزول

اندروں ٹھنڈی بر باریزید      داندروں سخت ٹھنڈی وار دیند

فانکھ اسم گھل | ان لوگوں کی تویہ حالت ہوئی۔ اور ان میں وہ لوگ ہیں جو

کل ریاضی تو نہیں ہیں۔ خود میں کے ساتھ ہیں مگر فاقہ نام۔ اور خیر گیل۔ گویا جس

بناد روح ہیں۔ خیر وہ کہہ رہی تو سہی مگر ایسے ہی ہیں جیسے پھر کشت کی رفت بہ

ریل کے۔ تو اگر کوئی نادان ایسا ہو کہ اس کو ریل سٹاک کی کسی ہو جس میں انجی ہے

اور سامان آگ کا بھی موجود ہے۔ مگر صرف آگ ڈالنے اور مشین چلانے کی کسر ہے۔

اگر اس میں آگ پھوٹے دی اور بھاپ پیدا کر دی تو پھر وہ ریل سے کہ جس سے شام

تک دو سو تین سو میل نکل گئی بلکہ زیادہ نہیں تو بس ایک ٹھیلہ ہے تو انجی ہی

موجود آگ کا سامان بھی موجود ہے لیکن بیوقوف ڈرامہ ہر ہے کہ اس کو شیشہ ہے۔

ٹھیلے کے لئے اڈل کر نیچے آکر ٹاٹا ہے پھر بہت کچھ زور دے بھی لگا کر پھرتا ہے۔ تو

اس طرف ٹھیلے سے بھی وہ جیتی ہے۔ کیونکہ آخر یہ ہے کہ شکر پر ہے۔ مگر

صبح سے شام تک نہ ٹھیلے پہنچا رہا ہے۔ اور جہاں پہنچا دیا۔ بس کھڑا ہو

اگر توڑا نہیں تو کچھ دور اور چلی کر سہی۔ غرض ٹھیلے سے دن بھر زور دے

جاسکتا ہے۔ اور سب سے بہت دس میل۔ اگر کوئی بہت ہی تڑکی ہو اور

میری پائی دیکھتا ہوا تو اس شخص مذکور کی حالت اس کے مشابہ ہے۔ اور یہ  
 حالت بنی بنی انسانوں میں ہے۔ ہم نے بہت لوگ ایسے دیکھے ہیں کہ انسانی  
 حالت میں۔ نہ ہری حالت میں درست۔ ڈاڑھی بھی نیچی۔ پائے بھی ٹھیک  
 نہ تھے۔ نہ وہ تھے۔ یہ سب کچھ مگر ساتھ ہی اس کے روح جس کو میں اس کے بیان  
 کرتا تھا وہ نہیں۔ غرض ہر ملے روح ہے۔ یعنی کم جان ہے۔ گویا اس بیان  
 میں اس کی رفتار ایسی ہی سست ہے جیسی ٹیلہ کی۔ حتیٰ سبحانہ تعالیٰ جل  
 جلالہ ذمہ لہ سہ ایک انجن گاڑی اس شخص کو دی جس کی گتیاں بھی بہت  
 آگے تھیں۔ بھاپ بنانیکے لئے سامان بھی دیا۔ کوئلہ بھی۔ پانی بھی۔ دیار  
 بزرگ کے کتے کون اور بھاپ بنائے کون۔ اسکی پاکستنی کی وجہ سے ہاتھ  
 پر ہوتی حرکت دینا بھی گراں ہو رہا ہے تو یہاں کسراہکی ہے۔ صرف بھاپ  
 نہ آتا۔ سگائی کی پور کہ بھاپ نہیں اس لئے رفتار تیز نہیں۔ اسوقت اسی بھاپ  
 کہ ذکر کیا جا رہا ہے۔ اور یہی مراد ہے میری روح سے۔ اور بھاپ نہ تو موجود  
 ہے۔ نہ اس کی فکر و کشش ہے۔ اسی کو حضرت عراقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس  
 شعر میں ذکر کیا ہے۔ اشارۃً ہے

منہ ہر منہ دربار میں نہائی کہ دراندہ دور و بیدم رہا درمہ پارسائی  
 کہ نہ درشت میری کجی میں آئی اس مشغول کی اور اس لئے یہ منعمون ہونے  
 اور اس میں یکاثری کوئی نہ تھیں سہ اور اس وجہ سے اسکو اختیار  
 کیا یہ درشت میری چیز کی تھرت اور تھیں میں اسے چوں کہ درشت ہوا۔ حضرت  
 نے اسے درشت سے کہیں آجائیں۔ اصل تو یہ وجہ ہے۔ اس شعر کے مشغول  
 نے اسے درشت سے کہیں آجائیں۔ اصل تو یہ وجہ ہے۔ اس شعر کے مشغول  
 نے اسے درشت سے کہیں آجائیں۔ اصل تو یہ وجہ ہے۔ اس شعر کے مشغول







ہے۔ محبت یا اعمال اس کا فیصلہ نہیں ہوا جتنا ہے۔ اللہ تعالیٰ یہاں اتنا ہی سمجھ  
 بیچے کہ طریق قلندر وہ طریق ہے جو مرکب ہو محبت اور اعمال دونوں سے آگے ایک  
 اصطلاحوں کا فرق ہے جو اصطلاح متقدمین میں پائی جاتی ہے۔ اس کے اعتبار سے  
 وہ قلندر میں یہ بھی قید ہے کہ جس میں اعمال کی نقیص ہو یعنی اعمال نہ ہو مستحکم نہ کہیں  
 معنی کہ محبت نقیص اور وظائف نہ ہوں۔ بلکہ محبت کی خاص رعایت ہو یعنی قلندر اور  
 مراقبہ زیادہ ہو۔ ایک تو یہ اصطلاح ہے اور ایک اصطلاح اور سے یعنی خواجہ انصاری  
 کی تفسیر بھی ہو مگر غلبہ آزادی کو ہو۔ لیکن آزادی خلق سے نہ کہ خلق سے۔ کہیں معنی کہ  
 قلندر کو دنیا کی دفع اور رسوم کی پرواہ نہیں ہوتی۔ نہ مصالح پر نظر ہوتی ہے۔ مثلاً  
 ہم یہ بھی نظر کرتے ہیں کہ بھائی ایسا نہ کہ کوئی کیا کہے گا۔ اور مثلاً ہم لوگ یہ بھی سوچتے  
 ہیں کہ فیضان کو کچھ کہو مت برائیاں کیا۔ دشت ہو گی بھائی مگر بشرطیکہ ان ریہیوں کا اثر  
 سے اذن بھی ہو اور قلندر کو اس کی کچھ پرواہ نہیں ہوتی کہ کوئی برائیاں کیا یا نہ کیا  
 گا۔ اس کا دل صاف اور سادہ ہوتا ہے۔ غرض وہ آزاد ہوتا ہے مصالح سے مبرا  
 محض صرف ایک ہوتی ہے۔

مصلحت دیدن آنت کہ یار الہیہ کار  
 اس کی بڑی محضت ہیں ہوتی ہے کہ ایک کو بیکر سب کو ترک کر دو۔ اس کی بڑی  
 محبت ہوتی ہے۔

دیر کش کہ زار دل درو بند  
 دیر کش نہ ہمہ دل درو بند

در سر کایہ شہد ہر گاہ

ہر شہد پر شہد ہر گاہ

سویں شہد ہر گاہ ہر گاہ

سویں شہد ہر گاہ ہر گاہ

کیا نہ کریں۔ کہتے ہیں کہ سے

ماشتق بدنام کو پر داسے سنگ و نام کیا اور چونکہ وہ نام کا مہر ہوا اسکو کسی سے کام کیا۔

جب اپنی ہی ہستی مٹا دی تو دوسروں کی ہستی کی انھیں کیا پروا۔ مشہور ہے کہ جب

اپنی ہی لڑپی اتار دی تو پھر دوسروں کی لڑپی کی کیا پروا۔ جب وہ اپنی ہی ہستی

کو مٹ چکے تو دوسروں کی ہستی کی پروا ہوا اس کی جوتی کو۔ ایسے شخص کو اصطلاح صوفیہ

میں ترکتہ ہیں بعض صوفیائے کرام نے قرآن مجید میں سے ایک لطیفہ لکھا ہے۔ حضرت

مرکبہ علیہ السلام کی وداع کے اس قول سے رب انی ذلک انت ذلی یعنی مجھ کو

فراق ملے گا۔ اے اللہ میں تیرے بندہ کرتی ہوں جو کچھ میری نیت میں ہے اور تیرے

ہستہ میں ہے آزاد کرتی ہوں۔ اس کے یہ تصور ابھی مناسب ہے کہ وہ غلام تھا۔ اب اسے

آزاد کرتی ہوں بلکہ مطلب یہ ہے کہ اے اللہ میں اسے تیرے ہی لئے خاص کرتی ہوں۔

اسے اللہ میاں یہ خالص تمہارا ہے۔ تمہارے دین کی خدمت میں ساری عمر رہے گا۔

تو تیرے معنی خاص کے ہو گئے چنانچہ اہل لغت نے کہا ہے۔ میں تر یعنی وہ معنی جس

میں کسر و شیر نہ ہو۔ تر خاص معنی کو کہتے ہیں۔ یہاں بھی تر کے معنی ہیں خالص

تہ کا۔ اور اب تو خالص کے وہ معنی ہو گئے جو خالص کے ہیں یعنی ایسا میرا جیسا

میں اور تیری۔ سو آج کل کے خالص تو واقعی بالکل خالص ہیں۔ یعنی اس کے جو

معنی ہیں۔ اس معنی کو نہیں جیسے عوام پوچھتے ہیں کہ یہ خالص خاص ہے یا عمومی۔

البتہ یہ کہ خالص خاص ہے یا عمومی۔ اگر کسی درویش میں ایک خاص ایک خاص

درویشی ہو تو وہ خالص ہے۔ اگر وہ خالص ہو تو وہ خالص ہے۔ اگر وہ خالص ہو تو وہ

خالص ہے۔ اگر وہ خالص ہو تو وہ خالص ہے۔ اگر وہ خالص ہو تو وہ خالص ہے۔

اگر وہ خالص ہو تو وہ خالص ہے۔ اگر وہ خالص ہو تو وہ خالص ہے۔ اگر وہ خالص ہو تو وہ

خالص ہے۔ اگر وہ خالص ہو تو وہ خالص ہے۔ اگر وہ خالص ہو تو وہ خالص ہے۔

اگر وہ خالص ہو تو وہ خالص ہے۔ اگر وہ خالص ہو تو وہ خالص ہے۔ اگر وہ خالص ہو تو وہ

معصیت کی قید کو سب قیدوں سے سخت قید ہے۔ غرض کہ قید کوئی نہیں۔ کوئی  
خدا کی قید میں ہے کوئی شیطان کی قید میں۔ بہر حال قید سے تو خالی کوئی نہیں۔ ب  
اس کو فیصلہ خود کرے کہ کسی قید پسند کے ذیل ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ  
فرماتے ہیں کہ

اسیر نشی خواہ رہا فی زندہ

اور مولانا فرماتے ہیں کہ

کرد و معد زنجیر آری مسلم

غیر زلف آن گزشتہ

یعنی اگر سیکڑوں قیدوں میں بھی زندہ جاوے تو ساری قیدیں توڑ دوں۔ مگر  
کی زلف کی قید۔ اس کو توڑنا بہتر گوارا نہ دیوں۔ کیوں کہ یہ قید تو محبوب قید  
ہے۔ غرض قید بھی و درج کی ہوتی ہے ایک تو محبوب قید اور ایک تو رقیہ  
دیکھو تو یہی گزشتہ کس دعوت کے لئے پکڑو تو وہ رستہ توڑ کر مجھے گریہ  
دعوت سے کہ مشابہم تو آزاد ہیں۔ اب فرض کرو اس میں محبوب قید  
اس لئے بھی کہا کہ حبیب میاں تمہاری آیت دعوت سے ہم سب بہت دور ہیں  
سے بھی کہہ سکتے ہیں بنیاب ہیں دائرہ دہوں یہیں دعوت میں نہیں جاتا  
کوئی اس سے کہے کہ اسے اطمینان جس کی بدست تو آزاد ہو سکتے ہو اس کے یہاں  
تو آج دعوت سے جس کے لئے تو نے سارے تحقیقات قطع کئے آج کی دعوت میں  
تجربہ کے تحقیقات مسبب ہے اس کی دعوت میں بھی جہت سے تو آزاد ہو سکتے ہو  
تو کشتی میں نہیں رہے یہی آزادی کوئی صاحب نہ رہے یہی آزادی کوئی صاحب نہ  
تو کہہ رہے ہو یہ تو بڑوں قیدوں کے لئے ہے جو سب آزاد ہو رہے ہیں  
آزاد ہو جو غافل اور غرور و قندار سے یہ غافل ہیں

خدایه یہ کہ مقتدر ہیں کی مصیبت ہیں تو تندر وہ ہے  
مقتدر جس میں اعمال غیر واجبہ کی تقبیل ہو اور مقتدرین سے  
 اس کے معنی ہیں درست کی سبب یعنی قوت اثر اس سے کہ اعمال میں تقبیل ہو یا اختیار  
 نہ کیے بغیر سے آزاد ہو اور یہ دونوں امور میں جدا جدا ہیں لیکن ایک نکتہ کی  
 بنا پر یہ دونوں امور میں متوازن بھی ہو سکتی ہیں یعنی یہ جو بہ ثابت تندر  
 کے میں تقبیل ہوئی ہے تو وقت اور کثرت امور انہ فیہ میں سے ہیں یعنی کثرت بہ  
 اور یہ بل میں کہ تو وہ عمل میں بھی ہو سکتے ہیں اور وہ سے اس کا  
 عمل میں ثابت ہے لیکن خود اس میں جو مثبت اور عمل دو چیزیں ہیں۔ ان  
 میں مثبت کو تندر عمل سے بڑھا ہوا ہے پس اس میں کہ یہ موجب نہیں کہ عمل میں  
 ان تندر کی ہے۔ بلکہ موجب یہ ہے کہ تو عمل میں مثبت بڑھا ہوا ہے۔ لیکن مثبت  
 میں اس سے زیادہ بیشی ہے۔ عمل اور کامل ہے ہی مگر مثبت کو عمل سے بھی گسٹو  
 عمل سے اس تقریر سے یہ دونوں امور میں باہم متوازن ہو گئیں۔ اب ایک اور  
 تندر کی مصیبت جو ہر کی ہے جو ہر کی برکت ہے کہ تندر وہ ہے جو ہر ہر  
 کہ تندر کرد۔ اور تندر وہ سب کو نصحت کر دے۔ ایک شخص کو چاہئے کہ  
 ہی کہ تندر یہ تندر میں مستغنیٰ ہو کہ کیا تندر ہو نا۔ ہاں اگر وہی معذور ہو  
 تو اس سے تندر میں ہے دلوار ہے تو وہ مستغنیٰ ہے یعنی خدا کے یہاں اس  
 کہ کوئی موافقہ نہ ہو کہ یہ دور میں شکوت کہ آیا وہ کامل نہیں ہے۔ سو یہ خوب  
 کہ تندر نہ وہ کامل ہے نہ عمل کیونکہ عمل ہو نیکی سے کہ خود کامل ہو نہ ضروری ہے کیل  
 کہ تندر یا تندر جو خود ہی درازی کا کام نہ جانتا ہو وہ دوسرے کو سینہ کیونکر  
 تندر

تو مجاذیب اور معلول جو ہوتے ہیں۔ چونکہ یہ خود کمال نہیں ہوتے  
**اتباع رسول** لہذا دوسرے کی تکمیل بھی نہیں کر سکتے کمال اور مل رہی ہے جو

قدم مقدم ہو جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے جس کا ظاہر ہو مثل خاتم پیغمبر  
 کے۔ اور باطن ہو مثل باطن پیغمبر کے یعنی ہر امر میں اور ہر حال میں پیغمبر ہی اس کے  
 قبلہ و کعبہ ہوں۔ اس کے ظاہر کا قبلہ حضور کا ظاہر ہو اور اس کے باطن کا قبلہ حضور  
 کا باطن ہو۔ اس کو خوب سمجھ لیجئے دیکھتے تو یہی نماز کی صحت کہتے قبلہ رخ ہونا نہ ہونا  
 ہے۔ ہاں قبلہ سے منظور فرق ہو تو خیر مقدم نہ نہیں نماز صحیح ہو جاوے گی۔ پیستہ کہتے ہیں  
 بھی زیادہ نہ پڑے۔ اور چاہے قرأت میں بھی کچھ تسکیل ہو مگر ہو قبلہ رخ تب ہی نماز  
 کی صحت متحقق ہوگی۔ اور اگر مشرق کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے تو چاہے رکعتوں کی  
 تعداد بھی زیادہ ہو اور قرأت میں بھی کوتاہی ہو۔ لیکن نماز صحیح نہ ہوگی۔ دیکھو یہ سب  
 نبی ہوئی ہے۔ (بیان مسجد سے متصل ہو رہا تھا اجماع) اس کی سمت کی طرف نماز  
 صحیح ہو جاتی ہے۔ وجہ یہ کہ مسجد نماز کعبہ کی طرف گویا منہ کے ہوئے ہے ہذا جو  
 کوئی اس کی سمت کی طرف اپنا منہ کر کے نماز پڑھے گا چاہے دو رکعت ہی کیوں نہ ہو  
 اس کی نماز صحیح ہو جاوے گی۔ برخلاف اس کے اس مسجد کی سمت کے مقابل مشرق کی  
 جانب اگر آپ اس مسجد کی ایک شکل بنا کر اکیوندہ وہ مسجد کہہ ہوں مسجد کی نفس نہ ہوں  
 ہی ہوں۔ اس میں نماز پڑھیں جس میں انسی لمبی لمبی سوتیلیں ہوں۔ کہ ایک رکعت میں تو  
 سورۃ بقرہ دوسری میں سورۃ آل عمران۔ پھر تیسری میں سورۃ نسا اور چوتھی میں سورۃ  
 مائدہ غرض چار رکعتوں میں یہ بڑی بڑی چار سورتیں ختم کی گئیں اب یہ ہیں کہتے۔  
 یہ نماز کیسی ہوئی۔ بالکل صحیح و درست اس پر ادب تو کیا ملتا ہے اور مذاہب ہو گئے۔ اور اس  
 نماز میں کیا چیز کم ہے فقط کمی یہ ہے کہ رخ قبلہ سے نہ ہوا نہیں ہے۔ اس کے سوا در  
 کی نہیں۔ شکل بھی نماز کی۔ مسجد کی بھی ساری ہیئت وہی۔ لیکن تخریب قبلہ کے

سبب وہ ہرگز مقبول نہیں بلکہ مردود ہے۔ نماز بھی اور نمازی بھی۔ تو ہمارے اہل  
 کعبہ و کعبہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال ہیں۔ جس عمل کا رخ اس  
 قبلہ کی طرف ہوگا وہی مقبول ہوگا۔ پس ہمارے ظاہر کا قبہ پیغمبر کا تھا۔ اور بالحق  
 کہ قبہ پیغمبر کا باب عن یعنی ہماری ظاہری حالت وہ ہونی چاہیے جو حضور کی ظاہری  
 حالت تھی۔ یعنی آپ کی پرانی تہمتیں جو ہیں ان کا نہیں رہنا چاہیے۔ آپ دائرہ  
 رکھتے تھے ہمارے دائرہ بھی منہ می یا کسی نہ ہونی چاہیے۔ آپ کے ٹخنے کے ہوتے  
 رشتہ تھے ہمارے بھی کھلے رہتے چاہئیں۔ اور یہ ہی نہیں کہ حضور کے ٹخنے کھلے رہتے  
 تھے بلکہ یہ بھی ثابت ہے کہ حضور کے ٹخنے کھلے تھے سے منہ بھی فرمایا ہے۔ اسی طرح  
 حضور کے ناکھن ترشے ہوئے اور لہجہ نبی ہونی رہتی تھیں۔ یہ ہی حالت ہمارے  
 ناکھن اور لہجوں کی ہونی چاہیے۔ غرض ہمارا ہر باندھن مشابہ ہونا چاہیے حضور کے  
 ہر سہ کہ پس صورت دیکھتے ہی معلوم ہو جاوے کہ یہ غرضت ایسے آں گا۔

**ایک پیر بھائی** ہمارے حضرت حاجی صاحب رقت اللہ علیہ کے ایک مرید

آباد کے رہنے والے تھے میں الہ آباد گیا ہوا تھا۔ وغیرہ کے اندر دیکھتا ہوں  
 کہ ایک بڑے شمس دائرہ منہ می ہونی خوب گورے چٹے گورے چٹے کے کپڑے  
 پہنے ہوئے بیٹھے ہیں۔ جہاں کے دن تھے۔ رمضان جو ادرتے ہوئے تھے۔ اس  
 چوبی کو نہ دیکھتا تھا۔ وہ ایک منہ می ہونی تھی۔ وغیرہ کے بعد میرے پاس آکر بڑی محبت سے بولے  
 کہ مودے منہ سولہ سے ہیں نہ دل میں کہا کہ جب یہ ایسی محبت سے کہہ رہا ہے تو  
 وہ منہ مودے و میرا کیا بگڑتا ہے۔ کوئی شک تو دیکھ نہیں۔ غرض میں نے اپنا منہ  
 کھولا۔ اس نے فوراً ہی ایک لہجہ میرے منہ میں رکھ دیا۔ میں نے کہ لیا کہ خدا کی  
 قسم کہ کسی کے ہاتھ سے دلوائیں۔ میں نے پوچھا تم کون ہو۔ یہ سنتے ہی اس  
 نے کہ میں انسو جہری ہو گئے۔ تمام صاحب محبت بھائی میں مبتلا تھا۔ مگر نہ

تھی۔ دکھتارہ تھی۔ نزار نزار آنسو بہہ رہتا تھا۔ وہ خود ہی شرمندہ تھا۔  
 اس حالت پر۔ دیکھا اس نالائق کو بندھا اور داندکتے ہیں۔ بڑا دھمکی دہا۔  
 آخر یہ بھی کہ خیل ہوتا ہے۔ اور نہ بھی ہوتا ہے۔ یہ تو کیا تھا۔ جو شہادت  
 اور شہر نشی نہ کرت اور اپنے آپ کو خدا کا سچا ہے اس پر شہر ہے۔ اپنے شہر  
 کرتے والے پر غصہ آتا ہے۔ تیرے میں سے ان کے بات چیت کی اور منسوب نہیں  
 اس وقت تو ان کے متعلق گفتگو کرنے کے مواقع در نہیں۔ اتفاق سے ایک مرتبہ  
 گھر گیا ہوا تھا۔ وہ بھی وہاں چلتے پھرتے آئے میری جو خبر سنی تو اس کے  
 مع ایک جمع غنیمت کے میرے پاس پہنچے۔ اور آئے ہیں چاروں کا ہر شہر کے  
 میں دل دیا۔ میں نے ہار تو ہاتھ میں بیٹا اور انبساط کے سے پوچھا یہ کیسے ہیں۔  
 کہا تم ایک بار غم میں گئے تھے۔ عرصہ مذکور ایسوں کے بڑے مقتدر ہوئے ہیں۔  
 سمجھتے ہیں کہ قلب انقلاب ہیں۔ اسے قلب انقلاب ہوتا ہے۔ وہ بھی کہاں  
 جاتی۔ مگر ان کے نزدیک تو دار بھی کا نہ ہونا ہی دلیل قلبیت کی ہے۔ اگر یہ بات  
 ہے تو پھر سارا چین اور جاپان بس انقلاب اور اغوات ہی سے نڈر پڑے ہیں۔  
 وہاں تہہ تیغ ہو رہا ہے کسی کے دل میں موچہ کتنی ہی نہیں۔ غرض ایسوں کو بہت سے  
 نے کون بنایا ہے۔ کوئی گیتوں پر بجاتا ہے۔ ان شہزادوں کو کوئی اپنے  
 بات لیکر ہوگا۔ شہزادوں نے کہا کہ ہم ایک بار غم میں گئے تھے۔ بڑے واسطے  
 نے پھول دیدے تھے۔ سوچو تو حضرت شیخ عبد القدوس رحمۃ اللہ علیہ کے نزار  
 پر چڑھائے۔ جی جی ہا کہہ چکے ہیں جی دیں۔ کیونکہ وہ پیارے تھے مردوں میں۔ تم  
 پیارے ہونہ دل میں۔ اپنے پیاروں کو اچھی چیز دیا ہی کرتے ہیں۔ یہ انہوں  
 نے قریر کی بڑا جمع تھا۔ میں نے کہا شاہ صاحب یہ پھول جو آپ نے شیخ کے نزار  
 پر پڑھائے ہیں آپ کے نزدیک تو میری چیز ہیں۔ لیکن ایک مثال قریر کے نزار



شخص جو سور و پیہ تولہ کا عطر سونگھنے والا ہوا اور تم چہرہ آنہ تولہ کا عطر بہت ہی  
گھٹیا اور پگھلا ہوا لہذا اور جا کر اس کی ناک میں دید و لکھیا کہ یہ ایذا رسانی  
نہیں ہے۔ کہنا بیشک میں نے کہا اچھا اب یہ بتاؤ کہ حضرت شیخ تمہارے نزدیک  
شاہان و درویش جنت سے مشرف ہیں یا محروم ہیں۔ کہنے لگے معاذ اللہ کون کہہ سکتا  
ہے کہ محروم ہیں۔ میں نے کہا تو بس یہ جو چہرہ دل تم نے حضرت شیخ کے مزار پر چڑھائے  
ہیں۔ در حال سستہ خالی نہیں یا تو ان کی خوشبو پہنچتی ہے یا نہیں پہنچتی ہے۔ اگر  
نہیں پہنچتی تو چہرہ دل چڑھانا بیجا ہے اور اگر پہنچتی ہے تو ان جنت کے پھولوں کے  
مقابلہ میں پورے حضرت شیخ کو حاصل ہیں تمہارے یہ دنیا کے چہرہ دل سور و پیہ تولہ کے  
سر کے مقابلہ میں چہرہ آنہ تولہ کا پگھلا ہوا عطر ہے یا نہیں۔ کہنا بیشک میں نے کہا تو بس  
یہ تو وہی مثال ہوئی کہ سور و پیہ تولہ کے عطر سونگھنے والے کی ناک میں چہرہ آنہ تولہ کا سٹرا  
ہوئے اور دید یا تم نے چہرہ دل چڑھا کر حضرت شیخ کی روح کو تکلیف پہنچائی۔ کہنے لگے میں  
تو یہ کرتا ہوں یہ مسئلہ آج بھی میں آئیے۔ اب کہہ کسی مزار پر چہرہ دل نہ چڑھاؤں گا۔ میری  
تقریر سب سے۔

**جنت کی نشانی** | اس کے بعد ہم لوگ نماز کے لئے مسجد میں گئے لوگ وضو کرتے تھے۔  
ورود ایک طرف بیٹھ گئے۔ میں ان کے پاس جا بیٹھا اور آہستہ

کہا کہ تم میرے پیرو بانی ہو اس لئے تم سے ایک بات پوچھتا ہوں کہ تمہیں حضرت حاجی  
صاحب سے جنت ہے یا نہیں۔ بس روئے لگے کہا میں تو عاشق ہوں۔ میں نے کہا پھر  
عشق ہر گز کمزور اس لئے محبوب کی مخالفت کرتے ہو۔ کیا حضرت حاجی صاحب کی ایسی ہی  
خوشنوی تھی کہ ان میں توبہ کرتا ہوں کہ میں اب کبھی وارثی نہیں منداؤں گا۔ صاحب انہوں  
سند و سند سے بھی توبہ کر لی ہیں اس شبہ میں رہا کہ کہیں منہ دیکھنے کی توبہ تو  
نہیں ہے۔ مگر پھر میرا زلہ آبا و جانا ہوا۔ توبہ میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص خوب

مفتوح دائرہ میں لئے ہوئے سامنے سے چلے آ رہے ہیں۔ ہمیں نے پیچھا نہیں کیا۔ ایک شخص  
نے بتایا کہ یہ فلاں ہے تب تو میں بہت خوش ہوا۔ اور گفتگو کر کے ملا۔ تو انکی اصالت  
اسی اصول سے کی گئی کہ حسب تمہاری صورت حضرت حاجی صاحب مدین شریف پھر  
تم ان کے عاشق کیا ہوئے۔

تو قندریکے یہ معنی نہیں ہیں کہ اپنا ظاہر حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
قندریکے معنی کے لئے ہر کہ خیر رکھے۔ نہ بزرگوں کے کہ مر میں کہیں اس کے

یہ معنی منقول ہیں محض لغو اصطلاح ہے اور اس غلط اصطلاح کے ہونے سے ایک دور  
خرابی ہو گئی وہ یہ کہ جن بزرگوں دین کا جن میں کہ عماد بھی تھے قندریکے لقب ہو گیا۔ چنانچہ  
حضرت قندری صاحب صاحب مزار بھی عالم تھے۔ عوام ان کی نسبت اس قندریکے مسمیٰ کر  
یہ سمجھتے ہیں کہ معاذ اللہ یہ حضرات بھی ایسے ہی ہونگے کہ نہ دائرہ میں نہ موکچہ نہ نماز نہ روزہ  
لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ حاشا کہ یہ حضرت نہایت قبیح سنت اور پابند شریعت تھے۔  
اور کوئی بزرگ بھی ایسے نہیں ہوئے جنہوں نے اتباع سنت نہ کیا ہو جتنی کہ گزشتہ دور  
سے کبھی اتباع میں کچھ کمی بھی ہو گئی ہے۔ تو اپنی اس حالت کو ناقص سمجھتا ہے۔ اور کہتی  
اس پر اصرار نہیں کیا۔ نہ کہ نفوذ باللہ اس کو تصدأ اختیار کرتے۔ غرض یہ بات ثابت  
ہے کہ بعض بزرگوں کا طریق خلاف شریعت بھی رہا ہے۔ سب بزرگوں کا ایک ہی  
طریق رہا ہے۔ اور وہ طریق شریعت ہے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ ہر ذمہ تشریعی  
فہمی زندگی یعنی جس حال یا جس مقام کو شریعت رد کرتے وہ بالکل الی دوزخ زندہ  
ہے۔ حضرت خواجہ عبداللہ انصاری فرماتے ہیں۔ اگر میرا پرہیز کسیے بائیں بزرگ رہی  
نہے بائیں دل بدست آ کر کہ کسیے بائیں۔ اگر بزرگ کرامت ہوا پر بھی اڑو گے تو کیا ہے۔ وہ  
کھی ہو باؤ گے۔ کہ وہ بھی تو ہوا میں بے شکاف اڑتی ہے۔ پانی پر پیو گے تو یوں بہو گے  
ایک تنکا ہو گے۔ کیونکہ وہ بھی تو پانی کی سطح پر بہتا ہوا جاتا ہے۔ ہاں اپنے درختوں

پیش کرد تب انسان بنو گے۔ اور اسی قسم کے بہت سے اقوال ہیں میری کتاب تعلیم  
میں ہیں بہت ہیں اس میں دیکھ لیجئے۔

حضرت جنیدؒ سے کسی نے کہا کہ ایک قوم ہے جو یہ کہتی ہے

**اقوال سے بیزاری**

نحن رسلنا فرجنا لنا الى المصنوعة والصب

اسی ہو گئے ہیں لہذا ہمیں حاجت نہیں رہی نماز کی اور نہ روزہ کی۔ حضرت جنیدؒ  
نے اس کے جواب میں فرمایا صد قرانی اصول دکن الی ستقر یہ تودہ پتہ ہے کہ  
وہ اس سے کہیں لیکن جہنم واسطے ہو گئے ہیں۔ خدا واصل نہیں ہوئے۔ پھر ارشاد فرمایا

والعشقة انت يا هارم لما تركت من اوراد من شين الا لبعذ شرعی یعنی کہ نہ

بے شرمی میں نہ روزہ رہوں تب بھی نماز تو پڑھ کر چیز سے کہو کہ فرض ہے۔ ویسے جو شخص

مستحب ہے کہ اس میں مستحب کے درجہ میں بھی نہیں رہتا۔ چھوڑ دوں۔ البتہ

شرعی ہے۔ کوئی نہ شرعی کہتی ہو جو اس سے تو مجبور کی سبب۔ اور نہ کوئی ذلیلہ تک

کوتی کہی نہ چھوڑ دے پتا چیت حضرت جنیدؒ نے ایک ہاتھ میں تسبیح رکھتے تھے۔ دیکھ

والیہ نہ تو تسبیح رکھتا تھا بھی مگر پھر نہ چھوڑا۔ اور نہ تسبیح کا رکھنا نہ سنت نہ

مستحب کہی نہیں۔ نہ موقوف عیبہ کسی ذلیلہ کا نہ کسی ذلیلہ کے لئے نہ تو نہ

ہر زمانہ کے بعد حضرت جنیدؒ کو اس کی حاجت باقی رہی تھی۔ یہ تو کہ بتا رہی ہے کہ

تو یہ کہہ رہی ہو کہ یہ تو کہتی ہے۔ منتہی تو تذکرہ میں رہتا ہے۔ تب اس کے فتنہ ہیں

نشان ہیں کہ کیا ہے۔ خلوت و عبادت و غیرہ۔ اور اس پر بھی سنت جنیدؒ نے اس

اپنی بتا دی کہ سنت کو بھی نہ چھوڑا کسی نے عرض بھی کیا کہ حضرت اب لو آپ منتہی

روزہ لے لیں تو سچ ہے۔ اب آپ کو ہر وقت ہاتھ میں تسبیح رکھتے ہیں کیا نہ روزہ

بھلا نہ لیں۔ اس تسبیح میں تسبیح واصل بنایا ہے۔ اور اس درجہ تک پہنچا ہے

کہ ہر روز اس میں تسبیح کر لیں۔ اس کی بدولت تو یہاں تک پہنچ گیا ہے

کو رخصت کر دیں۔ اسی نے تو محبوب تک پہنچایا ہے۔ تو پھر یہ بڑی ناشکری ہے۔  
 کہ آج اس کو جواب دیدیں۔ اللہ اکبر کیسے تھے یہ نترات جناب یہ کھڑے ہیں۔  
 کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ ناراض تھے یا خشک رہ گئے۔ یہ لوگ بڑے بڑے اہل دار  
 خاں گزر رہے ہیں۔ ان کے یہ اقوال واقف ہیں۔

حضرت عقیقہ کی خدمت میں ایک شخص دس برس سے پہلے رات میں  
 کراہت آیا کہ حضرت میں نے اتنی مدت خدمت میں قیام کیا ہے جس کی رامت  
 آپ کی نہیں دیکھی ہے۔ میں نے سوچا کہ آپ بہت بڑے اہل ہیں اس لئے خدمت میں حاضر  
 ہوا تھا کہ آپ فہم حاصل کر لیں۔ مگر اتنی مدت قیام کو گزر گئی۔ کوئی رامت اب تک نہیں  
 صادر ہوئی۔ یہ سنا کہ آپ کا چہرہ غصہ سے نہ رہتا ہو گا۔ جوش میں نہ رہا ہو گا۔ یہ تو  
 عقیقہ تھے تو اس بار میں کوئی نصیحت کے خلاف ہوئے بھی نہیں دیکھے۔ اس نے  
 کہا نہیں۔ یہ بات تو نہیں دیکھی۔ اس پر آپ نے جوش میں نہ رہا ہو گا۔ اس سے  
 بڑھ کر عقیقہ کی اور کیا رامت ہو گی کہ اس نے دس برس تک پیشہ نہ کر سکا ہو گا۔  
 لے بھی نہ لے سکتا ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا رامت تو عقیقہ کی دیکھنا چاہئے۔  
 اس سے بڑھ کر کیا رامت ہو سکتی ہے۔ یقینی کرامت تو یہ ہے کہ بڑی رامت  
 ہے۔ الاستقامت فوق الکرامت اسی واسطے خدا تعالیٰ نے یہ دی جلیل القدر ہے۔

اللہ نا اصرار المستقیم صراط الذین انعمت علیہم اور محمد بن ابی کرامت  
 نہیں فرمایا۔ خوب سمجھ لو شریعت کا اتباع کسی مال میں متروک نہیں۔ سب بزرگ  
 کا اس پر اتفاق ہے۔ حضرت شیخ عبد القادر دکنی کی طرف چشتیہ کے سنا بڑے  
 شیخ اور صاحب مال و مال و درویش ہیں انہیں نے کتب بات کو دیکھ کر کوئی سب  
 شرح کی تاکید اور ترغیب سے غالی نہیں۔ غرض یہ طریقہ تمام بزرگوں کا تو یہ فہم  
 کے بالکل گہرے ہیں کہ نہ کاندہ ہو۔ نہ روزہ۔ نہ وارہی ہو نہ مکر۔ حضرت شیخ



گی اگر زمین سنت ہوئی ورنہ زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ کھڑی ہو رہے گی۔ اور اگر کہیں  
 خدا نخواستہ ایسا ہوا کہ مہاب کے زور میں اڑی چلی جائے مٹی کی پتھریلے سے تر  
 گیا تو مہاب کی یہ برکت ہوئی کہ پیچھے زمین کے اندر ٹھس گئے پرزے ٹکڑے ہوئے اور پورے  
 اور سوائے یاں سب ہلک ہو گئیں۔ ایک قیامت برپا ہو گئی۔ تو بس مہاب موجود ہونے  
 کی صورت میں اگر یہ لہیں پر رہی تب تو مسافت کو نہایت سہولت اور امن و امان فیتہ  
 اور تیزی کے ساتھ قطع کرتی رہی اور اگر کہیں لہیں کو تھوڑا دیا تو اس قیامت برپا ہو  
 جادگی۔ مشین کا بھی گاڑیوں کا بھی چلانے والے کا بھی مسافروں کو بھی سب کا ٹھس  
 ٹھس ہو جاد گیا۔ تو اس مثال میں گویا تین حالتیں ہوئیں ایک تو یہ کہ مہاب نہیں ہے۔  
 لیکن لہیں پر ہے۔ اس صورت میں رفتار ضرور آہستہ ہوگی لیکن خیر کوئی خیر نہ تھی نہیں۔  
 دوسری حالت یہ ہے کہ مہاب تو اس میں ہے لیکن لہیں پر نہیں ہے۔ یہ بس قیامت  
 کا مناسب ہے۔ اور ایک حالت ہے۔ نور علی نور۔ وہ یہ کہ مہاب بھی ہو اور لہیں پر بھی  
 ہو۔ سبحان اللہ یہ ہے البتہ لطف۔ تو اسے صاحبو جس نے اپنی ریل میں مہاب تو پیدا  
 کر لی۔ لیکن اس کو لہیں پر ہے اتار دیا واللہ وہ نہایت خطرناک حالت میں ہے اور  
 وہ مہاب کیا ہے وہ مہاب ہے محبت۔ جیسا کہ میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں اور اب بھی  
 کیا ہے۔ صراطِ مستقیم شریعت کی۔ یعنی جس نے محبت تو پیدا کر لی لیکن اعمال شریعت  
 کو رخصت کر دیا۔ وہ قطع طریق کو کیا کرتا اور اللہ اس سے اپنے آپ کو چاہتا ہے کہ  
 ڈال دیا۔ اور جس نے محبت تو پیدا نہیں کی لیکن عمل شریعت پر کرتا رہا تو اس کی مثال  
 ایسی ہے جیسے وہ مہاب کی ریل کہ ٹھیل رہی ہیں اور رفتار نہایت سست ہے  
 جہاں ٹھیل چھوڑ دیا بس رک گئی۔ اس سے یہ بھی کہ نہیں لے سکتا کہ یہ ریل  
 محبت کو دوڑائے کر جمع کر لو۔ یہ البتہ ہوگی وہ ریل جس میں مہاب ہے۔  
 ہیں۔ اور بس پر پائی ہے۔ چھوڑ دیا کسی بھی صورت میں نہایت خطرناک ہے۔





محقق ہو گئی۔ کیونکہ چاہئے ہی کہ تو نسبت کہتے ہیں گو تڑپ نہ ہو رہی و ادنیٰ درجہ  
کی محبت ہوئی جس کے بدون ادنیٰ درجہ کا عمل ہی صادر نہیں ہو سکتا اور اسکی  
درجہ کی محبت یہ ہے کہ

تو درگم شود سال این ست و بس  
گم شدن گم کن کن این ست و بس

تو درگم شود سال این ست و بس  
گم شدن گم کن کن این ست و بس

گو یا فنا کہ درجہ جس کو کہتے ہیں وہ اس درجہ سے محبت کہ جتنی تہا تم نسبت  
فنا غیر اند اس قدر محبوب ہو جائیں کہ کوئی نہ مقصود ہوئے میں شریک رہے

جو حاصل ہے۔ لا الہ الا اللہ کہ در نہ مقصود ہوئے میں شریک رہے جو حاصل  
ہے۔ فلیس الا صانع او لا یشرک لعلہ درجہ احد اکابر نہ ملک کی شریک  
موجود ہوئے میں شریک رہے جو حاصل ہے۔ کہ شریک نہ ہوئے میں شریک رہے

اسم ذات کو معنی میں پروردگار کیا جو کہ ہو جو درجہ میں مقصود ہے  
ادنیٰ درجہ کی محبت پیدا ہونے سے اس درجہ کا ہونا ہے پہلے اس میں  
کی برکت سے محبت کہ اس سے توئی درجہ پیدا ہوتا ہے پہلے اس سے پہلے درجہ

نہ پیدا ہوتا ہے۔ اس درجہ سے پہلے درجہ پیدا ہوتا ہے اور اس سے پہلے  
معیشت میں ہونے سے پہلے درجہ پیدا ہوتا ہے۔ اس سے پہلے درجہ پیدا ہوتا ہے  
ساختہ اور یہی مؤلفات کو ہر دے کے لئے ہے کہ یہ درجہ اس محبت میں پیدا ہونے سے

عمل کی برکت سے پہلے اس محبت سے پہلے درجہ پیدا ہوتا ہے۔ اس سے پہلے درجہ پیدا ہوتا ہے  
پہلے اس محبت سے پہلے درجہ پیدا ہوتا ہے۔ اس سے پہلے درجہ پیدا ہوتا ہے  
پیدا ہوا۔ غرض یہ کہ اس میں یہ ترتیب رہتی ہے کہ اس محبت سے پہلے

یہ پہلے محبت سے پہلے درجہ پیدا ہوتا ہے۔ اس سے پہلے درجہ پیدا ہوتا ہے۔ اس سے پہلے درجہ پیدا ہوتا ہے

عمر یہ دونوں سلسلے چیتے رہتے ہیں کہ ہر عمل سے محبت اور ہر مزید محبت سے مزید عمل  
 غرض کہ اس سے استفادہ اس سے ان میں سے اگر ایک چیز بھی کم ہو گئی تو بس سارا  
 سلسلہ منقطع تو حضرت یہ تو سارا میں عمر کا خدا ہے کہ محبت پھر عمل پھر محبت و علیٰ ہذا۔  
 نہ میں سے کہیں غافل نہ اس سے کبھی مستغنی۔ یہ ہے وہ حاصل اس طریق جامع  
 بین المحبت والعمال کا جس کو حضرت عراقی نے اپنے شعر میں طریقی قلندر سے تعبیر کیا ہے  
 شرف من ذہن میں یہ مضمون۔ یا بت جو حضرت عراقی کے اس شعر میں مذکور ہے۔ جس کو  
 میں نے سونٹ بیان کرتے کے لئے اختیار کیا ہے۔ پھر میں نے سوچا کہ کیا کوئی آیت  
 میں اس مضمون کی ہے۔ سوال اللہ قدر ان کی یہ آیت بھی ذہن میں آگئی۔ جس میں یہ  
 ہے مضمون موجود ہے۔ اور یہاں سے یہ بھی معلوم ہو گیا ہو گا کہ تصوف کے اصول  
 عین قرآن و حدیث میں سب موجود ہیں۔ اور یہ جو لوگ سمجھتے ہیں کہ تصوف قرآن و  
 حدیث میں نہیں ہے یا کہ غلط ہے۔ یعنی قرآنی صوفیوں کا بھی میں خیال ہے اور خشک  
 علماء بھی کہ تصوف سے قرآن و حدیث خالی ہیں۔ یہ دونوں سلسلے جو تک نہ تو  
 یہ کہتے ہیں کہ تصوف کوئی چیز نہیں۔ یہ سب واپس بات ہے۔ میں اس خاندان قرآن  
 حدیث سے ثابت اس کو کرتا چاہتا ہوں۔ یہ تصوف صوفیوں سے ہے۔ ان کا تعلق ان سے ہے  
 تو لوہاں تک نزدیک قرآن و حدیث تصوف سے خالی ہیں۔ اور غافل ہوں کہ  
 میں کہ قرآن و حدیث میں تو ظاہر ہی اسکا ہے۔ تصوف ہم باتیں ہے۔ ان کے نزدیک  
 نزدیک قرآن و حدیث ہی کی ضرورت نہیں۔ شرف دونوں فرقہ قرآن و حدیث کو  
 سونٹ سے نہیں سمجھتے ہیں۔ پھر اپنے اپنے خیال کے منہ پر ایک سے تصوف کو چھوڑ  
 دیا۔ ایک نے قرآن و حدیث کو چھوڑ دیا۔ اور غافل ہے  
 کہ یہ جہاں قرآن و حدیث کے لئے ہے۔ ان کے لئے ہے۔ ان کے لئے ہے۔ ان کے لئے ہے۔  
 یہ جہاں قرآن و حدیث کے لئے ہے۔ ان کے لئے ہے۔ ان کے لئے ہے۔ ان کے لئے ہے۔

کیا غصب کرتے ہو۔ خدا سے ڈرو اس کے متعلق میری ایک مستقل کتاب بھی ہے۔  
 تو اگر لکھ دے بات کہ قرآن حدیث سارا الہ ربیبہ۔ تصوف سے ہر تصنیف سے الہ ربیبہ۔  
 لیکن میں نے اس مضمون پر دو مستقل کتابیں بھی لکھی ہیں۔ ایک تو تحقیق اثباتیہ جو  
 مدت بدلتی تھی ہو کر شائع ہو چکی ہے جس میں مسائل تصوف کی تحقیق اور اثبات  
 ثابت کی گئی ہے۔ اب ایک رسالہ مستقل اور چھ آجملہ کچھ بابوں میں صحت  
 طور پر لکھا گیا ہے کہ تصوف کے مسائل قرآن عید سے بھی ثابت ہیں۔ پھر قرآن عید  
 آٹھ پارہ تو ہو گئے ہیں۔ بائیس پارہ اور باقی ہیں۔ خدا مدد فرمائے یہ رسالہ دریں  
 عمر ہی میں ہے۔ پھر خیال ہوا کہ ساتھ کیساتھ اردو میں بھی ترجمہ ہوتا جسے تو چاہتے  
 چنانچہ ہو رہا ہے۔ اور وہ جو رسالہ ہے تحقیق اثباتیہ وہ تو اس میں سے آ رہا ہے  
 ہے تو ان دونوں کتابوں سے معذور ہو گا کہ قرآن حدیث الہ ربیبہ تصوف سے اور ان  
 وہ تصوف ہی نہیں جو قرآن حدیث میں نہ ہو۔ غرض حقیقت یہ ہے اور تصور میں تصوف  
 کے ہیں وہ سب قرآن میں موجود ہیں کوئی آیت شاید نہ ملے جو جس میں ایک آیت سے  
 تصوف کا ذکر نہ ہو چنانچہ اسی آیت کو دیکھو جو اس وقت یاد آ رہی ہے۔ میں  
 بھی تصوف موجود ہے فرماتے ہیں یا ایہ الذین امنوا من یزید صدقہ دینہ  
 الی آخر کا بات حق سمجھنا ہے الی آیت دین کے محفوظ ہوتے ہیں۔  
 کوئی یہ ناز نہ کرے کہ دین کا مہر ہری وجہ سے چل رہا ہے۔ اسے دین و مہر  
 میں سے کوئی نواز باقی دین سے پھر جو دست تو سر کر رہی کہ مہر نہ ہو گا۔ چاہے  
 جسکے ذرا اور مزدور استغنی دین میں۔ جیسے دین میں سارے شے سے فائدہ  
 پھر دین تو خدا کو دین ان کے پریشانی اور تشویش خوار ہوتی ہے۔ اس سے  
 کہ جب شے داسے سبب نہ ہو کہ وہاں اس سے ہیں۔ اس سے شے  
 ہو کہ شے داسے سبب کے سبب میں تڑپ رہی ہیں۔ شے داسے سبب کے

کوئی سوچتا ہو جیسے کہ میں ایک حکایت میں بیان کر رہا تھا کہ ایک نابینا حاکم نے  
 جسے بیان کیا کہ تم چار آدمی نماز پڑھو رہے تھے تب میں مقتدی اور ایک امام۔ امام  
 صاحب کہ دستور نماز انہوں نے جسے نہیں بنایا اور خود وضو کرتے ہیں۔ اب ایک  
 دوسرے مقتدی کے رہائے۔ مقتدیوں میں سے ایک نے دوسرے سے نماز کے اندر  
 ہی جیسے پوچھا کہ اسے یہ کیا ہوا ہے تیار ہے اسے استخفاف امام کا مسئلہ بھی سننا  
 تھا۔ دوسرا ہیمنت کرتا ہے کہ اسے چپ رہا یوں بھی ہوا کرتا ہے (ہوا کرتا ہے)  
 یہ بڑے بڑے بگڑ گئے۔ اب امام صاحب کی سننے جو حقیقت نکلتی ہے کہ لا اقل  
 سب سے کہ آپ فرماتے ہیں اسے اب میں کہ نماز پڑھاؤں۔ یہ دوسری تو مقتدی  
 کے دوران دونوں کی نماز بولنے سے فاسد ہو گئی۔ غرض اس نے بھی اپنی نماز  
 تیار کی تو دیکھو کہ اسی بات میں سب کی نماز خست ہو گئی۔ یہاں کی نماز تو ایسی  
 ہے کہ جب مقتدی نہ رہیں تو امام صاحب فرماتے ہیں کہ اب میں نماز کے پڑھاؤں  
 اس طرح اگر کسی بادشاہ سے ساری رعایا بدعتی ہو جائے تو اب وہ کس پر سائنست  
 کرے یہاں کے حکام تو ایسے ہیں کہ رعایا سے برتر تکی کر دے تو بس ان کی حکومت نڈر  
 شد یہاں کے بھی شاید کوئی لغو و بے شہد بیانیہ سمجھتا ہو کہ میں فرماتا ہوں کہ یہ  
 یہاں پر جیسے نہیں۔ وہیں سے پھر کر دیکھو۔ سب ایک دوسرے بدعتی ہو جائے۔ اور وہ  
 نماز پڑھ کر جیسے کہ ہمارا کوئی کام تھا نہیں اور واقعی شد یہاں کا ہر سہ  
 یہاں کے ہر آدمی سے کہیں گے کہ تم میری جیسا کہی کہ یہاں ہر آدمی کو وہ بندوبست ہے  
 جس سے کہ ہر آدمی سے کہیں گے کہ تم میری جیسا کہی کہ یہاں ہر آدمی کو وہ بندوبست ہے  
 فرماتے ہیں کہ کسی کے لئے جو وہ بدعتی نہیں کہہ سکتے۔ یہاں سے اصل  
 یہ کہ یہاں کے لڑکے ہر آدمی پر زور دیتے ہیں کہ وہ وہاں سے  
 ہر آدمی کے لئے وہ بدعتی نہیں کہہ سکتے۔ یہاں سے اصل

جند الیسی قوم کو اللہ میاں پیدا فرمادیں گے جس کی الیسی شان ہوگی مجھ پر وہ مجھ پر  
وہ اللہ میاں کو دوست رکھیں گے اور اللہ میاں ان کو دوست رکھیں گے۔ دیکھو  
سوف کے ساتھ فرماتے ہیں جو قریب کے لئے آتا ہے یعنی فوراً اور وقتی انہیں  
کیا ضرورت ہے کسی انتظام یا انتہام کی ایک نکتہ کن سے موروں شیخ ہوتے  
ابدال قلب ہر ماہ میں بنادیں۔ اور جس کو چاہیں بنادیں۔

چنانچہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے حضرت نوٹ شمس  
**ایک حکایت** کی ایک حکایت لکھی ہے ان کے خادم کی روایت ہے کہ ایک بار  
آخر شب میں حضرت اٹھے۔ خادم کہتے ہیں کہ میں سمجھا تھا کہ تم میری کمری کے چاندی  
میں جس اٹھاؤ گے حضرت کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے پائے۔ ویسے حضرت کو اپنے اٹھنے  
کی اطلاع نہ ہونے دی۔ واقعی بزرگوں کی خدمت ہے بڑی مشکل۔ اہل علم نے جو کچھ  
تھیک کیا۔ اور اگر یہی نہ دیتے ہیں کیا تھی۔ کوئی احسان تھا یا تمہارا ہے خدا رب اور  
کوئی خدمت کرتے ہیں تو جبراً کرتے ہیں۔ مگر ادب کی بات یہ ہے کہ غیور اور شہرانی  
تورکے۔ مگر خواہ خواہ جو کمرزاحمت نہ کرے اور نہ ہائی میں نکل نہ ہو۔ خصوصاً خیرات میں  
تو بزرگ یہ چاہتے ہیں کہ نہ کوئی ہمیں دشواری پائی۔ اگر دیکھتے کہ کچھ کر رہے  
ہیں۔ اس وقت تو یہی چاہتے ہیں کہ کوئی سٹے بھی نہ آئے اپنے ہاتھ سے سب کام کریں  
کیونکہ وہ وقت ہی ایسا ہوتا ہے کہ

کہ یہ سب بڑے بزرگ اور بزرگ

چند خوش وقتہ و خیر روزگارے

پس اس وقت یہی چاہتا ہے کہ ہاتھ نہ پائی کہ وہ ہو۔ مگر یہ کیفیت ہوتی ہے کہ جب  
وجود کو بھی ہے چاہتا ہے کہ یہ بھی نہ رہے۔ خود اپنا وجود بھی بجا ہے۔ خصوصاً چنانچہ  
حضرت تھیں جو اس موقع کے صاحب مزار ہیں۔ اسی مضمون کو اپنے ایک شعر میں

بیان فرماتے ہیں کہ

غیرت از چشم برم روستے تو دیدن ندہم  
 لیکن اپنی آنکھ پر بھی غصہ ہے یہ کیوں دیکھتی ہے میں ہی کچھ دیکھتا اور سہ  
 گوش را نیز حدیث آوستنیدن ندہم

ہیں ہی تیرا قدم سنتا یہ کان کیوں نہیں۔ واقعی صاحب یہ بھی رات بوقت سہ چہ حضرت  
 درخت شیرازی بھی اس مشعران کو فرستے ہیں اور وہ تو قسم کھ رہے ہیں سہ

بند نہ شکر بدو چشم و دشمن خود کہ نظر دیرین باشد یہ چشم لیلیف روستے

آنکھ پرین شک آہستہ سودہ تو وقت ہی ایسا ہوتا ہے کہ اپنے آپ کو بھی مٹانے کو

جس چاہتا ہے اور اگر کوئی اپنا خادم حاصل نہیں اس وقت پاس کھڑا ہو تو وہ بھی پسند نہیں

اتنا ہی واسطے مودب مردم یہ رہتے ہیں کہ پاس کو تو رہتے ہیں اس طرح کہ اپنی

موجودی نہ تو غیر نہ ہوتی دیکھ کر کوئی کہہ نہ سکے کہ تو کا نہیں ہے فوراً

نہ ہرگز شریک ہوئے اور اجبر فرشت پر غائب چہ چیز اس قدر نہ بھی ایسا ہی کیا

کہ غیبیہ دور چہ حضرت فرشت پاک کے چہ کچھ رکارہ۔ اور حضرت سے کچھ تو جہ بھی نہیں

کی شریک سے ساتھ کرنی اور شش تو نہیں ہے۔ غرض حضرت امیر فرشتہ سے کل کر

سب سے شہر بنا دے چہ کچھ پر ہوئے حضرت شش کی برکت اور مدت سے شہر بنا دے کا

تو خود بخود اس کر کر کے حضرت کو اس شہر پر رہتے باہر ہوئے چہ ہی قدم چلتے

کہ ایک بڑا بڑا شہر بنا دے کہ لے لے کر ایک فرشتہ کو فی اتنا بڑا شہر کہاں۔ اب خادم

کو بہت شہر بنا دے یا شہر میں یہ کچھ دیکھ رہا ہوں۔ لیکن وہ نہیں چہ چہ پسا

چہ شہر بنا دے۔ لیکن کہ اس شہر سے اندر داخل ہو کر ایک مقام پر ہوئے۔ وہاں ایک

کان میں سے اندر داخل ہوئے اس میں چند آدمیوں کا ایک مجمع رہتا تھا اور

یہ کچھ پر کچھ کہہ ہوا تھا۔ جیسے کسی نے کہا کہ اتنی رہو رہو حضرت شش کو دیکھتے

ہیں وہ کچھ کہہ آئے اور حضرت کو مسند پر بٹھا دے۔ پھر اشاروں سے چہ غرض

معدوس کی جس کو حضرت ہی سمجھے۔ خدام کی سچے میں کچھ نہ آیا۔ اس کے بعد ایک بڑی  
 سے آواز کرانے کی آئی آہ۔ پھر تھوڑی دیر بعد وہ آواز بند ہو گئی۔ پھر کچھ دیر بعد  
 ایسی آواز آنے لگی جیسے پانی ڈالنے کی ہوتی ہے۔ پھر وہ بھی بند ہو گئی۔ پھر تھوڑی دیر  
 بعد ایک جڑ گھڑا اور اس کے ہاتھ سے ایک جنازہ نکلا۔ جس کے ہمراہ چند آدمی تھے جن  
 میں ایک بوڑھے نورانی شکل کے بزرگ بھی تھے۔ حضرت شیخ کے ساتھ جنازہ و رکاب  
 حضرت نے نماز جنازہ پڑھ لی پھر وہ لوگ جنازہ کو لے گئے۔ اور تھوڑے دیر بعد حضرت  
 شیخ کا استقبال کیا تھا۔ پھر اگر سب حضرت کے گرد بیٹھ گئے۔ اور اسی طرح اٹھ کر  
 میں دوبارہ پھر کچھ عرض کیا اس پر حضرت شیخ اسی وقت گردن تکان کر رہا تھا ہوتے  
 تھوڑی دیر گزری تھی کہ ایک زنا دار شخص بیسالی بیٹھ بیٹھ ہوتے حضرت کو ایک  
 شہ اپنے دست مبارک سے اس کے زنا کاروں پر درگمہ پڑھنے لگا اور اس کو مسکن کیا  
 پھر حضرت نے ارشاد فرمایا کہ یہ سب پھر حضرت سے جگہ سے اپنے مکان پر لوٹ گئے  
 خدام کو اس ادھیڑ میں اور حیرت میں مبتلا ہوئی کہ اسے اس قدر کہہ رہے تھے۔ یہ حضرت  
 کی خدمت میں کچھ سنتی بھی پڑھتے تھے۔ لیکن یہ پتہ درویش شریعہ میں ہوتے تھے۔ چنانچہ  
 یہ خدام محض مرید نہ تھے بلکہ شاگرد بھی تھے۔ اس سے دس ہزار تھا۔ یہ سب تھے  
 شاگردی استاد کی کاتب تھے۔ کہ ہوتا ہے یہ خیر پیری مریدی کے تھے کہ اس  
 میں اتنی سہولتیں نہیں ہوتی۔ چنانچہ انھوں نے رات کے واقعہ کے مندرجہ ذیل  
 کیا کہ حضرت یہ کیا منہ تھے۔ اس قدر حیرت سے کہ مرید تھے اس درجہ میں  
 فرمایا کہ وہ شہر مدینہ تھا جو بغداد سے بہت دور ہے۔ بین النہرین کی طرف ہے۔  
 اسے ہر گز قریب کر دیا۔ اور شہر ارض ہو گیا۔ اور وہ جمع ہندوں نے میرا استقبال  
 کیا ابدال تھے اور ان ہی میں سے ایک ابدال قریب مرگ تھے۔ جس کے راس پر تاج  
 آرمی تھی اور وہ بوڑھے نورانی شکل واسطے بزرگ جو جنازہ لے کر گئے تھے۔ وہ حضرت



حضرت سید السید مرتضیٰ اس باعت نہ مجھے باشتی طور پر تمکوناً دیکھ دریافت کیا کہ  
 میں نے جسے کوئی ابدال مقرر کیا جائے میں نے حق سبحانی کی طرف توجہ کی۔ ارشاد  
 ہو کہ تفسیر سنیہ کے گرجا میں اسوقت ایک خیرانی صلیب کو پرت رہا ہے اس کو گمراہ  
 مہاسہ پڑھ کر فرنگی عہدہ باشتی پر نہیں سکتے جیسا آجکل لوگ سمجھتے ہیں کہ عہدہ  
 پڑھنے والی صاحب خدمت ہوتے ہیں۔ کیا اللہ میاں کو خدمت کیلئے مسلمان نہیں  
 سنتے جو پڑھوں پڑوں سے کامل ہیں۔ سبحان اللہ اپنی قدر کی وایت کی خوب سمجھ  
 لے کہ فرنگیوں نے یہیں ہو سکتا۔ سرس کا فرنگیوں کی گزرتی تھی جو تپتے لوہا دل اس کو اسلام  
 کی توفیق دے جاتی ہے۔ پتہ پتہ اس اللہ کی کہ معاملہ میں میری یہ تہی ہوا کہ تفسیر سنیہ سے  
 ایک دم میں زمین کی لٹا ہوں۔ پھر اس کو حضرت شیخ کی خدمت میں پہنچا گیا۔ اور  
 حضرت شیخ کی توجہ کی برکت سے کمرہ پڑھنے کے ساتھ ہی وہ تہہ اہانت پر پہنچ  
 گیا۔ کہ نہ کوئی جاہل نہ ریاضت۔ اسی کو کہتے ہیں حضرت مسعودی سے  
 مرشد چو کامل است چہ شد۔ شد شد۔ یہ سن کر شاہ ذوق درت۔ کبھی ایسا نہیں ہو  
 جاتا جو درخت کی پتی پر تپتا ہے۔ جو کہ مقلد ہو کر ہی چلتے سے تپتا ہے۔ خدا کے  
 ارشاد کہ میں اس شاہ ذوق دار ہی پر نہ جی رہتا۔ شاہ ذوق دار پریشہ رہتا۔ ایسا ہے جیسے  
 کوئی درخت اس بنار پر نہ تپتا۔ چاہی رہے کہ حضرت مریم علیہا السلام کے بھی تو یہ مرد  
 کے درختوں کی پتی پر تپتا ہے۔ صاحب اس مرد پر کسی عورت کو نکاح کے لئے  
 پیش نہ کریں کہ حضرت آدم علیہ السلام کی بیوی سے حضرت حوا علیہا السلام بدوان  
 رت پیدا ہوئی تھیں۔ میری پسلی سے بنی ایک بڑا چھوٹی دسے لکڑی آئے گی۔  
 یہ درخت بڑا تپتا ہے۔ میں نے خدا سے ایک دفعہ لیں بھی کر دیا کہ بڑا نکاح کے عورت  
 کو دے دیتی۔ اور ایک مرتبہ یہ بھی قدرت دے دی کہ مرد کی پسلی سے عورت پیدا کر دی  
 جائے۔ یہ بھی کہ درختوں پر ایسا ہی ہو کر ہے۔ اور لوگ اس شاہ ذوق دار ہی کے متشرع ہیں۔

رہیں۔ نہ عورت مرد سے نکاح کرے نہ مرد عورت کی فکر کرے۔ آج کل یہ عجیب و امبیات ہے کہ  
 واپس شاذ و نادر پر پٹھے رہتے ہیں کہ پیر ایک نظر کر دیکھ تو بس پیرا پار ہو جیٹے و شورو کی  
 کرتے گراتے نہیں۔ کیوں جی وہ تمہارے بار کا لو کر تو ہے نہیں۔ اگر نظر نہ کرے تو کیا کر  
 لو گے۔ یہ کیا سو قوفی کی بات ہے۔ نیز اس کے قبضہ کی بھی تو بات نہیں اگر کسی کے اختیار  
 میں ہوتا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ابو طالب کے قبضہ میں ضرور مسموم و مریمیت ہوتا  
 بد کام کے بھی کہیں کامیابی ہوتی ہے۔ اسل طریق تو یہ ہی ہے کہ

کانکس کار بگذار از گفتار  
 کاندریں راہ کمر باریہ کار

سے قدم باید اندر طریقت نہ دم  
 کہ اسے اندر دم نہ دم ہے ترم

نرمی آمد دل اور ہوسوں سے کام مہر مہتا۔ اسی کو کہتے ہیں

عربی اگر یہ گریہ پیر شدہ وصال  
 صد سال میتوان یہ تمنا کر لیتے

تو کیا ہوتا ہے نرمی اگر توں اور تمناؤں۔ یہ کام تو کام کرنے سے ہی ہوتا ہے۔ اگر نہ

بھی ایسا جس میں کام ہی نہ ہو۔ سمجھا جاوے۔ گو در کوئی ٹکر نہ ملے۔ جب کام اور ٹکر

ایک ہی چیز ہے تو جہاں کام سے ٹکر کا حصول ہے معنی جب کام نہیں تو ٹکر ہی نہیں

کیونکہ ٹکر تو وہی کام تھا۔ نہ تیرت۔ نہ در محنت اللہ علیہ اسی طرف اشارہ فرماتے ہیں

مرد کہ اختصار می باید کرد  
 یک کار زین دو کار باہر کرد

یا تن بہ غلغلہ درست کی باید کرد  
 یا تن نشر زبانی باید کرد

ثمرات میں ناکامی کی شکایت کرنے والوں سے کہتے ہیں کہ میاں ان حکایات شکایت کے

دفتر کوڑھے کرو۔ زیادہ قیل و قال کی حاجت نہیں۔ ہم تو ایک مختصر سی بات کہتے ہیں کہ

بس ن دو کاموں میں سے ایک ہم کو اختیار کر لو۔ یا تو یہ کر دو کہ جس بات میں خوب جھگڑا

رہی ہو خواہ وہ ناکامی ہی کیوں نہ ہو اس پر انہی رہو یعنی کام ہی کو ٹکر ہو گیا کہ یہ

تسلیم و رضا جب ہی ہو سکتی ہے۔ جبکہ علانہ تن کو کہ توفیق ملی ہے ٹکر ہے۔ چہرہ پر یہ

پسند نہیں دے اس سے کم نف ہوئے ہو تو بھائی سید میں بات یہ ہے کہ پھر اپنے لئے کوئی دوسرا  
 خدا نہ ہو۔ اس خدا کو چھوڑ دو۔ یہ بشارت سرمد نے خوب دو لوگ بات کہی۔ واقعی  
 یہ عین زبوں دلی ہی بات ٹھیک ہے کہ ہے

یا قتلہ انظر زیار می باید کرد  
 یا تن بد رخصت دوست کی باید داد  
 غرض کہ ہم ہیں کہ مقصود ہمیں اس میں گیارہ کام کر کے بھی ثمرات کا انتظار نہ کرے نہ کہ  
 بہ کام کے ثمرات کی توقع رہے۔ ایں خیال ست وصال ست و جنوں بہر حال کام کرنا  
 جو سب سے ثمرات بھی حسب سستہ شد کام ہی سے شتہ ہیں۔ لیکن کہ یہی شدت اعدا اپنی یہ  
 قدرت بھی کہ بدستہ ہیں کہ بلا سبب بھی مقصود کو پیدا کر دیتے ہیں۔ چنانچہ اس آیت  
 میں بھی اسی ہی قدرت کا بیان فرماتے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے فسوف یأتی اللہ  
 یعنی تمہارے مرتد ہو جانے سے خدا کی کام میں کچھ فتور واقع نہ ہوگا۔ جیسے کوئی یہ غلط  
 قیاس کرے کہ سارے رب یا کے باطن ہو جاتے سے مسکنیت کا کام تو نہیں چل سکتا۔ تو  
 نہیں ہوا۔ پھر قیاس نہ کر دو۔ وہ کسی سے مجبور نہیں۔ ان کی ذات قادر مطلق ہے۔ وہ  
 جس طرح چاہیں کر دے۔ فسوف یأتی اللہ، یعنی قوم غنیمت ایک ایسی قوم پیدا کر دیں گے جسکی  
 شان ایسی ہوگی۔ اسے اس کی حالت کا بیان ہے۔ چنانچہ ہم دیکھو نہ الہ نور سے  
 مرتد ہو کر نور کا ذکر کیا ہے وہ قوم نہ ہے کہ مہبت ہی ان کی وجہ کی ہوگی۔ اس لئے  
 کہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ جیسے تمہارے قومیاں فرم دیں گے تو لازمی طور پر  
 وہ قوم ہیں جو فی جہت ہر طرح کامل اور اعلیٰ وجہ کی ہوں تاکہ مرتد ہوئے لوگوں کو  
 دیکھ کر کہہ سکیں کہ کیا ہمارے جیسے قوم کا کیا ہوا۔ ہمارے جیسے قوم ہم سے بھی بڑھ  
 ہو۔ ہمارے جیسے قوم کو کیا اس قوم کا اعلیٰ وجہ کی صفات سے متصف ہونا  
 و سبب ان کی بے شکایت ہونا ہے۔ غرض جو صفات اس مقام پر مذکور ہوگی وہ نہایت  
 عالیہ شان و تالیان قیاس ہوں گی۔ اب ان صفات کو سمجھئے کہ وہ کیا ہیں سب سے

اول جو صفت بیان کی گئی وہ یہ ہے کہ مجبور نہ یعنی خدا کو ان سے نعمت ہوگی  
 اور ان کو خدا سے دیکھتے حضرت سب سے پہلے حق تعالیٰ نے میں صفت بیان فرمائی کہ  
 وہ لوگ اہل محبت ہوں گے۔ اس تقدیم ذکر سے صفت محبت کا سب سے زیادہ ہفتہ  
 بالمشان ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اس کے میں نے استدلال کر کے یہ عرض کیا تھا کہ میں  
 دین میں محبت ہی اساس ہے۔ اس سے بڑھتا ہے۔ محبت اور فیاد ہے۔ جب  
 بات ہے تو اسے صاحبو! آپ نے کیا کوشش کی اپنی اندر محبت پیدا کرنے کی۔ محبت ہی  
 ہوگئے روزہ دار بھی ہو گئے ساجی بھی ہو گئے مگر محبت جو اصل چیز ہے آخر میں کی بھی کچھ  
 کوشش کی۔ کچھ بھی نہیں۔ کوشش نہ کیا اور اس لیے کہ محبت کی نسبت کرنا نہیں  
 ان پرستے ہیں ان کو پاگل اور جنوں اور نہ جانے کیا کیا خوب دوسرے پرستے ہیں۔ در  
 ان کی بھی بڑی کوتاہی ہوں اگر وہ پاگل اور جنوں کا لقب نہ لگایا جائے۔ پھر جنوں  
 ہے یہ لقب تو بہت بڑا ہے اس لیے تو ایسا لقب ہے کہ اس کو سن کر نہیں نہ کاٹھ  
 کرنا چاہیے نہ کہ برا مانو۔ کیونکہ اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ شخص بھی نہیں دوسرے کو وجہ  
 کے محب خدا و رسول ہونے کی شہادت دیتے گے۔ بات یہ ہے کہ مخالف یہ نتیجہ ہی  
 کو دیتے ہیں جو اعلیٰ درجہ کا محب ہو۔ اور اس کا لازمی نتیجہ ہے کہ وہ شخص عقل و دماغ کا محب  
 ہوتا ہے اس کے افعال عقل معاش اور دنیوی مصالحتوں کے خلاف ہوتے ہیں  
 اور یہی تو وجہ ہے کہ جو لوگ محض عقل معاش رکھتے ہیں وہی ایسے شخص کو جنوں اور  
 بیوقوف کہتے ہیں اور یہ لقب بہت پرانا ہے۔

چنانچہ کلام مجید اس پر شاہد ہے۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ **وَإِذَا قِيلَ**  
**لَهُمْ اسْعُوا إِلَىٰ آلِهِمْ** كَمَا أَمَرُوا **لَا تَعْلَمُوا** كَمَا أَمَرُوا **لَا تَعْلَمُوا** كَمَا أَمَرُوا  
 کہ جو اہل درجہ کا ایمان رکھتے تھے منافقین نے انہیں بالحد سفہار کا لقب دیا۔  
 کہ گئے کہ وہ حضرات اپنے سب اعزہ و اقربا کو پیڑ کر اور مال و متاع کو خیر باد

کے گھر میں رہتے تھے۔ جو بلا ہر قتل معاش کے بالکل غلاف تھا۔ اسی لئے منافقین  
 کہتے تھے کہ ان کی قتل ہادی گئی ہے، کہ اپنا اتنا بڑا نقصان کر کے ایسا لائے ہیں۔  
 یہ بھی کہ قتل کی بات ہے۔ کیا ہم بھی اسی طرح ایسا لے آئیں جس طرح یہ موقوف  
 لائے لے آئے ہیں۔ تو دیکھئے ان احمقوں نے حسرات صحابہ کو بھی نفوذ بستی موقوف

تھی۔ اس زمانہ میں بھی یہی حال ہے۔  
 ہزاروں قصبہ میں ایک شخص کو مسلم ہیں وہ پیشہ بہت امیر و بزرگ  
 ایک اور مسلم اسکے قتل۔ جب وہ مسلمان ہو گئے تو ہر بات ہے کہ پھر مسلم  
 رہا۔ وہ دولت و ثروت ان کو کہاں دیتے۔ یہ سب سے ہزاروں بھائی کے ہیں  
 وہ ہر روپے کے نوکر ہیں۔ پھر خود صاحب جاہ و ثروت یا اب نوکر می کرتے ہیں  
 اور اپنے اپنے پاس ہیں۔ مگر جس جگہ نوکر ہیں وہاں پر یہ بہت عزت اور آرام کے ساتھ  
 جس جگہ کہ رہتے رہے ہیں وہاں ایک مرتبہ کسی کام سے ان کو ہوتا ہوا۔ وہاں ان کے  
 عزیز و قریب سب ہی ہیں مگر اب ان سے کیا فرق۔ لہذا وہ بزرگ و رفیع پر ٹھہر گئے۔  
 یہ عزیز و قریب سب ملے آئے اور ان کی بڑی خاطر کی۔ وہ اپنے واقعہ بین سے  
 کہ یہ یہ ہوا تھا اور وہ لوگ بھی پاس بیٹھے تھے۔ وہ سمجھ گئے کہ یہ سو رہا ہے بین ہیں  
 ایک رہا ہے۔ ایک دیکھ کر اسے سنا ہے یہ بڑے آرام میں ہے۔ ایک شخص نے کہا کہ یہاں ہرگز  
 سب سے بہت بڑی ہوئی ہے۔ نوکر چکر لائیں کہیں بھی پورے اور یہ سب پر حسرت  
 رہا ہے۔ بڑی عزت ہے۔ بڑے مرتبہ میں ہے۔ دوسرا بولا کہ بھائی سب کچھ بھی مر اس  
 رہا ہے۔ بہت بڑی بات (یعنی بڑی بات) کہ اپنے عزیز قریب بڑی بے سبب چھوڑ دیتے  
 یہ کیا کہیے یہ ان کو توبہ تو سمجھنے کی بات ہے کہ یہ بھائی جاہدار بڑی  
 سب سے بڑے ہیں۔ ان کی مالی بڑی مسابقت نہیں ہوتی وہ اب بھی موجود ہے  
 اب اس کے لیے سب سے بڑے ہیں۔ ان کی بڑی ہے۔ ان کے ساتھ کھینچتی ہے

کہ تم میری مدد نہیں کرتے۔ اب بھی اتنا اثر ناز ہے بہر حال انہیں سو قوف اس بنا پر  
قرار دیا کہ عزیز و قریب سب کو چھوڑ دیا۔ اور ایمان کے مقابلہ میں کسی چیز کی پروا نہ کی  
تو یہ حب یہ شان جو ان سے اعلیٰ درجہ کے عجب کی۔ اور یہ لقب اس کو ملتا ہے۔

سب سے بڑھ کر قل سید القدر حضور اقدس صلی اللہ  
حضور رسول اکرم علیہ وسلم ہیں۔ حضور و بھی کائنات کو ذرا سے نہیں کہتے۔

چنانچہ قرآن مجید میں جا بھی ان کے یہ اقوال موجود ہیں اے یوں بہ حبہ ولایوں  
انہ لجنوں اور خد تعالیٰ سے اس کو بھی زبان ہے۔ انت نعمت ربک عظیم  
گو یہ اختلاف بھی ہے کہ اور کچھ لوگ نہ پڑتے تھے مگر یہ کہہ دیتے ہوں گے اور مشا

نہ ہو اس قول کا گہر نہ کیا ہے کہ نہ سب چنانچہ شہر اور ساحر کی تو کچھ تھوڑے  
لوگ یہ یقینوں لقب حضور پر اس وقت کہتے۔ یعنی شہر اور ساحر۔ اور شہر  
ساحر کا کشتہ ہیں معلوم ہے چنانچہ میں بھی عرض کر دے گا کہ جب دو کشتہ ہوتے تو  
نہ ہر یہ ہے کہ میرے لقب کا کشتہ بھی نہ ہو گا۔ شہر اور ساحر کشتہ ہیں اور  
ایسا ہے جیسا کہ کہتا ہے مشفق من است کہ نزدیک تو زشت است۔ شہر  
ساحر اسے کہتے تھے کہ حضور کے مہار کے ہیں ایسا شہر کہ جب کشتہ تھے تو  
کے خیالات میں انہیں اتنا تبدیل واقع ہو جاتا تھا کہ پس از بیان ان کے اثرات  
اور معنیوں کی تاثیر کو سادہ می کہتے تھے۔ اسی کے اثرات میں کہتے تھے کہ  
لوگ حضور کا کہہ رہے ہیں۔ چنانچہ درتے تھے اور کہتے تھے کہ دیہاتوں کا کہہ رہے  
لا تسموا انہذا انہ ان۔ خبر دار قرن مت سننا پس اس کو سننا ہی خوب ہے۔  
والغوفیہ اور اردو پڑھنے ہی میں تو تم شور و غل پاؤ۔ پھر سیر نہ تھوڑے تھے  
تغیرون شاید اس سے جیت ہو اور اس طرح ہے کہ وہ حضور کو غل موش اور بیل  
تہذیب بھی مانتا تھا۔ غرض وہ بہت ہی ذرا تھے کہ یہ تو شاعر اور شاعر ہیں۔





اپنے ساتھیوں میں پہونچا جنہوں نے اسے جیسا تھا یعنی البوہل وغیرہ۔ وہ سب  
 منتظر بیٹھے تھے۔ البوہل بڑا ذہین تھا اس نے دور ہی سے دیکھ کر ٹار لیا کہا کہ مجھے  
 یہ گیا تو تھا اور چہرہ سے ایسا اثر پڑتا تھا کہ دور ہی سے پہچان گیا کہ اس سے یہ تو دیکھتے  
 دیکھتے گھٹنوں سے اتر رہا ہے۔ اس کے چہرہ کا نوکری رنگ ہی بدلا ہوا ہے۔ کیا تھا  
 اور چہرہ سے ارجٹ اور چہرہ سے۔ جب پاس پہونچی تو سب نے پوچھا ارے ہاں کہہ  
 تو ہے کیا لڑی اس نے کہا کہ اتنی کیا پوچھتے ہو جب میں سب باتیں پیش کر چکا ہوں  
 نے ایک ایسا کوام پڑھا کہ والدہ اگر میں وہاں مقبوضی دیر اور بیٹھا رہتا تو سخت اندیشہ  
 تھا کہ کوئی بجلی میرے اوپر آگرتی۔ کیا پوچھتے ہو کیا کیفیت تھی اثر کی جب امتحان سے  
 یہ کہا کہ میں تم کو ایک ایسی کڑک سے ڈراتا ہوں جیسی کہ عا د اور سود پر لڑائی گئی تو وہ  
 معلوم ہوتا تھا کہ بس اب بھل گری۔ خدا جانتے کیا کام تھا اور کس غصہ کو اس نے  
 اثر تھا۔ والدہ اگر اور مقبوضی دیر بیٹھوں اور سنتوں تو پھر اس کے مسلمان ہو جائے گا۔  
 کوئی صورت نہ تھی۔ مشکل سے اپنا جیسا پتھر اکر آیا ہوں۔ تو یہ حال تھا جس سے  
 کا۔ چونکہ وہ لوگ رات دن دیکھتے تھے کہ یہ الٹ پلٹ کر دیتے ہیں ایک دوسرے  
 تمام قوموں کو ان قوموں جمع ہے قوم کی بنیاد سبقت مقابلہ افتادہ جسم جماعت۔ اس وقت  
 حضور کو تو بائبل شاہ اور ساحر کہتے تھے۔ جب اس قوم نے دیکھا کہ سرور کو  
 مل رہی ہے وہ نہیں لیتے۔ ونٹ مل رہے ہیں وہ نہیں لیتے۔ ہاں میں رہا ہوں  
 نہیں لیتے۔ جس میں حسین عذریہ مل رہی ہیں وہ نہیں لیتے۔ تو وہ نہ سمجھتے تھے۔  
 مجھ پر کوئی شے کی بات ہے۔ جب دنیا کی ساری نعمتیں مل رہی ہیں تو  
 غور ان کے رہے۔ غفلت کی بات تو یہ ہے کہ مبالغہ جیسا پتھر اور دوسلے  
 تو لپیٹا کام اور نہ۔ امتحان سے اس نے اپنے اوپر قیاس کیا۔ جس سے  
 ایک کمر پڑ گیا۔ جس سے غفلت میں کی خواہش پر متانت ہوئی۔ وہ

میں نے اپنے لئے ہم نے سنا ہے آپ نے قرآن شریف کی تفسیر میں ہے میں نے کہا ہاں  
 مناسب کسی ہے۔ تو آپ کیا کہتے ہیں آپ کو کتنا روپیہ ملا۔ میں نے دل میں کہا کہ  
 واہ دیر یہ ہے آپ کا مبلغ پرواز اور طے انگریزوں میں سے کہا کہ مجھے بھی نہیں ہے۔ تو میرے  
 تیس سو پانچ سو روپے آپ نے اتنی بڑی کتاب کی اور یہ بھی نہ تو پتہ کیا نہ مدد ہو۔ اتنی  
 نسبت میں پڑھوں گی اس کے نزدیک جسے روپیہ نہ ملے وہ کوئی دین کا کام ہی نہ کرے  
 خیر میں نے اس کے مذاق کے موافق اسے سمجھایا۔ میں نے کہا کہ اس سے مجھے دو تالیفیں  
 بہت ایک تو یہ کہ مدد اس زندہ کی کہ ہم مسلمانوں کے اقتدار کے موافق ایک دوسری  
 زندگی ہے جس کو ہم لوگ آخرت کہتے ہیں۔ وہاں ایسے کاموں کا عوض ملے گی ہیں  
 تو یہ ہے۔ اور دوسرا ان مدد دنیا کا بھی ہے۔ وہ یہ کہ میں نے جو یہ تفسیر لکھی ہے اسے  
 بیانیہ مسلمانوں کے لئے لکھی ہے۔ اور یہ ایک عمومی حرمت ہے۔ جب میں  
 میں تفسیر لکھتا ہوں کہ ہاتھوں میں دیکھتا ہوں تو مجھے اس بات سے خوش ہوتی  
 ہے کہ میں نے اس سے نفع پہنچ رہا ہے۔ چونکہ یہ تقریر اس کے مذاق کے موافق  
 تھی۔ اس لئے اس کی فکر میں میری بڑی وقعت ہوئی تو پورے روپیہ بیسے اور مجاہد کو  
 متفقہ رائے ہے۔ وہ مدد در ایسے شخص کو کہ بڑا بیوقوف ہے کہ اس نے محض دین  
 کے لئے ہر جہاں سب برباد کر دیا۔ ہر سہ ایکہ دست نے نام پائے ہوئے کی بنا پر  
 اپنے لئے ہر جہاں ہے ایسے واقفہ ضابطہ دانہ مہربانے کہ اب سب لوگ انہیں تیار کرتے  
 ہیں۔ اس لئے کہ ہم یہ کہتے ہیں کہ تمہاری ہی عقلی باتیں ہیں۔ جو اس  
 لئے کہ تمہارے ہر جہاں دست دیوانہ کہ دیوانہ نشہ۔ جو کہ مجاہد اور اس کے  
 سیکرٹریوں نے فقہ دنیا کی کو اپنے قبلہ کو توجہ بنا کر سب وہ ہم پر منتہی ہیں  
 کہ ہر جہاں ہے تو ہم ان پر منتہی ہیں۔ تاہم یہ کہ انہیں روانہ ہوتے ہوئے علی  
 بنیاد یہ ہے کہ سب اس لئے کہ وہ ہر جہاں ہے۔ تاہم یہ کہ انہیں روانہ ہوتے ہوئے علی





کہ جب چاہو گنا اور تمنا چاہوں گا کہ در لاکھ بنا لو گنا تمہیں کیا خبر کہ جس نے ہمارے  
جہ کو چھوڑا ہے اسے کیا کیا کیا گئی ہے

کیا کیا استعجب بندگی پر مغال  
خاک اور گشتہ دچندیں در جہانم دادند  
دانش وقت سراز غصہ بجا تم دادند  
داندراں ملت شب آب حیاتم دادند

یہ ہے وہ کیا اور وہ دولت جو حاصل ہوتی ہے اور جس کے حصول کے لئے جوش میں آکر  
یہ کہتے ہیں

دانش وقت سراز غصہ بجا تم دادند  
داندراں ملت شب آب حیاتم دادند  
وہ مردوں کو کیا خبر اس دولت کی۔ اندھے اور زاد کو کیا خبر کہ لٹ کر کسے کہتے ہیں اور  
رشتہ کیسی ہوتی ہے۔ بتائیں کیا جانے کہ راج میں کیا مزہ ہے اور مشورہ کیسی قبول  
قدیر چیز ہے اسی طرح جن کی باطنی آنکھیں کھلتی ہیں وہ بالکل دولت کی حقیقت کیا  
سمجھیں۔ وہ تو نابہری جاہ و مال چھوڑنے والوں کو بیوقوف ہی بنا دیں گے کہ وہ کس  
روپیہ پیسہ غلامتھا نہیں لیا۔ سرداری مل رہی تھی نہیں قبول کیا اب دیکھتے کہ یہ کس  
کی محنت تھی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ شان تھی۔ تو انہی وجہ کی  
محنت یہ ہے کہ غنیمت زمانہ بیوقوف کہا کریں اور دیوانہ سمجھا کریں۔ یہ تو بڑے نیر کی  
بات ہے ایسی دیوانگی تو مطلوب ہے۔ یہ دیوانگی تو وہ ہے جس کے بارے میں کہا گیا  
ہے

اوست دیوانہ کہ دیوانہ نشہ  
مرعس را دید و در خانہ نشہ  
اوست ماگز نشہ در دیوانہ ایم  
مست آن ساقی و کویہ نہ یہ

اور خانہ شیر زمی فرستد ہیں  
ایہ لکے کہ خراب نشہ کسوں ہاں  
بہ تر و گنج بہد شمشیت تو رہی ہاں  
در جہانم نہی نہی نہی نہی ہاں

بکر اور وہ جنوں کہ ہو جائے تو غم ہوتا ہے اور جیب وہ پیر مرد کرتا ہے تو خوش ہو کر فراتے

ہیں سے

باز سودائی شرم من اسے جیب

باز دیا نہ شرم من اسے جیب

باز آمد بار من در کوئے من

باز آمد بار من در کوئے من

شری ہوتا ہیں اور خدا کا شکر ادا کرتے ہیں کہ دیوانگی پیر الکی اور عقل کو یوں خواب

کرتے ہیں سے

بند تریں دیوانہ سازم شریش را

بند تریں دیوانہ سازم شریش را

در مودہ فراتے ہیں سے

بیز شکستہ می نگیر و نسل شاہ

بیز شکستہ می نگیر و نسل شاہ

تو یہ صفت ہوتی ہے تو رشتہ خوب کیا ہوتی یہ ہوتی کہ صلب میں ایسی صفت

ہوتی ہے کہ بزرگ دیوانہ ہوتے ہیں حدیث میں بھی تو آتا ہے حسن حقیق میں ہے

بکر در شہ حقیقی دیوانہ لیکن اللہ تعالیٰ کی اتنی یاد کرو کہ لوگ تم کو پاگل کہتے

ہیں اور واقعی ایسی صفت ہو جاتی ہے

ایک بزرگ شہ۔ وہ خیال ہوا ہے کہ مرزا بانی سے ذکر اللہ جاری تھا

ذکر اللہ | ان کے بعد میں بے وقت غرض کیا کہ شہر منوڑ میں سی دیر کے لئے خاموش

ہو گیا اور نہ ہونٹ کٹا جیسے کہ ایک منہ فرمایا کہ اگر ہونٹ کٹ جائے گا تو کیا ہو

بجائے جو جیسے کہ بکر اللہ کی یاد کو نہیں لے متعلق کر دیا تو جو جیسے کہ نصرت میں بزرگ

ہو کر ان کے منہ میں رہا کہ اگر وہ منہ نہ پھینک کر دے گا اگر ہونٹ کٹے

تو بے شک وہ بے شک ہونٹ کٹ جائے گا جو جیسے کہ بکر اللہ کی یاد کو نہیں لے

متعلق کر دیا تو جو جیسے کہ نصرت میں بزرگ

زادہ سے رائفت یا سہ در عمل

سگرمی ناچشمه را ناپید خست

ایک زاپتنے جو رو یا مہنت کرتے تھے ان کے ایک رفیق طریق سے کہتا کہ رو یا مہنت

ورنہ آنکھیں شراب ہو جائیں گی سے

گفت ترا پند و پرور و نصیحت جدا

چشمه بنده با خدایند اسما جمال

زراہت ہے کہ وہاں سے شمالی تہیں یا تو یہ کہیں وہاں کے پانی کی پانی

گئی

گر به پیش نور حق بنویسید چه غم است

روسان خلق و دیر شکرت

مکتوبہ اعلیٰ سے بھیجے گا جس میں وہی بیان ہوگا۔

یہ دو انجیلیں کہیں ایسی کہوں انجیلیں کہیں ہوتے اس کے ساتھ ساتھ

ایب تیمور

۱. رنند بینید نور حق را که هر چه بود

اور اس حال میں دیکھ کر تو ایسی کیفیت دکھائی کہ چاروں جانب کی مہتر سے دور ہو کر

ہی کیا جس کو وہ چاہے وہ کسی دے اور وہ چاہے ہی کیا جس کو وہ چاہے وہ نہ دے

وہاں سے آکر اور ایک دن میں کئی بار یہ لکھ کر پڑھا تو اس کا دل بہانے لگا۔

۱-۲-۳-۴-۵-۶-۷-۸-۹-۱۰-۱۱-۱۲-۱۳-۱۴-۱۵-۱۶-۱۷-۱۸-۱۹-۲۰-۲۱-۲۲-۲۳-۲۴-۲۵-۲۶-۲۷-۲۸-۲۹-۳۰-۳۱-۳۲-۳۳-۳۴-۳۵-۳۶-۳۷-۳۸-۳۹-۴۰-۴۱-۴۲-۴۳-۴۴-۴۵-۴۶-۴۷-۴۸-۴۹-۵۰-۵۱-۵۲-۵۳-۵۴-۵۵-۵۶-۵۷-۵۸-۵۹-۶۰-۶۱-۶۲-۶۳-۶۴-۶۵-۶۶-۶۷-۶۸-۶۹-۷۰-۷۱-۷۲-۷۳-۷۴-۷۵-۷۶-۷۷-۷۸-۷۹-۸۰-۸۱-۸۲-۸۳-۸۴-۸۵-۸۶-۸۷-۸۸-۸۹-۹۰-۹۱-۹۲-۹۳-۹۴-۹۵-۹۶-۹۷-۹۸-۹۹-۱۰۰

در این کتاب

تیسری منزل

مجلسه اول

[illegible]

*[Faint handwritten notes at the bottom of the page]*

*Journal of Management Education* 30(6)p. 789-804

پیش از این در این کتابخانه

[illegible]



ہندو ہر وقت توجہ حق کی طرف رہتی ہے۔ ایک استغراق کا عالم ہمارے رہتا  
 ہے۔ وجہ توجہ کسی اور طرف نہیں تو بہت سی باتوں میں مہول ہوجاتی ہے۔  
 کرب و سختی کے سوا انھیں اور کچھ یاد ہی نہیں رہتا (بقول اختر جامع ۱۲) سے  
 ششہ حیرت کوئی بسا بھی نہیں ہے۔ میں خود ہول میں رہا ہے کہیں ہوش کہیں ہے  
 ہمیشہ رہتا ہوں کہ خود کی کشتی میں بہاؤ نہ میرے لئے ہے نہ میں یہاں کہیں  
 توجہ کسی کو اس دنیا یا دوسری دنیا میں نہ کہیں گے تو اور کیا کہیں گے۔ میں نے اپنے استاد عظیم  
 رحمۃ اللہ علیہ سے خود سنا ہے۔ میں ناگوار وہ زبردست عالم ہونے کے برے درویش اور  
 صاحبِ بدیہی تھے۔ فرماتے تھے کہ میں نے ایک مرتبہ خط لکھ کر آخر میں دستخط  
 کیا ہے۔ تو اپنا نام ہی بھول گیا بہت یاد کیا مگر یاد ہی نہ آیا۔ اللہ اکبر کیا تم کو نا  
 مستغراق کر کے اپنا نام ہی یاد نہ رہا۔ ایسا حیرت انگیز واقعہ ہے کہ اگر میں نے  
 غور و فکر سے نہ سنا ہوتا تو یاد نہ آتی مگر تمنا حضرت صاحبِ ہدایت میں بھی اس رنگ کے  
 ایک بزرگ نے سنا ہے۔ پورے شامی رشتی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دن آپ کی صاحبزادی  
 صاحبزادی صاحبہ چارہ بیٹھیں۔ دیکھا کہ پانچ بیٹے لڑکی لڑکی آپ بہت غور  
 سے دیکھ رہے ہیں کہ ہائی گھر والے کہتے تھے کہ یہ لڑکی میری ہے۔ یعنی یہ میری  
 بیٹی ہے۔ یہ لڑکی لڑکی ہے۔ کچھ دنوں کے قول سے استدلال کیا یہ نہیں سہی  
 مگر اللہ تعالیٰ نے ارشاد کیا کہ یہ لڑکی میری ہے۔ ان کا بھی یہی رنگ  
 تھا۔ یہ لڑکی لڑکی کے پرستار کی شادی کا ہونا تھا۔ انھیں کو دیکھ کر اچھا ارستہ بھائی  
 یہ لڑکی ریت میں بیٹھ کر دیکھا کہ حضرت کے پوتے کا نکاح ہے فرمایا: کیا ان کا  
 نکاح ہے۔ حضرت نے فرمایا: ہاں۔ ان کے لڑکے ہیں۔ ان کے بیٹے ہیں۔ یہ لڑکی  
 کو دیکھ کر پوتے کے صاحبزادے سے فرماتے تھے: ہاں بیٹا ہاں لڑکی تو تم سے کہا  
 تھا کہ یہ لڑکی میری ہے۔ لڑکی لڑکی ہے۔ یاد رہے کہ یہ لڑکی یاد رہی

نہیں رہتا۔ پھر تھوڑی دیر بعد وہی سوال کہ میاں یہ کیا ہو رہا ہے۔ یہ لوگ کس لئے  
 جمع ہوئے ہیں۔ پھر کہہ دیا گیا کہ حضرت زکاج سبہ فرمایا ارسے بچائی ہم تو بھول بھول  
 رہتے ہیں کیا کریں۔ اب ہم وچیس بھی تو مت بتانا کوئی کہاں تک بتائے۔ ابھی ہو گا  
 ہمیں پوچھنے ہی کی کیا ضرورت ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق ردو لومی رحمۃ اللہ علیہ  
 کا حال حضرت شیخ عبدالقدوس صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ انتہر  
 استغراق تھا کہ ہمیشہ تو نماز جماعت جامع مسجد میں پڑھتے تھے لیکن راستہ ٹھہر  
 بھی یاد نہ ہوا یہ کیفیت تھی استغراق کی کہ حضرت کے ایک خادم شاہد تیار رہا کہ  
 آگ چلتے اور حق حق کہتے جاتے پس اس آواز پر چلتے جاتے اور مسجد تک پہنچ  
 جاتے کیا ٹھکانہ ہے استغراق کو کہ تمیں برس تک ایک ہی مسجد میں نماز پڑھتی مگر راستہ ہی  
 یاد نہ ہوا اس قدر تو استغراق تھا کہ تباہ سنت کا یہ حال تھا کہ کسی ادنیٰ سنت کو بھی  
 کہیں ترک نہیں کیا۔ غرض تمیں برس تک نماز جماعت جامع مسجد میں ادا کی کہیں پھر  
 بھی راستہ یاد نہ ہوا۔ وجہ یہ کہ ایک دل میں دو چیزیں نہیں رہا سکتیں۔ اہل اثر  
 کے قلب میں ایک ایسی چیز بس گئی ہے کہ کسی دوسری چیز کی اس میں گنجائش ہی نہیں  
 رہی۔ حضرت یوں کہتے کہ مجھ کو یہ کہیں تو کیا کہیں جنہیں نہ راستہ یاد نہ آتا۔ یاد  
 نہ خادم یاد رہتا تو ایسوں کے بارے میں میں کہیں کہ کہ مضموم ہوتا ہے دماغ میں ان  
 سب سے اور نادانوں تمہارے ہی دماغ میں نہیں ہے۔ ہر چیز ان کے نزدیک آکر ٹھہرتی ہے۔  
 اندر ہوتا وہی جگہ جگہ (بقول استغراق جامع سے)

درد یہ اور کو تھا تو وہ مری جاتا کہ نہ کہے بلکہ ناز شکایتی ہے

یہ ان کے دماغ ہی کی نوعیت و نوعیت ہے اس قدر مضبوط ہے۔ چنانچہ حضرت غلام  
 عبدالحق ردو لومی رحمۃ اللہ علیہ باوجود اس قدر مغرب الحال ہونے کے فراموش  
 منہ پر کچھ بود کہ از یک قلر بہ فریاد آید اینجام برانند کہ دریا با فرد بزند و آمد و رفت نرند

کو ترنقل کرتے بھی جب تک ہوتی ہے۔ لیکن ان کو تنقیر میں بہ فرستے ہیں۔ منصور  
بچہ تھا کہ ایک قلعہ میں شور مچانے لگا۔ یہاں مرد ہیں کہ سمندر کے سمندر چڑھ چکے ہیں

اور وہ نہ ہیں (بقول جامع سے)

کر شہزادہ کی بس اسے جہنم تک  
ایک چلو میں یہ حالت ہو گئی  
تو وہ ہو کہ ان کے اندر ایک ایسی چیز تھی جس کو منصور بھی منہ نہ کر سکے جب  
منصور نے وہ چیز منہ نہ ہو سکی تو اوروں سے تو کیا ہو سکتی ہے۔ یہ چیز جس کے  
اندر یہ ہے کیا ہے۔ جامع مسجد کا راستہ یاد رہ سکتا ہے مگر اس کے ساتھ ہی، مستقامت  
یہ ہے کہ نہ رشتہ نماز جماعت بھی کہی نہ چوٹی۔ یہ غنا اتباع حضور اقدس صلی اللہ علیہ  
و سلم، اور اس اتباع ہی کی برکت سے اس درجہ تک پہنچے اور یہ رتبہ پایا۔ اور  
اتباع میں ایسی برکت ہونے کا ایک راز ہے جس کے منطق پہلے ایک حکایت سن لیجئے  
تقریباً ایک دہائی میں شیخ محمد عالم وہ خود مجھ سے اپنا راقع بیان کرتے تھے  
کہ ایک مرتبہ کسی اور بستی میں جہاں ہاتھ راستہ میں ایک مکان کی دہلیز میں سے ایک  
بڑی لڑکی آواز آئی۔ انہوں نے مجھ کو بلا کر بڑی محبت سے میرے پاس پر اور میری  
کہ میرا بڑا پیارا اور پیارا کیا اور مجھ کو میرے لئے سعادتیار کیا اور کہا کہ اگر کبھی تمہارا  
کچھ ہو کرے تو میرے پاس ہو کر جایا کرو۔ مجھے بڑی حیرت ہوئی کہ اس بڑھیا سے  
میرے لئے جو نہ چہاں نہ چہاں یہ کیوں ایسی محبت سے پیش آرہی ہے۔ آخر میں نے پوچھا کہ  
بڑی لڑکی میری کیوں اتنی غلام کر رہی ہو۔ اس نے ایک ٹنڈی سانس لی۔ اور کہا کہ  
میرے پاس ایک میرا بیٹا ہے وہ بہت دن سے پر راس میں ہے اس کی ایسی ہی شکل  
ہو رہی ہے میری۔ مجھ میں دیکھ کر جب وہ یاد کیا۔ اور اس کی شکل دیکھنے کی وجہ سے  
مجھ سے بہت ہنسی۔ تم میرے بیٹے کی شکل پر ہو اس لئے تم پر پیار آیا۔ یہ ایک مثال  
ہو کہ جو اللہ تعالیٰ کے محبوب جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر پیار ہے

آپ کی سی ہیئت بنانا ہے اس پر خدا تعالیٰ کو محبت اور پیار آتا ہے کہ یہ میرے محبوب  
کا ہمسکے ہے یہ راز ہے حضور کی اتباع میں خاص برکت کا اور یہ ایسا طریق ہے وصال  
کا جو سب سے زیادہ نزدیک ہے۔ اس کو جو اختیار کر لے وہ بہت جلد پہنچے گا اور  
وہ بہت جلد کامیاب ہوگا اور رہے

کہ ہرگز ہمنزل نہ خواہد رسید

خوف ہمیر کے رہ گزید

تو اس رفت پر درست نہ آئے

میں دار سعدی کہ راہ صفا

بدون حضور کے اتباع کے کچھ نہیں ہو سکتا۔ خود حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ قل ان کثرتکم  
تحبون اللہ تا تبعونی مے بیکم اللہ کہہ دیتے ہیں رسول اللہ کہ اگر تم کو خدا سے محبت  
ہے تو میرا اتباع کرو۔ خدا کو تم سے محبت ہو جائے گی۔ ہر کسی کو یہ فہم ہونا چاہیے  
کہ یوں فرمتے کہ تم کو خدا سے محبت ہو جاوے گی مگر یوں نہیں فرمایا۔ گویا اس طرف اشارہ  
ہے کہ تم کو کیا خدا سے محبت کرتے تمہارا تو کیا مقصد ہے۔ ہاں خدا ہی کو تم سے محبت ہو  
جائیگی۔ اگر رسول کا اتباع کرو گے۔ اللہ اکبر۔ ہم اگر چاہتے اور کوشش کرتے رہیں  
تو خدا کو محبت ہو جائے تو قیامت تک بھی یہ دولت نصیب نہ ہو پائی کیونکہ کہ ہمارے  
حوالہ کہاں واجب ہے نسبت خاک را با عالم پاک۔ لیکن انما برائتہ مرتبہ خیر اللہ  
غنیہ و علم کے اتباع سے حاصل ہو جاتا ہے۔ تو صاحبو ثمر کی تہذیب یہ ہے۔ یعنی حضرت  
کا اتباع۔ حضرت شیخ عبد اللہ رودوسی کو بھی انما برائتہ شریک کے اتباع سے  
حوالہ ہوا تھا۔ چنانچہ آپ سے بھی کوئی صفت ترک نہ ہوتی تھی۔ مگر استغراق تھا  
رہتا تھا کہ تیس برس تک جامع مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے جانتے آتے رہے۔ پھر  
راستہ یاد نہ ہوا۔ تو ایسا استغراق تھی۔ ایک دن رودوسی سے باہر بہت دور ایک  
نہر کے کنارے جا رہے تھے۔ یہ جگہ بہت پسند آئی۔ فرمایا کہ یہ تو جسے اللہ کی  
جگہ اب میں رہا کر رہا ہے۔ چنانچہ وہاں مقیم ہوئے۔ یہ جگہ بہت بہتر و زیادہ

اپنے رہنے کے بہت زمانے کے بعد ایک دن کچھ اتفاق ہوا تو وقتاً دریا پر ٹنڈی  
 نہر سے فرمایا کہ اسے میاں رودولی میں تو چھپے کوئی دریا نہ تھا اب یہاں دریا بھی

بہت زیادہ ترسے تھا مگر اسے رودولی سے گئے ہوئے تو حضور کو بہت دن ہو گئے  
 نہر فرمایا کہ اسے یہ رودولی نہیں ہے تو چلو بھائی میاں سے۔ مگر سے بے گھر ہو کر ناٹھیک  
 نہیں۔ یہ لڑی یہ بھی تیر نہیں کہ یہ رودولی ہے یا کوئی اور مقام۔ ایسے شخص کو غنڈہ زمانہ  
 لکھتے ہیں کہ آخرت کیا پائل نہ کہیں گے۔ مگر مقبول ہے یہ لقب اور منہ و جب ہے یہ حالت  
 اس وقت کہ قرآن مجید سے معام ہوتا ہے کہ بناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

کہ جس پر یہ چاہا گیا ہے۔ جیسا کہ میں بیان کرتا ہوں۔ اور اولیاء اللہ کو بھی یہ ہی  
 کہ یہ بہت چٹا چٹا ہے۔ لیکن وہ من ان الذین امتوا الذین انزلنا فی قسم  
 یہ ہے کہ ان کے ایمان کو ذلیل کر کے ان پر جھٹلے ہیں اور ان کے ساتھ مسخر  
 کرتے ہیں اور ان کے دلوں کو اس سے گھیر نہ پاتا ہے۔ جسے واسے یہاں ہیں  
 یہ مسخر ہیں اور اپنے آپ کو ان سے بڑھا ہوا سمجھتے ہیں کیونکہ قیامت کے روز  
 ان کے دلوں کو بڑھتے ہوئے رہیں گے۔ اور یہ کٹے ہوئے ہوں گے۔ (انزال)

میں نے یہ سب کچھ سن کر ہنس دیا

لیسا پیڑو کہ آتا سوار شاد ہر دو

بہت بڑا تیرا دھڑکا ہوا ہوش

یہ سب کچھ سن کر مسخر ہوا

میں نے کتنی سنا میری زبان سے

بہت بڑا تیرا دھڑکا ہوا ہوش

میں نے یہ سب کچھ سن کر ہنس دیا اور یہ کچھ پیش کر کے ان کے پاس

میں نے یہ سب کچھ سن کر ہنس دیا اور یہ کچھ پیش کر کے ان کے پاس

میں نے یہ سب کچھ سن کر ہنس دیا اور یہ کچھ پیش کر کے ان کے پاس

بھی راضی رکھو اور ضرر نہ اگر بھی اگر نہ کو معبود اور مقصود سمجھتے ہو تو مخلوق کو راضی یا ناراض  
 کرنے سے قطع نظر کر لو۔ قصداً تو کسی سے بڑا بیڑ نہیں۔ لیکن اس کی بھی کوشش  
 نہ کرو کہ مخلوق ہم سے راضی ہی رہے۔ بس اس نشان کا ہونا چاہیے مسلمان کو۔ لیکن یہ  
 ضروری بات ہے کہ یہ نشان بھی پیدا ہو سکتی ہے جب حضور کا پورا پورا اتباع کیا جائے  
 گو یہ بھی ضرور ہے کہ اس حالت میں لوگ ملامت کریں گے مگر تمہارا یہ مذہب ہوتا ہے  
 نہ از عشق رائج سلامت شر شار سوائی کوئے ملامت

اور خوش ہونا چاہیے کیونکہ اس میں ایک راز ہے وہ یہ کہ جس میں ملامت ہو جاتی ہے  
 اس میں آدمی بچا ہو جاتا ہے۔ مثلاً کسی نے دائرہ کی دھڑکی تو دائرہ منڈا دے دے  
 اس پر نہیں گے کہ اے مولانا صاحب۔ اے حضرت قبیلہ یہ ضرور ہو گا۔ اور یہ تکرار  
 بھی ہو گا۔ لیکن اس کا اثر یہ ہو گا کہ اگر کبھی جی بھی چاہے گا منڈا اے کتب بھی اس شہ  
 میں اگر نہ منڈا لے گا۔ اور ان کی ضد میں دائرہ کی دھڑکی کا اور بھی پختہ لازم کر لیا تو یہ  
 نفع ہے ملامت میں۔ غرض حضور کے اتباع میں ملامت کی ہرگز پروا نہ کرنی چاہیے  
 اگر لوگ تم پر نہیں باطن کریں تو دیگر ہونے کی کیا وجہ ہے۔ سبحان اللہ میاں۔ یہ تو  
 بڑی خوشی کی بات ہے۔ یہ تو وہ مرتبہ ہے جو حضرات صحابہ کو حق تعالیٰ نے عطا فرمایا  
 اس وقت بھی اہل ایمان پر یوں ہی لوگ ہنسا کرتے تھے۔ تو جب حضور کا اتباع کرو گے  
 لوگ نہیں گے ضرور۔ لیکن اس کی کچھ پروا نہ کرو۔ اب فرض کر دو تم کوئی شہ  
 کی بارگاہ۔ تو لوگ ٹھنڈے دینا شروع کریں گے۔ اور سینکڑوں نشان پڑنی شروع ہوں گے  
 کہ یہ بڑے متقی تھے ہیں کہ باوا داد اسے بھی بڑے گئے۔ باوا داد اسے جو رہیں چاہیں  
 تختیں سب نامائزہ ہی قرار دیدیں ایسے کنوس ہیں کہ برادر می کاٹا بھی اڑا دیا۔  
 یہ سب طعن و تشنیع منکر بھی تم خوش رہو اور کچھ پروا نہ کرو۔ عشق میں جہل و صواب  
 بھی کوئی سلامت رہا ہے لہذا تم کو خوش ہونا چاہیے اور یہ کہنا چاہیے

نہایت خشک رکنی سدا مت  
نہایت سدا مت

اور سنو اگر لباس شرع کے موافق پہنوں گے تو غلط نہیں لوگ منہیں گے کہ یہ کیا دقتا تو می  
لباس پہننا ہے۔ اول بھول گئے کی بھول پہرہ دیکھو تو دشت برستی ہے۔ اس کے واسطے  
کے پہرہ پر تو دشت ہی زیب دیتی ہے۔ مانگ پر تہ زناؤں کا شعار ہے۔ والٹو وہ  
نہایت منہیں برکوٹ بوٹ سے درست ہو۔ تہا کی قسم جن کے دلوں میں محبت گھس  
گئی ہے انہیں اپنے سر اور پاؤں کی بھی خبر نہیں۔ کوٹ بوٹ تو کیا پہنتے۔ اگر ان  
کے پاس کپڑی جوتی اور پٹا لباس بھی ہو گا تو انہیں عار نہ ہوگی۔ اور اب تو یہ حالت  
ہے کہ جب مرد و عورتوں نے باریک کپڑے پہنے شروع کر دیئے ہیں۔ اگر کوئی اپنے  
کپڑے شریفیت کے موافق پہنے تو کہتی ہیں کہ یہ کیا کپڑوں اور تصانیفوں کے سے  
کپڑے پہنے ہیں۔ اس قدر حسیت اور منہ مٹا ہوا لباس پہننا کہ بدن کی ساخت اور  
سارے راسیت ہی ظاہر ہونے لگتی ہے۔ اگر اتفاق سے کسی غیر محرم کی نظر پڑ جائے تو  
کس قدر سبک دہشتی ہے اور پائپے ایسے جیت کہ پٹلی میں چکی لیں تو کمال جگہ گشت  
کی بوائے تک اگر آئے پھر ادھر سے کھڑے جوتے مارا نہ گرام ہے۔ عورتوں کے لئے  
مردوں سے مشابہت حدیث میں لعنت آئی ہے ایسی عورتوں پر جو مردوں سے  
مشابہت کریں۔ اور اس قدر حسیت پائپے بازار والی فاسق فاجر عورتوں کا شعار  
ہے۔ اور مشابہت فاسق فجار کی بھی ناجائز ہے۔ اس کا فساد فقط لفظاً ہے بقصود  
یہ ہے کہ ذرا آن بان سے رہیں اور بغیر بصورت معلوم ہوں اور کوئی یوں نہ کہے کہ  
یہ بے بازان کے سے ڈھیلے پائپے ہیں۔ جیسے تیلی مارنی پہنے پھرتی ہیں یعنی سنگی  
رہنہ رہیں تو اب عورتیں بھی اس طرح سے طعن کرنے لگی ہیں۔ غرض عورتوں نے بھی  
بے باکانہ مردوں کا سانپا نہ کرنا شروع کر دیا ہے۔ بینڈ کی کو بھی نور کا م ہوا۔ مردوں  
کا یہ مشابہت ہی عورتوں کو بھی ہوا اور مردوں کا لٹا خیر حل بھی سنا ہے۔ کیونکہ



ایک کو دوسرے کی اندرونی حالت معلوم نہیں۔ جیسا چاہو اپنے کو ظاہر کر سکتے ہو۔  
 مگر غریب گھروں میں آتے جاتے والیاں ایک کو دوسرے کے گھر کی خبر۔ یہ ایک  
 دوسرے سے کیونکر اپنا اصلی حال چھپا سکتی ہیں۔ اس لئے مرد اگر فغان کر رہے ہیں تو  
 ان کی اتنی موقوفی نہیں کیونکہ ایک کو دوسرے کا حال معلوم نہیں کہ گھر میں چوتھے باری  
 کھارہے ہیں۔ تھکن نہیں کھنٹی۔ بس ایک بوڑھا انگریزی بنالیا۔ اور ہر موقع پر ایک ٹکے  
 خٹکیں بن گئے جو غریب ہیں انھوں نے بھی بس ایک اچکن بڑھیا بنوالی۔ اور ہر  
 موقع پر وہی اچکن ڈاٹ لی۔ اور نواب کے بچے بن گئے۔ حالانکہ گھر میں ناک بھی نہیں  
 بعض لوگ انگریزی کا ایک حرف بھی نہیں جانتے لیکن خٹکیں کا سازنگ و ردغن بنا  
 ہیں۔ ردغن پر ایک حکایت یاد آئی۔ کوئی ایسے ہی تھے شیخی باز۔ قاضی و قاضی  
 نہایت امیر تھے اور گھر میں کھانے تک کو نہیں۔ روز گھر سے اگر اپنے دوستوں میں شہن  
 بگاز کرتے کہ آج گوشت بہت مزیدار کیا تھا پارڈ بھی اچھا تھا۔ چاہے گھر میں  
 اور شکہ بھی میسر نہ آیا۔ یہاں ذائقہ ہی سے ہزل۔ اور ترکیب یہ کرتے کہ گھر میں جو  
 تہہ کا چراغ تھا اس کو نیل انگلیوں اور موچوں کو لگا دیتے تھے دیکھنے والوں کو  
 معذور ہو کر واقعی نوب صاحب بہت مرغن گوشت اور پلاؤ کا کر آتے ہیں۔  
 ایک دن عیب دل لگی ہوئی۔ صاحب دستور چراغ ہیں سے نیل لیکر جو موچوں  
 کو چھٹے لٹ لٹاؤ سے بتی بھی موچوں میں لپٹ گئی۔ اور چرخہ وہ بت بت  
 چھوٹی سی رہ گئی تھی اس لئے ان حضرت کو وہ محسوس بھی نہ ہوئی۔ باہر صاحب  
 و دست دوستوں میں ڈینگیں مار رہے تھے کہ وٹھ آج کا پلاؤ تو بہت ہی مزیدار تھا  
 ایک صاحب کو خبر جو موچوں پر پڑی تو کیا دیکھتے ہیں کہ چراغ کی بتی لٹی ہوئی  
 تھی۔ بس ساری بتی کھل گئی کہ حضرت چراغ کا نیل موچوں میں سے گر کر بتی  
 تھکے لوگوں پر پڑا ہر جہر کہ بہت مرغن کھانے کھاتے ہیں۔ فوراً انھوں نے کہا کہ بتی



ایسے پردہ سے مرد بھی خفا ہیں۔ کسی نے ہمت کر کے اپنے قریبی نامحرم رشتہ داروں سے بھی پردہ کرنا شروع کیا تو اب چاروں طرف سے اعتراض کی ٹھیر مار ہے۔ ایک صاحب کہتے ہیں کہ میاں کچھ نہیں اب عزیزوں میں آپس میں محبت ہی نہیں رہی۔ دوسرے صاحب بھی اینٹھٹے کہتے کہ ان کے گھر حجاب میں تو کیا دیواروں سے لڑکیاں۔ اب ہم ان کے یہاں جانا ہی بند کر دیں گے۔ سب ان اللہ کی عزیزوں کے تعلقات اور آپس کا پہل چول بدلے پردگی ہی پر موقوف ہے اگر یہ معنی ہیں تو بہ لفظ باللہ اللہ کیا پر اعتراض ہے کہ ایسے قریبی رشتہ داروں کو بھی نامحرم قرار دیدیا۔ امتن اللہ مگر اسی میں لگتی ایسی کسی ہمت والیں ہیں کہ چاہے کوئی ہو وہ کسی نامحرم کے سامنے نہیں آئیں۔ چاہے کوئی برا مانے یا بھلا مانے اور اکثر جگہ تو پردہ کی ایسی کمی ہے کہ محرمیت نہیں کچھ نہیں دور دور کے رشتہ داروں کو یہ تکٹ گھر میں بہ لگتی ہیں اور بے محابا ان کے سامنے آجاتی ہیں۔ یہ بالکل ناجائز ہے اور گناہ ہے مردوں کو چاہیے کہ وہ انہیں تنبیہ کریں اور سب نامحرموں سے پردہ کرائیں۔ اگر کسی کو ضرور ہو تو بڑے ہو۔ کچھ پروا مت کرو۔ ہرگز ڈھیل پان نہ برتو۔ بلکہ مردوں کو چاہیے کہ اگر کوئی نامحرم رشتہ دار عورت ان سے پردہ نہ کرے تو وہ خود اس سے چپا کر پیچھا ایک خزانہ تھیں یعنی میرے والد صاحب کی سالی یہ دستور ہے ہی کہ شو اس بی بی جہنوی سے پردہ نہیں کرتیں۔ چنانچہ وہ بھی والد صاحب کے سامنے آتے ہیں۔ والد صاحب اگر یہ علم میں ان سے بہت بُرے تھے اور باپ کے برابر تھے۔ لیکن ان کو غیرت کی رشتہ سامنے آتے تھے منہ کر دیا انہوں نے مانا نہیں اور پھر بھی سامنے آئیں۔ وہ نہ صاحب دنیا دار تھے مگر غیرت دار بڑے تھے۔ ایک بزرگوار شہر دار جو کہ سے سامنے آکر انہیں لڑو لڑو کہتا بہت برا مانا اور سامنے آکر کہتا تھا کہ یہ میرے عزیز کو برا کر رہا ہے۔

دنہ۔ مگر صاحب نے کچھ پروا نہ کی۔ پردہ کر اگر تھوڑا۔ اسی طرح تم کرو۔ اگر کوئی  
 بُرا نہ کیا ہے۔ مگر یہ کچھ پروا نہیں کرنی چاہیے۔ بُرا مان کر کوئی کریں کیا۔ اچھا تو  
 سب سے بڑا دیں۔ کوئی اپنا نہ رہے یوں ہی تسلی خلق سے کہے۔ جب کوئی اپنا نہ  
 رہے۔ تو یہ سب سے بڑا تو قیامت کی ہو جائیگی۔ تب تو سوچو گا کہ بس جی ابوالشہ میاں ہی  
 مستحق ہے کہ یہ چاہیے۔ بقول کیسے

تو جب کیا تنگ تھوں نے تو خیر یاد آیا۔

اب یہ کہ اگر بایں اقربا یا دوست یہ سب جواب تھے اب کوئی جواب نہ رہا۔ اب  
 خدائے تعالیٰ نے توفیق کم ہوں اتنا ہی اچھا۔ ہمارے ایک بزرگ تھے ماموں انداد  
 صاحب۔ وہ بچے تو ایک آزاد نش درویش تھے مگر باتیں بڑی نکستہ کی فرمایا  
 کرتے تھے۔ کہ ترک اندیز تو ہونا بہت مشکل ہے مگر ہاں جب کسی پر میاں کا  
 غم ہو تو اس کو متروک اندیز بنادیا جائے یعنی ایسے اسباب غیب سے پیدا ہو  
 جاتے ہیں کہ خود دنیا سے کوچ ہو جاتی ہے یہ صورت ہوتی ہے ترک دنیا اور ترک تعلق  
 اور ترک ترک اندیز ہو گیا اور دنیا سے نفور ہو کر ترک اندیز بن گیا۔ اور  
 بچے کو بڑا چاہیے کہ اسے راضی کر دے۔ راضی تو ایک ہی ہوتا ہے۔ کسی تو راضی ہوا  
 نہیں کرتا۔ تو خیر یہ کیسے کہ صرف ایک اللہ کو راضی رکھ بہت سے آدمیوں کو  
 کہیں تک نہیں رکھ سکتا۔ مگر اللہ شہداء مریدانہ فیہ شریکاء متشاکسون و حواری  
 علیہ السلام ہیں۔ لیکن وہ ان مشرقات و ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ نے ایک مثال بیان فرمائی کہ  
 ایک شخص بہت سے لوگوں سے ملتا ہے۔ وہ لوگوں میں بہت سے لوگوں سے ملتا ہے اور ایک اور شخص  
 کہ جس سے ایک شخص کو ملتا ہے۔ کیا ہی درویش کی حالت کیسا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی دان در دہندہ۔ اور چشم از ہمدی مر فرو بند

اللہ تعالیٰ کی دان در دہندہ۔ اور چشم از ہمدی مر فرو بند









ہیں جو کہ آثار کے مذکور ہیں۔

محبت کا انبیاء

یہ آثار مسلمانوں میں کم ہیں الا ماشاء اللہ محبت کے آثار

یہ ہیں اذلتہ علی المؤمنین اعزته علی الکافرین۔

شہزادوں کے ساتھ نرمی آپ اور اللہ کے محبتوں کے ساتھ سخت ہیں۔ ایک تو یہ

آثار دوسرے آثار کیا ہیں یہ ہیں۔ میباعدون فی سبیل اللہ۔ بڑی محبت کے

آثار ہیں۔ تو دیکھئے محبت کے آثار میں سے عمل بھی سب اور صاحب کیوں نہ ہو

رہبت ہر وہی ہر کیوں نہ ہوگی (البول شفعی)۔ ممکن نہیں کہ آگے اور

پس نہ ہو) ہیں بلکہ ترنی کر کے کہتے ہوں کہ اگر کہیں تمہارا محبوب مددوں کے بعد ترستے

ترستے تو بھائی ایمان سے کہو تمہارا کیا چاہیگا۔ کیا یہ جی نہ چاہے گا

کہ میں کو اس سے م کریم اور دوسرا اس کے پاس میرے ہیں۔ اور جا کر اس سے لپٹ

جائیں۔ کیا دوسرے سے لپکے اس سے گفتگو نہ کر دے گا اور کیا زبان سے یہ نہ کہو گے

کہ میں دوسرے سے ملوں کی آرزو پوری ہوئی۔ اور کیا دوسرے سے دوستی نہ کرنا

نہ کرنا۔ اور زیادہ ہفت ہوئی تو کیا اس کی جڑیاں جس ہاتھ میں سے پھر پھر کیا

یہ نہ کہو گے۔ کیا اس کے دوستوں سے آگے نہ مانو گے غرض کیا کیا نہیں کر دے گا۔

یہ محبت سب سے۔ اور ایک عاشق الیاس کہ شہزادوں سے اور یہ منہ پیر کہ پیر

سے۔ کیا یہ کیا۔ کیا تم کیا جانو۔ اعلیٰ بالہ پیر پیر پیر پیر پیر پیر

کیا یہ کیا۔ کیا یہ کیا۔ کیا یہ کیا۔ کیا یہ کیا۔ کیا یہ کیا۔ کیا یہ کیا۔

کیا یہ کیا۔ کیا یہ کیا۔ کیا یہ کیا۔ کیا یہ کیا۔ کیا یہ کیا۔ کیا یہ کیا۔

کیا یہ کیا۔ کیا یہ کیا۔ کیا یہ کیا۔ کیا یہ کیا۔ کیا یہ کیا۔ کیا یہ کیا۔

کیا یہ کیا۔ کیا یہ کیا۔ کیا یہ کیا۔ کیا یہ کیا۔ کیا یہ کیا۔ کیا یہ کیا۔

کیا یہ کیا۔ کیا یہ کیا۔ کیا یہ کیا۔ کیا یہ کیا۔ کیا یہ کیا۔ کیا یہ کیا۔





پھر ایسوں کو بھلا کہاں بچوک پیاس۔ کہاں حسین آرام۔ کہاں خیر و لذت کا تہہ مہر کہا  
مرغن کھنوں کی رغبت ہاں خدا سے تو کھانچ لیتے ہیں گراہتہ مہر نہیں نہ ان چیزوں  
سے انکو دلچسپی بلکہ ان کا مذہب یہ ہوتا ہے کہ

عاقبت ساز و ترا از دیر برمی  
این تن اگر از دامن تن پرور می  
وہ تو ان سب خیرات سے یکسو ہو چکا ہے اور ہر وقت خدا جانے کس شخص میں ہیں  
چونکہ وہ اہل نسبت ہیں اس واسطے سخت سے سخت کو مہر بھی کر لیتے ہیں۔ مشکل سے ممکن  
کہ ہم بھی نہ کہنے آسان ہو جاتا ہے۔ تو دیکھو یہ خود حق تعالیٰ کے ارشاد ہیں۔ خداوند  
فی سبیل اللہ سے معلوم ہو کہ محب کے واسطے عمل معاف نہیں۔ بلکہ اس پر اور زیادہ  
محنت پڑتی ہے۔ نیز محبت کے آثار میں سے یہ بھی ہے کہ لایخافون فی اللہ لرحمۃ اللہ  
یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں کسی کی خدمت سے نہیں ڈرتے۔ کوئی کہے کہ پر دامن نہیں  
کرتے۔ اپنے کام میں مشغول ہیں کوئی کہے کہ ہاں کرتے ذرا برابر امتیازات نہیں کرتے۔  
انگے فرماتے ہیں ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء وہ خدا کا فضل ہے جس کو چاہتے ہیں  
عطا فرماتے ہیں واللہ واسع عظیم اور احدمیاں بڑی رحمت واسطہ ہیں چاہیں تو  
سب کو یہ نعمت عطا فرما دیں مگر وہ عظیم ہی ہیں وہ چاہتے ہیں کہ کون دینا سکے گا یہ  
کون نہیں۔ جو مانگتا ہے، مہی کو دیتے ہیں۔ کسی کے سر نہیں منڈتے۔ یہ بہت اہمیت کا مرتبہ  
اس سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ کن لوگوں کی مدد ہے اور مدد کیا عطا ہے۔ مدد کا  
جو اصل یہ ہے کہ خدا سے کس محبت رکھتے ہیں خدمت اور محبت میں پورے مشغول  
اٹھاتے ہیں۔ اور کسی کی خدمت سے نہیں ڈرتے۔ بس اسی شان کے شخص کو مندر  
کہتے ہیں۔ اور یہی معنی تفسیر رکھتے قرآن کے اس شعر میں ہیں  
مذاریہ تسبیر من ذاریہ نماں  
کہ دراز دور و دیرم رہ در کہ پارسا  
تو گویا عراقی کا شعر ہے کہ قرآن مجید کی آیت ہے اور قرآن مجید کی آیت تفسیر ہے

سرشار سے تزل کی۔ پس تند روہ ہے جس میں عمل اور محبت دونوں جمع ہوں۔ اور  
جسکی یہ شان ہو

برکت ہے جو شریعت پر کئے سندان عشق  
ہر جہانکے نڈاندہ جام و سندان باطن

اور یہ پارسائی وہ ہے جس میں نہ اٹل ہو نہ جوت۔

ابا میں صرف پانچ منٹ اور بیان کروں پھر ختم کر دوں گا  
چونکہ بہت دیر ہو گئی ہے نیت تو میں ختم کر دینے کی

تقریباً اسی طرح بیان کرتے رہ گیا ہے یعنی وہ تند روہ کی خفیت تو بیان ہو چکی  
مگر اس کے طریق عمل بیان کرنا بھی ضروری ہے۔ کیونکہ محض حقیقت کا اہل معلوم ہو جانا  
میں کے لئے کافی نہیں۔ لہذا وہ تند روہ کی تحصیل کا طریق بھی بیان کرتا ہوں۔ اور یہ

ہر چیز پر چاہئے کہ وہ ایسا طریق ہے جو محبت اور عمل دونوں کا جامع ہے۔ پس ان  
دو اہم چیزوں کی تحصیل کا طریق معلوم ہوتا ہے۔ سو عمل کے متعلق تو میرے کہا جا  
سکتا ہے کہ بہت کر دیکھل ہو یا کیا۔ پس اس کا یہی طریق ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ

محبت کیز کھرید ہو۔ تو ایسے میں اس کا ایک نسخہ ہے۔ کون بدھ پیر کا مفت بتا دیتا ہوں  
میں نے یہ سب سہ سہ اجزاء سے اور وہ سب چھوٹی چھوٹی چیزیں ہیں۔ اور سب سہ سہ

چیزیں ہیں۔ سب سے اول عمل کیونکہ میں اول ہی تقریر میں عرض کر چکا ہوں  
کہ محبت میں ہمیشہ سے محبت پیدا کر دینے کی۔ اور اس کو بہت بڑا دل ہے۔ محبت پیدا  
کرنے میں ہمیشہ کچھ یہ کر دو۔ روز روز کسی کے پاس جا کر دو۔ کیونکہ محبت ہو جاوے گی۔ یہ ہے

تقریباً جو چیز بتائے جائے۔ ایسا تعقیق ہو جاوے گا کہ بہت ہی زیادہ۔ عرض یہ معلوم  
ہے کہ یہ چیزیں جو بتائی ہیں وہ سب اتنی ہی زیادہ محبت ہوں گی۔ وہ جو کہتے ہیں پہلے

کہ محبت میں ہمیشہ سے محبت پیدا کر دینے کی۔ اور اس کو بہت بڑا دل ہے۔ محبت پیدا  
کرنے میں ہمیشہ کچھ یہ کر دو۔ روز روز کسی کے پاس جا کر دو۔ کیونکہ محبت ہو جاوے گی۔ یہ ہے







نے کہا کہ کریمیار ہوں شیر کی شکل بنارہا ہوں۔ پوچھا کس عنوان سے شروع کیا ہے۔ کونسی چیز بنا رہا ہے۔ کہا دم کی طرف سے شروع کیا ہے۔ دم بنا رہا ہوں کہا میاں سے شیر کے دم کی کیا ضرورت ہے۔ بے دم ہی کا بھی۔ اسی چوڑی اس دم کو میرا اس نے دم ہی نہ لے لیا۔ پھر اس نے دوسری طرف سے شروع کیا۔ پھر کچ سے سوئی چھوٹی پیر وہ پیٹنے پر نہ لگا اور پیر پوچھا اب کونسا عنوان بنا رہا ہے ہو کہا ابکی دفعہ کان بنا رہا ہوں وہ بولا کہ اسے میاں پیٹتے شیر بوجھے بھی تو ہوتے ہیں۔ کان بھی چوڑا ہے۔ بویا ہی شیر کی پختہ گیری جگہ سوئی گئی تو پیر پوچھا نہ لگا اور پوچھے گا کہ اب فی اب کیا بنا رہا ہے۔ کہا پیٹ۔ کہا میاں کم بھی عیب آئی ہو اب وہ سسر اکٹھا ہے۔ پیٹ کا نقشہ ہے۔ پیر پیٹ بنا رہا ہے۔ یہ بھی رہے وہ اب تو دل کا کڑا پڑا ہے آیا۔ سوئی اٹھا کر زمین پر پینک دی اور تباہ کر کے

شیر بے گوش دسرا شکم کہ دید  
ایک چنیں شیر سے خدا ہم نہ فریاد  
میاں ایسا شیر تو خدا ہے بھی نہیں بنایا۔ جس کے نہ سر ہو نہ کان نہ پیٹ۔ پھر موانا  
اس سے تیرے نام ملتے ہیں اور فرماتے ہیں سے

چوں نادق وقت سوزن زدن  
از چنیں شیر تریاں پس دم مزین  
نہ تو شیخ کے پاس اصوات کی غرض سے کہ ہو تو اصل کی سنتی اور تیار کو برداشت کر  
اور اگر قزوینی کی طرح سوزن کی برداشت نہیں ہے تو شیر کا نام ہی مت دے۔ اصوات  
کی درخواست ہی نہ کر۔ بھائی وہاں تو اصوات ہی کے طریقہ سے ہوگی۔ پوچھا  
میرے ہو تو نشتر سے ہی نہ۔ اب وہاں تو نشتر کا نام ضروری اور یہاں یہ جس سے  
تو بیک نشتر ریزانی ز عشق  
تو بیک نشتر چھ می دانی ز عشق  
بس نام ہی نام ہے عشق کا۔ ایک ہی زخم کا گناہ کہ بھلا۔ یہاں تو ادب یہ ہے کہ  
چوں گزیدی پیر نازک دل مباحش  
سست و ریزندہ چو آب و بار مباحش

و در بہر زنجیر تو پر کیمنہ نشومی پس کجا بہ صفتی آئینہ نشومی  
 یہ صفت ہو گئی ہے۔ تو حضرت نراذلیفہ اصلاحت کے لئے ہرگز کافی نہیں۔ ترسہ و طیفہ  
 واسطہ پر دل سے والہ تلم والہ تلم والہ تلم جو کہیں اصلاح ہو۔ اصلاح تو ہوتی ہے اصلاح  
 کہ طریقہ سے تو اہل محبت کے پاس جاؤ اور وہ جو کہیں وہ کرو۔ مختصر سے دنوں میں وہ  
 نرسہ تصور ہو جائیگا۔ اور خدا کی قسم اس قدر مختصر ہو گئے کہ تمہاری نظر میں یہ سلسلہ کی  
 بھی کہ سلسلہ اور وقت نہ رہی (حضرت حافظ فرماتے ہیں) سے  
 یہ سلسلہ گشتہ ہو جائیگا شہاد

بیک جو مسکت کا دس کے را

بغیاب میرے پاس قسم سے زیادہ کوئی ذریعہ یقین دہانے کا نہیں۔ اس صاحب  
 مکر میں قسم کی کرکٹا ہوں کہ جو اس طریق سے اسد احوال کی نصیحت حاصل کر لیا  
 وہ ایسا ہو جائیگا کہ پھر اس کو نہ موت کا خوف ہو کہ نہ ذات الحجب کا نہ نمونہ کا۔ نہ بخار کا۔  
 نہ تھرا کا۔ نہ و بار کا۔ کوئی غم نہ رہیگا۔ پس بالکل جنت کی سی حالت ہو جائیگی۔ ہاں غم  
 ہرگز تو ایک کہ اس میں تو ناراض نہیں۔ خدا کے نزدیک میں کیا ہوں۔ نہ جانتے وہ مجھ  
 سے نہ خبر ہیں یا ناراض۔ پس اس غم کے سوا اور کوئی غم نہ ہوگا۔ مگر یہ غم ایسا لذیذ ہے کہ  
 ہرگز اس ترشیاں اس پر شمار۔ اس شخص سے کہ کوئی کہتے گئے کہ اؤ تمہارا یہ غم تو ہم سے پس  
 ہرگز اس کے شوق اپنی ساری خوشیاں تمہیں دیدیں۔ تو کہیں نہ بدلیگا۔ تو حضرت یہ دولت  
 ہے۔ ہاں اللہ کے پاس جانتے اور ان کا اتباع کرتے سے تو حاصل طریق کیا ہے کہ  
 نہ یہ جنت کر کے شہر بیت کے پائیدر ہو جاہر او بالہ۔ اور اللہ اللہ کرو۔ اور کہیں کہیں  
 نہ کہیں جنت میں بیا کر دو۔ اور ان کی نصیحت میں جو کتابیں وہ بتائیں ان کو پڑھا کرو۔  
 یہ سلسلہ سیریں ہیں۔ میں تمہیکہ لیتا ہوں کہ جو ان چار پر عمل کر کے دکھ دیکھا وہ محض  
 یہ سلسلہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا محبوب اور محبوب ہو جاؤ گے ضرور ہو جاؤ گے۔ ضرور  
 یہ سلسلہ ہے۔ ضرور ہو جاؤ گے۔ لو صاحب اب اختیار ہے۔ ہو جائیگا اللہ کے

دیکھئے اور تجربہ کرے۔ اور اس کی ضرورت نہیں کہ مرید ہو جائے۔ ابھی کس کی پیری  
 مریدی سے پھرتے ہو یہ تو پکھنڈ ہے۔ بیعت کی صورت ضروری نہیں اصل چیز بیعت  
 کی روح یعنی اتیان ہے۔ حبیب طیب سے رجوع کرتے وقت کوئی یہ نہیں کہتا کہ تحقیق بیعت  
 کرتا ہوں میں کہ کتنے سے بناؤں گا تم کو حبیب اپنا خدا کرے۔ اسی طرح اس کی کیا ضرورت ہے  
 کہ پیر کے کہ میں تمہیں مرید کیا اور مرید کہے میں سے نہیں پیر بنایا۔ اس بیٹے اور قبولیت کی ضرورت  
 ہی کیسے۔ اگرچہ کاشت کار ہوگا اور طریقہ سے کاشتکاری کروگے اور پھر ذوق و رغبت سے بنی  
 غلہ پیدا ہوگا۔ مرنے مرید ہونے کی ضرورت نہیں۔ پیر کے مٹنے کا کم ضرورہ کر دو۔ بس ہو گیا  
 تحقق۔ دانشور ہی دفع ہوگا جو پیری مریدی میں ہوتا ہے۔ اب لوگوں کا عجب مان ہے کہ کام  
 بتاؤ تو نہ کریں بس بیعت کا نام کرنا چاہتے ہیں۔ بیعت کیا ہے۔ تحقق رہتے ہی رہتے رہ گئے۔  
 چنانچہ جو پیر ایسے ہیں کہ مرید کو کہتے ہیں کہ میں تمہیں بتاؤں گا۔ ان سے تو کتب بہت خریدی  
 ہیں اور ان مرید تو کہتے ہیں کہ میں کام میں آتا ہوں۔ تو عجب۔ ناراض ہیں۔ یوں پیر کہتے ہیں کہ  
 وہ جو مرید ہیں ان میں سے وہ مرید ہیں۔ پیر کے وہ مرید ہیں۔ ان کو بتائے جانتے ہیں۔ یہ  
 خیال ہے کہ مرید کرتے ہی پیر میں پیر کے وہ مرید ہیں۔ اور شوالہ ہو جائے۔  
 دہرے سے پھر دہرے سے کبیرے سے پھر سیار شہر و دیار۔ اور ان کے مرید۔  
 بس میں آگیا ہوں۔ اندر سے نفس کے عزت پر سے۔ چنانچہ مرید ہیں۔ مریدوں کے کہ یہ بات  
 طریقہ میں ہے تو تم یہ آواز دہرائیں کہ ہاں مہی ہے۔ اور اس طریقہ میں کہ پیر  
 بڑے عزت میں پیش آئیں گے۔ بڑی بڑی کیفیتیں ہیں۔ انار مرید ہو کر مرید ہو کر مرید  
 نہیں رہے۔ بھائی مرید نہ تو شرک کے درخت ہیں۔ جو دار سے لڑا ہے تو کیا نہ لڑا ہے تو کیا  
 مرید تو یہ ہونے والا ہے۔ درختوں اور پھولوں کا لڑنا نہ تو شرک کے درخت ہیں۔ مرید کے  
 ضروری نہیں لڑنے میں کہ غلبہ تو ہے ہر گز۔ نہ لڑنے میں کہ غلبہ تو ہے ہر گز۔  
 ہے۔ اور بعضوں کو یہ درخت اور پھول مرید بھی نہیں کہتے۔ دانشور ہی مرید ہے۔



عمل تو اس کے لئے ضرورت ہوگی ہمت کی۔ اب ایک اور غلطی میں لوگ مبتلا ہیں کہ میر بنا کر  
 اس کو پیہ دار اور ذمہ دار اعمال کا سمجھتے ہیں۔ اس میں ان کا تصور نہیں۔ کیونکہ ان کو سمجھا  
 ہے دکانداروں نے۔ چنانچہ ایک گاؤں میں ایک پیر صاحب آیا عباد کرتے تھے۔ ایک بار  
 آئے تو کچھ دیکھتے ہوئے رہے تھے۔ گھر پر مرغی کھانے نہ ملے ہوں گے۔ ایک چودھری نے جو مرید  
 تھا دیکھ کر کہا کہ اسے پیر یہ کیا بات ہے۔ توں (یعنی تو) دبا بہت ہو رہا ہے۔ اب کیا تذا نہیں  
 موقع مل گیا کہ چودھری جی دیوانہ ہوں تو کیا ہوں تمہاری طرف سے کام چلی تو تھے  
 بہت کرتے پڑتے ہیں۔ تم نماز نہیں پڑھتے۔ تمہاری طرف سے مجھے کاندہ پرھنی پڑتی ہے۔ تم  
 روزے نہیں رشتہ تمہاری طرف سے تھے روزہ رکھنے پڑتے ہیں۔ اور سب سے مشکل  
 کام یہ ہے کہ تمہاری طرف سے مجھے پیسہ اڑ پڑ پڑتا ہے جو بال سے ہارک اور موار سے  
 تیز ہے۔ بس اسی فکر میں جان سوکھی جاتی ہے۔ اب تو معلوم ہو گیا کہ کیوں دبا ہو رہا ہوں۔  
 ان ہی وجوہوں سے دبا ہو گیا یہ سن کر چودھری کو بڑا رحم آیا۔ کہنے لگا وہ وہ (کھنکھاتا ہوا)  
 اسے پیر تھے تو تھے کام کرتے پڑیں ہیں۔ تیرے اور تو پڑی مختلف پڑتا ہے۔ جان میں سے  
 کئے اپنا موٹی کا بکست دیا۔ پیر صاحب نے سوچا کہ یہ گاؤں کے لوگ ہیں ان کو کیا اعتبار ہے  
 ابھی پیر کیست پر قبضہ کر رہا ہے۔ در نہ ممکن ہے بجز کورائے بدل جاسے فوراً کہ پیر  
 جی میں نے تمہارے دو کیفیت کہی دیکھا نہیں ہے۔ کے مجھے دکھا دو اور قبضہ کرادو۔ اس نے  
 کہا چل۔ اب پیر صاحب کو اس کے اور مرید صاحب پیچھے پیچھے کھیتوں میں راستہ نہیں  
 ہوتا جس سے اپنی ڈوب رہی ہیں۔ خاص درختے میں اور درختوں کے عیتوں کے درخت  
 ہیں درختوں میں سے۔ درختوں میں پانی بھر رہا ہے۔ در یہ دونوں بھی ایک چھوٹی سی درخت  
 تھے۔ وہ تھے پیر صاحب کے۔ اور درختوں میں سے پیچھے پیچھے پیر صاحب کے۔



[illegible]



کروں اور کب تک انکار کرتا رہوں۔ شرم آتی ہے۔ اچھا لوگوں۔ بسم اللہ الرحمن  
 الرحیم۔ پس احسان جتنا کرنا ہے بیٹھ گئے۔ خیر غنیمت ہے ایک بات تو مانی تو اب  
 شرمین چاہتے ہیں کہ ایسا پرٹہ جو پکی پکائی کھلا دے۔ لیکن ایسا نہ ہوگا۔ سچ این خیال  
 است و حال ست و جنوں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو پکی پکائی کھلائی  
 ہے۔ یہیں اور کس کی تو کیا ہستی ہے۔ اور کیا عجیب ہے حضور تو غایت شہادت سے بہت  
 پہنچے تھے۔ کہ پکی پکائی ہی کھلا دیں مگر غیرت ستی اور مصیبت دین کی بنا پر اسٹانڈ  
 نہ اس کی اجازت نہ دی۔ تو یہاں تو بچہ لو کہ کام کرنے میں سے کام چلیگا پس طریق  
 یہ ہے کہ کام کرو اور محنت کرو۔ غدا برکت دیگا۔ اگر یہ حاصل کرنا چاہتے ہو تو بچو  
 کہ کوئی ضرورت نہیں کہ کام کرو اور محنت کرو جیسا کہ چھاندہ ران فی سبیل اللہ  
 سے یہ ثابت کر چکے ہیں۔ غدا صبح یہ کہ جو پر ایسا کامل مکمل ہوا جس میں مذکورہ مشین  
 آں کی محنت میں رجوع کرو۔ لیکن بیعت پر امرار نہ کرو۔ درست پر اردہ کہ  
 نہ میں کی غنیمت ہے۔ باقی تم اس کو ذوق نہ کرو پھر جو وہ کہہ کرو۔ اگر محنت کر اوسے محنت  
 کرو۔ نہ رشتہ کر اوسے دشمنی کرو۔ غرض اس کی فکر میں بگ بڑا۔ کہ کسی کامل مکمل کی محبت  
 تیرے لئے۔ اب غرض یہ غرض ہے کہ مقصود میں کوتاہی کرنے والے درقسم کے لوگ ہیں ایک  
 ٹکڑے جو مکمل میں کوتاہی کرتے ہیں ان کو چاہیے کہ اپنے قصد کو پہنچتے کریں اور محنت سے کام  
 لیں۔ دوسرے وہ ہیں جن میں محبت کی کمی ہے۔ وہ اہل محبت کی محبت اختیار کریں۔ غرض یہ  
 لوگوں میں۔ نرم مرق ہیں۔ ایک مکمل دوسری محبت ادل میں محبت کی ضرورت ہے۔ دوسرے  
 محبت کی محبت اور ان کے امتیاع کی۔ اس سے ان صفات کے جامع اور ان ثمرات  
 مستند ہے جو اس وقت بہ ضمن آیت قرآن بالتفصیل بیان کئے گئے۔ جو کہ مجھے کہنا  
 چاہیے۔ اب میں اس بیان کو ختم کرتا ہوں اور اس کا نام اس کی خصوصیات کے  
 لئے جو ہیں طریق تفصیل دیتا ہوں۔ اس نام میں یہ بھی مصلحت ہے کہ فہرہ

کے متعلق چونکہ عموماً لوگ بہت غلط فہمیوں میں مبتلا ہیں اس نام کو سن کر یاد رکھیں کہ اختیار  
ان کو اختیار ہو گا کہ لاؤ دیکھیں اس غلط میں طریق تفسیر کی کیا حقیقت بیان کی گئی ہے  
اور جب دیکھیں گے تو غم خیز کے لئے سارے غلط فہمیوں سے محفوظ رہیں گے اور حضرت  
معاذ کے ان اشارے کی تحقیق اور حقیقت کی تصدیق ہو جاوے گی۔

نہ ہر کہ چہرہ برا فروشت دلبری داند      نہ ہر کہ آبشہ دار سکندر می داند  
ہزار نکتہ بار بکتر نہ مواینبہا ست      نہ کہ سر تر استدر تفسیر می داند  
اب دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ فہم سلیم فرمائیں اور تفسیر کی جو صفت اس وقت کتاب  
وسنت اور اقوال مشائخ و ائمہ طریق سے بیان کی گئی ہے۔ اس کا پورا پورا مصداق بنائیں  
اور ہر قسم کی گمراہی اور گمراہی سے ہمیشہ محفوظ رہنا مومن رہیں۔ چونکہ یہ بیان حضرت تفسیر  
رحمۃ اللہ علیہ کے ہزار مبارک کے قریب ہوا ہے۔ جس میں حضرت کرمہانی قیہ شامل  
ہونا بھی بعید نہیں۔ اس لئے میں اس کا اب سنت کی روت مبارک کو پہنچا تا ہوں۔  
(پھر سارے مجمع سے ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔ اور بلند دعا حضرت فرمایا کہ محمد فوت سے مدنی  
چاہتا ہوں۔ مجھ کو بھی تکلیف ہوگی اور سب تکلیف ہوگی۔ مبارک ہو کہ یہ ہیں۔ رات  
زیادہ ہوئی۔ سب صاحب آرام فرمائیں (اللہ)

# اوقات

در این کتاب است که در وقت از هر یک از این اوقات که در این کتاب  
 مذکور است در هر یک از این اوقات که در این کتاب  
 مذکور است در هر یک از این اوقات که در این کتاب

# خطبة بالدر

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله الذي جعلنا من عباده المستغنيين ونستغني به ونؤمن به ونقتول كل شيء  
 ونهتوا بالإن من شره واذننا ومن ميات أعمالنا من يهتوا ولا الله  
 فلا منسل له ومن لم يملكه فلا تادي له ولا شره ولا لا اله الا الله  
 وحده لا شريك له ولا شبيهه لا في شيء من ما وهبنا ولا في شيء من ما عباد  
 ورحمنا له صل الله تعالى علي عبيده وعلي آلهم ورحمنا بعباده وبارك  
 وسلم اما بعد فقال علي بن ابي طالب السلام من تواضع  
 لله تزيده الله

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے واسطے  
 رات کو بیکار گھر رہے، اس کو اللہ تعالیٰ رخصت و بندگی عطا فرمائے گا میرا  
 بیان نہ کرنا تھا! اس سفر میں کئی جگہ فرائض کی گئی بہت مگر جواب فنی ہیں  
 یہ کہ یہ سفر اس قدر دور سے کیا ہے کہ طبیعت غرض سے مشغول رہے : وطن میں  
 رہنے والوں کا شکل تھا! اس واسطے یہ سفر کیا تاکہ کہ موں سے فرائض رہتے اور  
 یہ کہ یہ سفر دور و نزدیک ہے پس قیام ہو تا بہت جڑنہ و مشرق کے خداوند بہت مگر  
 یہ کہ یہ سفر اتنا دور ہے کہ فوج میں ضرورت اس قدر عطا کی جاسے گی : لیکن غالب یہی ارادہ  
 تھا کہ یہ سفر نہ کرنا تھا! جیسا اس سفر میں اور کہیں بھی بیان نہیں ہوا : اور  
 یہ کہ یہ سفر بیکار رہنے میں وجہ ہے کہ طبیعت مشغول رہے بہت مگر کوئی مضمون  
 نہیں ہے : یہ سفر نہ تھا! یہ تو نہ تھا! بلکہ میرے بھائی انھوں نے لوگوں کی  
 طبیعت سے اس سفر کی اور دراصل اس طرح کی گئی کہ اگر طبیعت مشغول

ہو سکے تو کچھ بیان ہو جائے نیز مقدار وقت کو میری رائے پر چھوڑ دیا گیا اس گنہگار  
 دینے سے زیادہ اثر کیا! اس کے بعد یہ حدیث و فقہ قلب پر دارد ہوئی شاید منظر  
 خدا ہو جو مضمون بے ساختہ آگیا! اور شاید وہ مضمون یہاں کے مناسب ہو۔

کبر و اس کا علاج | یہ حدیث تھیں مٹی سی ہے اس میں حضور صلی اللہ علیہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت بڑی تعلیمہ ترغیب کے عنوان سے ارشاد  
 فرمائی ہے ترجمہ اس کا یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے واسطے نوافل اچھا  
 کرتا ہے اس کو حق تعالیٰ رفعت اور مہدی عطا فرماتے ہیں یہ مضمون ایسا ہے  
 کہ یہاں کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ہر جگہ اور ہر وقت اس کی ضرورت ہے یہ

جنگہ بھی اس کے مواقع میں سے ہیں ہم ضرورت اس کی یہ ہے کہ وہ امراتن جو  
 انسان سے تعلق رکھتے ہیں بہت ہیں ان سب کا بیان تفصیل کے ساتھ اس  
 وقت تو نہیں ہو سکتا! اس لئے ایک وہ مرض جو اکثر دیگر امراتن کی جڑ ہے اور

لوگوں میں غالب بھی ہے بیان کے لئے اختیار کیا گیا! اسی کا بیان اس حدیث  
 میں ہے: وہ مرض کبر ہے جو ہم شورش اکثر طبیعتوں میں مرکوز ہے شاید ہی کوئی

اس سے خالی ہو! ہر انسان میں اس کا مادہ اور اثر میں اس کا اثر ہے مگر وہ

بہ کوئی غفلت میں اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے اور کوئی قول میں اور کوئی حسن

میں غرمن کوئی طبیعت اس سے مستثنیٰ نہیں! دنیا داروں کی تو کیا شکایت

دنیا دار بھی اس سے خالی نہیں! کوئی ظلم میں اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے! اور

کوئی عمل میں شرافت کو دیکھ لیتے کہ وہ عوام کو حقیر سمجھتے ہیں اگر کوئی مائتہ

آدمی راستے میں آ جائے تو سب دھڑکیں اٹھ کر اس کو کیا سلام کریں گے اور گروہ

سب کرب تو بعض اوقات ہر باب بھی نہیں دیتے اس کی وجہ سے اس کے دربار

جب کہ یہ اپنے آپ کو بڑا اور اس کو حقیر سمجھتے ہیں در بعض جہاں تو ایسا ہر سب

ہے کہ اپنی اس نامعلوم حرکت پر قرآن و حدیث سے شہادت لیتے ہیں مثلاً  
 قرآن شریف میں ہے: *يَسْأَلُ الَّذِينَ يُعَلِّمُونَ دَالِيقًا لَا يَخْلُقُونَ* جس کے  
 معنی یہ ہیں کہ عالم اور غیر عالم برابر نہیں اور احادیث میں عیسیٰ علیہ السلام کی نفیست  
 آئی ہے۔ درحقیقت کے معنی یہ ہیں جو کہ دوسروں سے بڑھا اور ان سے بڑھا اور ان سے  
 حدیث سے جانوں کا پیوستہ ہونا اور بار بار ہونا ثابت ہو گیا۔ پھر اگر ہم اپنے  
 آپ کو بڑا سمجھیں تو کیا بیچا ہے یہ ثبوت میں ان کے خیال خام سے ان لوگوں  
 سے وہ آئیں نہیں دیکھیں جن میں عالم مجمل کی ذمہ داری ہے مثلاً آیت *وَاصْلُوا*  
*الْبَيْتَ عَلَىٰ عِلْمٍ* اللہ تعالیٰ نے اس کو وجود علم کے گمراہ کر دیا، اس سے معلوم  
 ہوتا ہے کہ جس لوگ علم کے ساتھ نہیں گمراہ ہیں اور احادیث میں تو بالشریح  
 ایسے ہمارے سنت و حدیث اور ان کے سخت و عید و بدست جو عالم ہو کر عمل نہیں  
 کرتے ایسی سیرتیں بہت اور حدیث کی کتاب میں موجود ہیں پس سبب کہ ان  
 میں بڑے ترین اس موجود ہے جس کا نام تکبر ہے تو یہ عالم بیل کے مصداق ہے  
 اور ان کی باتوں اور ذمہ داری کے مورد ہوئے جو قرآن و حدیث میں موجود  
 ہیں پھر کس بات پر چلے ہوئے ہیں تنہا ان کے جن عوام کو یہ چیزیں ہیں  
 کہ وہ کہتے ہیں کہ تعالیٰ کا ارادہ ان کے ساتھ کیا ہے کیا باریک بینی اور  
 ہمیشہ کیہ ہمدرد (یا کس کو چاہتا ہے اور میں اس کا کس طرف ہوتا ہوں)  
 ان کے ساتھ تعالیٰ ان کو قسم ہے یہی سچا ہے میں نہیں دیکھتا اور ان کے  
 ساتھ ہمدرد کروں اور ان کو مقبول نہ لیں۔ خاتمہ کا حال کسی کو معلوم نہیں یا  
 خاتمہ خاتمہ کہتے ہیں اور ان کا خاتمہ کیسا ہو :

| بعض لوگ شبہ کرتے ہیں کہ کیا خدا تعالیٰ کے یہاں کوئی قائم قانون  
 نہیں ہے یہ تو بالکل اندیشہ ہے کہ کوئی اگال صانع کرتا ہو اور



مومن ہو: اور یاد جو داس کے اس اندیشہ میں رہے کہ جانتے غفر اللہ مقبول ہو یا مردود اس کے تو معنی ہوئے کہ ایمان اور اعمال کا لحاظ بیکار چیز ہیں کیوں کہ اس کے بعد کسی نتیجہ پہی کہ ہر وقت یہ خوف لگا ہوا ہے: یہ تیار کرنا خواہد و ہمیشہ بکہ باشد: یہاں تک کہ یار کس کو چاہتا ہے اور اس کا میلان کس طرف ہے اسی طرح بد اعمالیوں میں کچھ حرج نہیں کیوں کہ بد اعمالی کرنے والے کسی امید کر سکتا ہے: تیار کرنا خواہد و ہمیشہ بکہ باشد: یہاں تک کہ یار کس کو چاہتا ہے اور اس کا میلان کس طرف ہو جائے، اس طرح تو دین کا کارخانہ ہی سب نرم برہم ہو جاتا ہے نہ وعدہ کوئی رہا نہ وعید:

اور یہ بات مخصوص کے کسی بالکل خلاف ہے: وَعْدَ اللَّهِ لَا يُخْلِفُ اللَّهُ الْوَعْدَ اللہ کا وعدہ ہے اور یقیناً اللہ تعالیٰ وعدہ خلاف نہیں کرتے (غیر سنیکڑوں آئیں موجود ہیں جو دونوں طرف سے نہیں دلائے والی ہیں نیک اعمال کرنا اس کے لئے جنت کا وعدہ ہے جو خلاف نہیں ہو سکتا: اور عصاة و کفار کے لئے جہنم کی وعید جتہ جو خلاف نہیں ہوگی: پھر اس کے کیا معنی کہ نیک اعمال کر کے بھی اس اندیشہ میں رہو: یہ تیار کرنا خواہد و ہمیشہ بکہ باشد: یار کس کو چاہتا ہے اور اس کا میلان کس طرف ہو جاتا ہے: اس شبہ کا سبب یہ ہے کہ قلوب خداوندی میں کچھ اندیشہ نہیں مگر تم نے اس میں غور نہیں کیا: جن آیتوں میں ایمان و عمل صالح پر وعدہ ہے اس میں شرط یہ ہے کہ ایمان و عمل صالح موت تک مستمر رہے چنانچہ حدیث میں ہے اَزْ عَمَالٍ بِالْاِحْسَانِ اَتِيْتُمْ دَاوُدَ رَمْلًا خَلْقًا رَہے، اور ان آیتوں میں کفر و معصیت پر تنبیہ ہے اس میں بھی ایسی شرط ہے کہ اسی حالت میں موت ہو تب وعید ہے چنانچہ ارشاد ہے فَمَنْ قَاتَلَ كَافِرًا فَكَانَ قَاتِلًا جَبَلَتْ اَعْمَالُكُمْ وَفَرَّغْتُمْ كَفْرَكُمْ فَفُتِحَتْ لَكُمْ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ

وینا اور آخرت میں سب فطرت ہو جاتے ہیں (پس قاعدہ تو یہی ہے کہ کسی پر میدان  
 بہت بائش کہ بات میں مذکور ہے! بنا وجہ نہیں ہوتا! بلکہ اعمال کی وجہ سے میدان  
 ہوتا ہے! اعمالی مسائل پر میدان رحمت کے ساتھ ہوتا ہے اور بد اعمالیوں پر لعنت  
 کے ساتھ ہوتا ہے! اللہ ہی حامل ہے ان خصوصیات کا جن سے معلوم ہوتا ہے۔  
 کہ جو ان کے لئے اغتر اور کفر ہے! جنت کا احد کافر کے لئے اغتر اور کفر ہے!

وہ نسخہ گاہ

یہ بات تو یقینی ہے کہ عمل صالح پر نتیجہ اچھا مرتب  
 ہوگا! اور برا نتیجہ مرتب نہ ہوگا! اللہ بد اعمالی پر  
 نتیجہ برا مرتب ہوگا! اچھا مرتب نہ ہوگا! لیکن ایمان و عمل صالح استمرار دوام الی  
 ابد تک کی ایک شرط ایسی ہے جو کمزور دینے والی ہے کیوں کہ عمل نیک و عمل  
 بد آپ کے ارادہ پر ہے اور یہی مارتہ تکلیف ہے! لیکن ارادہ کا پلٹ دینا  
 قیام کے قبضہ میں ہے وہ اس پر قادر ہیں کہ ایک ایسے شخص کو جو آج کا نیک  
 عمل کو ایسا مرنے کا مل کر دیں! کہ ثواب و ثواب ہو جائے اور ایک ثواب اور  
 یہ کہ ہم بہر حال ایسا نہ فر کر دیں کہ شیطان سے بھی بدتر ہو جائے خود شیطان ہی  
 کی حالت اسے کو معلوم ہو جائے کہ داخل مانگا کہ تقاد مگر حق تعالیٰ کا ارادہ اس کے  
 لئے ہے اور وہ فرادیر میں ظہور میں آئے! لیکن اس سے اعمال کا بیکار ہوتا یا قدرت  
 سے خارج ہونا لازم نہیں آیا! کیوں کہ وہ کافر کفر کی حالت میں مقبول نہیں ہوا  
 بلکہ کوئی ایمان کے بعد مقبول ہوا! اور توفیق کے بعد اس کا صدور اختیار ہے۔  
 اور وہ ثواب و ثواب ایمان و عمل صالح کی حالت میں مردود نہیں ہوا بلکہ ثواب  
 اس کے بعد مردود ہوا اور خدا ان کے بعد اس مدب کا صدور  
 یہ بات یقینی ہے کہ تقار الما ان کی حالت میں کوئی مردود

نہیں ہو سکتا: اور بقا کفر کی حالت میں کوئی مقبول نہیں ہو سکتا: مگر یہ تو کیا تھا۔  
 سلسلہ ظلم کے درجہ میں کس کے قبضہ میں ہے۔ یہ ہے اصل اس بات کی کہ بدشان  
 خدا خوف سے کانپا کرتے ہیں: باوجود اس کے کہ وہ حق تعالیٰ کے درجہ و عہدہ  
 پر بالکل یقین رکھتے ہیں: یقین تو اس بات کا رکھتے ہیں کہ اعمال پر نتیجہ قرب کرنا  
 وعدہ ہے جو عنایت نہیں ہو سکتا: اگر اخیر تک ہم ایمان و عمل صالح پورے ہے  
 تو یقیناً نجات ہے اور اگر اخیر تک کوئی کفر یا جبار یا تو لقیہ جہنم کا عذاب ہے  
 اس کا تو پورا یقین ہے مگر کانپتے ہیں اس واسطے کہ دل حق تعالیٰ کے قبضہ میں  
 ہے: ارادہ کا پلٹ جانا ہر وقت ممکن ہے: جس کے لئے کوئی قاعدہ مقرر نہیں  
 ہو سکتا کیوں کہ وہ ایک ایسے عامل مختار کے قبضہ میں ہے: جس پر کسی بات کی  
 روک ٹوک نہیں ہو سکتی: ہاں وہ کہہ دے کہ ہم نے جو چیزیں ضرور ہے جس سے بہت کچھ امیدیں  
 ہیں: غالب یہی ہے کہ جو ایمان و عمل صالح کا ارادہ کرتا ہے حق تعالیٰ اس پر رحم  
 و کرم فرماتے ہیں: اور اس کو دوام و استمرار کی توفیق دیتے ہیں: لیکن جس وقت تشر  
 اس کے اختیار اور حکومت علی الاطلاق پر پڑتی ہے اس وقت سب امیدیں نریش  
 ہو جاتی ہیں: کسی نے خوب کہا ہے کہ

خانل مرو کہ مرکب مرواں راہ را      در سنگار باد یہ پہا پریدہ اند  
 تو میدہم مباش کہ زندان باد و نریش      نا کہ بیاک خردش بہ منزل رضیدہ اند  
 ذوق ہو کہ نہ یل اس سے کہ مرواں را د کے گڈرے سخت جنگل میں چنے سے  
 نہ چرے ہیں: نا امید نہیں مت ہو: اس لئے کہ نہ شرباں اچا ناگ ایک: نہ سے  
 منزل یک پہنچ گئے ہیں:

اور یہ صرف شاعر کی نہیں: بلکہ ایسے واقعات ہوئے ہیں خدا تعالیٰ کی شان

گنہ آمر نہ زندان قدح خوار  
بنا ہوت گھر پیران ریاکار  
(دندان شراب خوار کے گناہ بخشنے والے ریاکار پیروں سے خاصیت بدلہ  
مواخذہ کرنے والے ہیں)

سہ ماہی کا حشر : گواہی کا حکم ہوا ہے ؛ لیکن مواخذہ رہے کہ ایک مومن  
کا فرار از ندیق بن گیا ؛ اور ایک کافر لحد مشرک  
مومن کا دل بن گیا ؛ سب ایک بات ممکن الذوق ہے گو کم ہی ہو ؛ تب بھی دوسرے  
کے سبب سے لوگ پگھری میں جاتے ہیں تو در معلوم ہوتا ہے کیوں کہ ان کو اس  
بات کا زبیر ہوتا ہے کہ کوئی بیچ ایسا نہ آن پڑے کہ قانون بھی ہار سے  
نہت ہو جائے ؛ اسی طرح اچھے ماہران قانون کو بھی حکم سے شرف  
تہ نہ ہوتے ؛ لہذا ان کو قانون معلوم ہوتا ہے پھر حق تعالیٰ سے کیسے کچھ خوف ہونا  
پڑتا ہے ؛ اس کو خود سمجھ لو کیوں کہ حق تعالیٰ ہاکم مطلق ہیں ؛ جن کے اور پر کوئی کسی  
نہت نہ کرے ؛ ہم نہیں ؛ تمہاری حالت کا بدل دینا اور قانون کو تہ سے شرف کر دینا  
اور ان کے اختیار میں ہے ؛ کاسب کو ناز اور کاسب کا انداز ناز و انداز اس  
وقت تک کہ وہ جیتے ہیں ؛ سب تک حق تعالیٰ کی عظمت نظر میں نہ ہو ؛ اور ان کے غفلت  
نظر میں ہوتے ہیں ؛ پھر جہاں بہت قدرتی کی عظمت و بزرگیت ہے اس سے کچھ  
کے غفلت میں وہ شخص سب غفلت ہو جاتے ہیں ؛ سمجھنے کی بات ہے کہ ناز و انداز  
کے ساتھ ہی ہو سکتا ہے ؛ اور میں کیسا ہی اسے درست کہ ہو ؛ مگر حق تعالیٰ کی شان  
سے مواخذہ ہو سکتا ؛ کیا بندہ ؛ دریکہ اس کا عمل جس کو خدا کی شان کے خلاف  
ہو ؛ اسے نیر ناز تو کہ سب چیز پر ہو سکتا ہے ؛ اور ان میں پر اسے کو ناز ہے ؛ گو وہ  
کسی سے کہیں اکتساب نہیں ؛ اس کی مدد سے کسی ایک ملک سے ؛ مثلاً ان کے  
پیشہ سے ؛ اس کی مدد سے مشیت حق سے ؛ پس یہی کہ اکتساب سے

قریب ہوتی ہے اس لئے اجمال کو اس کی طرف منسوب کیا جاتا ہے مگر اس کے  
 لئے بھی ایک دوسری شے علت ہے یعنی مشیت حق چنانچہ معلوم ہے  
 وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ وَأُوْلَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ چاہیں  
 صاحبو! اوہر کی مشیت سے سب کچھ ہوتا ہے اور آپ کو جو دخل ہے وہ  
 برائے نام ہے ایک بزرگ کی حکایت ہے جو قابلِ عبرت ہے گویہ حکایت خواص  
 کے خطاب کے قابلِ تھی مگر مسلمان خواص ہیں! اس لئے بیان  
 کرتا ہوں۔

**امثال حکمت** حکایت یہ ہے کہ ان بزرگ نے ایک دفعہ ذکر اللہ کا ارادہ  
 کیا تو بڑی دیر تک چاہتے رہے کہ زبان سے خدا کا نام  
 لیں مگر زبان نہ آیا! حیرت کی بات ہے لوگ کہیں سگے کہ کیسے ہو سکتا ہے مگر یہ  
 حالت اہل حال پر گذرتے ہیں! تین پر گذرنے ہیں وہ جانتے ہیں درگزر  
 کی حساب نہیں سے

اے ترا خارے پانچکستہ کے دانی چشیت  
 حال شیر اسے کہ شمشیر بار بر سر خوردند  
 دہبارے پاؤں میں کاناٹائی نہیں آجے قلم بن لوگوں کی حالت کو کیا سمجھ سکتے  
 ہوا جان کے سرور پر جا اور مہیبت کی تلوار چل رہی ہے  
 اہل حال کو سخت سے سخت حالات ناقابلِ برداشت پیش آتے ہیں  
 کتنی سخت بات ہے کہ خزانہ کی گانام بھی زبان پر نہ آیا اس سے جو حالت ان  
 کے دل پر گذری ہوگی اوی جان سکتے ہیں یہ تو بہت بڑی بات ہے صاحب  
 کے قلب پر تو ذرا سا میل بھی آتا ہے وہ تو جان کو نیکو تیار ہو جاتا ہے  
 بر دل ساک ہزاراں تنم بڑ  
 گزر زبان دل خاں کے کم بڑ

دسا کہ دل پر ہزاروں غم وارد ہوتے ہیں اگر ذرہ بھر بھی اس کی باطنی

حالت میں کمی ہوتی ہے :

ان کو سنت حیرت ہوئی کہ ایسا کیوں ہوا پس یاد آگیا کہ ایک دفعہ جوانی  
میں لڑائی پن سے ایک بے ہودہ کلمہ زبان سے نکلا تھا جس سے تو یہ نہیں کی  
تھی آج اس کا وبال پڑا ہے وہ حجاب ہر پاسبان کے کلمہ کو زبان پر نہیں آئے  
دیتا دستبرد بہ دشوار گزار گامیاں حق تعالیٰ کے راستہ میں پیش آتی ہیں جو راستہ  
نے کر کے ہیں ان سے پوچھو مگر ہم لوگوں سے تو سہل طریقہ اختیار کیا ہے تاکہ  
اس راستہ میں قدم نہ رکھو۔ نہ پڑھو نہ قضا ہو : اس حکایت سے یہ بھی معلوم ہو گیا  
جو کہ حق تعالیٰ ہر کسی سے اہل صالحہ کی توفیق سلب کر لیتے ہیں : اس کی بھی کوئی  
وجہ ہوتی ہے، یوں ہی باوجود بے قاعدہ توفیق سلب نہیں کرتے تو قدرت یہ بھی  
ہے کہ بدوجہ بھی سلب کر لیں مگر وہ ایسا کرتے نہیں بلکہ جب کسی سے کوئی نعمت  
سلب ہوتی ہے اس کا سبب اس شخص کا کوئی عمل اختیار کی ہوتا ہے جس کو  
خیر سے یاد رکھا : اور بندہ نے بھلا دیا : بندہ نے اس کو معمولی سمجھا اور خدا کے  
نزدیک وہ بڑی بات کہتی : اس کے مواخذہ کے وقت جہل کے سبب یوں گمان  
نہیں آتا ہے کہ باوجود مواخذہ ہوا اس سے کسی گناہ کو معمری نہ سمجھنا چاہیے  
وہ کسی گناہ کو بدوجہ سمجھنا چاہیے :

حضرت جنید بغدادی ایک بار چلے جا رہے تھے : ایک مرید ساؤثر تارا راستہ  
پر ایک خوب صورت لڑکا عیسائی کا نظریہ امرید کی نظر اس پر پڑ گئی مرید نے آواز دیا  
کہ : اے عیسائی ! اس کو نظر بھر کہ دیکھنا شیطان نے اس پر کیا دیا کہ منہ سے خدا دیکھ  
اس نے انداز کر لی پھر حنہ تہ بنید سے کہتا ہے : کہ کیا خدا تعالیٰ اس مسرت  
مورث میں ایسا دے گا : حضرت جنید نے کہا کیا تو نے اس کو دیکھا ہے : اچھا















دوسروں کو ایذا ہو اس کو چاہیے کہ نماز گھر میں ادا کرے یہاں سے ایک مسئلہ  
 اور بھی نکلتا ہے کہ اگر کوئی شخص منصف ہو جس کے مسجد جانے سے بہت  
 سوں کو تکلیف پہنچتی ہو اگر قابو چلے تو اس کو مسجد میں آنے سے روک دینا چاہیے کہ  
 ہے کیوں کہ جب کہ اتنی ایذا کی وجہ سے کہ منہ میں سے بار بار آنے سے لوگوں کو  
 تکلیف دیتی ہے نہایت سے مسجد میں آنے سے روک دیا ہے تو جن سے یہی  
 یاد دہانی غصہ کا اندیشہ ہو ان کی ممانعت بطریق اولیٰ نہ ہوتی ہے یہ کلام اس  
 پر چلا تھا کہ غصہ کی فعل کبر ہے چنانچہ بعضوں کی زبان پر غصہ کے وقت یہ بات  
 آجاتی ہے کہ جانتا نہیں کہ ہم کون ہیں اگر پردہ اٹھا دیا جائے تو معلوم ہو ہم  
 کون ہیں اگر یہاں پر اٹھا دیں تو ساری مسجد کے آدمی بھاگنے لگیں

آویں اور ہر سال  
 حکمت ہر سال

حق تعالیٰ نے حیات میں بھی پردہ ڈھکا رکھا ہے اور  
 بعد موت کے بھی کسی تسمی کی ہے حکم دیا ہے کہ جس

نہل و تا کہ کوئی گندمی چیز مرض کی حالت میں لگ گئی ہو جس سے لوگوں کو  
 نفرت ہو تو وہ دہل جائے اور جنازہ کالے چٹیان پر بارہ ہو اور مصافحہ سے پہلے  
 میں پسپو اور خوشبو لگے اور خوشبو میں سے بھی کافور کو اختیار کیا جو مانع بھڑک  
 بھی ہے ان سب میں ہی حکمت ہے کہ اس سے کسی کو نفرت نہ ہو اور محبوب نہ  
 رہیں ایک مسئلہ کی شریح ذکر کرنے کی اس کے بعد اس کی تفسیر تفسیر کی  
 گئی میں بھی اس کے غرض و مآثر میں شریک تھا۔ مذکورہ تکلیف دہی بہت کہیں  
 میں کی جاسکتی۔ درجب ہونے کی وجہ سے ہر سال ہر سال ہر سال کی ہر  
 بات کہتی ہو کہ وہ جو بہت سے ہیں۔ ہر سال ہر سال ہر سال ہر سال  
 ہر سال ہر سال ہر سال ہر سال ہر سال ہر سال ہر سال ہر سال

مرد بیسے بھی چھوڑ کر بھاگ جائیں : اور کتے اپنی اس کو شراب کرتے پھریں : اس  
 مشنیران کی حالت یہ کہ قدر معلوم ہوئی : اس حدیث کی جس میں ہے کہ تین چیزیں  
 کو توڑ نہ کر دے : ایک تو ان میں سے جنازہ بھی ہے سبحان اللہ شریعت کے کیا احکام  
 بے اثر ہیں کی بدولت مسلمانوں کو مردہ کیسی عزت و احترام کے ساتھ جاتا ہے :  
 کہ کسی کو ذرہ بھی ناگواری نہیں ہوتی اس مقتول کی لاش کا کفن دفن سب کچھ  
 حرازم کسی رجب ناگواری کے ساتھ کہ الامان الامان اس دیر نہ کرنے میں حکمت  
 یہ بھی ہے کہ مقتول کو منزل مقصود پر جلد ہی پہنچا دے اور مرد و گویا گونوں  
 سے بچنے کیلئے : احکام شرعی ہیں ایک ایک نہیں سن کر گون چکتے ہیں اہل  
 دین کے لئے : یہی حکمتیں ہیں وراہل باطن کے لئے یہی حکمتیں ہیں :  
 بے زہم حشمت ال و جان نازہ مہر ارد

برنگ ارباب محو تہا بوارباب معنی

زہم کے نام حسن کی بیار ظاہر پرستوں کے دل و جان کو رنگ سے اور  
 نیت سے کسٹوں کے دل و جان کو بوسے نازہ رکھتی ہے  
 مرد کو چھینر و خنجر کے بعد کی کرنے میں باطنی حکمت تو یہ ہے جو بھی ناگوار  
 حال و درجہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی بیان فرمایا : و زنا ہری  
 حشر بہ جہنم کہ ہر بڑے گناہ سے پہلے اس کو ڈھانک دیا جائے اس کے لئے  
 ہر گز کوئی گناہ نہ پہنچے نہ زنا وں کا نفع اور مردہ کا بھی نفع :  
 یہاں سے ایک بات اور کہتی ہے کہ حشر حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
 کو ہمارے ساتھ ان کی شرافت سے کہ انہی بات بھی گوارا نہیں  
 ہے : ان میں ہر بڑے گناہ پہنچے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر گز  
 حشر و شریف ہر گز نہ انشاء اللہ بہت کچھ : یہاں سے



نماند بہ عنایت کے در گرد کہ دار دینیں یہ پیش رد  
 (جو شخص ایسا مردار پیش رکھتا ہو وہ گناہوں کی وجہ سے دوزخ میں  
 نہ رہے گا)

اس کے معنی یہ ہیں کہ جہنم میں جانے نہ دیں گے جس سے ہم لوگ تکیہ کر  
 بیٹھیں کہ بس حضور صلی اللہ علیہ وسلم چار سے سرور پر موجود ہیں فرشتوں کے ہاتھ  
 سے ہم کو چھڑالیں گے اور فراب نہ ہونے دیں گے نہ کہ اس کا اثر ہے  
 کہ آپ نے دوزخ میں جانے کے اسباب سے منع فرمایا ہے جیسے بد بول سے بچنے کا ہر  
 بتائی ہے کہ جلدی دین کر مردہ کو سڑنے نہیں دیا یہ بھی ممکن تھا کہ آپ حق تعالیٰ سے  
 دعا کر دیتے کہ مسلمانوں کا مردہ سڑا نہ کرے مگر یہ نہیں ہوا بلکہ تیسرے فرمایا جن کے  
 ذریعہ سے سڑنے سے شفقت ہے اسی طرح وہ اعمال تعلیم فرماتے جن سے ذریعہ  
 دوزخ سے نجات ہے ہر تعلیم سے یہ بات پکارتی ہے کہ ایسی شفقت ہے جیسے باب  
 کو بیٹے کے ساتھ ہوتی ہے کہ ہر موقع پر بیٹے کو دیکھتا رہتا ہے جو اس کے نزدیک  
 اسی سے اعلیٰ ہوں اور ذرا سی مہلت کیف بیٹے کی نہیں دیکھ سکتا بلکہ حضور صلی اللہ  
 علیہ وسلم چار سے نہیں ہیں بلکہ تمام فرشتے سب بتا گئے ہیں کہ یہ نہ جگہ کہ حضور  
 صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت موجود نہیں بلکہ حالت حیات ہی کے ساتھ خاتم الوجود ہیں  
 بلکہ آپ کی شفقت صبر کردہ ہے نہ ان کو کبھی نہ بدیں کو کبھی نہ پناہ ہے نہ سزا ہے نہ اللہ  
 علیہ وسلم کی تعایات بہ تک و پس کی موجود ہیں اور یہاں تک کہ یہ تو فرشتوں  
 کا نفع بیان ہوا ہے جو چیز کو خدیں ہیں اور ایک نماند ہوا کہ بیان ہوا کہ اگر مقتول  
 ہے تو جلدی اپنے لئے نہ پناہ دیا جائے گا اور مردہ کا ایک نفع اور یہی ہے کہ  
 وہ ایک ذرا بار ایک بات ہے اس کے لئے ازال ایک مقدمہ کی ضرورت ہے وہ یہ  
 کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوں اللہ شہر کی ہے کہ مردہ کو الیہ لایا جائے

میخیزانند و غیرہ کا ہو سکتا ہے اس طرح زندہ مردہ کو نامزدہ پہنچا سکتے ہیں اور ایک  
 دوسرا متغیر مریض ہے کہ ارادہ ایصال ثواب کا عجب ہوتا ہے جب مردہ سے محبت  
 ہے اور مردہ میں تاخیر میں بدلہ آ جاوے گی : تو آپ کو اس سے اذیت اور نفرت ہو  
 گی و پھر سرگز ہرگز اس کے تصور کو بھی نہ پہنچا دے گا : ایصال ثواب تو ایک نوبہ  
 قریب ایصال ثواب سے شروع ہے : اس واسطہ حکم دیا گیا کہ نفرت پیدا ہونے سے  
 پیش ہر دشمن کو مردہ کے سزاؤں کے مردوں کو خوب دہونی دینی چاہیے : خوشبو اور کافور  
 بھی ڈالنا چاہیے : کافور میں یہ بھی حکمت کہ اس سے کیرے بھاگتے ہیں : اس کو بھی طور  
 پر حکم ہے : تاکہ کیرہ و برکات تو حفاظت رہے اور زطروں سے پوشیدہ ہونے کے وقت  
 کہ کوئی بات موجب نفرت نہ ہونے پائے : غرض سینکڑوں مسالحتیں ہیں : حیلہ کی فن  
 ارتیب پر سب کی سب واقفیتیں ہیں : اسے پہنچنے میں بھی حیلہ کی کا حکم ہے اور ناز میں  
 بھی حیلہ کی کا حکم ہے : دیکھئے کیا کیا کرتے ہیں : کتنی حفاظت کی ہے اور ہمارے عرصہ  
 کتنی غفلت کا ہے : اور زندگی میں گناہ گروں کو ہمارے جسم میں اس حفاظت سے کہ  
 سبہ : ایک کو کہہ رہے ہیں : دیا : اگر اتنی حفاظتیں نہ ہوں تو ہم کو اپنی حقیقت متفکر  
 ہو : یہ سب غفلت ہے : کہ اگر اپنے یہ اعمال ہم کو محفوظ رکھیں تو کبھی کبھار  
 مصیبت یہ ہے کہ ہم لوگوں کو زندگی کی نجات نہیں اگر وہ نہ  
 کہیں غور کر لیا کریں تو یہ باتیں چھٹی ہوئی یا دلیل کی محتاج ہیں  
 یہ سب باتیں مشاہدات ہیں : جو ہر شخص کے نزدیک مسئلہ اور مشاہدہ ہیں : ان کے  
 متفکر ہونے کے لئے : کہہ رہے ہیں : متفکر ہونا چاہیے کہ اس فکر سے  
 یہ سب باتیں : اور تاہم : انہی امور میں جس سے اور کچھ مشکل نہیں : غرض  
 یہ سب باتیں : اور ان کا کام : انہی راہوں سے کرنے میں بھی آپ کو کماہفت  
 ہے : کہ ایک مراقبہ جائز ہے : بالمشغلہ : اور مردہ موقع پیش آتا ہے وہ

نظر کی مشاعرہ  
 کہیں غور کر لیا کریں

[illegible]

و برابر کر کے اعلیٰ پر ایسے میں اشارت ادا فرمایا مگر اتنا ذکر نہیں کیا کہ مولا نامہ ہر نامہ  
 میں مذکور ہے ایک جیسے کے ساتھ یہ مضمون پیش کیا تھا تو اس سنہ کا کہ پیشاب یا خانہ  
 کا نام نہ اور حضرت مسیح کے ذکر میں ایسی گندی باتیں لانا جسے ادنیٰ جہ سے مولانا نے کہا  
 پیشاب یا خانہ کا نام ایسا ادنیٰ ہے تو یوں برابر بھی الفاظ کے بدلنے سے حقیقت  
 نہیں بدل جاسکے گی اس تنقیص کا دوسرا الوہیت کے منافی حجت عرض یا خانہ  
 میں پیش کرنا بھی نہایت انسان کی کمال جہالت ہے اس وقت اپنے آپ کو دیکھ کر کہ  
 بزرگ کہہ کیا چیزیں جو شخص دن رات میں دو زمین مرتبہ بخاست میں آلودہ ہوتا  
 مسجد نور کی پشت پرست ہے، صفائی ستھرائی بھی جو کچھ نظر آتی ہے وہ بھی حق  
 تھا ان کی ایک درسی ہے کہ پانی جیسی ایک ایسی چیز پیرا کہ وہی ہے جس سے  
 گندہ پانی زائل کر لیا جاتا ہے اگر پانی نہ ہو تو ہر وقت سنہ کی رسم اس وقت پڑانی  
 میں آتا ہے تو یہ ہے کہ یا خانہ میں حضور کی دیر رہنا پڑتا ہے سب سے دلیر و محرم کہ  
 کہ رات کو بھی پھر پانی سے صاف ہو کر آبیٹھے اگر بخاست دور کہنے کی کوئی ترکیب  
 نہ ہوتی تو ہر روز وقت بیکر لی اس وقت یہ بات غریب یہی کہ جانتا نہیں کہ ہم کون  
 کیا نام لے رہے ہیں اس زمانہ میں صاف پانی بھری ہوئی گول کے نزدیک پھر جہاں  
 ان کے پیشین کے دلیر وہ ہیں ان کو دیکھ لیتے ہیں

لیکن ایک عجیب بات ہے جو آدمی کو اندھا اندھ کر دیتی ہے کہ  
 لوگوں کو تو اس میں شفقت ہے کہ دن بھر اور رات بھر ان کو پیشین  
 نہ نہ کر دیتے ہیں یا ایک صاحب دریا کر دیا بھر پیشین ہی بناتے یا خانہ جہنم کے  
 بناتے اور نہ ان کے کپڑے ان کے تھکے اور ان میں بیٹھنے کے کپڑے ان کے  
 نہ ہوتے یا ان کے کپڑے ان کے تھکے اور نہ ان کے کپڑے ان کے تھکے یا ان کے  
 ہاتھ ان کے تھکے یا ان کے تھکے یا ان کے تھکے یا ان کے تھکے یا ان کے تھکے

ہیں! ایک واقعہ یہ ہوا کہ جہاں میرا قیام تھا اس کے سامنے ایک ایسے شخص نہیں رہے  
 ہوئے تھے! بھر سے وہاں ہی قیود کی وجہ سے کئی دن تک نہ مل سکے میں بیٹھا  
 بیٹھا یہ ناشہ دیکھا کرتا

صاحبو! یہ کیا تہذیب ہے اور یہ کیسی زندگی ہے! قیود نے ایسا اندام یوں کر دیا  
 ہمارے پاس کیا نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو سب کچھ سکھایا دیا! انکسوس  
 ہے کہ اس کو چھوڑ کر ان خرافات میں پڑ گئے، یہ لوگ اس قدر تو حیات متحرک بنے  
 ہیں کہ پانچاڑ جانے کے کپڑے الگ تکہ جوتے ہیں۔ لیکن ان کی معذالت کی حقیقت  
 سینے پر پانچاڑ میں سے اجبار و جبار سے پوچھ کر آجاتے ہیں اور اس سے معذالت  
 ایسی نہیں مولیٰ، جیسی ڈھیلے سے ہو سکتی ہے! کیوں کہ ڈھیلے میں نرت جواز بہت  
 اور کم فائدہ میں یہ بات نہیں ایک توفیق کی ہی غنمی لیجئے! اگر بجائے کاغذ کے پیر  
 اس کی امتیاز کرتے تب بھی کچھ تل کی بات مکتی کاغذ کا اختیار کرنا تو مہر سنجہ بیوقوفی  
 ہے کیوں کہ کاغذ سے نجاست کی منفی نہیں ہو سکتی پھر ملو یہ کہ اس کے بعد یہانی  
 سے ہٹنا کرتے نہیں! ان یہ معذالت بہت ہے کہ جانے روزمرہ میں اب اس معذالت  
 کی حقیقت دیکھئے اس نہانے سے نہ نہانا آپنا تھا! کیوں کہ پہلے تو نجاست ایک ہی  
 جہت کی مولیٰ تھی! اب سارا بدن اس میں کس گیا! کیوں کہ یہ لوگ شب میں بیٹھ کر نہاتے  
 ہیں! جس میں جسم سے بالی انفصال نہیں ہوتا! اور مقام مستجاب ہے! سے مولوں  
 جہ سے ناپاک ہے! تو شب میں بیٹھتے ہیں وہ نجاست سار کی پانی میں پھیل جاتی ہے  
 جس سے وہ پانی سب ناپاک ہو گیا! اسی کو اٹھا کر بدن پر ڈالتے ہیں! حتیٰ کہ منہ میں  
 بھی اس کو لیتے ہیں! اور اس سے کئی کرتے ہیں اس کے تصور سے بھی گھبرا آتی ہے  
 یہ آج کل کا قدر اور تہذیب ہے اور اسی کا نام سنائی ہے **إِنَّ اللَّهَ وَأَنَا إِلَٰهُكُمْ**  
 خدا جانے جس کہاں گئی! اگر کسی سمجھوں کہہ دو کہ تم کو یہ موت  
 کھاتے ہو تو وہ لڑ پڑے اور فوجدار کی ہر جائے مگر کیا یہ

جس کی انتہا

گوہ موت کیا نا نہیں ہے جب گوہ موت میں نہ ہو پانی نہ میں چہا گیا تو گوہ موت کا نا  
 اور کسی کو کہتے ہیں : افسوس پاخانہ میں کہیں دوسروں کی تقلید کرتے ہیں اور تعجب یہ  
 ہے کہ پورے کی تقلید بھی نہیں : کیوں کہ وہ تو ان افغان کے کرنے میں اس بات کے  
 پابند نہیں کہ دوسروں کی دیکھا دیکھی کوئی کھلم کرنے لگیں اور تم اس کے پابند ہو  
 پورے کی تقلید تو جب ہوئی ہے کہ تم بھی ان کی طرح آزاد ہوتے ہو بدرون کسی کے  
 شیخ و یمنی کے ایسا کرتے مگر ان لوگوں نے تو ایسی انجیس بناد کر کے تقلید کی ہے  
 کہ اس چیز کے کئے پٹے کی نسبت آگئی جس کے نام سے بھی آدمی گھیا ماستہ بنا کر  
 دیکھتے ہیں پوچھتے ہیں اور کسی تو لہجہ سے کہنا ہے کہ بعد نہ پوچھتے ہیں مگر جو  
 ایسا ہے اب کوئی نہیں آتی دیکھتے ہیں تو معنی کی یہ حد ہے کہ جہنم کے بدلتوں  
 یہ پانچ پانچ پانچ ہیں اور دیکھ رہا ہے تاکہ بدلتوں پہلے اور بدلتوں سے بھی نفرت ہے  
 یہاں جب ہے کہ شپ میں نہاتے ہوئے جب بنامست پچھتے ہیں تو عین اس وقت سے  
 آپ کو نفرت نہیں افسوس حسرت کی سنت کو حیرت کہ ان گذریوں میں تباہی ہے ذرا  
 ان کے سر لہجوں اور طریقہ صفت کو دیکھ کر تو دیکھتے ہیں کہ یہ ہے کہ سنت سے خزان  
 ان خزان ہیں کہ جس خزان سے ان خزان کیا تھا یعنی معنی کی وہ بھی اسیب نہ ہو  
 یہ میں نے کئی دفعہ لکھی گذر گئی ہیں پڑ جائیں بعض خدمت گواراں سے تحقیق ہو کہ پورے  
 یہ پورے سے کہنا کرتے ہیں جس میں قوت باذہب نہیں اس لئے ان کی پوری قوت  
 یہ پورے سے کہنا ہے لکھیں لیکن ایسی لوگ عالم طور سے اس متبع ہیں افسوس  
 یہ لوگ نے سب چیزیں اپنے ہاں کی پھر دیں اور دوسروں کی اختیار کر لیں اور  
 یہ لوگ نے کچھ نام سے لے لیا ہے وہ یہ کہ جس کی نسبت کہنا ہے کہ  
 یہ لوگ نے کچھ نام سے لے لیا ہے وہ یہ کہ جس کی نسبت کہنا ہے کہ  
 یہ لوگ نے کچھ نام سے لے لیا ہے وہ یہ کہ جس کی نسبت کہنا ہے کہ













پھر اس سے ایسا رہائی کی نگرہ ہوتی ہے پھر مگر و نریب کی مادت پڑ جاتی ہے یہ سب ارض  
 کے ساتھ ایک بڑھ کر ہیں اور یہ سب ان کا دوست اس کی ایک ارض کی جس کا نام ہے ابدن و ابد  
 و اس پر ان کا معلوم ہونے کی ہول کی

تکلیف کی دیکھو

سب سے بڑھ کر بڑی بات تو یہ ہے کہ تھی تو ان سے اس

کی برائی کا بیان فرمائی ہے فرماتے ہیں ان اللہ لا حیت

تو ان کے لئے اللہ تعالیٰ تکلیف نکر کر کے دے کو پسند نہیں کرتے اور ان اللہ

تو ان کے لئے اللہ تعالیٰ غور کر کے دے کو پسند نہیں کرتے ہیں یہ

تو ان کے لئے اللہ تعالیٰ اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی نسبت لا حیت نہیں

ہے کرتے کہ ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی نسبت لا حیت نہیں کرتے کہ

تو ان کے لئے اللہ تعالیٰ اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی نسبت لا حیت نہیں

تو ان کے لئے اللہ تعالیٰ اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی نسبت لا حیت نہیں

تو ان کے لئے اللہ تعالیٰ اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی نسبت لا حیت نہیں

تو ان کے لئے اللہ تعالیٰ اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی نسبت لا حیت نہیں

تو ان کے لئے اللہ تعالیٰ اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی نسبت لا حیت نہیں

تو ان کے لئے اللہ تعالیٰ اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی نسبت لا حیت نہیں

تو ان کے لئے اللہ تعالیٰ اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی نسبت لا حیت نہیں

تو ان کے لئے اللہ تعالیٰ اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی نسبت لا حیت نہیں

تو ان کے لئے اللہ تعالیٰ اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی نسبت لا حیت نہیں

تو ان کے لئے اللہ تعالیٰ اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی نسبت لا حیت نہیں

تو ان کے لئے اللہ تعالیٰ اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی نسبت لا حیت نہیں

تو ان کے لئے اللہ تعالیٰ اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی نسبت لا حیت نہیں

تو ان کے لئے اللہ تعالیٰ اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی نسبت لا حیت نہیں

جیتے ہیں کہ قدم قدم پر دیکھتے جاتے ہیں کہ کہیں سے نہیں تو نہیں بڑا گیا، غرض کہ ان  
 افعال کا کرنے والا گونہ وہاں کو کب نہ سمجھے لیکن واقع میں ہیں سب کچھ ہیں اور ان کے کچھ  
 ہونے کو کیا ہی جھپاوت ہے مگر اہل فہم ہر ملوہ ہو جاتا ہے یہ سب اعمال کے اندر داخل  
 ہیں اور بعضوں کی زبان سے بھی کچھ کے کلمات نکلتے گتے ہیں ان کو غصہ فرماتا ہے  
 محال تو وہ سب جس سے دل میں کچھ ہو رہا ہے افعال سے بھی نکلے ہر روز مگر انوار سے  
 نکلے ہر روز اور نور و ہمت جس کی زبان سے بھی نکلے ہر روز: تو ہمیں مرتبہ ہر روز ایک  
 مشکبہ بن ایک محال اور ایک نور میں ان کے واسطے لفظ لا یحب فرمایا ہے اس سے یہ  
 کہ کچھ ہو رہا ہے یا نہ ہو یعنی زبان سے کچھ ہو یا قلب سے افعال سے سب کو ان سے  
 لا یحب محال نور اللہ تعالیٰ کچھ فر کرنے والوں کو محبوب نہیں رکھتے اور یہ  
 لا یحب المستکبرین اللہ تعالیٰ غور کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتے) سب فرما  
 دیا ان میں سے ایک درجہ کی بھی اجازت نہیں دی، اب یہ سمجھئے کہ اس مقام پر اس  
 پر کسی عذاب کی وعید نہیں فرمائی، صریح لا یحب نہیں پسند کرتے ہیں، فرما دیا ہے  
 سو اس کا جواب اہل توبہ کہ اس آیت میں نہ بھی دوسری آیتوں میں کچھ ہے  
 کی وعید بھی موجود ہے مثلاً لیس فی جہنم من ذی الذلک لیس فی جہنم من ذی الذلک  
 کا دوزخ میں نہ لگتا ہے (نہ) دوسرے یہ کہ یہ وعید کی تنویر کی دیا ہے کہ لا یحب  
 فرمایا یہ تنویر کی بات ہے کہ حق تعالیٰ کو نا پسند ہو نہ توبہ سے دیکھتے تو وعید کی اصل ہی  
 ہے کہوں کہ وعید کسی پر ہوتی ہے جو حق تعالیٰ کی مرضی کے خلاف ہو، مرضی کے خلاف  
 ہو نہ کسی کا مکار نہ نا پسند ہونا ایک ہی بات توبہ پس لا یحب، اصل ہو نہ کسی  
 بکہ در مرتبہ لفظوں میں یوں تعبیر کیا جا سکتا ہے کہ حق تعالیٰ کو دوستی سے  
 سے ہر مشکبہ ہے یا محال ہے یا نور ہے کہوں کہ محبت گراہت کے اعتبار سے راہ  
 کی عذر ہے تبیین نہیں لیکن محاورات میں جس پر افعال نہ آئے ہر روز





کے دل میں محبت کی آگ لگی ہوئی ہو: اس کے لفظ کو اختیار کرنے میں اشارہ اس طرز  
ہے کہ مبنیٰ علیٰ ہونا تو بڑی بات ہے ماضی کے لئے لفظ محبت کا لفظ بھی مر جانے کی بات  
ہے: اے وہ بندہ کیسے زندگ بسر کرتا ہے جس سے خدا تعالیٰ کو محبت نہیں پہنچا لفظ  
مر جانے کی بات ہے: دنیا میں آدمی سکام کی اور محبوبین کی نظروں میں محبوب ہونے کے  
لئے کیا کچھ مصیبتیں اٹھاتا ہے: دیکھتے سپاہی بادشاہ کے حکم جان بازی کرتے ہیں اور سر  
کٹواتے ہیں: صرف اس امید پر کہ بادشاہ وہ ہم سے خوش رہے کسی ملک حاکم کو کہہ کر  
جب یہ بات معلوم ہو جائے کہ آقا کو کچھ سے آج کی بھر دی اور محبت نہیں ہے: تو  
کیسا تلخ ہوتا ہے: خاص کر اس نوکر کو جس سے آقا کو پہلے محبت رہی ہو: اس کو جب  
یہ معلوم ہوتا ہے کہ اب کچھ سے محبت کچھ کم ہو گئی تو دیکھتے اس پر کیا گزرتی ہے: تاکہ  
اسے یہ منظور رہی ثابت ہو گیا ہے کہ کچھ سے آقا کو دشمنی ہو گئی ہے: بلکہ صرف اسی ترس  
کی نوبت آئی ہے جس کے واسطے لفظ محبت بڑا جاتا ہے مگر میں درجہ اس کی پریشانی  
کے لئے کافی ہے تو ایسے شخص کو اگر آقا کسی فعل سے منع کرنا چاہتا ہے تو ایسا لفظ  
نہیں اختیار کرنا چاہتا ہے بعض کام مراد ہو: بلکہ یہی لفظ انتہائی لفظ ہے کہ ہم کو  
یہ کام پسند نہیں اور انتہائی اس واسطے کہ اکثر تو ایسے نوکر کے لئے جس سے محبت کا  
بڑا دورا ہو: اس لفظ کی بھی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ کسی لفظ کی بھی ضرورت نہیں ہوتی  
آقا کی فکر کا پیرا ہونا کافی ہوتا ہے: اسی سے اس کا دم نیا ہو جاتا ہے: یہ واقعات  
دورات نظروں میں ہیں: دیکھتے ایک پیش کار ایسا ہو جس سے کچھ کو کسی قدر انس ہو  
وہ اگر ایک دن اجلاس میں صرف اتنی بات نہی دیکھے کہ آج کچھ صاحب نے اس سے  
بات نہیں کی: تو کچھ سے کہہ جاتا ہے: اور اجلاس میں کہتا پھر جاتا ہے کہ آج کچھ کی  
نظریں کچھ پیر کی ہوئی معلوم ہوتی ہیں: خدا خیر رکھے معلوم نہیں کیا بات خیر ہو  
ہوتی: اس صورت میں اگر کچھ صاحب زبان سے کہہ دیں کہ تم کو تمہارا انس پسند



نے دیکھا نہ خدا کے نور کو کیوں کہ نور ہے اس میں نہیں ولیٰ کی مثل ہے شئی دلوں  
 تھے اس کی مثل نہیں ہے مگر بائیم بہت آثار سے پتہ چلتا ہے کہ محبت عبدالحق  
 کا سبب و غرض ہے ایک ادنیٰ سا نماز می مسلمان پیا جائے اور اس سے کہا جائے کہ  
 تجھے ایک لاکھ روپیہ دیں گے؛ ذرا ایک وقت کی نماز چھوڑ دے تو ہرگز منظور نہ کرے گا  
 اس بخیر سمجھ میں آتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی محبت اس کے دل میں لاکھ روپیہ سے  
 زیادہ سے در نہ لاکھ روپیہ کیوں چھوڑتا؛ کوئی شاید یہ کہے کہ صلہ رحمی میں تو  
 یہ بات سے کہ جو نماز و دیگر عبادات کے پابند ہیں؛ لیکن جو نماز ہی نہیں پڑھتے ان کی  
 عزت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کو محبت حق تعالیٰ کی ہوا کہی نہیں گئی؛ کیوں کہ  
 لاکھ روپیہ تو درستہ زہ تو ہر کسی لالچ کے ہی نماز چھوڑے بیٹھے ہیں؛ میں کہتا  
 ہوں ان میں بھی محبت خدا تعالیٰ کی ایسی ہے؛ جیسے نماز پڑھنے والوں میں عسکر  
 خٹہ و میں فرق ہے ترک نماز کی عاوت نے نماز سے نائل بنا دیا؛ اس لئے نماز کے معاملہ  
 میں تو ان محبت کا ظہور نہیں ہوتا مگر اس سے زیادہ کسی دوسرے موقع پر اس کا ظہور  
 ہو جاتا ہے مثلاً دین کے لئے جان دینے کا موقع آن پڑے تو چاہے مسلمان کیسا ہی  
 بے نمازی اور ناستق اور ناجبر کیوں نہ ہو ہرگز تامل نہ کرے گا؛ وہاں تو لاکھ روپیہ تھے  
 یہاں تو جان کی پرداء نہیں؛ بلکہ بعض رافعات سے تو اس کا ثبوت ملتا ہے کہ نماز روزہ  
 کرنے والوں سے زیادہ مذہم مسلمانوں نے جان بازی کی ہے یہ تو سوچنے ہی میں رہے۔  
 کہ جان دنیا چاہئے یا نہیں؛ اور انہیں کچھ پرداء نہیں ہوئی؛ انہیں بارگاہِ حق کو  
 پڑے بغیر ہر شخص کو اپنی اولاد اور بیوی سے کسی محبت ہوتی ہے لیکن اگر ان  
 میں کوئی خدا اور رسول کی شان میں گستاخی کا علم کہہ دے تو ناستق سے ناستق مسلمان کو  
 بھی تائب نہیں رہتی اور وہ اپنی اولاد کی گردن تارنے پر تیار ہو جاتا ہے غرض ان  
 سب معاملات کے دیکھنے سے یہ بات بخوبی ثابت ہے کہ مسلمان کو حق تعالیٰ کے ساتھ

محبت اور معمولی محبت نہیں بلکہ شدید محبت ہے جو بیوی بچوں سے کہیں زیادہ  
 ہے جس کا نتیجہ اس وقت ہوتا ہے جب کوئی خدا کی شان میں کچھ کہے اس وقت  
 مردوں کو بچوں کی بھی پرواہ نہیں ہوتی؛ سو اتنی محبت بدیہی ہے اور بلا نمونہ دیکھ  
 اور بی بیوں کو کہتے ہیں کہ یہ تو ظاہر کہ خدا تعالیٰ کو کسی نے دیکھا نہیں اور یہ بات  
 کہی نہیں کہ نمونہ ہیں ان میں دیکھا کیوں کہ خدا تعالیٰ کا نمونہ ہونا ان میں ممکن نہیں  
 خدا تعالیٰ کی شان تو ہے کہ تصور میں بھی نہیں آسکتا جیسا کہ جس سے بتایا گیا ہے شی  
 کہ تصور نہ کیا کہ مسلمان جیسا خدا کو مانتے ہیں وہ تو نہ ماننے کے علم میں ہے بیوی  
 کہ جب اس کا کوئی نظیر ہی نہیں؛ تو اس کا تصور بھی نہیں ہو سکتا؛ کیوں کہ تصور ظہیر  
 اس پر تو نمونہ ہے اور جس کا تصور نہ ہو سکے؛ اس کا ماننا ہی کیا ہے؛ اسے وہ لوگ  
 جانتے ہیں کہ کیا چیز ہے یہ کیا ضرور ہے کہ جس کی نظیر نہ ہو اس کا وہ بھی نہ مانا جائے  
 کہ جس کی نظیر کو ان کی بت کیا کوئی ثابت کر سکتا ہے؛ کہ کسی جہد و سرائے سے جو  
 سے نہ کسی نے دیکھا ہے یا کسی زمانہ میں ہوا تھا؛ اسی طرح جس بات کو وہ ثابت  
 کرتے ہیں یہ اعتراض نہیں ہو سکتا کہ ہم نے دیکھا ہی نہیں اس لئے نہیں مانتے  
 کہ اس پر اعتراض کرنا ہی سہی ہے تو اس طرح کر دے کہ دلیل کے کسی مقدمہ کو باطل کر  
 دے کہ اس بات کو باطل نہ ہو سکیں؛ تو نتیجہ کا ثبوت یقینی ہے نیز اس وقت اس میں  
 کوئی عجز یا متعذر نہیں؛ اس واسطے کہ ہم کو کچھ اور طول دیا جائے؛ غرض یہ  
 کہ خدا تعالیٰ کی شان جیسا کہ اس کا تصور نہ ہو سکتا ہے؛ تو خدا تعالیٰ نے اپنے  
 رسول پر اور ہر نبی پر کیا ہے کہ ان میں گناہ تھا جسے خدا ہونے والا ہے اور اللہ تعالیٰ اس

خدا تعالیٰ کی شان

جس کا تصور نہ ہو سکتا

در ہر جہد و سرائے

جس کا تصور نہ ہو سکتا

داسے اللہ آپ ہمارے خیال و قیاس گمان و تم سے بڑے ہیں اور اس سے نہیں جو  
کچھ ہم نے پڑھا ہے اور سنا ہے۔

مجلس تمام گشت و پیاں رسید  
ہا پچھاں و راول و صفہ نورانہ ایم  
(دوست ختم ہو گیا! اور عسکر آخر کو پہنچا ہم ایسے آگاہی سے دوست  
اور اے کے بیان میں ہیں)

### اور دوسرا ایک شعر ہے یہ

قلم بسکن سیاہی ریز و کاغذ سوز و دم و کش  
حسن بے قصہ شوق سنت و دین و تکیہ  
د قلم نور سیاہی کو پینکٹ کاغذ کو جلا اور شاموش رہا ہے حسن یہ شوق کا قصہ بت و شتر  
میں نہیں سہا سکتا ہے

ایسی شان ہے حق تعالیٰ کی پھر جو چیز خیال میں ہو نہ آئے اس کی محبت کیسے ہو  
سکتی ہے حتیٰ کہ بعض اہل فہم نے تو کہہ دیا ہے کہ حق تعالیٰ کی محبت بالحق نہیں  
ہو سکتی پس ارادہ طاقت ہی محبت ہے اس لئے انسانوں کا کام یہ ہے کہ ارادہ و قوت  
سے عبادت کے بجائیں! اس پر امام غزالی کہتے ہیں کہ ان لوگوں کا خیال  
غیبیہ کسی ہے جو کہتا ہے کہ قدرت میں کچھ قدرت نہیں! سو جبکہ طاقت اور ارادہ  
اس بات کے شاہد ہیں کہ غیب میں محبت خداوندی موجود ہے پھر اس کی کیا گواہی  
جائے! آخر ہم تو ایک انسان کی نسبت حکم دیتے ہیں کہ اس کو کس نسبت  
یا کسی چیز سے محبت ہے تو یہ حکم کیسے دیتے ہیں! کہ محبت ایک قیاس ہے اور  
اس کے بار جو حکم لگا دینا صرف آثار ہی دیکھ کر تو ہوتا ہے پھر جب محبت خداوندی کے  
آثار موجود ہیں اور ایسے آثار موجود ہیں جو کسی دوسری چیز کی محبت میں نہیں ہو سکتے  
تو جو محبت خداوندی کا حکم لگانا چاہیے ہو سکتا ہے اور اگر یہ شرط ہے تو ہوتا  
اور انسانوں میں باقی محبت کا حکم لگانا بھی چاہیے کیوں کہ اس کا بھی آثار ہیں

اگر کسی نے دل تیر کر تو دیکھا ہی نہیں اگر دھوپ دیکھ کر کوئی کلمہ دے کہ آفتاب  
 اٹھ گیا تو اس کی تفسیر کیسے کی جا سکتی ہے یہ تو بدایت ہے جس کا انکار ہے  
 حیرت انگیز شے و فری کا دیکھو واپس اثر میں تو اس طرح پایا گیا ہے کہ ان میں  
 فراہم کیے گئے ہیں ان سے متقدمی ہو کر اس پاس تک کو گھیر لیا ہے  
 حضرت ممنون محب کا قصہ ہے کہ یہ کچھ محبت کا بیان کر رہے تھے کہ  
 ایک بڑا پاس کے قریب آبیسی اور ٹھوڑی دیر کے بعد ان کی گود میں  
 ایک بڑا بچہ پڑا اور ہر گھنٹہ دیکھتے کس درجہ محبت کا اثر ہے اسے جو لوگ انکار  
 کرتے ہیں وہ بے ایمان کہہ سکتے ہیں ان کا اثر تھا جس سے جانوروں میں بھی ہلکے لگاؤ کی بات  
 انسان پر تکلیف دہ ہے تو کیا بیدار ہے غرض اس کا انکار باکلی ممکن ہے ہر ذرا اس  
 کو دیکھ کر ہر شخص میں ہے پھر اس کا ایک درجہ تو فطرتاً ہی ہے جو دہشت انگیز  
 ہے کہ اس کے گرد اس درجہ کو عمل کر کے جو اس کے اختیار پر رکھا گیا ہے تو  
 لوگ اس سے گھر نہیں کیسے ہی منتقلی ہو جائے ان کا انمولی ذرا سی بات میں ٹوٹ جاتا ہے  
 جنات کے بہتے سہرات کے کہ ان کا انمولی بہت مستحق ہوتا ہے کیوں کہ محبت کے  
 اثر سے ان کی فطرت ہی ہائے پیراؤں سے طبعیت کا بنیہ بڑھتا ہے  
 اس کے لیے کہ وہ بڑھتی ہوئی یہ نہیں وہ جہاں رہ گئے وہاں رہ گئے محبت کے  
 اثر سے بڑھتا ہے تو یہ بڑھتا ہے اور اس کے بہتے پیراؤں سے اس کے اثر سے ترانی

کے ہیں

کہ دراز و دور ویدیم روبرو سامانی  
 ویدیم روبرو سامانی روبرو سامانی  
 ویدیم روبرو سامانی روبرو سامانی  
 ویدیم روبرو سامانی روبرو سامانی  
 ویدیم روبرو سامانی روبرو سامانی

ہوتا کہ ساری عمر اعمال ناقص رہی ادا ہوتے ہیں اس کی نسبت کہا گیا ہے :  
 بز میں پھر سچے کر دم ز زمین نہ برآمد کہ مرا خراب کردی تو سب سے زبرد  
 جب میں بریں نے سجدہ کیا تو زمین سے بڑا آئی تو نے سجدہ دیا کہ کر کے مجھ کو بھی خراب  
 بہ طوائف کعبہ رفتیم بھریم خداوند تو بروین در چہ کردی کہ دون شانہ  
 د خانہ کعبہ کے طوائف کے لئے کیا تو حرم سے مجھے راستہ نہ دیا اور کہا کہ تو نے حرم کے  
 کیا کیا جو خانہ کعبہ میں داخل ہونا چاہتا ہے

یہ نواقص کی حالت ہے اور اس حال کی حالت یہ ہے کہ جن کو محبت نہیں :  
 بہت جلد کبر اٹھتے ہیں اور اساتذہ ہر روز مذہم اکثر گئے : در محبت راستہ کی تیار  
 ہوتی ہے

نشو و نصیب دشمن کہ شود ہاں تیغست سر دستان سنا مت کہ دشمن آزمانی  
 دشمن کو یہ نصیب نہ ہو کہ تیرا تلوار سے ہلاک ہو : دشمنوں کا سر مل مت رہتے : اس پر  
 نصیب سے آزمانی کریں

کسی کو نصیب نہ ہوگی : ان کو نصیب نہیں بھی لطف آنا بہت یہ نصیب ہی  
 کے آثار ہیں : اگر ظلم میں محبت نہ ہو تو اس کے آثار تورت کر ذرا بل محبت کے آثار کو  
 دیکھ کر ماننا پڑے گا : کہ محبت اپنی کا وجود ہے :

کر بنو دے نالہ نے راشر نے جہاں را پر نہ کرے نہ شکر  
 اگر نالہ نے راشر ہو طلب بہت جس سے معرفت پیدا ہوئی ہے نہ مونا تو دنیا میں ہزار  
 عارت پھر سے پڑے میں کہاں سے آئے

بندہ ان نثار محبت را حلو و جو دہی : اگر ان میں محبت نہیں تو دوسرے کی محبت  
 سے کہوں کہ بل محبت ہو جائے میں : یہی وقت محبت کی ہے کہ اس پر ہر ایک کو  
 پسند آتی ہے محبت آگاہ بہت آگاہ کے اندر جو کوئی جانا بہت وہ تو جہاں کی بہت زبرد



وہ لوگ کہ ارد گرد ہوتا ہے گرم وہ بھی ہو جاتا ہے عقل میں اتنی قوت نہیں والہ  
یہ قوت نہیں رہتی ہے پتہ پتہ کیا۔ اہل دل نے دونوں کو آزما کر کہا ہے : مہ

آزمودہ عقل و دراندیش را  
بعد ازین دیوانہ سازم خویش را  
نہیں نے عقل و دراندیش کو آزما لیا  
جب اس سے کام نہ چلا پھر تم دیوانہ بنو  
آزمودہ عقل و دراندیش را (۲ بار) بعد ازین دیوانہ سازم خویش را  
نہیں نے دراندیش کو آزمانے کے بعد میں نے دیوانگی اختیار کی ہے  
وہ بھی کہ عقل نہیں گئے : منہ بٹھیں جھپٹیں گے مگر محبت وہ چیز ہے کہ  
نہیں نہ ہو کہ اور بھی کہیں گے و س

مست آن سائی دل بیانا ایم  
رنگ و رنگ و دیوانہ ایم  
وہ کہ جس نے عشق و دیوانہ میں تو کیا پروا ہے : یہی دولت کیا کم ہے کہ محبوب  
تجربہ نہ کرے نہ سب ہی

نہیں دلی باز رہا : دار عورت یا ایک امرو کی محبت میں آبرو و غیرت سب  
نہیں رہا ہے : مال کی پروا ہے نہ جاہ کی جب ایک نام شش میں یہ سالنہ ہستہ تو  
نہیں کہنے شش میں جو عاشق ہستہ از سر چاہ عشق ہے کیا حالت ہونا چاہیے  
جو کہ ہر روز سے کم ہے بیکریں کہ

گھر سے گشتن بہر ادا و سے بود  
شش و سہوئی کے کم از دلی بود  
وہ کہ جس نے عشق سے کیا کم ہو : اس کی نگہوں میں پیسہ نا  
نہیں رہا ہے

نہیں محبت کے آثار جہاں بھی ہوں : وہاں کیسے تالی نہ ہوں !  
نہیں محبت کا وجود ہے تو یہ قول صحیح نہیں کہ انداز ان کی محبت نہیں  
نہیں تو ان کے انداز تعالیٰ کی عظمت پر نظر کر کے یہ کہہ دیا ہے کہیں

کہ فنا پر ہے کہ محبت ایک تعاقب کا نام ہے جس کے لئے وجود طرہ میں اور طرہ میں  
 کچھ باقی نہ رہتا ہے۔ اور بندہ اور خدا میں یہ مناسبت کہاں واجب  
 اور کہاں ممکن غائب یہ اصل ہو گئی ہے۔ مگر کیا یہ اس کے انکار کی جگہ اس کا اصل یہ ہے  
 کہ بندہ بیشک اس قابل نہیں ہے کہ اس کو واجب کے ساتھ ایک طرہ میں  
 رکھا جائے۔ لیکن محبت کا امر کا یہ اس طرہ میں ہے کہ حق تعالیٰ کے ساتھ بندہ  
 کی محبت اس کے فعل سے نہیں۔ بلکہ اس طرہ سے ہے جو اس کے فعل سے  
 ارادہ فرمایا کہ اس کے دل میں میری محبت ہو جائے۔ اور اس کے ارادے  
 کے ساتھ کوئی چیز مانگنی نہیں اس سے جس بندہ میں خدا تعالیٰ کی محبت  
 ہو گی۔ وہ حق تعالیٰ کو نہیں اس کے ساتھ محبت ہے۔ مگر اور درخت اور پانی

بندہ ہو یا نہ ہو۔ اس کے دل میں

عشق و محبت اور دل میں

در عشق و محبت اور دل میں

در عشق و محبت اور دل میں

در عشق و محبت اور دل میں

در عشق و محبت اور دل میں

در عشق و محبت اور دل میں

در عشق و محبت اور دل میں

در عشق و محبت اور دل میں

در عشق و محبت اور دل میں

در عشق و محبت اور دل میں

در عشق و محبت اور دل میں

در عشق و محبت اور دل میں



خادم ہی کا نام یا یہ شفقت ہوتی ہے بزرگوں کے خدام پر ایک مرتبہ حضرت  
 نے میری اہلیہ کو ایک کپڑا بڑا تبرک دیا! اس پر ایک خادمہ نے عرض کیا کہ یہ آپ  
 کی رشتہ دار پوتی ہے اس کے لئے بھی دیکھئے فرمایا ہم کسی بیٹی پوتی کو نہیں دیتے  
 ہمارے پوتے وہی ہیں جن کو اللہ کے لئے ہم سے تعلق ہے اس کے معنی یہ  
 نہیں کہ اولاد اور رشتہ داروں سے ان کو تعلق نہیں ہوتا! ان کو تعلق سب سے ہوتا  
 ہے چنانچہ اگر کوئی ان کے رشتہ داروں سے بدسلوکی کرے تو اولاد جو رشتہ داروں سے  
 ہوگا! کیوں کہ اللہ تعالیٰ ضروری ہے اور اہل اللہ سے بہتر کوئی اولاد متعلق  
 نہیں کر سکتا کیوں کہ یہ حقوق کو شریعت کے موافق ادا کرتے ہیں اور نہ رعیت  
 سے بہتر کوئی استحقاق کو نہیں جہاں سکتا اور وہ جو رشتہ داروں سے بدسلوکی کرے  
 بنفس کے رشتہ داروں کے ساتھ بدسلوکی وہی بنفس کر سکتا ہے جس کو اس  
 بنفس کے ساتھ محبت نہ ہو رشتہ دار تو بڑی چیز ہیں اولیٰ تعلق جس چیز کو چاہے  
 کے ساتھ ہوتا ہے قرب کے نزدیک وہ بھی محبوب ہوتی ہے اور دیکھئے ساتھ ساتھ  
 کے ساتھ محبتوں نے کیا برتاؤ کیا اس کو گور میں اٹھایا کسی نے کہا کہ یہ کیا کرتے تھے  
 تو وہ کہتا ہے :۔

پاسبان کو چہ لینے اسٹ ایس (یہ لینے کے کو تیر کا پور کیا رہا ہے)  
 محبت ایسی ہی چیز ہے جو اہل اللہ کے اس بنفس کے بجا ہونے کی سزا  
 شیخ عبد القدوس رحمۃ اللہ علیہ کے ایک بیٹے کے ساتھ بعض خاندان شیخ نے جو  
 کی تو شیخ کو بڑے غصہ کا سند ان کے پاس یہ ان کا غصہ و رسل ان رشتہ داروں کے ساتھ  
 وارثی سے نہیں ہوتا! جبکہ اس وجہ سے ہوتا ہے کہ ماں محبت کا نہ ہونی یہ تو  
 تعجب سے وہ بہتر کہتے ہیں! تو کوئی یہ نہ سمجھے کہ اہل اللہ کو دوست کرنا تعلق  
 نہیں! ماں ان کو سے بھی زیادہ تعلق ہوتا ہے چنانچہ ہمارے دوستوں میں ایک شخص



نزدیک محبوب ہو گا، اور رد توافع ہے توافع فی نفسہ بھی محبوب بہت اور احمق بہت سے بھی ضروری ہے کہ توافع کبر کا علاج ہے اور کبر کا علاج ضروری ہے کہ یہ بدترین مرض ادم الامراض ہے اور یہ مرض کم ہے تو بیان توافع کا اختیار کرنا پسند عام مشہور ہو، اس واسطے اس حدیث کو اختیار کیا گیا ہے: حامل یہ کہ کبر کا علاج توافع ہے اب ضروری ہے کہ توافع کے معنی بیان کئے جائیں۔

**توافع کی حقیقت** | یہ مختصر اس کی حقیقت بیان کر کے ختم کرنا ہوں۔  
توافع کی حقیقت عوام تجاہل میں تو یہ ہے کہ زبان کی

خوش طبعی جادو سے پانچاں چاں اس کے سامنے رکھ دیا جائے کہ پانچاں دسہ نہ زبان سے بولا جائے اس کے لئے دوسرا لفظ خواطر کرنا ہے کہتے ہیں: اول بڑی خوش طبعی اور اول ہے اسی کو ذرا بڑھانے کے لئے کہا جاتا ہے کہ اول کے لئے یہاں زبان کی بڑی توافع ہوتی ہے: پھر حال یہ معنی تو عرفی ہیں: اور شقی شقی سے یہ معنی یہاں کے نزدیک نہیں آتے کہ نئے لوگوں میں جو اس لئے درجہ کے نئے تعلیم یافتہ ہیں لیئے اور ایم لے لے رہے وہ بھی اس شقی شقی معنی سے بہت بڑی بوجہ تو شقی شقی نہیں بولتے: کیوں کہ اردو زبان کی شاقہ کی ناری سے پیدا ہوتی ہے جس سے ہر سب سے پہلے ہیں: بجا اردو کا الٹا کہ ان کا خیال ہوتا ہے چنانچہ ایک تعلیم یافتہ سب سے پہلے ایک لڑکی کے انہماق بلند کر کے ہیں اکثر انہماق فرستے کہانا: اس فرق کے نزدیک کہ اکثر انہماق کیا کہ اکثر انہماق فرستے نہیں جتنے کہاں شقی شقی سے بہت کریم اور شقی شقی سے ہر سب سے پہلے ہیں: توافع کو توافع سے بولتے ہیں: فارسی اس کے معنی شقی شقی ہے سب کے سب نا آشنا ہیں: عربی میں لبتے تو ایسے ہیں کہ لبتے سے کہیں نا آشنا نہ ہوتے لبتے جانتے ہیں مگر معنی سے نا آشنا ہیں: عربی میں شقی شقی سے توافع شقی شقی ہے: اور عربی معنوں میں لبتے نا آشنا ہیں: شقی شقی میں تو شقی شقی میں یہ لبتے شقی شقی

ہی نہیں ہاں پر ایک قسم یا و آگیا ایک دیہاتی لڑکا تھا اس نے ایک استوار سے  
 گریبا شتر کا کی جہد شتر آیا است

و اگر تو اشیاع کی اختیار  
 شود عشق دنیا تراد و ستدار

دیکھا ہے وہ اگر تو اشیاع اختیار کرے  
 توں ہم مخلوق بیک در ست بن جائے

اتر و ستر پوچھ جانتے ہو تو اشیاع کسی کو کہتے ہیں کہا اکی ہاں یہی پاؤں تیرے دیکھنا

یہ تو ایک شتر کی بات ہے پڑتے کھنوں کے نزدیک جو معنی میں وہ بھی اسی کے قریب

تو یہ بھی ہے کہ شتر در ستر میں ان کے نزدیک تو اشیاع کے معنی میں اڑنے سے بولنا

جیسے کہ شتر کے ہرگز نہ ہونے کا یہی ہے تو تو اشیاع کے معنی میں اڑنا ہے

کے معنی میں شتر کے ہرگز نہ ہونے کا یہی ہے تو تو اشیاع کے معنی میں اڑنا ہے

تو تو اشیاع کے ہرگز نہ ہونے کا یہی ہے تو تو اشیاع کے معنی میں اڑنا ہے

تو تو اشیاع کے ہرگز نہ ہونے کا یہی ہے تو تو اشیاع کے معنی میں اڑنا ہے

تو تو اشیاع کے ہرگز نہ ہونے کا یہی ہے تو تو اشیاع کے معنی میں اڑنا ہے

تو تو اشیاع کے ہرگز نہ ہونے کا یہی ہے تو تو اشیاع کے معنی میں اڑنا ہے

تو تو اشیاع کے ہرگز نہ ہونے کا یہی ہے تو تو اشیاع کے معنی میں اڑنا ہے

تو تو اشیاع کے ہرگز نہ ہونے کا یہی ہے تو تو اشیاع کے معنی میں اڑنا ہے

تو تو اشیاع کے ہرگز نہ ہونے کا یہی ہے تو تو اشیاع کے معنی میں اڑنا ہے

تو تو اشیاع کے ہرگز نہ ہونے کا یہی ہے تو تو اشیاع کے معنی میں اڑنا ہے

تو تو اشیاع کے ہرگز نہ ہونے کا یہی ہے تو تو اشیاع کے معنی میں اڑنا ہے

تو تو اشیاع کے ہرگز نہ ہونے کا یہی ہے تو تو اشیاع کے معنی میں اڑنا ہے

تو تو اشیاع کے ہرگز نہ ہونے کا یہی ہے تو تو اشیاع کے معنی میں اڑنا ہے

تو تو اشیاع کے ہرگز نہ ہونے کا یہی ہے تو تو اشیاع کے معنی میں اڑنا ہے



کہتے اس لئے ان کی نسبت اکثر لوگ بھی کہتے ہیں کہ انہیں تواضع اور اخلاق نہیں ہیں  
 کسی کو منہ ہی نہیں لگاتے! صاحبو! ان میں بناوٹ نہیں! سچے اخلاق ہیں جو بڑے نہیں  
 ان کا تو حکیمانہ قول یہ ہے کہ اگر کوئی منہ پر تعریف کرے تو اس تعریف سے نہ ان کا کروڑ  
 نہ اس کو منع کرو۔ کیوں کہ اس سے اور زیادہ تعریف کریگا اور دوسرے دیکھ کر  
 بھی تمہارے مقتدر ہو جائیں گے۔ بلکہ خاموشی ہو رہو وہ اپنا سامنے نہ کرنا خود غرور  
 ہو جاوے گا۔ اور سب سمجھیں گے یہ بالکل سب سے اعلیٰ جتنے جو تعریف سے کچھ بھی  
 خوشی ظاہر نہیں کرتا۔ بہت بن کر بیٹھ گیا پھر آئینہ نہ کوئی تعریف کرے گا تو ٹیڈر سے  
 بند ہو گا۔ یہ ہے حقیقی تواضع!

**اجل کا دستور** | آج کل ایک اور طریقہ نکلا ہوا ہے۔ لوگ تو جب کوئی ان کی

تہلیل کہاں ہوں آپ بناتے ہیں۔ من آئم کہ من آئم یہ اگر سہ بناوٹ ہی نہیں جس سے غرور  
 تو تواضع کی نفی۔ اور اب طریقہ نکلا ہے کہ اپنی تعریف کا ٹکڑہ یہ ادا کرتے ہیں کہ میں  
 اس عبادت کو نہایت شکر یہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھ کو ان اوقات سے نوازا۔

بہتہ کہ ایسے ہی انداز سے بہت یاد کیا کیجئے! اور میں اس قابل ہوں! اس میں نہایت  
 تواضع وغیرہ ہیں۔ کس پر تو کمر بستہ۔ شرفی تکبر کھلا ہوا ہو یا ڈھکے چھپے نہیں

تو تواضع سے ان سے ہر جگہ تواضع ہے۔ پھر جیسا کہ آئم میں تواضع ہے وہی تواضع  
 یہ جیسے کہ تواضع میں تواضع ہے۔ پھر تواضع میں تواضع ہے۔ تواضع میں تواضع ہے۔

تو تواضع میں تواضع ہے۔ تواضع میں تواضع ہے۔ تواضع میں تواضع ہے۔ تواضع میں تواضع ہے۔

تو تواضع میں تواضع ہے۔ تواضع میں تواضع ہے۔ تواضع میں تواضع ہے۔ تواضع میں تواضع ہے۔

کہ اس طرح کا دل سمجھتے ہیں : اور یہ بکیر ہے مگر دوسرے وقت ان کی یہ حالت  
 سختی کہ دیوبند کے قریب املیا ایک گاؤں ہے اس میں آدموں کی دعوت ہوئی :  
 وہاں سے سواری تک نہیں بھیجی یہ بزرگ مع زخار کے پیدل چلے گئے جب وہاں سے  
 آئے گا کہ چلتے چلتے تب بھی بانیوں نے سواری کو نہ پوچھا پیدل ہی چلے جتے وقت گھروں  
 کے راستہ اس نے آرام دیتے : ظاہر ہے کہ مولانا کو اردوں سے زیادہ جھمکا دیا ہوگا :  
 مولانا نے اپنا سہارنپور میں باندھ لیا : مولانا دہلی میں شہزادوں کی گودوں میں پلے پڑے  
 تھے اور بہت نازک بدن تھے : بوجھ سے چلنے کی عادت کہاں : اس گھڑی کو کہیں اس  
 ہاتھ میں لیتے اور کہیں اس ہاتھ میں لیتے بیشک دیوبند کے قریب پہنچے : جب بازار کے  
 قریب پہنچے تو ٹھکانا کر اس گھڑی کو سر پر رکھ لیا تو بڑا آرام معلوم ہوا : تو فرماتے ہیں  
 کہ یہاں پہنچے سے یہ ترکیب سمجھ میں نہ آئی بڑے آرام سے آتے سر پر گھڑی رکھتے ہوئے  
 جاتے ہاتھ پاؤں اور دونوں طرف سے سلام کرتے جاتے ہیں اور مسلمانوں سے ہوتے جاتے  
 ہیں اور مسلمانوں سے لکھ چلے جاتے ہیں : مگر سب کچھ اسی طرح چلے گئے راستہ میں  
 مسلمانوں سے لینا بھی پانا مگر کسی کو نہیں دیا : ہشتاش ہشتاش زرا طبیعت پر بار نہیں  
 تھا : اور ان کو مارنے کر باندھ کر لے گیا سمجھتے ہیں : اور اس کو ضروری کہتے ہیں : اور  
 پہنچے : کہ وہی مدت تاؤ تھکا کہ شرف شرف نہ ہو : گئی دیکھا ہے میں کہتا ہوں : سسر  
 رشتہ کے بازار میں پر ہے الجھتا کہ کسی میں ترفع نہ ہو اور اس میں یہ بات پیدا ہوئی  
 اور سسر رشتہ میں تھی : کہ کسی وقت اپنی وضع کے خلاف کام کرنے پر نفس کو زور دیا  
 اور اس کو شرف نہیں دیا اور اس کے عادات بھی بدی نہیں : اور نہ یا بند وضع  
 تھیں سسر رشتہ میں یہ نہیں کہتا کہ سب پانچ پانچ میر بوجھ ہی : اور وہ کہتے کہ تو کرنا  
 ہے : سحر کی طرف کسی کو توجہ نہیں :

## صحیفہ بزرگان

بہار می طرف ایک بزرگ مولانا مفتاح حسین صاحب پستہ

وہ اپنے کمراٹ کے بہت پابند تھے بھار میں بھی اتنا

نہ کرتے تھے اس وقت یہاں نہ تھی روک بلیوں میں سفر کیا کرتے تھے مولانا اس میں بڑے  
 تیار پڑھتے تھے مگر کبھی اس ضرورت کے لئے یہاں کو نہیں آیا نہیں کیوں کہ اس  
 سے دوسرے رفتار کا حرج ہوتا یا کم از کم گاڑی بان کا کورس ہوتا اور ساری  
 کسی کی گفت کو بھی گوارا نہیں کرتے بس یہ کرتے کہ گاڑی سے اُٹھ کر بیٹھ جاتے  
 اور دور کھتے پڑھ لیتے جب گاڑی نزدیک آتی آگے بڑھ جاتے پھر دور کھتے  
 پڑھ لیتے اسی طرح بھی رہتے کرتے یہاں آج تو کوئی شیخ صاحب کر کے دیں  
 اور تو سفر میں تیار ہی کون پڑھتا ہے اور کسی کو شوق پڑھنے میں پہلوان کم ہشت کی ہشت  
 ہے کہ گفت و گفت کاڑی کو در کے کٹار ہے بہار اور راحت رسائی غنوں و غنوں  
 کو جمع کر کے دکان و دکان میں مولانا مفتاح حسین صاحب کی کتاب ہے کہ ایک نمبر  
 مولانا دہلی سے کراچی کی ایک جہاں میں ایک گاڑی بان سے دیہاتیوں کی شرت باری  
 کرتے رہتے تاکہ وہ مانوس ہوں بکیروں کہ رفیق سفر کو مانوس کرنا بھی حق زمانت  
 ہے پھر اس سے باتوں باتوں میں معلوم ہو گیا کہ یہ پہلی گاڑی کی ہے مولانا کو بڑی  
 دشت ہوئی بکیروں کو آپ بڑے متقی تھے ان کی تعریف مشہور ہے وہ ایسی گاڑی  
 میں کیوں کر سوار ہو سکتے ہیں جو عوام کی سے تیار کی گئی ہو بڑے کمال یہ ہے کہ  
 آپ نے اترتے ہیں جہاں میں نہیں کی ہستے ہی فوراً زمین اتر پڑے اس خیال سے  
 کہ گاڑی بان کی دل شکنی نہ ہو نہ ہو گاڑی میں رہ کر پیشاب کے بہانے سے اترتے  
 پھر اس سے کہا کہ اب تو بیدار چنے کو چاہتا ہے گاڑی بان سمجھ گیا اور  
 غرض کیا کہ میں سمجھ گیا ہوں اب جہنم سے کہ غنہ کو شہت فرمایا یہ نہیں ہو سکتا پھر  
 کراچی کے سب سے ممکن ہے کہ کوئی کراچی لوٹ گیا ہو تو یہ سارے مجھ کو گوارا نہیں اس

ضرورت کا اندازہ نہ پہلی لائے اور خود سپاؤں و تشریف لائے یہاں پہنچ کر پورا کرایہ دیکر  
 رخصت کیا یہ کمال یہ باتیں بزرگوں کی محبت سے حاصل ہوتی ہیں نہ حضرت محبت  
 میں رہ کر دین آتا ہے میں قسم کہتا ہوں کہ کتابوں سے دین نہیں آتا: ضابطہ کا  
 دین تو کتاب سے آسکتا ہے مگر حقیقی دین ہر کسی کی جوتیاں بیدار ہوں گے: بلکہ بلا  
 سہرتیاں گائے نہیں آسکتا: دین کسی کی خوشامشار نہیں کرتا: دین ان ہی خیرات سے  
 آتا ہے: اس لیے کہ یہی چاہیے ہے اور جس کا یہی چاہیے ہے اگر ایک ایسے شاعر  
 ہے ان کا کام ہیگانہ ہوتا ہے ان کا مصرعہ ہے:

سچ دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

یہ بات بالکل سچ ہے اہل اللہ میں ایک کمال یہ ہوتا ہے کہ انہوں نے کئے مائتد کسی  
 کی تشکلی نہیں کرتے ان سے کسی کو تکلیف نہیں پہنچتی ہاں اگر کوئی اصلاح کی  
 ضرورت ہو اس کی ضرورت سے تنبیہ اور پوری سیاست کرتے ہیں کیوں کہ  
 اس کے اصلاح نہیں ہو سکتی یہ ایسا ہے جیسے آتش و زخم کا علاج کرتا ہے کہ  
 جانتے چیرے کی ضرورت ہے اگر وہاں وہ زخم کرے تو باکث ضرر ہے: اور  
 ایسے زخم کی صورت میں فصد کو رہا نہ کہا جاسکے گا: بکایتا لہم کہیں گے اس لئے  
 جہاں اصلاح نہیں سیاست کی ضرورت ہو: وہاں اہل اللہ پوری سیاست کرتے  
 ہیں یہ سیاست یہی کہ ان بزرگوں کا پہلو نہیں چھوڑتے: ان ہی بزرگوں  
 کا ہر موافقہ شریعت میں مہاسب کا قفسہ ہے انہوں نے کہا کہ ایک پہلو اس میں  
 ہے کہ اس کو اپنا ہوتا تھا: موزن نے اس کو ڈانٹا اور کہا نماز کے زور سے کہ  
 یہ بزرگوں کے لئے آجائے ہیں ان بزرگ نے ڈانٹنے والے کو منع کیا: اور  
 ضرورت کے ساتھ پانی بھرنا شروع کر دیا: اور اس سے کہا مائتد تم تو  
 بے ہوش ہو رہے ہو: جیسے تو زور بہت کرتے ہو: فوراً منس کے مقابلہ میں

تو زور کیا کرو : نفس کو دبایا کرو : اور رحمت کر کے نماز پڑھا کرو : پھر انی تو یہ  
 پس وہ شخص پانی پانی ہو گیا : اور بہت شرمایا : اسی وقت سے نماز کیا بند  
 ہو گیا : اسی طرح ان ہی مولوی صاحب کا قصہ ہے کہ انہوں نے ایک ریس  
 سے کہا کہ تم نماز کیوں نہیں پڑھتے انہوں نے کہا کہ نماز تو پڑھ لیں مگر وضو کی کتنی  
 ایسی بات کہ بارے لیس کی نہیں بار بار وار کو اتار کر کون پڑھا ہے یہ ریس  
 وار ہی پڑھانے کے غامی تھے : مولوی صاحب نے کہا آپ بے وضو نماز پڑھ  
 لیا کریں : مگر پابندی کے ساتھ پڑھیے : ریس نے کہا کہ بے وضو نماز پڑھنے سے  
 گناہ تو نہ ہوگا : فرمایا آپ بے فکر رہیں اگر گناہ ہوگا تو مجھے ہوگا : آپ تو میرے  
 کہنے سے لو پڑھیں گے اب کیا تھا مجبوراً نماز شروع کرنا پڑی اور مولوی صاحب  
 کی یہ برکت تھی کہ اول ہی وقت یہ بات خیال میں آئی کہ آنا تو میں بھی جانتا  
 ہوں کہ بدون وضو نماز نہیں ہوتی یہ تو ان کی شفقت تھی : کہ مجھ کو راہ پر لایا  
 اور قطع جنت کے لئے یہ گنجائش دے دی تو بے وضو پڑھنے کی نوبت نہیں  
 آئی اور خود مولوی صاحب کو بھی یہی مقصود تھا : اندر ان رئیس کے اہم یہ تھا کہ  
 تمام گنجائش صرف صورت تھی : حقیقتاً نہ تھی : پھر جب بار بار دہرایا  
 میں وقت معلوم ہوئی : اٹھ ہی بھیجی مجبور دی : پس اہل اللہ میں اس قدر شفقت  
 ہوتی ہے کہ قتل خدا کو اولاد کے برابر اور بھائیوں کے برابر سمجھتے ہیں یہ بات یاد رکھو کہ  
 بغیر اس سے ہرگز سستی نہ کرو : ہاں جس پر تمہاری حرمت ہو جس کے ساتھ یہ بات  
 سے کام لو ہرگز سستی نہ کرو : یہ شفقت ہی کچھ اٹھتے : کہ اسلام میں تہذیب  
 بنیاد پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت کے مندرجہ  
 ارشاد ہے : **وَأَوْكُتْ ذُنُوبَ الْقَتِيلِ بِرَحْمَتِهِ**  
 میں نے دیکھا کہ اگر آپ بدگو اور سخت ہوتے تو کوئی بھی آپ کے پاس نہ پہنچتا

سب اور ہر مساک جانتے اور یہ سب کو معلوم ہے کہ آپ کے پاس مسلمانوں کا بہت  
 اجتماع تھا تو معلوم ہوا کہ آپ بدگو اور سخت نہ تھے جیسا کہ تاریخ سے بخوبی  
 ثابت ہے یہ وجہ ہے اجتماع کی اور حیرت ہے کہ آج کل بعض لوگ تاریخ کو بھی  
 نہیں دیکھتے اور سب دھڑک کہہ دیتے ہیں کہ اسلام بروز شمشیر پھیلے گا جو اب لانا  
 نہیں تھا کہم صاحب نے خوب دیا تھا کہ شمشیر کے لئے شمشیر زن کہاں سے آئے  
 تھے اگر وہ شمشیر زن بھی بروز شمشیر آئے تھے تو یہ سلسلہ مسلسل کو مشتمل ہے لا محالہ  
 نہیں کہ بنا پر ہے گا کہ شمشیر زنوں میں اسلام بابر شمشیر آیا تھا جب کچھ لوگوں میں  
 اسلام بابر شمشیر آیا تو انہوں میں اس طرح آنے سے کون چیز مانع ہے  
 یہی ثابت ہو گیا کہ اسلام بابر شمشیر نہیں پھیلے گا تو اصلاح کے لئے ہے  
 ان لوگوں کو رفع شر کے لئے ہے نہ کہ اصلاح کے لئے جہاد سے اشاعت اسلام  
 کے سوچیں بجز حفاظت اسلام مقصود ہے لوگ ان دونوں میں فرق نہیں  
 سمجھتے اس کے لئے خواہ خواہ اعتراض کرتے ہیں جن لوگوں کی بابت یہ کہا جاتا  
 ہے کہ انہوں نے بروز شمشیر اسلام پھیلایا ان کے حالات دیکھتے تو معلوم  
 ہوگا کہ اسلام تبار سے پہلے یا اپنی یا کفرہ تعلیم سے حضرت پیغمبر رضی اللہ عنہ  
 کے لشکر کے سردار تھے ایک جنگ میں مسلمانوں سے غارتی ہوئی  
 تھی لشکر اسلام کے سپاہی کے ہاتھ سے ان کے بادشاہ کی تصویر کی گئی  
 تھی مسلمانوں کو سخت ناگوار ہوا حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ سے شکایت  
 کی کہ تم نے مسلمانوں کا بلہ ہر طرح سے غالب کیا یہ ممکن تھا کہ سوائے  
 ان کے کسی تصویر کو بھی اکھاڑ کر چھینا دیتے مگر اسلامی تعلیم کا اثر دیکھتے کہ  
 انہوں نے اپنی دشمنی کو تسلیم کیا اور کہا کہ ہم نے تمہارا ایسا نہیں کیا اور ہم اس کا  
 برا نہیں سمجھتے یہی حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے ہو گیا کہ اس تصویر کے بدلے تم

میر کی آنکھ کھول کر دیکھو! پس فوراً ہی مخالفوں کی گردنیں جھک گئی! یہ اتنی تیز تھی  
 جتنوں نے اسلام کو بھینسا یا اور انکے پیس بند کر کے تو جس کا جی چاہے کہ اسے لے لیں  
 کہتے ہوں کہ تلوار کے زور سے اگر اسلام پھیلایا بھی جائے اور ہزار کسی کو شہید  
 بھی کیا جائے تو اس کا اسلام ایسا ہونا چاہیے کہ تلوار جیسے ہی ہمارے ہوجائے  
 وہ کون سی چیز بھی تو تلوار جیسے کے بعد بھی اسلام کو قلوب میں بڑھ کر رکھتی تھی وہ اسلام  
 کی ستمناہیت ہی تھی کہ ایک دفعہ کلمہ پڑھنے کے بعد جان بھاتی رہے مگر اسلام نہیں  
 چھوڑ سکتا۔ وہ پھیلنے کا ذریعہ اخلاق تھی جس کا نمونہ مولانا شبیر حسین  
 صاحب کے بعض واقعات سے معلوم ہوا ہے انہی بزرگ کا قصہ ہے کہ ایک دفعہ  
 راستہ میں ایک بڑے کو دیکھا کہ بوجہ سر پر پائے ہوئے آ رہا ہے اور تھکا گیا ہے  
 آپ سے نہ ہلکا: اس سے کہہ دیجئے کہ اس کا بوجہ اپنے سر پر رکھ لیا: حال نہ خود بھی  
 جوان نہ تھے: اس نے کہا ہنس کہ میاں جی تم بھی بڑے ہی ہو: کہا کہ میں اول تو تیرے  
 سے کم بڑھا ہوں دوسرے تازہ دم ہوں: اس کا بوجہ لے کر دوڑا کہ چلے گئے اور اس  
 سے باتیں کرتے رہے اس نے کہا کہ میں مولوی شمس حسین سے ملنے کا بہت مشتاق  
 ہوں: سنا ہے کہ وہ آجکل اوہرا سے ہوئے ہیں: انہوں نے کہا کہ ہاں میں ان  
 سے ملاؤں گا: یہاں کہہ کہ جب اس کے گناؤں میں پہنچ گئے: وہاں پہنچ کر پیر  
 اس نے کہا کہ بھائی! اور کونسا کو مولوی شمس حسین سے ضرور ملو: اس وقت  
 فرمایا کہ شمس حسین تو وہاں ہی ہوں وہ نہایت شرفیوہو اور ان کے قریب ہی  
 ٹوٹنے لگا: مولانا نے کہا کہ بھائی! شرمندگی کی کیا بات ہے ایک مسافر ان کا گھر  
 کر دیا تو کیا ہو گیا: اور انہی مولانا کی حکایت ہے جو بالکل اس کی صداق ہے:

وہاں تو میں ستم کر رہا تھا  
 کہ باریک بینی سے تہہ تک

شیریں کہ مردن را بخدا  
 ترا کے میسر شود این مقام



دیکھ کر میرے مناسبت کہ مردان راہِ خدا نے دشمنوں کے دل کو بھی رنجیدہ نہیں کیا ہو  
 بلکہ یہ تیرے کبھی ہوشی ہو سکتی ہے اس لئے کہ دوستوں کے ساتھ بھی تیری رٹائی

راہ سے نہ لگتے تھے (ہے)

ایک دفعہ میرے چچا بیڑہ والی کسی سفر میں مولانا وہاں پہنچے اور میرے میں ٹھہرے  
 وہاں ایک شخص نے میری مع اپنے لڑکے کے ٹھہرا ہوا تھا لڑکے کے ہاتھ میں سونے کے  
 سے لٹکتے ہوئے مولانا سے سبب پتہ وغیرہ پوچھا جیسے آپس میں مسلمان  
 پرستہ ہیں کہ آپ کہاں سے آئے ہیں اور کہاں جا رہے ہیں مولانا نے فرمایا کہ میں  
 ان کے لئے ہر جہاں کا چنانچہ مولانا شب کو آج پڑھ کر مغرب منظر دیکھ کر  
 رات سے اس شے کی جب آنکھ کھلی تو اس نے دیکھ کر لڑکے کے ہاتھ میں لٹکتے  
 سے نہایت حیرت و غماز حالت سے دیکھ رہے ہیں جیسے نے خیال کیا کہ  
 یہ تو میرے قریب سا آدمی ہے یہاں ٹھہرا ہوا تھا کہ سب سے انا کہہ گیا: اس نے پتہ  
 نہ دیا کہ یہ کون ہے کیا تھا: پس اٹھ کر سیدھے اس کی طرف کو ہلے مولانا نے ای  
 سے کہ جیسے نے آواز دی: حضرت نے فرمایا کہ بھائی کیوں کیا ہے اس نے پاس جا  
 کر دیکھا کہ لڑکے کے ہاتھ میں لٹکتے لے کر چلے آئے: درجہ میں کیا ہے چلو نشانہ کر  
 دیکھتے تھے: یہاں کہا کہ تو ان کی ایسی حالت میں رہتا ہے جو اس کا تیری طرف  
 سے نہ ہو: میرا جی بھی چھوڑتا ہے: حضرت نے فرمایا کہ بھائی یہاں چنانچہ جیسے  
 ہے: میرے قریب سے لڑکے کے ہاتھ میں لٹکتے نشانہ آبادی کے باہر تھا: نشانہ دار مولانا نے مقتدر  
 سے کہنے: یہاں کوئی اور ہے: دیکھا کہ زائد تھیں کہ لے کر اڑ گیا: اب تو میں  
 کہہ رہا ہوں کہ یہ آدمی یہاں مولانا نے فرمایا: درجہ میں لٹکتے کہ نہ کہنے  
 سے کہ چلے: میرے قریب سے اس کی خبر لیتی تھا: یہی تو مولانا نے کہا کہ اس سے  
 میرے قریب سے لٹکتے ہوئے اور جیسے کہ دیا جا رہا ہے: جا رہا ہے

جاء پھر مولا نا فرمایا کرتے تھے کہ مجھے اس واقعہ سے بڑا فزع ہوا واجب لوگ مجھ  
مصافحہ کرتے ہیں اور ہاتھ جوڑتے ہیں تو میں خیال کرتا ہوں کہ مظاہر حسین اللہ  
پاک انجید پر بڑا افضل ہے کہ تجھے ان لوگوں کی نظر میں معزز بنا دیا ہے مرنہ تیری  
حیثیت تو وہی ہے جو اس بیٹے کی نظر میں تھی یہ میں اسحاق اہل اللہ کے  
اور یہ میں نواسع کہ دل دشمنان ہم مکر و فریب دشمنوں کے دل کو بھی رشید  
نہیں کیا ہیں کتاب میں درپڑھا رہی ہو گا مگر یہ اس کی نظریں اس زائر تک

موجوہ میں !

عزت کی قیمت | اب تو کسی کو ایک سخت لفظ کہہ دینے سے توہین کی نالاش  
ہوتی ہے کہ میری عزت کی گئی ایک لاکھ روپیہ

معاوضہ دلا یا جائے آج کل ان چیزوں کی بھی قیمت متعین ہوئی ہے جو مقدر نہیں  
ہیں بات یہ ہے کہ ہر ملین روپیہ کی کمی چاہیے روپیہ ایسا منقسم و بالذات ہوا  
ہے کہ ہر چیز کا عوین بن سکتا ہے عزت کا عوین بھی روپیہ ہو گیا کیا ادنیٰ چیز  
کو عزت کا عوین بنایا جا سکتا ہے عزت تو بے بہا چیز ہے کیوں کہ وہ حکومت خداوندی  
کی ایک جھلک ہے اس کو بھی اہل اللہ ہی سمجھ سکتے کہ عزت کی قیمت کیا چیز ہے  
مگر آج کل یہ مذاق ہو گیا ہے کہ مال کو عزت کی قیمت اور عوین بنا سکتے ہیں ایک  
مذاق تو یہ ہے اور اہل تحقیق کا دوسرا مذاق یہ ہے انہوں نے ایک اور چیز کو اس  
کا عوین سمجھا دیا وہ عوین یہ ہے کہ اس سے محض نواسع کی تکمیل ہو کر اور  
میں یہ فائدہ سمجھے کہ پھر ان کو ہاتھ و پیر سے سے عجب نہ ہو گا یہ کس کی عزت  
بہا چیز ہاتھ آئی یہ نعمت خدا کی ہے عزت خداوندی ہے اور جب مال عسکر  
کی قیمت بن سکتا ہے تو عزت خدا اس کی قیمت کیوں نہیں بن سکتی عزت خدا  
تو بڑی چیز ہے پس دونوں مذاقوں میں فرق یہ ہے کہ ایک نوک تلوں کی



کا ہے اس کو جس طرح ممکن ہو حاصل کرنا چاہیئے: مگر میری کہہ دے کہ اس کی  
 تحصیل کا طریقہ یہی ہے کہ تہ لکھتے ہو ان افعال کے جاری جو عرفہ کی شرافت میں  
 بازار سے سودا خود خرید لیا کر دے آج کل یہ بھی امیر کا جزو ہو گیا ہے کہ بازار  
 بنے بیٹھے رہو اور لکھتے اٹھاؤ: مگر خود سودا خود خریدنے بازار نہ جاؤ اور امیر تو  
 امیر معمولی آدمی بھی اس کے عادی ہو گئے ہیں جس کے متاثر سے خود بھی بازار میں  
 اور زیر بارمی کے مارے مرے ہاتھ میں اور کہتے ہیں شہرچ پورا نہیں ہوتا  
 اور اسی وجہ سے مالی حرام لینا پڑتا ہے صاحبو! یہ کیا غرافات ہے کہ چور دکان پر  
 کی رکھوں کہ یہ عادت خود شریعت کے بھی خلاف ہے بازار میں جانا سبب زلزلہ  
 علی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے خود قرآن شریف میں موجود ہے: **مَا يَنْفَعُ زُلْزَلُهُ**  
**وَمَا يَنْفَعُ زُلْزَلُهُ** فی الاشیاء و اس رسول کو کیا ہوا کہ کانا کا آتا ہے وہ  
 بازار میں پھرتا ہے اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بازار  
 میں آیا کرتے تھے: نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ بازار جانے پر اعتراض کرنا مسلمانوں کا  
 کام نہیں: کیوں کہ اس کو حق تعالیٰ نے مقرر کیا کہ بازار جائز ہے اور کفر کی صحیح  
 عادتیں اختیار کرنا: اور ان کی باتیں کہنا معمولی بات نہیں کیوں کہ آدمی کو جس  
 کے ساتھ ٹھہرتا ہوتا ہے اسی کی بات پر تقلید کیا کرتا ہے اور حدیث شریف  
 میں آچکا ہے کہ آدمی اسی کے ساتھ ہو گا جس کے ساتھ اسے ٹھہرتا ہو  
 چنانچہ ارشاد ہے: **الْمُتَّبِعُ مِثْلُ الْاُخْبَرِ** یہ ہوا کہ جس کے افعال کی تقلید کی  
 جائے گی: قیامت میں اسی کے ساتھ ہو گا: اب آپ سودا چاہتے ہیں کہ بازار  
 سے یا غلط کرنا کہ ہے:

صاحبو! اس کو ضروری بات نہ سمجھو کہ دیکھنے میں یہ ذرا سی بات  
 ہو لیکن بہت بڑی بات ہے: خود تقلید کرنے سے بازار سے



یہ کیا خرافات ہے ان کو چاہیے کہ پھر اس دنیا میں نہ رہیں جس میں گناہ لوگ  
ایک دہیں اور قیامت کے دن اس جنت میں بھی جہادیں ہوں گے۔ کیا لوگ غرہ  
جہادیں گے۔ بجا امراتے زیادہ جہادیں گے۔ ایک ہر ہے اس سرور دار کی  
آج کل ایسا مذاق بگڑا ہے کہ ایک حکیم صاحب کے پاس گئے ان کی گود میں  
لوگوں کے آنے کے وقت کہا السلام علیکم تو اس پر اس کو سرزنش کی گئی کہ وہ  
عرض کیا کہ وہ اس کا مقابلہ تو دیکھتے تھے تو چاہتا ہے کہ یوں کہو کہ خدا کی بار  
اس تعلیم کرنے والے پر کتنا شکر ہے اس کے یہ کتابوں کہ خدا کی سنوار  
الشرائع کرے۔ شریعت سے محمد بن سلام میں پیوستے ہیں کہ  
نعمیں رکھی۔ ہاں لیجئے میں فرق ہونا چاہیے۔ یہ تو غیر ہر ایک دانشور  
تعلیم شریعت میں ہے جس کی ایک چیز فی یہ کہی ہے کہ پیوستے ہیں۔  
راہ میں وہی ہوتی آواز سے اور تیار نہ رہتا ہے۔ پورے درپہ سلام کہ  
موقوف نہیں ہر قسم کے کلام میں اس کا خیال رکھنا پس سب کو لی مت  
عمر میں یا رتبہ میں چھوٹا ہوتا ہے کہ بالسلام کہ تراجم اور اپنے رتبہ کے موافق  
متاثر از اسیم سے ہم کہ تراجم کو یہ فرق شریعت مراتب کے لئے کافی ہے  
شرف شرق کی شریعت کے اجازت دین سے اس کے پورے ہوتے  
اب یہ امر چھوڑا گیا ہے۔ درپہ ان سے کہ وہ کتابت سے  
انہی میں سے دانشور ہو جو کہ اس کے لئے یہ کتابت  
کہ وہ جس کے بارے میں اسے یہ ہے کہ وہ اس کے لئے  
نہی ہے یا اس کے لئے کہ وہ اس کے لئے یہ ہے کہ وہ اس کے لئے  
وہ اس کے لئے کہ وہ اس کے لئے یہ ہے کہ وہ اس کے لئے  
یہ اس کے لئے کہ وہ اس کے لئے یہ ہے کہ وہ اس کے لئے

جہانم کے سر ہانڈے نہ بٹھا یا نہ مہی پانتی ہی بٹھاؤ نہ جس بات میں شریعت  
 سے ٹکرائی نہ مہی کیا تو اس میں تو فرق نہ کرو بلکہ ہر جگہ جھوٹوں کو سر ہانڈے بٹھانا  
 مناسبت بھی نہیں کیوں کہ اس میں ان کا بھی نقصان ہو گا ان میں کبیرا  
 ہو جاوے گا اس سے ان کا دین بھی خراب ہو گا اور دنیا کا بھی نقصان  
 ہو گا کہ کہیں سر ہانڈے بیٹھنے سے پٹ نہ جاویں ہاں اگر اس کا اطمینان ہو  
 کہ وہ سر ہانڈے بیٹھنے سے شک نہ ہو جاویں گے تو مناسبت نہیں غرض کبیرا لیا  
 مرغن بہت ہے جس کے تاج سے خلعت نہ چاہتے یہ مرغن صرف جہان اور جہانم ہی  
 نہ تھا یہ بلکہ ایسے اچھے اچھے لوگوں میں بھی موجود ہے اور اس کا تاج تو ان  
 بہت اور اس مرغن اور تاج کی ہر وقت نگرانی کرنا چاہیے جسکی باتیں بہت  
 غیبت ہوتی ہیں مگر مشار ان کا یہی اسم ال مرغن یعنی کبیر ہوتا ہے اس وقت  
 اس کے مقابلہ کے لئے کوئی صورت تراضیع کی بات نہ اختیار کرنا چاہیے  
 میں شخص کے لئے تراضیع کی تدبیر کہاں تک بہتوں  
 تاج مشترک بہتہ کہ اپنے آپ کو کسی محقق مدبر کے  
 سپرد کر دے اور اس کو تمام حالات کی اطلاع کیا کر دے اور وہ جس موقع مل  
 میں بہتہ کرے اس کو اختیار کر دے اس طرح تراضیع حاصل کر دے کہ ایسی  
 چیزیں نہ ہوں جن سے غیبت کی جائے اثر الٹنے اس کے تاج کے لئے  
 ایسے بڑے چاہرے کے ہیں اور ان کا اسماعیل صاحب مسجد میں سو جہات مسافروں  
 کے رہا کرتے تھے صرف اس واسطے کہ تراضیع اور تدبیر پیدا ہو ایک دفعہ ہونا  
 ضروری تھا کہ کسی مسجد میں جاٹھرے ہوں اور اہم طور سے مسافروں  
 کے لئے کہ ان کو بھی منع کیا مولانا نے اس کا کہنا نہ مانا اس نے دیکھ  
 دیکھ کر کہ مولانا تھوڑی دیر میں پھر اسی مسجد میں آئے اس نے



پھر نکال دیا، کئی دفعہ ایسا ہی ہوا، آخر اس نے تنگ ہو کر کہا: آپا، آپا، کیا بیٹے  
 تھوڑی دیر میں لشکر سے دو سوار مولانا کو ڈھونڈتے چھوئے آئے، آپ تو موزن  
 کے ہوش خفا ہوئے اور سمجھا کہ اب بیٹوں کا یہ کوئی بڑے، آؤنی ہیں، مولانا  
 نے کہا کہ درمت تھے کوئی کچھ نہ کہے گا، میں جانتا ہوں تھے کہ ان کا بڑا بڑا  
 گا: وہ پیر میں گر گیا اور معافی پیا، ہی پھر لو چھا آپ نے ایسا کہیں کیا فرمایا  
 یہ میں نے اپنا علاج کیا، مجھے کسی وجہ سے خیال ہو گیا تھا کہ لوگ، مجھ کو  
 بڑا سمجھتے ہیں اس کبر کا یہ علاج کیا کہ دیکھ گئے یہ اس مادہ غافل  
 ہو گیا، اہل اللہ اس طرح اس کا علاج کرتے ہیں وہ اس کو امراتن سبحانی  
 کی طرح بلکہ اس سے بھی اشد سمجھتے ہیں دیکھئے جو لوگ محتاج ہیں اور مسئلہ  
 صحت کے شوقین ہیں وہ بلا ضرورت بھی ہر فعل میں بار بار سے بخار  
 البورستہ لائق دم کیا کرتے ہیں اسی طرح اہل اللہ نے اولیٰ مسئلہ کے متعلق  
 بیکبر کا علاج ضرور کر لیا ہے تاکہ نوبت اس کے وقوع کی آدھے ہی نہیں  
 حضرت عسکر کو ایک مرتبہ دیکھا گیا کہ کمر پر مشک لادے ہوئے مسلمانوں کو  
 پانی پاتے پھرتے تھے، پوچھا گیا: کہ اسے میرا مونیج کی جنت، کہا کہ لوگ  
 باوجود اسے میری مدح کی اس سے نفس میں انبساط پیدا ہوا اور اس نے  
 یہ علاج کیا: حضرت علی کہم اللہ وجہہ شہ کہ اپنا ہوا، آپا، آپا، کیا بیٹے  
 نے اس کی آستین بابت میراٹ دیں تاکہ عیب پڑ جائے اور بڑا ہو جائے  
 یہ وہ حضرات ہیں جن سے زیادہ کافر انفس کوئی نہیں ہو سکتا، ان کے گروہ  
 اہتمام اس مرتبہ کا تھا: اس بزرگ پر نہ رہتے تھے کہ تم نے نہ عیب نہیں کر  
 لی ہے اور ایک ہمہ دانی نفس سے سب سے زیادہ کٹر ہے، ہم کہہ سکتے ہیں  
 کہ قورقور، ہمارے اور ان کے تہذیب کے درمیان جو کچھ ہے، اس کے لیے

آج آج کے یورپ کے جس وقت آدمی اپنے آپ کو اچھا لگتا تھا اس وقت  
 نے اگر نکالتا ہے یہ حضرات عشر و عشرہ میں سے ہیں جن کی نسبت یورپ اچھا نہیں  
 کہ جنت میں نہ رہنا چاہیے گئے۔ مگر پھر بھی ان کی یہ حالت ہے کہ ان کی نفس  
 سے ان کی نہیں تھے۔ تاہم پھر سرد ہمارے تو کیا حقیقت، اگر ہم مان لیں  
 کہ کسی نے ہزار بیس نفس کا لی، ہی کر لی تب بھی اس کو بے پروا بنانا یا مہنی  
 تھیں یہ کمال ہو جائے کہ وقت وہ بے شک تندرست ہے پھر کیا تندرست  
 ہمیشہ کے لئے تندرست رہا کرتا ہے کیا ہم کو تندرستی کے بعد بیماری نہیں آتی  
 کی کہ نہیں کہ کسی وقت کالی کو بھی تکبر کا مرض پیدا ہو جائے جیسے ہم کو تندرستی  
 کے بعد یہی آجاتی ہے اور یہی سبیل القہر کی کہا جاتا ہے۔ ورنہ ہم تندرست  
 ہیں کہ سنہ ہر سنہ کے لئے ہمیشہ ہوا یہی رہتا اور بیماری بھی ایک نہیں جس میں  
 تندرستی مرضی کے اندر مرضی بھرے پڑے ہیں۔ ہم تو کبھی کبھی گنہگار  
 ہیں ان اراکین کی شرح کہاں تک کی جاوے پس اس کی اصلاح کی تندرستی  
 رہے کہ آج آپ کو کسی پیر کر دو، وہ تفصیل جانتا ہے ہر موقع و محل پر مناسب ہر  
 تندرست آپ کو تفصیل دینا اور کہنے کے بارے میں بیکاروشی رہتے گی۔ اگر  
 کہ یہ تندرست یہ میسر نہ ہو تو اس فن کی کتابیں لکھ کر اور متراشیں کی کہیت  
 جہت سے تندرست رہنے انسانی شرح، اس حدیث میں بکرت جہاد اس کی  
 تندرستی کی ہے اس طرح کہ اس پر ایک دوسرے کی یا گیا ہے کہ تندرست  
 تندرست تندرستی جو کوئی تندرست اختیار کرے اس کو تندرستی تندرستی  
 سے کہ تندرستی نہیں کہ تندرست تندرست کو کی مگر تندرستی تندرستی کو  
 تندرست تندرستی تندرستی اس کو اختیار کرے کہ اس کو تندرستی تندرستی

ہے یہاں تو انفع کا مطلوب اور ہمارے ہونا وہ بجائے خود ثابت شدہ چیز ہے ۔  
 ثمرات کا بیان اس واسطے کیا جاتا رہا ہے تاکہ اس سے زیادہ شوق پیدا ہو جس  
 پر کہ قطع نظر اس کے ضروری ہونے سے اگر رفعت چاہتے ہو تو وہ بھی کسی سے  
 پیدا ہوگی کسی شاعر نے کہا ہے ۔

اگر شہرت ہوں داری اسیرِ اہم عزت شو کہ در پرداز دار و گوشہ گیر کی نام نہاد  
 اگر تیرے گوشہ نشین کی ہوس ہے تو گوشہ نشینی اختیار کر اس لئے کہ گوشہ گیر کی لئے  
 عینا کے نام گوشہ ہو کر دیا

پس اگر رفعت کی تحصیل کی خواہش ہے تو اس کی تہہ پر پہنچ کر نہیں رہتا ۔  
 جیسا کہ لوگوں نے سمجھ رکھا ہے اس کی تہہ پر بھی یہی ہے ورنہ اختیار کر دینا  
 اللہ کی تیار بھی یاد رہے کہ اللہ کے واسطے تو انفع اختیار کر دینا بہتر شہرت  
 و رفعت دے گا یہ ہمارے پیش کا و ہر وہ ہے اور حدیث میں دنیا و آخرت کی بات  
 نہیں ہے معلوم ہوا کہ دونوں جگہ رفعت نصیب ہوگی ذوق نے خوب کہا ہے ۔  
 دیکھ چو لوں کہ ہے اللہ بڑائی و بیا آسمان آہنگہ کتل میں ہے دکھائی دیا  
 اللہ تعالیٰ تو انفع کرنے والے کو دنیا میں بھی بڑائی دیتا ہے اور آخرت میں قربت کی  
 پناہ دیتا ہے دنیا میں تعریف ہوتی ہے کہ دنیا میں شخص بڑے منکر المزاج ہے اس لئے کہ  
 کو کہتے ہیں ہر شخص سے لے جاسکے ہیں اور جب اس میں بناوٹ نہیں ہے  
 تو اس کی محبت اور وقعت تو جب میں ایسی پیدا ہو جاتی ہے کہ بڑے بڑے  
 حاکم اور بادشاہ کی بھی نہیں ہو سکتی کوئی اس کے منانے نہیں رہتا ہر شخص کو  
 اس کے ساتھ ہر روز کی ہوتی ہے پھر ایسے شخص کی زندگی جیسی ہے  
 ہوگی بچہ کہ اس شخص کی تمام ضرورتیں اس واسطے بیان کیا گیا ہے

پہنچ کر عسکر کی اذان ہوئی تو سکوت کیا اور فرمایا میں بیان کو دو منٹ میں ختم  
 کرتا ہوں (پھر اذان فرمایا میں بیان ختم کر چکا صرف نام رہنا باقی ہے) اس  
 وقت تکسبیل رفت کا طریقہ بیان ہوا ہے! اندہ مقام کا نام قنوج ہے تو پھر  
 کا نام رفت قنوج ہونا چاہیے تھا! مگر خطی روایت کے لئے رفت کا ترجمہ  
 اوج کر دیا جائے تو اوج قنوج کا نام مناسب ہے اور راز اس نام میں  
 یہ ہے کہ قنوج اس وقت بہت پستی کی حالت میں ہے حالانکہ کسی وقت  
 بہت بڑھ چکی ہوگی! اور اس پستی کی ناعم توجہ انصافی ہے اور انصافی کی  
 وجہ کبریت اور ہر جہ سے کہ غرض بالضرر ہوا کہ تاجے کبر کی حذر تواضع ہے!  
 تبس کا آج بیان ہوا کبر کا اختیار کرنا باعث ہوا پستی کا تو اس کے ضد کا  
 نتیجہ کرنا پڑا ہے ہر گز رفت کا تو اس بیان پر عمل کرنا باعث ہے اوج و  
 رفت کا زمانہ کے شمار ترقی کی رجحان میں ہے اور اس کی حقیقتیں سکھاتے ہیں!  
 غرض کہ اس کا پتہ نہیں سکھاتے رہے پڑے تواضع سے جس پر اس وقت مفتل ہوئے  
 اور ان کے اوج قنوج نام رکھا جاتا ہے اب دیکھیے کہ حق تعالیٰ انہیں وہیں اور  
 ان کی توفیق عطا فرمادیں!

وَقَدْ رَاحَتْ لَنِي رُحْمَةُ الرَّاحِلِ وَاللَّهُ تَعَالَىٰ فِي خَوْفِ خَوْفِي

اس کے لئے تواضع اختیار کرنا ہے! اللہ تعالیٰ اس کو پندریٰ و رفت  
 سے نوازے گا! انہیں بہت ہیں جن کی تکسبیل دشوار ہے! مگر نام انہیں  
 کہہ سکتے ہیں اس کا حجت اس حدیث میں ہے یہ حدیث اس واسطے اختیار کی گئی  
 ہے کہ یہ امر انہیں نام ہے ہر قسم کے لوگوں میں حتیٰ کہ اہل علم میں بھی یہاں تک  
 کہ جس نے اپنے حیل پر قرآن وحدیث سے شہادت لائی ہے! مَثَلُ قُلِّ قُلِّ لَيْسَ بِ  
 ذَلِيلٍ وَلَا يَسْتَوِي وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ! آپ کہتے ہیں عالم اور غیر عالم برابر ہو سکتے

ہیں ان کو وہ آیات و احادیث بھی یاد کرنی چاہیے جو عالم جے علی کی خدمت میں وارد ہیں؛ وگرنہ براہین کسی نامی کو بھی جیتہ سمجھنا سہ معنی سے تاباں نہ ہوگا۔  
 دلیلیں بکہ باشند؛ دیار کس کو چاہتا ہے اور اس کا میل کس کی طرف ہو جاتا ہے؛  
 شبہ؛ کیا خدا کے تعالیٰ کے یہاں بھی کوئی قاعدہ اور قانون مقرر نہیں اس طرح  
 تو نیکو کار اور بدکار سب برابر ہو جاتے ہیں اور وعدہ وعید کوئی پتیر ہوتا ہے کہ  
 لصوص اس کے خلاف ہے؛ جواب؛ وعدہ اور وعید صحیح ہیں لیکن ان کا نتیجہ  
 آپ کے ارادہ پر ہیں تاہم ارادہ کا پلٹ و پنا حق تعالیٰ کے اختیار میں ہے؛  
 اور یہی خوف کی وجہ سے وعدہ اور وعید پر یقین چاہیے اور قدرت خدا کے  
 خوف دجیسا کہ ایک پابند قانون ماکم کے سامنے جانے سے خوف ہوتا ہے؛ ہاں  
 وانداز انکشاف و عظمت خداوندی نہ ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے ورنہ ظاہر ہے؛  
 کہ ہمارے اعمال حق تعالیٰ کے سامنے کیا ہیں؛ وگرنہ ازین ناز مکتوب چیز پر ہوتا  
 ہے اور ہمارے اعمال کسی وسیع میں مکتوب ہیں؛ مگر وہ حقیقت قدرت کی  
 مشیت حق ہے ایک بزرگ نے ذکر اللہ کرنا چاہا مگر نہ کر سکے یاد کیا کہ جہاں  
 میں ایک کلمہ جگہ ہو وہ زبان سے نہ کہی تھا؛ یہ امر کی ہنرا ہے؛

حضرت حبیبؑ نے فرمادہ کہ ایک مرید ایک امیر پر پناہ کرنے سے قریب  
 بھول گیا جس کو ظلم پر از ہوا وہ امر آیت کو یاد کرے جو مشہور ہے کہ  
 وَكُنْ مِمَّنْ يَتَّقُونَ بِاللَّهِ اَدْعَيْنَا إِلَيْكَ فَتُكَلِّمُنَا  
 بِحَدِيثٍ مِّنْ أَمْرٍ مَّجِيدٍ  
 گنبدِ ادرسی اگر ہم چاہیں تو وہ تمام علوم جو آپ کو دے ہیں دفعہ طلب کریں  
 پھر آپ کا کوئی کار ساز نہیں ہو سکتا؛ پس حضرت خدا کی مانتہ سے سکتی ہے  
 اللہ کا فضل آپ پر بڑا ہے؛ غرض شہادت شریفہ کبریا میں ہو کر رہے



کر رہی حالت کو دیکھا کیجئے : اس وقت کی ہیئت میں غور کیا کیجئے : اس سے یہ معلوم  
 ہو جائے گا کہ ہم کون ہیں ؟ اگرچہ بعض لوگ پانخانہ میں دلچسپی کا سامان لے جاتے  
 ہیں بلکہ انجیل دیکھتے ہیں خیران کی سڑاڑی ہے کہ پانخانہ میں نہیں رہیں (اپنے گناہوں سے)  
 اس شغل دلچسپی کے اپنی حالت کا مراقبہ کیا کیجئے کہ یہ کیا ہیئت ہے اور ان لوگوں کے  
 مزاج میں سے کیا نکل رہا ہے یہ بات بہت ترس دینے والی ہے مگر کارآمد اس قدر ہے کہ کسی کو  
 اسے اور بہت مسیح کی نفی پر آیت *کَافَا بَا مُلَاکِ السَّاعَةِ* مہرورہ دونوں کے ساتھ لے کر  
 میں کسی اقتدار الہی کی طرف اشارہ کیا ہے غرض اپنی اس حالت کو دیکھ کر یہ سمجھو کہ  
 جو شخص اس دنیا میں دو مہینے تک رہتا ہے وہ کیا بڑا نیک اور پیرا  
 نہ ہو اور اتنے ہی وقت سے یہی رہتا ہے اور اگرچہ سارا ہمارا بھی بے شک ہے مگر اس کے  
 کے نزدیک عجیب نہیں رہا جیسا نیشن والوں میں مشاہدہ ہے کہ کہ نہتے کھڑے  
 کرتے ہیں جس سے غنائی نہیں ہو سکتی اور ان کی پوری کشتی بھونک رہی ہے  
 ٹپ میں بیٹھ کر رہا ہے اور وہ شجارت منہ تک میں باقی ہے نہ کہ نہتے  
 پورٹ میں کی سڑاڑی ہے بلکہ سب ہمارے اندر یہ گناہیں بھری ہوئی ہیں اور  
 کیا بڑائی اور کس بات پر غور آئے اور غور شدہ بھی بڑی چیز ہے غور کرنے والی  
 یہ ہیں کہ اگر نہتے آتے ہیں تو انہیں در نہ کہنے اور سہرا اور یاد رسائی پر کڑے غریب  
 غرض یہ غور کرنے کی ضرورت ہے تو کبر کا لقب میں سے زیادہ ظاہر ہو گیا ہے کہ یہ  
 باب ہیں اور قرآن شریف میں ہے *إِذَا لَمْ يَكُنْ مَعَهُ الْقُرْآنُ فَدَعُوهُ*  
 مگر سچائی باز کو پسند نہیں کرتے اور ان کے لئے *لَا يُحِبُّ الْمُسْلِمُونَ* در قرآن  
 غور کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتے یہ یقین تھا اس واسطے میں کہ کبر بھی  
 تہذیب کی وجہ سے شغلی رہتا ہے اس کے واسطے غور کرنے میں ہے  
 اور تہذیب کی کمی سے اس کا پورا غور نہ ہو سکتا ہے پھر کہ زبان سے نہتے



کی نسبت افسانہ مشہور ہے اور اگر صرف افعال سے ہو اس کے لئے فعال ہے  
 نیستن بنانا بھی فعال میں داخل ہے اس تکبر پر و عیدیں بہت ہیں مگر اس آیت  
 میں جیسے آیا ہے: یہ بھی کہ کم نہیں بلکہ سب سے زیادہ ہے کیوں کہ تمام عیدوں  
 کی انتہا اسی پر ہوتی ہے: اور اس میں بجائے یمنش کے لایکب فرمایا اس  
 میں کہ یہ ہے کہ بلکہ کاموں میں تین مرتبے ہیں پسند ہونا اور پسند نہ ہونا اور گو  
 برا پر بھی نہ سمجھا جائے اور برا پر سمجھنا ظاہر ہے کہ کبر قسم اول کا عمل تو یہ ہے  
 انہیں اور قسمیں اخیر میں ہے لکھی اخیر کا ہے مگر اس کے واسطے بجائے  
 یمنش کے درمیانی قسم کا لفظ یعنی لایکب فرمایا اس میں اشارہ ہے کہ شب  
 شہ اگر قبیلہ قسم کے اشتقاق سے کی تو بت بھی نہیں آسکتی: درمیانی لفظ  
 اس کے مرتبہ کے لئے کافی ہے دیکھئے سزاؤں کی نظر پوری ہوئی۔  
 کہ کہ ان کا رد کیا گزریاں ہے اور شب خدا ہر مسلمان ہے خواہ وہ  
 کبسا ہی کسی اور گناہ گریوں نہ ہو: اس محبت کا لفظ سزاؤں سے بھی بجا بازی  
 کے لئے لفظ ہے کہ خواہ سے بھی زیادہ کام کر جاتے ہیں تو مسلمان کے لئے  
 عیب: تنہائی اشتہار کیا بنا سکتا ہے اندر ہر مسلمان کو جو میں نے عیب  
 نہ پایا ہے اس کی کوتاہی ہے کہ اول حق تعالیٰ کو عیب سے محبت ہوتی ہے  
 پھر اس کے بعد کہ عیب کو حق تعالیٰ سے محبت ہو جاتی ہے: اور اس  
 نسبت کی دو قسمیں ہوتی ہے: ایک حق تعالیٰ کو یہ ارشاد و شان  
 عظیم: یا اے اللہ! ہم نہیں چاہ سکتے مگر جو شہ چاہیں) تو اول اور ہے  
 کہ جو حق تعالیٰ اس طرح کہ محبت موقوف سے معرفت پر اور معرفت قائم  
 ہے اس کے لئے نہیں سکتی کیوں کہ وہ مرنے نہیں سکا کوئی نمونہ ہے کسی  
 چیز کے لئے اس کی مثال کوئی چیز نہیں ہے) در ثانی چہ چاہے

کہ انسان میں محبت خدا ضرور ہے تو ضرور وہ بار آورہ و توجہ باری تعالیٰ ہوئی :  
 یہاں سے اہل ظاہر کا بھی جواب ہو گیا : انہوں نے محبت خدا کا انکار کیا ہے  
 بدیل میں مذکور یعنی وہ مرئی نہیں نہ اس کا کوئی مماثل و مشابہ ہے نیز اس واسطے  
 کہ محبت نام ہے خاص تعلق کا جو موقوف ہے طریقین کی مناسبت پر اور ممکن  
 اندر واجب میں مناسبت نہیں تو انکی محبت کیسے ہو سکتی ہے : یہاں یہ ہوا  
 کہ محبت محال سبب کی ہے کہ بندہ کی طرف سے مافی جاوے اور سبب کہ  
 حق تعالیٰ کی طرف سے مافی جاوے تو محال نہیں تو قدرت کے سامنے کوئی  
 چیز محال نہیں اور حق تعالیٰ کی توبہ می شان ہے : لہذا اللہ سے محبت ہوئی :  
 انہی کی طرف سے شروع ہوئی ہے اس کا شاہد یہ ہے کہ مرید کو اتنا تعلق نہیں ہوا  
 جتنا ان کی عزت ہے : حق تعالیٰ بندہ کی طرف سے تو اس کی طرف سے نہیں  
 تو بہت درجہ بندہ کے مرتبے کیلئے تو عدم محبت کی کافانی ہے بہتر تر ہے :  
 کہ سبب کا چیلے مرنے کے لئے یہی شروع نہیں کہ مرید کا بارے کے لئے  
 بھی قائل ہے یہ بیان ہے کہ سبب کے اعتبار سے لفظ ہو نہ کہ : پس سبب کہ  
 کہ مرید حق ہو تو اس کی طرف سے تعلق کیا مشعر ہے اور ہوئی : نیز تو ان کے  
 بھی ہے کہ اس وجہ سے بھی ضروری ہے کہ تو اس کے معنی سے لوگ  
 علیٰ انہم نادوا قف ہیں : یہاں تو خدا کے لئے کہ کہتے ہیں اور نہ کہ انہم  
 تو قف کہتے ہیں : چنانچہ : اور یہاں کہتے ہیں : یہاں : اور کہتے  
 جب کہ کہ سلام کرنے کو سمجھتے ہیں : حالانکہ تفسیر تو انہیں کہہ دیتے ہیں  
 ہے جو خدا سے تو ان کے تعلق کے حقیقی معنی پستی اور ان کے لایا کر :  
 نہ صرف ظاہر بلکہ قلب کے لئے متواضع ہیں : جب کہ کہ سلام نہیں کرتے  
 بلکہ کوئی ان کی طرح کرتے تو اس پر بھی انکار نہیں کرتے تاکہ وہ خود ان کو بھی

یا مقرر کرنا شروع ہو جائے نہ سنتے مذاق کی طرح کہ مدح کرنے پر تشریح کیا  
 جاتا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ایسے ہی مدح کیا کرو اور اسی کا مستحق ہوں  
 میرا نام لے کر تعجب صاحب کا یہی متحمل تھا کہ مدح کے مدح پر خاموش ہو  
 جاتا تھا مگر تشریح میں کہ مدح پر انکار نہیں مگر تکرار کا نام و نشان نہ تھا ایک بار  
 اس وقت کہ وقت میں سے سر پر رکھ کر سب تکلف لئے آئے مگر اب تکرار کا نام وضع  
 نہ کیا رکھا ہے پھر وہ دوسرے کے نام مستحسن ہے لیکن اکثر اوقات کی بنا پر اس  
 وقت کہ یہ بہت تاؤ دینا کی طرح اصلاح نہ کر لی گئی ہو مگر آجکل خود  
 اصلاح کی طرف توجہ نہیں ہے و تاہم بزرگوں نے اس کا براہ نظام  
 کیا ہے نہ ان کا نام مستحسن صاحب کریم کی پہلی میں سے صرف اس لئے آ رہا ہے  
 کہ وہ کسی کی تشریح کی شکل کے خیال سے اس کو واپس نہ کیا اور کہ یہ  
 دیا وہ بہت تشریح فرمایا بانی کتابوں سے صرف فضائل دین کا آتا ہے اور  
 ایسا نہیں دین کسی کی بڑائی میں مدح ہی کرنے کے بغیر جہاں کا نام سے آتا ہے  
 پھر ان کے نام ان کی شکل کے لئے ہیں تشریح کے ساتھ ان کی شکل  
 کے لئے تشریح کے ساتھ کام لیتے ہیں مگر سب کو اس طرح تشریح  
 کے لئے تشریح اس وقت تشریح کی کہ سے ہیں ان کی مراد ان کے سبب  
 صاحب نے نہ ہے ایک پہلو کو نمازی بنادیا ان ہی لئے تشریح  
 کیا ہے کہ بزرگوں کی صورت و اہانت دی تشریح ان کی بڑائی سے  
 ان کے لئے تشریح کرنا چاہیے ان کی تشریح کے لئے اس پر پھر دینا  
 تشریح کے لئے تشریح کے لئے تشریح کے لئے تشریح کے لئے تشریح  
 کے لئے تشریح کے لئے تشریح کے لئے تشریح کے لئے تشریح کے لئے  
 تشریح کے لئے تشریح کے لئے تشریح کے لئے تشریح کے لئے تشریح کے لئے

کے بدلے صلح کی بنا پر اپنی آنکھ پھوڑ دینے کیلئے تیار ہو گئے حالانکہ کفر پر کمالیہ  
 تھے پس ان اخلاقی سے اسلام پھیلنا تھا نیز شمشیر سے رنج شریف ہر موزا ہے نہ کہ  
 اصلاح نہیں اور اسلام نے اصلاح کی ہے نیز اگر اسلام بدو و ریشہ کس سے قبول  
 نہیں کروایا جہاں کے : تو اس کو اتنا کس چیز سے ہو سکتی ہے جو اسے حق نہیں سکے وہ  
 حقانیت اخلاق ہی سے طلب میں مستی ہے ان ہی مولانا کی تواسی کی یہ بات تھی  
 کہ ایک بڑے کا بوجھ اپنے سر پر رکھ کر گھوڑان کا پہنچا دیا اور ایک بیٹے کی سختی پر  
 مہر کر لیا۔ یہ ایک شے میں سختی کی تھی : اور بار بار تہ امتحان کے بعد بھی نہ  
 کہا کہ تشریف دے کہ اب مجھ میں معاف نہیں پاتو پوچھے جانے کے وقت بوجھ پر بار  
 ہو گا : اسی سختی کو یاد کر لوں گا : ہر من تواسی کی ایک صفت تھی کہ بیکر و تیر  
 ہے اس کی تحصیل کی ہر چیز کرنی چاہیے : بازار سے سودا خرید لیا کہ وہ اور نفس  
 کو مار ہو تو سر پر لادو : امیروں کی طرح اپنا سچ مرے ہو تاکہ بیکر نہ پیدا ہو : اور اسے  
 دنیاوی شہر نہیں تو ہے پناہ پتھر کے آثار میں ہے ایک یہ بھی ہے کہ تیرت ہر شے  
 اور مال حرام کی کی ضرورت پڑتی ہے جو دنیا میں بھی تشریف اور دولت کی ہر  
 تیر پر اور پتھر کی گئی کہ بازار سے سودا لے آیا کہ یہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے  
 ہے اور اس پر اعتراض کیا کہ ہم جہ قال انا لعمانی وانا لعمانی وانا لعمانی  
 یا کل الاعمام ویمشی فی الاسواق (یہ لوگ کہتے ہیں کہ اس رسول کو کیا ہو کہ وہ اس  
 جہ اور بازار میں چلتا پھرتا ہے : اور ان باتوں میں انار کی تھیلہ کرتا تشریف  
 معاشرت ہی نہیں بلکہ ان کے ساتھ محبت کی دلیل ہے : درموجیب ہمیشہ اسرار میں  
 اسے چاہتا تھا میں انار کے ساتھ ہونے کا اندیشہ ہے غرض کہ ان کے اتنا ہے ہر شے  
 نور و فنا میں چھوٹی سی بات : تو بدنی بیوی کی بات : ہفتا کہیں کہ تیرا ہے : اور  
 جو ظہر و ماہر ہونے کے لئے پافتنی سے سر ہانکے کہ نہ بیٹے انار کے لئے



11

# تشریح

در این کتاب که در این کتاب است  
 و در این کتاب که در این کتاب است  
 و در این کتاب که در این کتاب است  
 و در این کتاب که در این کتاب است





یہ ایک مختصر و جامع حدیث ہے جس میں جناب رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام  
 نے دو دشمنوں ارشاد فرمائے ہیں یعنی البینۃ ترغیب و وبالوں کا امر ہے  
 اور دو باتوں میں جو امر میں مذکور ہیں کی ضد میں یہی ہے برتنہ کہ اس حدیث شریف  
 کا بیان اس شعر میں ایک جگہ جو چوکا ہے لیکن چونکہ اس مرض میں جس کا علاج کس  
 حدیث میں مذکور ہے بیمار عام ہے اس لئے ہر مفعول اور ہر مقام پر اس کی  
 ضرورت ہوتی ہے کہ اس کو بیان کیا جائے کیوں کہ شاید وہی کوئی خدا کا بندہ  
 بیمار ہو گا کہ اس وجہ سے عام میں مبتلا نہ ہو اور اس مرض سے محفوظ ہو نہ صرف  
 وہ بلکہ متوجع نوالس مختل نفس اس مرض جاننا کہ سے سالم رہ سکتا ہے نہ  
 کس کی تول سے کہ اس سے بچا رہے انبال اسوال ہر شخص کہ رہیں اس مرض  
 نہ بلکہ میں ضرور متوجہ ہے اس لئے اس کے بیان کی بار بار حاجت ہے اور  
 ہر اک نہ ورے تا انتہاء مہتمم نہ ہو گی کیوں کہ جب امر امن بکھر جائے نہ تصور ہے  
 کہ نہ ہو کہ عیال و عیال کی یہی غم بکھر ہی ضرورت و حاجت ہو گی نہ اور چہ کہ





نہ رہا، صرف آیت یا حدیث کی تلاوت کا کرار رہ جاتا ہے جو کسی وجہ میں بھی موجب  
جرح نہیں کیوں کہ یہ شخص پسند الفاظ و کلمات و حروف کا کرار ہے۔ مضمون کا نہیں۔  
لہذا بیان سابق اس بیان لاحق کے لئے مانع نہ ہو نیز میں سفر و درواز کی وجہ سے  
مفصل بھی ہو رہا ہوں بدن پر رکنا بہت ہے اس حدیث کے بیان کرنے پر آسانی  
و سہولت بھی ہوگی، کچھ رکبت نہ کرنا پڑا اور نہ شکست سوچنا پڑا کہ کس مضمون کو بیان  
کروں کو ان سی آیت یا حدیث کے متعلق و غلط کہوں لیکن باوجود اشتداد حدیث کے مضمون  
بالکل زیادہ ہوگا، وہ پہلا خط بھی قلم بند ہو چکا ہے بعد طبع کے موازنہ و تنقید سے معلوم ہو  
ہو جائے گا کہ اس کے مضامین اور اس کے مضامین سے بالکل جدا و ممتاز ہیں، نہ  
تفاوت حدیث ہی کا کرار ہے سچ کہ خداوند نواز مذکورہ کے موجب خبر و برکت ہی ہے:

### امراض ناسہری باطنی

اس حدیث شریف میں امراض مامہ کو بتایا گیا ہے،  
اور ان کے معالجہ کی تعلیم دہائی گئی ہے،

ہے کہ آئیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بتا ہر ایک ہی بات کی ترغیب نہ دے گی  
لیکن اگر نکر سے کام لیا جائے اور عقلی پر زور دیا جائے تو دو باتوں کی ترغیب معلوم  
آوے گی۔ اسی طرح مثال میں بتا ہر ایک امر سے ترغیب معلوم ہوتی ہے، لیکن  
تعمق و تبحر سے وہ امر مرہوب کئے معلوم ہوتے ہیں، امر ترغیبی ایک تو واضح و بصری  
اور دوسری کا انکشاف لشد کی قیاس سے ہوتا ہے پس من تو افعی سے تو افعی کا تصور  
در غوب ہونا اور اس کا درجہ اعلیٰ اور مامور ہونا معلوم ہوتا ہے اور شد سے  
یز انہ میں کی نسبت معلوم ہوتی ہے بنیاب سوال مقبول صلی اللہ علیہ وسلم یہ ترغیب  
کو لشد سے مفید فرمایا ہے، اس قیاس کے تحت و نتائج کے، مثال سے درجہ  
موازیں ادا تو افعی لشد ثانی تو افعی لشد اور تو افعی کی اس قسم ہیں، ترغیب سے  
ہیں جو نقطہ خبر ہے اس سے اس کے مغز کی معنی مراد نہیں ہے، نہ ترغیب سے



بیشتر نہ ہو: تو وہ بھی حکماً تو انفع لہذا ہی ہے: اگرچہ ظاہر تو انفع لغير اللہ ہے ایسے

والدین کے ساتھ تو انفع استناد کے ساتھ تو انفع مرشد پر کے ساتھ تو انفع ہے

اور ایسے ہر بزرگ سنایا عقائد کے ساتھ تو انفع کرنا اس کے ساتھ ایسے آپ کو ہے

بنانا خفص منہاج ورنہ سے کام لینا یہ سب تو انفع لہذا کے افراد ہیں اور والدین و

استاد مرشد و غیر تو بڑے اور بزرگ مومن کی وجہ سے قابل انتفاع ہیں جب تک وہ

حق تعالیٰ کے تو جناب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ و

السلام کو نام مسلمانوں کے ساتھ بھی خفص

منہاج اور تو انفع کا حکم فرمایا ہے: وَاذْخِرْ خِفْصِيْ جَنَاحَكَ لِحَبْلِ أَتْبَعَكَ مِنَ الْغُيُوثِ

یعنی اذہ میں بھی تو انفع مرشد ہے چاہے استناد وہ میں تو انفع مرشد ہے اذہ

اور استناد وہ دونوں میں اس کی منہاج ہے یہ تو انفع لغير اللہ کے نہیں اس میں

بھی حق تعالیٰ سے نفس ہے اس سے بھی اس کی رضا منسوب ہے اس کا باعث بھی

وہی ذات ہے اور تو انفع لہذا اور تو انفع لغير اللہ ہونے کا معیار یہ ہے کہ تو انفع کا

حرک و حرکت اگر مرشد ہی ہے تو وہ تو انفع لہذا ہے اور اگر مرشد ہے تو تو انفع

لغير اللہ ہے جناب رسول علی اللہ علیہ وسلم کے لہذا کی قیادت سے تو انفع لغير اللہ ہے

نہیں فرمادی اور تو انفع لہذا کا امور یہ ہونا بتا دیا: یہاں میں جیسے کہ اس پر متنبہ نہ کیا جاتا

ہو کہ اس حدیث شریف میں ایک ہر امر نہیں معلوم ہوتا انفس شرک و ہزار میں لڑو

کا حکم ہے اور وہ مومنوں میں متکرم نالی سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں امر و ہر

سے یکساں رہے امر و منکر و کفر و ہر شے ثابت ہوتا ہے کہ انکسار و منکر و کفر و ہر

حدیث شریف سے تو انفع لہذا کا مرغوب فیہ ہونا مستحب ہوتا ہے جیسا کہ اس کی منہ

تو انفع لغير اللہ کا مرغوب فیہ ہونا منکر ہوتا ہے اور کسی شے کا مرغوب فیہ ہونا مستحب

ہے اس کے امور ہونے کا جیسے کسی کا مرغوب فیہ ہونا اس کے منہ ہی منہ ہونے کے





ہے۔ حاصل یہ کہ اس جگہ ایک مرتبہ تو مقید یعنی تواضع میں ارشاد فرمایا ہے دوسرا  
 امر حکمی قید میں ارشاد فرمایا ہے جو کہ شد ہے تواضع کو لحد کی قید سے مقید کرنا شعر  
 ہے کہ مقصود یہ ہے کہ مقید یعنی تواضع میں قید کی رعایت کر دے اس کو لحد نہ کہ لحد  
 یعنی تلہیت کو ہا مکتوت نہ جانے دو، گو وہ تواضع بظاہر بغیر الشد ہی ہو سکتی اس میں  
 بھی اخلاص و وجہ الشد و تلہیت کی شان پائی جانی چاہیے اس سے قطع نظر نہ  
 کرنا چاہیے اہل محاورہ اس عنوان سے جو حدیث میں اختیار کیا گیا ہے اس معنی کو  
 خوب جانتے ہیں روزمرہ کی بول چال میں نظر کرنے سے یہ مطالب خوب سمجھ میں آتے  
 ہیں اہل لسان کو کسی قسم کا غار شدہ اور کوئی غلیبان اس کے سمجھنے میں نہیں ہوتا، بلکہ  
 وہ اس عنوان سے بالکل صحیح مطلب ترغیب کا سمجھنے لگے ہیں، پس یہاں یہ تواضع کا  
 مع لحد و تلہیت امر ہوا ہے اور امر بالشی مستلزم ہوا کرتا ہے، نہیں سخن مندر کو  
 یعنی جس شے کا حکم ہوتا ہے اس کے خلاف سے بھی ہوتی ہے پھر جو حدیث  
 کہ وہ امر ہے اسی درجہ کی اس متقابل میں بھی ہوگی، مثلاً اگر مرد و عورت کے لئے ہے  
 تو اس کی مندر اور اس کا مندر حرام یا مکروہ و تحریمی ہوگا اور ان دونوں میں یہ فرق  
 لفظی فرق ہے اور باوجود اعتبار اس کو کہ اس قدر تحریم سے بے پروا کر دیتے ہیں ورنہ درجہ  
 معنوی میں اتحاد و باندا ت ہے دونوں میں کچھ مقدار بہ فرق نہیں ہے اور اگر امر  
 استجابی ہے تو اس کی مندر کے لئے کراہت و تنزیہی کا ثبوت ہوگا یا اس سے بھی کم  
 یعنی محض غیر ادنیٰ ہونا معلوم ہوگا، پس تواضع کو امر مستلزم ہے کہ اس کی مندر  
 سے نہیں ہو اور جس درجہ میں تواضع کا امر ہے اسی درجہ میں اس کی مخالفت ہو  
 گی اور تواضع کی مندر ہے مکروہ تو امر بالتواضع سے جیسے تواضع کا مرغوب نہیں اور مکروہ  
 بہ ہونا معلوم ہوتا ہے ایسے ہی اس سے مکروہ کا مرغوب مکروہ نہیں ہے ہونا مستحب  
 ہوتا ہے اسی طرح جیسے قید شد سے شان تلہیت و غلبہ میں تواضع میں مرغوب

ہونا معلوم ہوتا ہے ایسے ہی اسی درجہ میں تو اضع غیر اللہ سے جو کہ تو اضع اللہ  
 کی عزت سے رائدت معلوم ہوتی ہے اور تو اضع غیر اللہ سے نمانت کا حاصل ہے  
 جیسے کہ استغناء بگوئے غیر اللہ مطلوب ہے اور استغناء عن غیر اللہ ایک طویل نقطہ ہے  
 ہذا میں اس کو مختصر کر کے اس کے مرادوں کے ساتھ تعبیر کرتا ہوں یعنی نازل کی نمانت  
 ہے پس حق تعالیٰ کے لئے تو اضع اور خفص بخارج اختیار کرنا حسب دفعہ دفعہ اللہ  
 درجہ عزت باعث حرمت اور سبب وقعت ہے اور تو اضع غیر اللہ باعث ذلت  
 و سبب ارتکاب شان و جلہ عزتی ہے جس کو نازل سے تعبیر کیا جاتا ہے البتہ یہاں شرعی  
 حرمت و حرمان نازل کی اجازت ہے کیوں کہ وہ فی الحقیقت نازل نہیں بلکہ صورت  
 نازل ہے بلکہ حقیقت میں باعث ہے کیوں کہ شرعی مصلحت سے اس میں لوجہ  
 نازل کی شان و جودیت اور برکات لوجہ اللہ ہوا اس سے ذلت نہیں ہوا کہ فی ہا کہ  
 نازل کے ہیں عزت بڑھتی ہے گو دنیا کچھ بھی کہے و حاصل یہ کہ حدیث میں تو اضع استغناء  
 عن غیر اللہ کا ترجمہ اور امر ہے اور بکر اور نازل سے تنفیذ اور نہیں ہے پس نہ دروں  
 میں یہ چیزیں درجہ دروں میں نہیں ہیں حاصلی کو ہم یہ ہے کہ جناب رسول مقبول صلی  
 اللہ علیہ وسلم کو تو اضع کا امر فرمانا اور بکر سے انہی فرمانا متفق تھا مگر اس خیال سے کہ  
 نازل شخص اپنی کج نہیں سے نازل کو مامور و مرئوب بہ سبب لے لے لے کی قیاد کا اضافہ  
 بلکہ نازل تو اضع کا مامور ہونا اور نازل کا کہ وہ تو اضع غیر اللہ ہے منہی ہونا  
 نہ ہو جائے کسی طرح صرف استغناء کی امر سے یہ اندیشہ تھا کہ لوگوں کو غلط فہمی  
 نہ ہو کہ بکر کو بھی استغناء سمجھنے لگیں بکر کو بھی استغناء عن غیر اللہ میں نازل  
 میں نہ سمجھتے بلکہ استغناء کے ساتھ امر تو اضع کو بھی جمع کر دیا اور حسبہ اس  
 اندیشہ سے کہ نازل حق تعالیٰ حمید و ارمات حسنہ بعض دفعہ اخلاق و مہیمہ و شہدائ  
 و غیرہ میں ہے ہذا میں وہ چیزیں ہیں کہ بیش جہ دروں کی صورت کیساں ہوتی ہیں

چنانچہ تواضع اور تذلل کی صورت ایک ہے استغفار اور بکبر یا ہر کبیر میں نظر آتا ہے میں  
اسی لئے بعض لوگ تذلل کو تواضع سمجھنے لگتے ہیں بکبر کو استغفار تصور کرتے ہیں اور  
صوری تقابری ذاتی پر پانی پیر دیتا ہے اور اس کا ادنیٰ اثر یہ ہوتا ہے کہ اپنی جانب  
حسن ظن نہ دیکھا جاتا ہے اور دوسروں کی طرہ سے سونگن نہ رہتی ہے ہوتا ہے کہ تواضع تو  
تذلل کو تواضع خیال کرتے ہیں اور دوسرے کی تواضع بھی تذلل پر مبنی ہوتی ہے  
اسی طرح اپنا کبیر و افتخار بھی استغفار یعنی غیر اللہ معلوم ہوتا ہے :

اخلاق حمیدہ و ذمیرہ | دوسرے کا استغفار بھی افتخار و کبر سمجھا جاتا ہے تذلل  
یہ کہ انما حق حمیدہ و اخلاق ذمیرہ کو اخلاق حسنہ خیال

کرتا ہے دوسری نفسی اردوں کے متعلق ہوتی ہے کہ ان کے امور حسنہ کو امور سیئہ  
سمجھتا ہے ان کی حسنات کو سیئات خیال کرتا ہے جان کہ غفلت اور غماز و احتیال  
وجود دونوں جانب میں مشترک ہے مگر اس کی کیا وجہ کہ اپنی تو ہر بات کو برکت  
اور دوسروں کی ہر بات بڑی مثلاً بذل و افتقار ان دونوں کی صورت ایک ہے  
اس لئے کبھی تو انسان بذل کو میانہ روی و اعتدال سمجھتا ہے کبھی افتقار و میسر نہ  
روی کو بذل سمجھتا ہے کسی طرح اسراف و ستم میں التباس ہوتا ہے اس  
لئے کبھی فضول خرچی و اسراف کو سخاوت جو تصور کرتا ہے کہ ستم بھی سرفراز  
خیال کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ کتب تصوف میں احادیث سے اخذ کوکس  
بحث کو مفصل ملوث بیان کیا گیا ہے مگر بادیہ و اس قدر تفصیل کے بغیر بھی ستم  
ہونے کی وجہ کیا ہے سوز یا دوسرے یہ ہے کہ علم اخلاق و معاشرت و تصوف کی ہر  
کتاب در کس میں داخل نہیں اور معاشرہ کی نوبت بھی کم آتی ہے نیز شریعت  
سے حقیقت کا انکشاف بھی نہیں ہوتا اصحبت کی ضرورت ہوتی ہے جس کا نتیجہ  
ہی مفقود ہے اور اگر فرض کیا کہ کوئی شخص اپنی ذہانت و ذکاوت سے حقیقت

کہ سب سے پہلے اپنے گھر پر اس کو اپنی حالت پر مشفق کرنا بہت مشکل ہوتا ہے البتہ اگر  
 وہ اپنے گھر پر مشفق نہ ہو تو اس کے نہیں معلوم ہو سکتا؛ لیکن اوقات اپنی حالت کے مطابق سخت  
 سیرت ہوتی ہے کہ یہ نیک ہے یا اقتصاد ہے یا بخل ہے یا بخل و انزوی و اسراف اکثر تو  
 یہی ہوتا ہے کہ اپنی ذات سے کسی نیک کر کے بخل کو اقتصاد سمجھتے ہیں؛ اور اسراف کو سفاقت  
 کہہ کر اپنے نفسانی فاعل سے شہوت کا تابع ہوتا ہے اتنا ہی نفس فاعل ہے اپنے سفاقت  
 سے کہ یہ شہوت اپنی لوگ ایسے بھی ہیں؛ بجز اپنے اقتصاد کو بخل سمجھتے ہیں اور سفاقت  
 کو اسراف پر فخر کرتے ہیں تمدنیت بالمشقہ کہ یہ سمجھتے ہیں کہ ایسے لوگ بہت کم ہیں  
 بجز اپنے اسراف پر فخر کہ یہ شوق ذمہ سمجھیں زیادہ تو قسم اول ہی کے افراد ہوتے ہیں  
 بالکل سب ورم کے لوگ ہیں کہ اپنے انشاق سمیرہ کو بھی انشاق ذمہ سمجھتے ہیں گوان کی  
 شہوت باریکی ان کی گوار شہوت سے دو تین دن ما آواز قلوب سے دینا ہوتا ہے  
 ان کے سفاقت سے ان اصحاب کہ اپنے نفس پر کسی حسن ظن نہیں ہوتا کہ کسی اپنے  
 کو سفاقت سمجھتا ہے کہ یہ سفاقت ہر طرف دنیا شہوت ہوتا ہے کہ شاید کہ کسی  
 عقل مند کو اس کی طرف کا بھی ایک درجہ ہے وہ یہ کہ صرف ان کا اپنا چاہیہ  
 کہ اس کے انسان موصی سے بچ سکے یہ درجہ تو شہوت اور ماحور بہت ہے اور ایک درجہ  
 شہوت شہوت کہ وہ بہت جو کوئی الی الی اس ہوتا ہے کہ یہ درجہ مذموم و نفعی سمجھتا ہے  
 یہ ایک شخص کا زینت ہے روزہ رکھتا ہے حج کہتا ہے زکوٰۃ دیتا ہے ذکر اللہ میں  
 مشغول رہتا ہے؛ لیکن شہوت سے یہ سمجھتا ہے کہ مقبول نہیں اتنا ہی تو صرف شہوت  
 کہ وہ ان اوقات اس کے بشر سے ہے ظاہر ہوتا ہے میں مگر ان کے میں یا اس کا تابع ہو  
 بہت ہے سب سے پہلے بیانیہ اس کی ابتدائی حالت کو باریک دیکھو معلوم ہوتا ہے  
 کہ اس کے سفاقت سے سمجھتا ہے کہ انتہا میں اس کے آثار مذموم ہوتا ہے  
 یا اس کے سفاقت سے سمجھتا ہے؛ لیکن جب تک اپنی حد تک رہتا ہے جب

اپنی حد سے متجاوز ہو جائے گا، مذموم ہو جائے گا، ہر شے میں ہی خرابی ہے کہ جب تک اپنی حد اور درجہ میں رہے گی محمود ہوگی اور جب متجاوز عن الحد ہوگی مذموم ہوگی اس غلوئی الخوف سے ابلیس شیطان کج خلق راہ پاتا ہے اور باہر زائد سے کہتا ہے کہ جب تیرے اعمال مقبول ہی نہیں اور ناسعت عبادت سب مردود ہے تو اس عبادت اور مشقت سے کیا فائدہ اس انگلیک ٹھیکہ کا کیا نتیجہ ہوگا کہ مرنے سے کیا حاصل ملے گی دینے سے کیا نفع سفر سے کیا سود شیطان کہ اس کا فائدہ سے رہی یہی اس بھی یا اس سے بدل جاتی ہے اور اس کا انجام نقصان ہوتا ہے!

اور اس غلوئی الخوف کی ساتھ ایک اور سبب **ظہارت ظاہری و باطنی** بھی نقصان کا یاد آگیا، یعنی جیسے ان لوگوں کو یاں

معطل کر دیتی ہے اسی طرح بعض لوگ غلبہ و غم کی وجہ سے معطل ہو جاتے ہیں، چنانچہ بعض لوگ بیماری و مرض کی حالت میں نماز تہجد و سیرتیں یہی کہیں کہ تمام کی وجہ سے ناپاک ہیں اور ان کے زعم میں یہیم سے ان کی ظہارت ہوگی انہیں کینہ و بیزاری غسل کئے بغیر یہیم سے ظہارت میں شک رہتا ہے پھر یہیم ہی کرنا چاہیے تو مٹی میں شک ہوتا ہے کہ پاک ہے یا ناپاک ہے حالانکہ بدین آثار کے اعتبار سے پانی سے یہیم بڑھا ہوا ہے کیوں کہ پانی سے اور ظہار پاک ہوتا ہے اور انبا بالحق کی پاک و صاف ہو جاتا ہے کیوں کہ وضو سے غسائیں بھی جاتی رہتی ہے ہر سر و عضو سے گناہ نکل جاتا ہے اور یہیم اور غم میں اور بالذات ہی باطن پاک ہوتا ہے اور انبا بالحق ظہار سے بھی نجاست نکلتی ہے اور ہو جاتی ہے کیوں کہ مٹی کے استخوان سے اپنی خاکساری مستخرج جاتی ہے، فنا کا منظر صاف آ جاتا ہے کہ ایک دن ہم مٹی میں مل جائیں گے، ابلیس یہیم میں باطن کی ظہارت سے زور پاتی ہیں بالذات ظہار کی ظہارت جسے کہ باطن ظہار سے بڑھتا ہے جسے ابلیس یہیم کی ظہارت پر شک کرنا اور انبیا کی نافرمانی ہے تاہم نہ وجہ یہ ہے کہ مٹی کی شہر









کہ اس میں حق تعالیٰ نے کاتبین پر سلطان کے تلبہ کی نفی کی ہے ارادہ اضلال و کسبی  
 کی نفی نہیں کی ارادہ ان کے گمراہ کرنے کا بھی کہتا ہے مگر اپنا سامنے لے کر کہہ جاتا  
 ہے اس لئے اس نے اپنی عزت قائم رکھنے کے لئے پہلے ہی سے استنثار کروایا تھا کہ  
 تیرے عباد و مخلصین کو نہ بہکاؤں گا ارادہ اس کا یہ کہنا کہ عباد و مخلصین کو نہ بہکاؤں گا اس  
 میں بھی ایک قسم کی دشمنی ہے گویا ان پر احسان کر کے اس نے چھوڑ دیا ہے مگر  
 کینفت احسان کر کے کسی کو چھوڑنے والی تھا وہ خود اس کے بہکا رہے ہیں نہیں تھے  
 یہ کیا نہ بہکا تا بلکہ ان کو بہکا ہی نہیں سکتا لہذا اس کے بہکانے کا اندیشہ ہی نہیں  
 ہوتا اندہی اس کی مراد بھی تھی اور نہ یہ کینفت اپنے جنموں سے کہیں باز نہیں رہتا۔  
 بادِ سوریہ کہ انبیاء کی عصمت جانتا ہے مگر اپنی جالوں سے وہاں نہیں چوکا ہوتا کہ  
 رہا مگر عصمت کو ہاتھ سے نہ جھانڈ دیا مگر خدا تعالیٰ کی ستائش ہے کہ وہی خدا کا  
 اس کے قابو میں نہیں آتے البتہ ہم جیسوں پر پوری امید باندھ کر نہ تبت کرتا  
 ہے مثلاً مشہور ہے کہ ایک شخص کا بھراؤ اس کے تالے تھا ایک دن وہ جہاز بابت  
 سامنے سے ایک قناتی جو اس کا دشمن تھا اٹھا اس نے بھراؤ سے کہا کہ میں کو مار  
 ڈالی یہ بھراؤ نے کہا کہ اس کے پاس تو چیریاں ہیں ہاں یہ بیابان مردوں کا قیدی ہے  
 بار بار ہے کہ تو اس کی گردن ٹوڑ دے اس نے کہا کہ یہ کہہ تو میں بھی کہہ سکتا  
 ہوں اہل کام تو چیرلیوں والے کا ہے اسی طرح یہ شیطان بھی قیدیوں سے بغیر  
 سوارم سے نہیں ڈرتا چیرلیوں والوں سے یعنی سوارم اہل اشارے سے ڈرتا ہے مگر  
 بادِ سوریہ کے ان کے انوار و اضلال کی کوشش میں بھی متروک رہتا ہے نہ  
 اس میں شک نہیں کہ ہے بڑا بڑا ہمت بادِ سوریہ کہ بتیلا وقت جانتا ہے کہ یہ  
 کی عصمت میں ادلیا کی ستائش میں میرے اقرار کا بدلہ نہ کرے نہ شکر نہ  
 مگر مت سے کہ مازِ بزمِ آقا قلم ہے گونہ کی گناہ ہے کہ اپنے گونہ







ہوتا ہے یہ الہامی بھی دوسرا ہی کر سکتا ہے اپنے آپ کو اپنے محبوب کم نشر آتے ہیں  
اس لئے اس امر کی سخت ضرورت ہے کہ اخلاقی کتابوں میں سے کوئی کتاب نہ درود و کس  
میں داخل کی جائے !

## مُرشدِ کامل کی رہبری

اسی طرح یہ امر بھی قابلِ توجہ و ضروری العمل ہے کہ  
تعلیم کے بعد کسی شیخ و بزرگ کی ہجرت بھی آستین نہ  
کرنا چاہیے باوجود اس کے کہ یہ امر بہت مہتمم بالشان ہے لیکن لوگ اس سے اس قدر  
غافل ہیں کہ اس کو امرِ مشغول سمجھتے ہیں اور اپنے لوگ جو کسی درجہ میں ضروری سمجھتے ہیں  
وہ بھی محض برائے نام یعنی پیار ہی دن کے لئے آتے ہیں ! اگر ان سے پوچھا جائے کہ کس لئے  
تشریف لائے ہو ! فرمائیں گے، اصلاحِ نفس کے لئے کتنی مدت قیام ہوگا ! جواب میں ان کا  
ہونا ہے پیار و انسانی احوال نفس کے حرفوں کی برابر بھی تو دن بخور نہ نہیں کرتے بلکہ  
دو دو حرفوں کے مقابلہ میں ایک ایک دن مقرر کرتے ہیں نہ معلوم، اصلاحِ نفس کو کب  
کیبل سمجھ کر کتاب سے یا نفس اور درشتی کا نام احوالِ نفس رکھ لیا ہے یہ بھی آٹھ  
دن کے لئے آتے ہیں بعض دن بہت بہت کی تو مہینہ و مہینہ کو آگے بڑھتا ہے مہینہ  
کے کہنے اور آجی امراتن دن کے معاملہ کے لئے چار دن یا ایک مہینہ یا ایک دو مہینہ  
تجویز ہوتا ہے یہ نہ معلوم یہ کس امر کا مہینہ ہے ! سب کوئی شخص سمجھتا ہے کہ پیار  
میں ترقی میں مبتلا ہو اور پیار کے پار پہنچ کر اپنے دوست اور بہن بھائیوں  
پار سے ان کے مرنے کے لئے توجہ دے تو پیار کی بات کی سادہ سادگی پر  
کی جانب التفات نہ دیکر کہ پیار کے لئے پیار کی بات نہ کرے کہ پیار کی بات نہ کرے  
نہل و ناز ہے کہ پیار کے لئے پیار کی بات نہ کرے کہ پیار کی بات نہ کرے کہ پیار کی بات نہ کرے  
نہل و ناز ہے کہ پیار کے لئے پیار کی بات نہ کرے کہ پیار کی بات نہ کرے کہ پیار کی بات نہ کرے  
نہل و ناز ہے کہ پیار کے لئے پیار کی بات نہ کرے کہ پیار کی بات نہ کرے کہ پیار کی بات نہ کرے





سے تم کو ہلک ہی کر دے گا، ان واقعات سے مراد ہم بتواتر ہے، کہ اصلاح نفس کا  
 نام بدنام ہی کرنے کے واسطے لیا جاتا ہے اصل مقصود محض یہاں دسمبر نو و دسمبر  
 ہوئی ہے کہ وطن جا کر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ جناب عالی مولوی مولانا بھی جو  
 گئے اور ساتھ ہی ساتھ درویش و شیخ بھی بن گئے درمستقیقت میں ان کے بارے میں  
 نفس یا تربیت باطن زبان سے کہا جاتا ہے ان لفظوں کا کچھ بھی اول نہیں  
 بے معنی الفاظ ہوتے ہیں ایک شخص میرے پاس یا بیٹ سے اسے فرمایا میں تماری  
 صاحب سے جو پڑھتا ہوں اچال تماری صاحب دو مہینے کے واسطے باہر گئے  
 ہیں میں نے کہا کہ انہذا اصلاح نفس کے لئے آیا ہوں دیکھو ایسا فنون راز  
 کام سمجھا کہ آؤ اچال جا رہے ہیں اسے ہی کہو کہ فریج بھی ہو جائے گی، فرس  
 میں نے کہا کہ بے معات فرمائیے میں اس کام کو انجام نہیں دے سکتا، جناب کو  
 یکسوئی نہ ہوگی کبھی یہاں کا خیال ہوگا، کبھی وہاں کی فکر ہوگی، شکش میں، مسرت  
 نفس نہیں ہو کر تھی درمیری اتنی مدت ہیں تو بھی کیا سکتا ہے، رہ

صوفی نشو و نما کی تادرت مشربا ہے بسیار سفر با پیر تاپخت شرنما ہے

بہا کی تم کو اپنی طرف سے اس مہتمم باشند ہر کے لئے ایک کسب و کار کا  
 گوشت کی توجہ اور انسانی شانہ کے فعل و کرم سے توجہ ہے، دونوں میں کو ہم موجد  
 مطلب برائے یکہ تمہارا عزم تو کبھی ہونا چاہیے، اپنی طرف سے توجہ نہ کر دے  
 سبب انسان کوئی کام کرنا چاہتے تو اول اس کو معلوم کرنا چاہیے کہ اس کو کس کے  
 کس قدر وقت کی ضرورت ہے اور کتنی مقدار زمانہ کی اس کام کے لئے کافی ہے  
 چونکہ یہاں کام کرنا مقصود ہی نہیں محض نام ہی مطلوب ہوتا ہے اس سے نہ ہی  
 نہیں گنا اور زیادہ مدت بھی نہیں دی جاتی، زانہ فعل خلاق حمید و درویش  
 کے التباس کے سبب انسان کو ایسی پریشانی میں مبتلا ہوتا ہے کہ وہ



دلیا ہی کر دیتے ہیں جیسا اس لئے گمان کیا تھا: ہمارے استاد مولانا محمد یعقوب صاحب  
رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ دہلی میں مومن خاں شاعر تراویح میں قرآن شریف  
سننے آیا کرتے تھے ایک آدم بھی قرآن شریف سننے آیا کرتا تھا اس کے ہاں کوئی کتاب  
جس روز وہ موت آئے جس کا نام نہیں یاد کرتے جو مردوں پر پڑھتی جاتی ہے: تو  
جیسے تباہ دنیا میں اسے نہیں منوں گا: یعنی سورۃ یسین: معلوم ہے کہ سورۃ یسین کا

نام سننے سے بھی ڈرتے ہیں: اس کو موت کی طاقت سمجھتے ہیں خاں صاحب  
شاعر آدمی تھے: آپ کو مذاق سوچا اپنی جھیلی اور شوخ طبیعت سے غرور کے وہ  
بڑے متقی و متورع شخص تھے: خدا معلوم سچ یا جھوٹ کہہ دیا کہ وہ تو راست  
پر چھٹی تھی کسی اس کو تو لوگوں نے من دیا: ان کو مہنسی ہو گئی اور رک ٹارڑوں سے  
غصہ مری سے پرانہ کرنے لگا: ہوش بڑھے سر اس باختر ہو گیا روح نہیں مرنے کی

کہہ کر ہمارا نام زمین پر مٹا دیا      ان کا تو کیل خاکہ میرے ہونے لگا دیا

غرض وہ دوسرے یا تیسرے روز مر گیا: غرض صحت کو پیار کی سمجھا کہ اس کی جگہ

اس غلطی میں جاں کا بھی اندیشہ: ایمان کا بھی خطرہ: روتی تھیں جہاں کی زبان بھی  
اس قسم کی غلطیوں سے لوگوں نے خرد کشی کر لی ہے ایسے وقت میں صحت رکھ کر مہر کی  
نہ کرتے تو انسان بجز جان دینے کے اور کچھ چارہ ہی نہیں دیکھتا جان اور زبان کے  
نقطہ پر محض نفسی مناسبت سے مجھے ایک لطیف یاد آگیا: میں کہ شریف سے دہلی  
آ رہا تھا جہاں میں کو سیٹھ کے مسافر خانہ میں قیام ہوا: وہاں کے لوگوں کو میرے آگے  
کی اطلاع ہوئی اور سب نے رشتہ کی درخواست کی: میں نے کہا کہ مجھے صاف گریہ  
میں یہاں رشتہ نہیں بیان کر دیا: کیوں کہ وہ حال سے غمناک نہیں یا تو زبان بکری  
تو ایمان کا اندیشہ یا تو جان کا تو جان کا اندیشہ ہذا میں جان دیا کہ کوئی رشتہ  
میں نہیں ڈالتا: اور مہر کی میں رشتہ نہیں کہتا: مجھے جان دیا جان دو لوگوں نے میرے

شریادوں کی حفاظت ضروری ہے البتہ تم کو اگر ایسا ہی شوق ہے تو یہیں مسافر  
خانہ میں کہہ دوں گا جس کا دل چاہے اگر کس کے چہا پنچہ وہیں مسافر خانہ میں بیان کیا  
آتا تاخیر بہت زیادہ ہوگی تنہا غرض جان جیتے طبعاً و عقیلاً عزیز ہے کسی طرح  
شریادوں کو واجب الحفظ ہے کیوں کہ حق تعالیٰ کی نعمت ہے خیر ارشاد ہے لا تفلوا  
انفسکم ما کر جان ہمارے چیز ہوتی تو ہم کو اس میں تصرف نہ کرنا منع نہ کیا جاتا

پانچ ایمان کی حفاظت | دوسرے مقام پر ارشاد ہے لا تفلوا ایمانکم  
الی التہلکۃ کہ اپنی ایمان کی حفاظت کر لیں

اگرچہ سے بچہ اپنی نفوس کو قتل مت کرو: جان بوجہ کہ معیت میں نہ کہ خیر جناب  
بسم اللہ تعالیٰ یہ دھم کا ارشاد ہے وان لفسک شلیک حتی ان لا یصلح علیک  
یہ واجب نفس اور جان کا بچہ رہتا ہے تو اس کی حفاظت کرو: نہ ضروری ہوگی انسان  
بہرہ زندگی بھی کے ذریعے سے مدارج کمال کو پہنچ کر بہت ہر دنیوی دینی  
بہرہ و شرف کی ترقی اسی پر موقوف ہے تاہم افعال و اعمال کا موقوت یہی ہے تو  
ہر کی حفاظت کسی کی ضروری ہوگی اس طرح وہ پریشانی بھی ضرور ہے جس سے  
شہرہ ہر می و باطنی تلب و غیرہ پر کہ پورا اثر جو ان کی حفاظت بھی ضروری ہے  
بہرہ کو یہ آگنا متیرہ و آلہ ہیں روح اور جان کے ساتھ مقدس و اصلی مرغوب ہوا ہو  
ہر طرح اس کے مقدمات بھی ہوتے ہیں مقدمات کا احترام اور ان کی نگہداشت  
ضروری کی نگہداشت ہے سفر و حضر رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ ہیں کسی شخص نے  
تیسری کہ اس سفر کا آپ کو بیچ کی کیا حاجت ہے یہ تو مبتدیوں کے واسطے  
ضروری ہے فرمایا اسی کی بدولت تو ہم کو یہ بدولت ملی ہے اسی کی وجہ سے تو آج  
ہم ان اللہ ہوتے ہیں: اور اسی کو چھوڑ دیں: ایسے رفیق کو نہیں چھوڑنا سکتا  
تو خیر و برکت ہر می ہے کہ جس چیز کی وجہ سے نعمت غیر مترقبہ حاصل ہو اس سے

ہی اغراض کی جائے اسی طرح یہ اختیار اور نفس مطلوب بالذات یعنی قریب حق

کے لئے آگاہ ہے لہذا ان کی حرمت و عزت بھی ضروری ہے خوب کہا ہے کہ

مازمہ چشم خود کہ جمال تو دیدار است      انتم بپائے خود کہ بگوت پیدار است

ہر دم ہزار بوسہ زلمست خویش را      کو ر منت گرفتہ بوسہ کشیدہ است

غرض جو کہ وہ نفس اور اختیار دیکھ اور نہ یہ ہیں مفسر و مفسرین ان کی جانا

گو آگاہ ہی کے درجہ میں بھی لیکن ضروری توجہ اور ایمان کی سنائے میں کہ کہہ

کا شہد و شیک ہوس نہیں سکتا اس کی حفاظت تو جان سے بھی بدرجہا زیادہ دارا

ہے کیوں کہ یہ تو شر و مفسد و جہت اس کی سنائے مفسد کے درجہ میں ہوئی اور ہر

ہے کہ مفسد و جہت و مہربان سے ہر اعتبار سے بڑا مہربان و مہربان ہے اب اس کے لیے کہ

فطرت سے جو پریشانی ہوگی وہ کس قدر زیادہ سخت ہے ہی تعالیٰ شانہ مفسر و مفسرین

اور اس سے مفسد ہو گیا ہوگا کہ جمعیت بشر کا جو مفسد ہے اور پریشانی سے بڑا

یہ مفسر و مرتب ہو گیا ہوگا ضروری ہے شریعت مقدمہ میں اس کی نصیحت و نصیحت

وہ کی نسبت چنانچہ جو نفس ضرور و نفس میں اس کی نصیحت و نصیحت ہے

مفسر و نصیحت کے ہیں ایسی اس کو دیا دیا جائے اس کی جمعیت و نصیحت

کی جائے اور پیش میں اس کی بہت نصیحت ہے کہ اپنے بھائی مفسرین کی پریشانی دور

کی جائے اس کی نسبت رفع کی جائے نیز جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

تسلی و نہایت ہی کے لئے حضرت مہا ذین جلال رضی اللہ عنہ کو ایک مہربان مفسر و مفسرین

سے وہ خود حسن نصیحت میں منقول ہے

مرتب و مرتب  
مرتب و مرتب

اور خود ہی تعالیٰ ہی کہ وہ تمام فرمائے ہیں و نصیحت

الذین اذا احصوا بقدر محبتہ قالوا انہ دانا انہ

ما جعوت یعنی احصا کر لیا اللہ تعالیٰ کہ وہ تمام فرمائے ہیں و نصیحت

نہایت دورستی کے وقت حق تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں، امانت پرستی میں اس میں حق  
 تعالیٰ نے رنج و غم اور پریشانی و درد کرنے کا ایک طریقہ بتایا ہے جس کا غرض یہ ہے کہ  
 اس سے مسکونہ ہوا کہ حق تعالیٰ کو مسلمانوں کی پریشانی گوارا نہیں جب ہی تو اس کے  
 رنج کا طریقہ بتایا ہے اور وہ طریقہ تسلی و تسخیر میں دو وجہ سے موثر ہے ایک تو اس  
 وجہ سے کہ وہ ذکر ہے اور پریشانی کے وقت خدا کی یاد میں لگ جانا پریشانی کے دفع  
 کرنے کے لیے کافی و کافی ہے جس میں کچھ ان نشہ کی کیفیتیں نہیں بلکہ ہر ذکر میں یہی  
 ہے کہ بہت جلد اے اللہ محمد رسول اللہ سبحان اللہ استغفر اللہ تعالیٰ  
 و اللہ تعالیٰ انشاء اللہ ان شاء اللہ و لیکن یہ بہت پریشانی کے وقت کے ساتھ  
 اس کا ایک حق ہے وہ یہ کہ اس میں نہ تو ذکر کے مضمون بھی ایسا ہے کہ اس کا  
 مستند پریشانی کا استیصال کر دینے والا ہے کیوں کہ حاصل آیت کا یہ ہے کہ تم میں  
 اور ان کے درمیان رہے ایک تو ان سے کہ تم ہر اعتبار سے خدا سے ڈارو کہ تم کو  
 اس پرستی میں امر و نہی پرستہ کر کے اس کے اختیار سے دو سرے انا انیسویں  
 ہے کہ سب کو امر و نہی پرستہ کر کے ایک ذات ہے، انا میں تو اس امر کی تصریح ہے کہ  
 بہت دور سے اپنی طرف سے کچھ جوڑ نہ کر کے بس اس پر جہاد ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ  
 سے یہ سب پرستہ کر کے اس کے فعل میں پہنچا دینا کسی کو حق نہیں، اور سب یہ  
 ہے کہ اس پرستہ کر کے ان کو بھی کچھ نہ ہو کہ پریشانی کا نام نہیں نہ اس کے پریشانی  
 پرستہ میں موتی ہے کہ ہم خود اپنے لئے کچھ نہ جوڑ کر لیتے ہیں مثلاً یہ کہ ہمارا مال  
 پرستہ کر کے رہتے ہمارے دل و دل پرستہ زندہ رہتے ہم ہمیشہ تندرست رہیں، ہمارے  
 پرستہ کر کے رہتے ہمارے دل و دل پرستہ زندہ رہتے ہمارے دل و دل پرستہ زندہ رہتے  
 ہمارے دل و دل پرستہ کر کے رہتے ہمارے دل و دل پرستہ زندہ رہتے ہمارے دل و دل  
 پرستہ کر کے رہتے ہمارے دل و دل پرستہ زندہ رہتے ہمارے دل و دل پرستہ زندہ رہتے



کرتے ہو اس کے انہدام سے مراد حق تعالیٰ کے جناب میں تو تفریق نہیں ہونا چاہیے  
 اور جن لوگوں کو یہ دولت حاصل ہے ان سے راحت اور سامان راحت کی مثال پورچھو  
 حضرت ابو بکر بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں فوضت فاستحسنت لیسر جیبہ مکس  
 سارحے کاموں کو اپنے ذمہ رک پریشان و حیران رہا اور جب سے سب امور کو حق تعالیٰ  
 شانہ کے سپرد کیا ہے راحت و آرام میں ہوں کسی بزرگ نے حضرت بابر علیہ السلام سے  
 کیا کیا حال ہے کیسے ہو فرمایا اس شخص کی کیا حالت پوچھتے ہو جس کی خواہش کے  
 موافق تمام نظام عالم چل رہا ہو بظاہر ہے کہ ایسا شخص تو خوش و خرم رہے گا سال  
 نے کہا ذرا اس کی شرح فرمائیے مطلب سمجھ میں نہیں آیا فرمایا میں نے اپنا ارادہ  
 حق تعالیٰ شانہ کے ارادہ میں فنا کر دیا اب جو اس کا ارادہ ہے وہی بعینہ میرا ارادہ ہے  
 اور ظاہر ہے جو کام ہوتا ہے وہ خدا تعالیٰ کے ارادہ کے موافق ہوتا ہے پس جب میں  
 نے اپنے ارادہ کو اس کے ارادہ میں فنا کر دیا تو جس طرح ہر واقعہ ارادہ حق کے  
 موافق ہے اسی طرح میرے ارادہ کے موافق ہے اس لئے میں ہمیشہ خوش و خرم  
 فارغ البال رہتا ہوں حضرت سید احمد رضا علیہ رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ ہے کہ عالم اربع  
 میں سب کو جمع کر کے پوچھا کیا کیا چاہتے ہو کسی نے کچھ مانگا کسی نے کچھ مانگا ہستی  
 داست الذیبتہ الی هذا لا شئ احمد فقلت یا رب اسید ان لا اریا  
 دانسان لا اختار فاعطانی مالاً یحین مرأتی و مالاً اذن سمعت و لا  
 حطس علی قلب بش من اهل هذا العصر اور کلمہ ستر اجاب نفس انالہ و نا  
 الیہ مل جمون کا حاصل بھی یہی ہے کہ مجھ کو کوئی تجویز نہ کرنا چاہیے جسے تمام امور  
 خدا تعالیٰ کے سپرد کر دیتے چاہیں اور تم کو تجویز کا حق ہی کیا ہے جب خدا تعالیٰ  
 کے حکوم اور فرمان میں جہاں تم کو بھی کسی تجویز کا حق ہوتا ہے اگلا کہ سنو پس  
 کسی شق کی تعمین کرنا ہمارے لئے منفر ہے تم سے محض تسلیم مطلوب ہے اس لئے کہ







کہا نہیں ضرور نام بتلائے کہا پھر انہم جسے ابلیس جس پر ہر روز ہزار مرتبہ لعنت کیا کرتے  
 ہو! اس نے کہا پھر تو تو میرا دشمن تھا! تو نے مجھ پر یہ احسان کیوں کیا! کہا خدا نہ کرے  
 مجھ میں تجھ پر احسان کہوں! میں نے تجھ کو ایک نیک شخص روک دیا! کیوں کہ اگر وہ دور  
 تجھ پر گرتی تو تو مر جاتا اور جو شخصوں پر دم الہیہ راستہ مر جاتے وہ ہمیشہ جوتنا جوتنا  
 لئے میں نے تجھ کو بیدار کر دیا تاکہ ایک نعمت خفائی سے محروم نہ رہے اور تجھ کو شہادت  
 فیصیح نہ ہو! مولانا دینی حضرت مہاربیہ رضی اللہ عنہ کی حکایت کہ جس نے مہر  
 کہاں تک فرمائی ہے کہ ایک دفعہ حضرت مہاربیہ کو نماز کے لئے بیٹھایا گیا کہ بیدار  
 کیا اور کہا حضرت مہاربیہ تھوڑے عرصے فارغ ہو جائیے وقت جا رہا ہے آپ نے دریافت  
 کیا! تو کوئی جواب نہیں ہوں فرمایا تو نے مجھ کو کیوں بیدار کیا کہ میں نے بیدار  
 کی وجہ سے بیدار کر دیا کیوں کہ میں بھی سب سے کبھی تم بھی تھے آٹھ گھنٹے  
 ہو کہ زیادہ ہو یہ صحابی تھے اس کی پالی میں کب اُٹھتے تھے فرمایا میں نہیں  
 جھکا تا جتے سچ بتائیں تیری ایک نہیں سنتوں گا کہ بات یہ ہے کہ میں نے نماز روزہ  
 آپ کی مہاربیہ فوت کر دی تھی! اس پر آپ نے بیہوشی و انسوس کی حالت میں  
 کی جس کی وجہ سے آپ کے درجات میں بہت ترقی ہوئی جو تیرے کبھی نہ ہو سکتی تھی  
 اس لئے میں نے آتے ہی بیدار کر دیا کہ آپ کو دوبارہ ایسی ترقی نہ ہو کہ تیرے  
 ساتھ درجہ رحمت میں کہ حضرت مہاربیہ رضی اللہ عنہا بیٹھ کر صبح کی نماز پڑھتے  
 مشغول ہو گئے! اگر کوئی جہاں ہوتا تو نماز نہ پڑھتا! کیا یہ حق ہے کہ  
 اگر ہم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت یا خدمت سے کچھ باتیں کر کے نہ جانتے کہ  
 کہ شیطان انسان کے پیچھے لگا ہوا ہے کہ اس سے بچنا چاہیے تو شیطان کی بات  
 اس کا کہ جس نے نہایت سہل سے یہ دیکھ لیا کہ اگر وہ نماز نہ پڑھتا تو  
 زیادہ محروم نہ ہوتا! کیا یہ بات سب سے زیادہ قیمتی ہے!







ہر قسم کے تہذیب و تمدن کی ذلت پر داشت کرتے ہیں وہ بھی دنیا ہے جان کہ اول  
 انسانیت کے لئے حق تعالیٰ نے ارشاد فرمادیا ہے لا یسئرون الناس لکمالہ  
 بشر ہذا میں اصرار و ابرام نہ کرو لوگوں پر جو کہ نہ ڈالو دیں ویریں اور نہ دیں تو  
 کہ نہ ہوں اب انہیں آج کل کے بارشی و رویشوں کو دیکھتے ہی کہ وہ دنیا  
 کے لئے ہیں اکثر لوگ ان کے حوالے سے شراہ تو نزدیک سے پہنچتے ہیں یہاں سے  
 کہ سب سے پہلے بھی الحاف بہت میرے پیشانی میں اگر حاجت نہیں ہو تو ہمارے شراب  
 سے بہرہ لے کر لے کر وہاں رہو ہمارا احرا کہ تو پاس نہیں نہ کھٹکے ان سے تو دور رہی جہا  
 نہایت سے جہاں میں حاضر کی تو نزدیک ہوتی ہے ورنہ دل میں تیرے ہی  
 کو تو پورا پورے الجھتے ان سے ملنے میں کہ کی شریعت سے دور رہو وراق  
 میں ہر قسم کے نفس نہ ہو تو ملنے کا مرنے کا وقت نہیں بلکہ اگر ذلت کا استعمال نہ ہو  
 کہ سب سے پہلے بھی عورت نہیں غرض یہ کہ ذلت سب دال سے ترما ہے اور کبر  
 سے ہر قسم کے ذلت و ذل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے  
 کہ انسان ہر انسان اس سلسلہ فی قیام تنفس لہر ہے کہ اگر وہ سب کے سب  
 کے لئے ہیں تو وہ سب ہی میں تو وہ بکریوں کو اتنا ضرر نہیں پہنچاتے جتنا  
 انسان کے سب دال و سب جام پہنچاتے ہیں یہ قسم لوگ اکثر متان دنیا میں  
 ہر قسم کے اس وجہ سے کہ میں نے ان کو اختیار کیا ہے اور انہیں اس کی کیا  
 کہ میں نے ان میں کثرت شرافت کی ہے اب انہیں اس سے گوارا ان میں کا ہوتا  
 کہ ان سے سب سے پہلے کہ اس میں ہر قسم کے ذلت و ذل ہے ورنہ قریب  
 کہ ان سے سب سے پہلے کہ سب شرافت و عظیمہ امر انہیں پائے جاتے ہیں ظلم سے  
 کہ ان سے سب سے پہلے کہ سب سے پہلے کہ انہیں اس سے سب سے پہلے کہ ان سے  
 کہ ان سے سب سے پہلے کہ سب سے پہلے کہ ان سے سب سے پہلے کہ ان سے

کے متعلقہ کو ملے لیجئے جیت بکیر نہیں حرمت کے لئے ہے جیسا کہ تفسیر دینہ سے معلوم  
ہوتا ہے تو اس کی غور کا امر واجب کے لئے ہو گا کیوں کہ جیسے امر بالمعروف مستلزم ہوتا  
ہے اس کی ضد سے بھی کو اسی طرح بھی الشی مستلزم ہے اس کی ضد کے امر کو اور  
معمولی تفسیر ہے کہ ایک ضد کے امر کا جو درجہ ہو گا وہ دوسری کی بھی کا بھی درجہ  
ہو گا اور جو درجہ ایک ضد کی بھی ہو گا اور سی درجہ دوسری ضد کے امر کا ہو گا پس  
بکیر کی ضد سے تو منع اور بکیر کی بھی حرمت کے لئے ہے تو اس کی حرمت سے تو منع  
کا وجہ ثابت ہو گیا اب رہا استثناء و تفریق تو اس کی تعلیل درجہ ایک یا حرمت  
مقررہ کے خلاف سے ہو جائے گی ایہ دیکھنا چاہیے کہ تفریق کو کیوں اختیار کیا جائے  
اس سے متصور و کیا ہوتا ہے۔

**مستثنیٰ مال و بھاہ** | سونا ہر سے کہ تفریق سے تحصیل دنیا اور تحصیل مال منفرد  
ہوتا ہے چوں کہ اس شخص کو مال کی جانب رغبت ہے۔  
اس لئے اس کے متعلقہ میں عزت کو بکیر اسح سمجھا جاتا ہے اور کی بھی پروا نہیں کی  
جاتی پس تفریق کا سبب حب دنیا اور حب مال ہے اور نفسوس سے ثابت ہے کہ  
سبب سے بڑھ کر گناہ اور سبب شکاروں کی حرمت سے نفرت نہیں آدم رسول مقبول  
صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں بحسب المال فیاس اس کا سبب کہ تفریق  
کا منشأ حب دنیا ہے اور نہ اس سے کہ ایسی چیزیں عام چور کی پس جو سے اس سے یہ ہو  
یہ اس کے کم میں ہو گی کیونکہ تفریق الشی کہ شخص سے کہ تفریق یا چور سے  
گناہ کا بڑھ گناہ کی گناہ پس اس سے تفریق کی حرمت ثابت ہو گی۔ و تفریق کی حرمت  
سے اس کی تفریق استثناء کا وجہ ثابت ہو گیا بکیر اور تفریق فی حب دنیا و تفریق  
تفریق بکیر تفریق تفریق تفریق تفریق تفریق تفریق تفریق تفریق تفریق تفریق  
تفریق تفریق تفریق تفریق تفریق تفریق تفریق تفریق تفریق تفریق تفریق تفریق

بہاؤ کی نسبت کی شان کو بھی نہیں پہنچتا ابھی صاحب کمال کہنے کے  
 لیے جس نے یہی پیر کا کوئی داعی ابھی تک ان میں نہیں بلکہ موانع موبذہ ہے۔  
 موانع کی قوت کے مقابلہ میں کسی داعی کو قوت نہیں ہے اگر کوئی مزدحم ہو تو  
 کسی نہ کسی وجہ سے وہاں داعی تو موجود ہے کہ مانع بھی قومی موجود ہے لیکن  
 غیر سے یہاں ضرور بھی نہیں پھر ان میں تکبر کیا؟ خصوصاً طلبہ تو اس مرحلہ میں  
 زیادہ متوجہ پائے جاتے ہیں خصوصیت سے ان کی اصلاح کے متعلق  
 پائے گئے تادیبیوں کا بھی کی فرمائش سے میں یہ رائے کر رہا ہوں کہ ارادہ اس حق  
 پائے گئے ہیں دوسرے بالیقین شامل ہیں جو شخص اپنے مکان پر کسی حکیم کو بلا کر  
 کے لئے اس کے تمام ضروریات سے ہمسا یہ کہ حق اس وقت کہ نہیں اس کو  
 بہت سے تادیبوں اور بار بار سے کہیں اگر وہ کوئی نسخہ ہمسا یہ کہ نہیں اس کو دے تو اس  
 کو نجات دلا دے اس کی جانب سے تبرع ہے پس میں بلکہ کی نکتہ انور و غلطی پر  
 غصہ کرتا ہوں لیکن یاد کرو اس کے بہت ادب کے ساتھ عرض کرتا ہوں کیوں  
 کہ یہ ایک تجربہ ہے جس سے صاحب تربہ ہیں واللہ میں ہر حال میں حکیم کا اپنے زبان ہم  
 سے یہ کہتا ہوں کہ انہوں نے خود ایک خدمت کے لئے مجھے بلایا ہے اس لئے  
 میں نے یہ خدمت دیا ہوں کہ وہ بہر میں تادیبیں تو جیسے کہ تھے پھر میں تادیل  
 کے لئے یہ خدمت کے لئے کی حیثیت نہیں بدلا کرتی اس کی باریت میں کہ فرق نہیں  
 جو کہ میں نے سمجھا ہوتا ہے اگر کسی منہ پر سے کی تادیل کر لو تو اس سے اس  
 کی خدمت نہیں جاتی رہے گی اگر منگیب کی توجہ کر لو کہ یہ تو ناک ہے یا مہر کی  
 ترس کی حیثیت نہیں باطل ہو جائے گی تادیل کر کے غلطی کو دور کر دے کہ  
 بہت سے تادیب کی حکیم کو تو معاذ اللہ نہیں بدل سکتا مولانا دہلوی فرماتے ہیں  
 کہ بہت سے تادیب کی حکیم کو تو معاذ اللہ نہیں بدل سکتا مولانا دہلوی فرماتے ہیں

درخت انداز می تا بهر خاست نام

با خداتر وید وید وید وید وید

بایت اخلاص و صدق انرا شستن

خوب را گیرم که بپسندید می تمام

کار با با خدای آرمی حیدر راست

کار با و راست باید و کشتن

## شعر کی ضرورت

بیا میخوان تا زیادت و کمیت کو چو پرتا پرتا

صدق و شرف من سے کلام لینا چاہت اہل کسب کے

بائع کی حاجت نہیں ہے اپنا نیک و بد شعر و سخن چاہیے آپ لوگ اہل کسب کے

جہاں در کلام نہیں ہیں اہل دل تکفید الہ مشارق اگر محکم لوگ نگرہ شمع سے کہ ہم نہیں

تو دیکھیں گے کہ ہم لوگوں کی غنیمت میں سرور کتنا غریب! الا ماشاء اللہ کوئی فردوسیا

ہوگا سو اس دبار نام میں مبتلا نہ ہو، درنگ میں تن غرق گشتار میں تن غرق شست در

برخاست میں تن غرق شست در معانی میں تن غرق شراک پوشاک میں تن غرق شست در

دیار کے لئے قیمتی گزن بیا لباس پہنا سنا ہے، در دلی تو گدا دیں مسکین کی پر

کر میں زکوٰۃ وغیرہ کا مال نہ لیا اس قیمتی سی ہوگا، تو قرعہ کے کر جو ملے شاد میں غرق

نہ آس، یہ تو اچھا خاصا لباس زورست ہر کپڑے میں کپڑے کی سورت جوتے سفار کے

کے پیسٹ لیس گے، وہ جو عمامہ میر میں بھی کسی کے پاس نہ ہو، بکھر کر رہے ہیں

کسی کے پاس نہ ہو، اور گوہر پیسٹ بیکر نعلی نا ہو، پھر مشورہ ہے ہر کپڑے میں

اسکو گوٹ کیسی شو بھرت رہتے گی، مغز کی کیسی شو کشتا معارف ہمہ کی سفر کیسے ہونا

چاہیے، کہ یہ ہے وہ، لباسی ٹوپی ہے، وہ ایسی ہی یہ تو وہ لباسی چاہیے

کی موافق شعر کی لباس پہنتے ہیں، در شمع ظہار کی اختیار کرتے ہیں مگر اس میں تن غرق

بعض محضرات غلبہ مزید برآں سننے نیشن پر مٹے ہوئے ہیں، لوہی دیکھتے تو نہ کی

یا جامہ پناہ اپنی شیرانی بہتا ہیشہ کہانی، کہ لکھنؤ کی کوئی ہے، کہانی

ناک کٹائی ہے نام میں بڑا خراب ہے، مگر وہ کہیں پورے نہ کیے، کہانی



شخص ہر وقت اسی دین میں رہتا ہے وہ کسی کام کا نہیں رہتا ایک حکیم فرماتا ہے کہ  
عاقبت ساز و تراز دین بری  
ایں تن آرائی دین تن پروری

حضرات آپ کا کمال آپ کا جلال تو صرف علم و عمل سے اس کا خیال رکھتے اس  
میں مشغول ہو جائیں اس لباس سے زینت حاصل کیجئے: وہی ذات قلیتنا نفس المتانفون  
آپ کو علم و عمل کے ہوتے ہوئے کسی دوسری شے کی ایسی احتیاج نہیں ہے جس  
کے لئے تشویش اور ذلت میں مبتلا ہو: اس کا حصول تمام اشیاء سے مستغنی رہ جائے  
وہی ہے کسی امر کی ضرورت نہیں رہتی ہے

زینت تمام باجمال بار مستغنی است  
بناشہ الی باطن و چہ آئینہ ظاہر  
بآب زکات و خال منہ چہ تار و زیار  
بدن شہد حق و عیون و عیون و عیون  
لبس ان زمانہ پہن کی زینت کو چھوڑنا چاہیے سادگی سے بود باش کرنا چاہیے  
غرض از جامہ و فیض و برداست  
ہزار دلیل زینت ہر کہ مرد است

حدیث میں ہے کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم  
فرمایا ہے البذاذۃ من ایمان یعنی سادگی سے نمایاں  
کی حالت ہے آپ لوگ مقدار میں نائب رسول ہیں آپ اگر اس فلیش کے ہر کسی و شیخ  
کو اختیار کریں گے تو عوام کو کیا سوال ہو گا: وہ تو اچھے خاصے انگریز ہی ہو جائیں گے  
یہ عجم پیچہ کہ سدا کی ستم ردا دارو  
زینت شکر بالمش ہزار مرغ و بسیر

مگر ہم اس سے غفلت میں پڑ جائیں گے ایران کو آپ پر حق احتجاج مائل ہو گا  
اور اس سبب کاربالی آپ کو گول کی گداز پر ہو گا: دیکھو یہ حدیث میں قیام آتا ہے  
کہ کوئی خلیفہ باریک کپڑے پہن کر خلیفہ قبہ کو آئے: ایک صحابی نے فوراً استغفر  
کیا کہ انظر و انظر انہیں نامتدایبسی لباس انفساق دیکھو خلیفہ الصلیب کو اس  
باریک کپڑے پہن کر جو اس وقت شمار ادا باش کا تھا: ہم میں کیسا آرا کی حدیث

شرابی میں سجناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں من تشبه بقوم فهو منهم  
 اور نظم ہے کہ اگر آپ کا طریقہ نہایت یا نیشن کا اہل کفر یا اہل شیطنت سے مانع ہوگا  
 فرمایا کہ میں تمہارے ہوں گے؛ طلباء کے لئے یہ لباس ہرگز نمایاں نہیں؛ اس  
 سے ہم کی ناشکر می جلتی ہوئی ہے خصوصاً طالب علمی کی حالت میں تو بالکل فقرا  
 و مساکین کی طرح ساواہ لباس ساواہ مزاج رہنا چاہیے میں تمہیں لباس سے منع نہیں کرتا  
 بلکہ تمہاری حالت میں تو تنہا سے روکتا ہوں؛ باقی جن لوگوں  
 میں یہ ضرورت پڑتی کہ وہ وہ کیسا ہی بڑھیا لباس پہنیں جب بھی ان کی طالب  
 علم کی شان میں ضرر نہ ہو؛ کیوں کہ وہ بڑھیا لباس میں بھی ایسے ڈال جاتے  
 رہتے ہیں کہ صورت سے آثار طالب علمی صاف نظر آتے ہیں؛ اور جو لوگ نہایت دو منع  
 کو نظر میں رکھتے ہیں یا نیشن کو اختیار کرتے ہیں ان کی صورت پر طالب علمی کی شان  
 نہیں پڑتی؛ کہ انہوں سے کہا جاتا ہے کہ آج کل اس طرز و وضع کو اس لئے اختیار کیا  
 جاتا ہے کہ کہیں لوگ طالب علم نہ سمجھ لیں گویا یہ چاہتے ہیں کہ تو اہم ہم کو زمرہ طلبہ  
 سے علیحدہ کر دیں یا ایک شاندار و ممتاز طالب علم تسلیم کریں اور تاویل یہ کرتے ہیں کہ  
 اگر زمرہ اہم کی ضرورت میں ذلیل نہ ہوں؛ صاحبزادہ اگر بیان میں نہ ڈال کر دیکھو  
 کہ یہ کسی رشتہ سے ہیں کی عزت ہونے پر اہل جاہل کی نظر سے استہزاء کیا جاتا ہے  
 یہ عزت کوئی ٹھکانہ نہیں عزت تو وہ جسے جس کو اہل نظر عزت کہیں اہل علم  
 کہتا ہے کہ اپنے صاف اہل علم کا اتباع کریں ان کی پیروی کو اختیار کرو اسی  
 سے عزت پائی کہ یہ آپ کے پیش کا زمانہ ہے؛ اب جس طرح چاہو  
 کہ یہ سب سے پہلے چار اصلاحات مشکل ہوگی؛

۱۔ لباس کا مسئلہ ان قدر ہے؛ حسب المصانع دان تشبہ بظہار

۲۔ اگرچہ تعلیم کو نہ چھوڑو ورنہ مساکین و اہل اللہ کے لئے یہ رہا اگر تم جہاں کی نظر



میں اس سے ذلیل بھی ہو تو اس پر غرور میں ذلت عزت سے اول تو ذلیل ہو جائے نہیں  
 عوام میں بھی اسی عالم کی وقعت ہوتی ہے جو سلف کی طرز پر ہو، لیکن اگر کوئی ذلیل  
 بھی سمجھے تو قسم یہ جواب دے

مست آن مائی دال پیانہ ایم  
 مر سس راوید در خانہ نشد

ما اگر توش و گرد پیانہ ایم  
 از مست و زیادہ کہ دیوانہ نشد

نہ لوہم کس وجہ سے آپ لوگ اپنی درخت پر چڑھتے ہیں، ہر طرز پر گریہ کرنا و  
 وکیل کر لیا ہے، خوب دھڑلے سے انگریزی لباس پہنتے ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ کسی  
 لندن سے آئے ہیں اور فخر یہ ہے کہ انگریزی کا ایک حرف بھی نہ جانتے ہو، مگر لباس  
 سے صاحب بہادر کے سانپ بہاؤ رہی تو ہم ہوں گے، میرے خیال میں یہ تو کراہم میں  
 بھی ذلت سی ہے، سلف صالحین کا لباس سخرائیں میں تو بالائے ذلت کی نظر دے  
 سے دیکھا جاتا ہے لیکن کراہم میں بھی اسی کڑبڑ کی نظروں میں دیکھا جاتا ہے،  
 اور سوت یکم اگر کراہم اُس آئے لباس میں آپ کو ذلیل سمجھتے ہیں تو اس کے لباس میں سوت  
 سخرائیں ورنہ آپ کو ذلیل سمجھتے ہیں ورنہ طرف سے لندن کی صنعت ہوتی ہے کہ شہزادہ  
 سانپ سبت پرست ہیں اور کراہم کو انگریزی کا ایک حرف بھی نہیں جانتے، سوت پرست  
 کو ستم یہ ہے کہ کراہم میں تو تاہی دل میں بھی کبھی گستاخاوت چٹا پنہ گشتی اپنی شان کی  
 مقرر نہیں ہوتے قصور کا، سخرائیں نہیں کرتے تاویل کو تیار ہو جاتے ہیں ہر بات پر تاویل  
 یعنی گستاخاوت، ہر نامہ ہر کامیک محتاج یعنی باشند یعنی مست، ہر امر میں ذلت موز  
 ہے لیکن میں بھی سخرائیں بھی لڑتے کرتے ہیں، کبھی کبھی لڑتے تو یہ بھی نہیں دیکھتے  
 کیا ہوا، سخرائیں کا پتہ ہو گیا، نہ اندیشے کا نہ بچاؤ کا۔

لے صاحب جان کلان شاہ بارہ کو چھوڑو، تو کہ میں لب نہ ہوں  
 تو طلب کی شان کو نہ ہوا، حسب کے ساتھ توجہ دو چیزوں کی

طلب کی شان

فرزند نہیں ہو کر تہمت لگائی کہ لایق الشیخ فی ان واحد ورنہ  
 میں ہر دہائی میں ایک بار ہوا کے اور مشہور واصل سے ہاتھ دھو بیٹھ گئے کس  
 نے دیکھا تھا میں نے دیکھا ہے کہ کسی سلطنت کی جانی ہے ملت مسلمانوں کی وضع  
 خیر کے لیے کہاں سے یہی حال ہے یہی عزت ہے یہی حرمت ہے کہ ان قیمت  
 پر بہت شرم کی ہے یہی نہیں دیکھتے تواریخ میں جہاں مسلمانوں کے سہارا  
 ہے ان کی تعریف کرتے ہیں تو یہ کسی جگہ نہیں کہتے کہ نول بادشاہ بہت بزرگ  
 ہے بہت قیمت پر اپنا کرتا تھا بلکہ جو بادشاہ موٹے اور کم قیمت پر سے استعمال  
 کرتا ہے اس کے ہر قیمت سے ذکر کیا جاتا ہے اور خاص ہر طرح میں سے شہر ہوتا ہے  
 اس کے کہ نہایت قیمت کی ضرورت سے دیکھتے ہاتھ میں سادگی کا بھی احترام  
 ہے کہ یہ اس کی دل نیر کے ماس میں سے سمجھا جاتا ہے شیخ سعدی فرماتے ہیں  
 کہ یہ کہ نسبت باندہی وادگر بقایست ہر دور و آستہ

یہ شیخ سعدی کی قیام در لوہ جانب استرقا اس سے شیخ سعدی کی اور  
 ہر دہائی میں ایک بار ہوا کے اور مشہور واصل سے ہاتھ دھو بیٹھ گئے کس  
 نے دیکھا تھا میں نے دیکھا ہے کہ کسی سلطنت کی جانی ہے ملت مسلمانوں کی وضع  
 خیر کے لیے کہاں سے یہی حال ہے یہی عزت ہے یہی حرمت ہے کہ ان قیمت  
 پر بہت شرم کی ہے یہی نہیں دیکھتے تواریخ میں جہاں مسلمانوں کے سہارا  
 ہے ان کی تعریف کرتے ہیں تو یہ کسی جگہ نہیں کہتے کہ نول بادشاہ بہت بزرگ  
 ہے بہت قیمت پر اپنا کرتا تھا بلکہ جو بادشاہ موٹے اور کم قیمت پر سے استعمال  
 کرتا ہے اس کے ہر قیمت سے ذکر کیا جاتا ہے اور خاص ہر طرح میں سے شہر ہوتا ہے  
 اس کے کہ نہایت قیمت کی ضرورت سے دیکھتے ہاتھ میں سادگی کا بھی احترام  
 ہے کہ یہ اس کی دل نیر کے ماس میں سے سمجھا جاتا ہے شیخ سعدی فرماتے ہیں  
 کہ یہ کہ نسبت باندہی وادگر بقایست ہر دور و آستہ

سے سب کے بعد اٹھیں گے تاکہ اگرچہ شریف کسی کے لیے اسے کشیف کے لیے نہ آ  
جائے! نماز میں بھی یہی مشغول ہے جس سے ساری نماز لباس ہی ہو گئی! حالانکہ یہ  
تھا! اس کا عکس کہ لباس بھی نماز ہو جاتا اگر کوئی تمام ساحت متحرک ہو تو بیٹہ جہاں گئے  
وہ نہ کھڑے ہیں! اللہ میاں نے یہ اس لباس کی مرادی ہے ایک صاحب کا پورین  
میرے پاس آئے کوٹ پیلو ان ڈاٹے ہوئے تھے! بوشنس تیلو ان پینے ہوئے ہو وہ  
کسی دغیرہ پر تو باسانی بیٹھ سکتا ہے زمین پر اس سے نہیں بیٹھا جاتا! تم غریب لوگ  
ملاں آدمی ہمارے پاس کسی دغیرہ کہاں تھی تم فرش پر بیٹھتے تھے وہ بچہ کے بیٹے  
بھی نہ سکتے تھے! اور لڑکے و شرم کی وجہ سے کھڑے کھڑے کھٹکے بھی نہ کر سکتے تھے پور  
ہو کر بدن کو تول کر ادرہ ہاتھ کی چٹری پر ہمارا دستہ کر پڑے! مجھے دل میں  
منہسی آئی پھر اٹھنے میں ان کو اس سے بھی زیادہ نصیبت ہوئی اگر اسی کا نام آزادی  
ہے تو ایسی آزادی ہماری قید پر ہزار مرتبہ قربان ہے اتنا کہ جانا الیہ را جھوت  
ایک شخص نے کیا یہی بات کہی کہ لباس تو خادم ملوک ہے متروک و مالک نہیں ہے  
جب کسی کی دھن میں رہے تو وہ خادم کہاں رہا! خادم بیگیا درجہ موشی نماز یہ  
یہ تو ظاہری خرابی ہے اور شرعی خرابی یہ ہے کہ اس لباس سے کبر پیدا ہوتا ہے  
جب کسی لباس سے کسی قسم کی ظاہری یا باطنی شرعی شہدہ لازم آئے نہ ہو تو  
داخل اور حرمت کے حکم سے موصوت ہو جائے گا!

کبر و عجب کا علاج

اس صورت میں اگر کبر و عجب کا علاج کرنا چاہو جو کہ ضروری  
ہے اور اس کی علت کی تکفیل ہے! لباس تو اس کا علاج بھی

ہے کہ اس کو بالکلیہ ترک کر دو! چند روز اس سے پرہیز کر دو! اس کا نام تک نہ  
لا کہنے پر عمل کرو! اپنی راستے سے علاج نہیں ہو کر تلست کسی عیب مافوق متنازعہ  
کو نہ الجھا رہی اپنا خود علاج نہیں کر سکتے تو کس شمار میں ہو! یاد رکھو اس صورت میں

جب کہ کچھ پیراں لباس کے ترک کی قدرت نہ ہوگی اگر اپنے کو صحیح سالم مکن  
پنہ کرے تو اس آفت سے فوراً دست بردار ہو جاوے اور اگر یہ چاہو کہ لباس بھی  
ایک سے زائد نہیں ہونی چاہئے تو یہ غیر ممکن ہے اور اس شعر کا مصداق ہے منہ

مشرقی قمر دریا تختہ بندم کردہ باز میگوئی کہ من ترک میسار باش

ترک کرنا مصلحت اپنی نا تجربہ کاری سے اس طریقہ کو چھوڑ کر چکا تو ہم یہی کہہ دیں گے

دریان قمر دریا تختہ بندم کردہ باز میگوئی کہ دامن ترک میسار باش

مشرقی قمر دریا تختہ بندم کردہ باز میگوئی کہ دامن ترک میسار باش

مشرقی قمر دریا تختہ بندم کردہ باز میگوئی کہ دامن ترک میسار باش

مشرقی قمر دریا تختہ بندم کردہ باز میگوئی کہ دامن ترک میسار باش

مشرقی قمر دریا تختہ بندم کردہ باز میگوئی کہ دامن ترک میسار باش

مشرقی قمر دریا تختہ بندم کردہ باز میگوئی کہ دامن ترک میسار باش

مشرقی قمر دریا تختہ بندم کردہ باز میگوئی کہ دامن ترک میسار باش

مشرقی قمر دریا تختہ بندم کردہ باز میگوئی کہ دامن ترک میسار باش

مشرقی قمر دریا تختہ بندم کردہ باز میگوئی کہ دامن ترک میسار باش

مشرقی قمر دریا تختہ بندم کردہ باز میگوئی کہ دامن ترک میسار باش

مشرقی قمر دریا تختہ بندم کردہ باز میگوئی کہ دامن ترک میسار باش

مشرقی قمر دریا تختہ بندم کردہ باز میگوئی کہ دامن ترک میسار باش

مشرقی قمر دریا تختہ بندم کردہ باز میگوئی کہ دامن ترک میسار باش

مشرقی قمر دریا تختہ بندم کردہ باز میگوئی کہ دامن ترک میسار باش

مشرقی قمر دریا تختہ بندم کردہ باز میگوئی کہ دامن ترک میسار باش

مشرقی قمر دریا تختہ بندم کردہ باز میگوئی کہ دامن ترک میسار باش

مشرقی قمر دریا تختہ بندم کردہ باز میگوئی کہ دامن ترک میسار باش

گئے : کہ نصاریٰ نے کہا تھا کہ ہماری کتابوں میں فاتح بیت المقدس کا علیہ درجہ ہے  
 اگر خلیفہ اسلام کا وہی علیہ ہے تو ہم بدین جنگ کے شہر قبول دیں گے ورنہ اس کو  
 کوئی فستق نہیں کر سکتا ! پس چونکہ حضرت مسیح کی تشریف آوری جانتے ہیں وہ دن  
 قتل و قتال کے شہر فستق ہوتا تھا : اس لئے تشریف لے گئے وہاں پہنچ کر لوگوں نے  
 غرض کیا کہ آپ خلیفہ اور سلطان ہو کر پیش ہوں گے : گھوڑے پر سوار ہو جائیں : اور  
 عمدہ لباس پہن لیجئے : تاکہ ان کی نظر میں عزت اور وقعت ہو : آپ نے فی البیہ  
 فرمایا : عنی قرہ اعننا اللہ بالاسلام کہ ہم ایسی جاہلیت میں جن کو حق تعالیٰ نے  
 اسلام سے عزت دی ہے جس سے دوسری عزتیں یا مسیح ہو گئی ہیں مگر آپ نے  
 صحابہ رضی اللہ عنہم کے اصرار سے اسے قبول فرمایا تاکہ ان کی دل شکنی نہ ہو :  
 قبول فرماتے کے بعد لباس کی تلاش ہوئی کہ دوسرا جوڑا تبدیل کیا : اب وہ پاکس  
 کہاں سے آئے خلیفہ کے پاس کپڑوں کی گٹھری میں نہ تھی : صاحبو ! خیر یہ تو وہ پہلے سرد  
 صحابی تھے جن سے شیطان بھی بچ کر گستاخا : جن کی زبان پر حق تھا : ان کے پاس  
 گٹھری نہ تھی تو کچھ ٹیپ نہیں : ہمارے حضرت مومنہ خدیجہ کے پاس بھی  
 کپڑوں کی گٹھری نہ تھی : نہ کوئی ٹیپا بھی تھا ایک مرتبہ کسی شخص نے مومنہ کی طرف  
 چل کر چند ٹیپیاں بیچیں : آپ نے ان کو قسب کرنا شروع کر دیا : وہاں بھڑا دینے لگے :  
 صاحبہ کی رسالت سے ایک ٹیپ مانگ لی : انہوں نے کہا : فرمایا : ہاں تو کچھ ٹیپیاں  
 بیچنے : ایسا وارنچ بڑا لبتے اب یہ کفن سوچئے گا : دیکھتے تو ہیں کسی ٹیپ یا ہتھکڑی  
 اور ان کے کپڑوں کی گٹھری دیکھی : تقریباً سب سے اچھے کی گٹھری بھی بڑا  
 بڑا لبتے : آگ بگولہ ہوتے کہ وہ وہاں سے بڑا بڑا ٹیپ بیچ کر بائیں :  
 ان بڑے بڑے ٹیپ بیچ کر بیچ کر بیچ کر بیچ کر بیچ کر بیچ کر بیچ کر بیچ کر  
 بیچ کر بیچ کر بیچ کر بیچ کر بیچ کر بیچ کر بیچ کر بیچ کر بیچ کر بیچ کر

بہار میں سحر تہ خلیفہ کے پاس تو لباس ملا نہیں ایک خوش و صنع جوڑا مستیار لیا گی  
 در کب است بہن کر گھر سے پر سوار ہو کر چلے ایک در قدم ہی چلے تھے کہ نور انڑ پر سے  
 کھینک کر اس لباس اور اس سواری میں انفس کو کچھ سندا آئے لگا تھا اور نظر اپنا اور پرٹنے  
 کی طرف کھینچ رہی تھی

بروز سنا کہ ہزاران غنیمت بود  
 گرز بارغ دل خواہے کم بود

در کشتہ میں سے

بر سر دستہ افادہ چکران حرمت و تپسہ ایمان

بہر چہ از بار دور افتہ ترشتہ آن لشکر میں زیبا

بہر زمانہ تم نے سحر کو دیکھا ہے کہ وہ کیا ہوتا ہے لڑ میرا پرانا لباس اور اس حجاب کو

بھرتے ہو کہ زمین اس ناریتی لباس کو نہیں پہنتا ہے

بہ از بزمہ طریقت خواستنی

کہر و غرور و شورشیں میرا ستی

بہر روز میں بہن ارشد پر سوار ہو کر لشکر لیتے ہیں اس میں دین و دنیا کو یہ

کے کہ سحر کو لے کر تیرا ہوسے اور دنیاوی فائدہ میرا کہ وہاں لشکر کی کہ اپنی

ان کے پیش کر کے اس کی بھی لے کر لے کر کسی شاہ سے آج کے چنا پنچ

اور دستہ دیکھتے ہو چپان کے درندہ اس وضع کو دیکھ کر سمجھتے ہیں تاکہ شہ نہ کرے

بہر چہ کہ کو یہ فائدہ کچھ تباہ دیتا ہوں میں کو پاؤں کو اور اپنے ہر

کے کہ میرے پر بار لیا کر دیا اور کس وقت تم اپنی لہا میں بکھڑے منور ہم ہوا میں

تو کہ میرے ہاتھ کی آگ میں ہو کر کسی کو کسی سے کسی سے کسی میں آتھریہ

تو کہ سب سے کہ اپنے اندر سحر فائدہ ہر ہر اس وقت جو کہ ان کے نزدیک تباہ ہے

بہر چہ کہ میرا اور شہر میں ہے سحر شہر میں ہے بابہر میں ہے سحر شہر میں ہے

بہر چہ کہ میرا اور شہر میں ہے سحر شہر میں ہے بابہر میں ہے سحر شہر میں ہے

نکر خود رائے خود در عالم مذہبی نیست کفر است درین مذہب شر و بدی و کفر الٰہی  
 اور پیش میں اعجاب کر ذمی رائے برائے خود رائے کی سخت مذمت دار و جہے اور  
 حضور نے جو عجب کو مذہب فرمایا ہے اس کا راز یہاں ہے کہ عجب شر و بدی و کفر الٰہی  
 کا کیوں کہ انسان عجب سے ادل تو اپنے نفس کو قیل و دین رکھتا ہے جس میں اور دل  
 کو قیل سمجھنے لگتا ہے یہی کبر ہے اور مقدمات سے کے لئے بھی شے ہی کہ ہم چاہتے  
 ہیں ہذا عجب سزاوارہ مستقل تصور کے خود اس دلیل سے بھی جہاں ہے اب اس  
 لباس کو پہننے رائے سوچ لیں! کہ یہ لباس پہن کر ان کو عجب ہوتا ہے یا نہیں! اب  
 اختیار ہے تاویس کرتے رہیں! ہمارا کلمہ تباہنا تھا! تباہ یا! بد رسولان! تباہ یا! شر  
 وہ خود باختر ہیں اہل علم میں! اہل انصاف! حلی نفس بدی و کفر الٰہی  
 یہ تو لباس میں مسخر تھا!

**مغرب کی تلبیہ** | اسے بول چال کو لے لیجئے یہاں بھی وہی مذہب ہے کہ قرآن  
 میں بھی فقر تحریر ہے یہی فقر اور عجب کو لبتی تھا! عجز اور عجز  
 کی یہ زیادہ شکایت ہے کہ فقر بھی ایک مذہب ہے پھر پھر یہی یہ لوگ اپنی تحریر میں  
 زبان کا اتنا کرنا چاہتے ہیں انگریزی زبان کے والہ اور شیرا ہیں وہی مذہب ہے  
 برتتے ہیں اور یہ جہاں میں بھی گھس گئی! پچاس پچاس مضامین کہہ کر کہہ کر  
 لب و لہجہ کو بدل دیں گے یہ صحیح اردو بولنے سے ناواقف ہیں! یہی مذہب  
 کہ زبان سیدھی بولیں گے نہ گھس گھس کی! پچاس پچاس مضامین کہہ کر کہہ کر  
 خالص اہل کو دیکھا! ان کو مذہب وستانی! ہمارے انگریزی کے لٹریچر ڈیپارٹمنٹ  
 کے پروفیسر! کہ ہم یہ بات سننا نہیں! سننا نہ آتی! سننا بھی کوئی مذہب ہے  
 حاکم کی بھی کوئی! اور یہی مذہب! سننے کو نہیں! انگریزی تو اس کے  
 کہیں کہیں صحیح اردو بولیں! ہمارے استرانیہ کہہ کر کہہ کر اس کے لٹریچر ڈیپارٹمنٹ



اور دو بولیں اس کو آخر صحیح اور درجہ لانا آجائے تو فکر کرتے ہیں اور یہ بے ہودہ غلط  
 فکر کرتے کرتے ہیں اپنے کو انگریز بنانے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ من تہہ مقوم  
 ہو و مقوم کے پورے مصداق ہو جائیں : ایک مرتبہ میرے بھائی کے پاس ایک  
 ہندو تھیلدار صاحب در ایک مسلمان صاحب کے پاس آئے، منکر تھیلدار  
 صاحب دائرہ دھڑی منڈا لے ہوئے تھے، اور تھیلدار صاحب دائرہ دھڑی رکھ ہوئے  
 تھے تو کہہ پا رہے کہ آیا در تھالی تھیلدار کے سامنے رکھ دی یہ دیگر تھیلدار صاحب  
 ہنس کر اس نے بچے ہندو کو ان کے ہنسے سے سمجھ گیا اور تھالی اٹھا کر اس کے  
 سامنے رکھ دی : اس پر بھائی نے ان کو خوب ہی تھار اور بہت شرمندہ کیا کہ نفوس  
 بہت کمزور ایسی حالت اختیار کئے ہوئے ہیں اس سے نوکرنے تم کو ہندو سمجھا جائیگا  
 ایک کارپاشی دھڑی رکھ کر ایک عجیب قسمہ تھانے ہیں کہ میں دائرہ دھڑی منڈا یا کرتا تھا  
 میری کسی دوسری بگ تھیلی مولی : وہاں پہنچا تو ایک ہندو دھڑی رکھنے آیا اور کہا کہ  
 یہ ایک شریف ہے اسے یہاں ہمیشہ سے مسلمان آئے رہتے اور ہندوؤں کو  
 بہت شک کرتے ہیں اب آپ سے ان کو رستہ ہو گیا اور یہ بھی کہا کہ یہاں تک کہ  
 در مسلمانوں کی خوب بھرتی جاسکے : انہوں نے کہا بھائی انہوں نے کہا آپ کے  
 نزدیک ہندو بھرتی نہیں مسلمان بھرتی : وہ تو اپنی اس منافقت سے شرمندہ ہوا  
 کہ کہیں نہ کہیں دائرہ دھڑی منڈا دھڑی کہ انہوں نے اس مال کو نہ بھرتی  
 کو دھڑی نہ بھرتی کی وجہ سے ہندو بھی بھرتی نہیں منڈا دھڑی دھڑی دھڑی  
 کہ کہیں نہ کہیں بھرتی کے تھیلداروں اور اس کے خفیہ خفیہ تھیلداروں دھڑی رکھ کر کہیں نہ کہیں  
 یہ بھرتی دھڑی دھڑی کہ کہیں بھرتی میں اس امر کا مشورہ نہ رہا ہے کہ دھڑی دھڑی دھڑی  
 کہ کہیں بھرتی دھڑی دھڑی کہ کہیں بھرتی دھڑی دھڑی کہ کہیں بھرتی دھڑی دھڑی  
 کہ کہیں بھرتی دھڑی دھڑی کہ کہیں بھرتی دھڑی دھڑی کہ کہیں بھرتی دھڑی دھڑی

موجاؤ اور شریعت کی کسی چیز کو دینے یا حق بدنام ہو گئے کہ انہوں نے یوہیپ کی اتباع  
 سے وارٹھی رکھی ہے شریعت کے حکم سے نہیں رکھی اور یہ ممکن نہیں کہ جو بذر دھڑی  
 رکھنا نہیں ہو جائے تو قسم اس فیشن کو چھوڑ دو ورنہ لانا ضرور رکھو گے اس سے پہلے ہی  
 سے رکھنا مناسب ہے مجھے اس بات پر کہ بعض ہندو وارٹھی رکھتے ہیں اور بے ایمان  
 نہیں رکھتے ایک شریا د آیا ہے

ایسی ضد کا کیا ٹکنا اپنا مذہب چھوڑ کر میں ہوا کا فر تو وہ کانر مسلمان ہو گیا  
 مسلمانوں نے کفار کی دیکھا دیکھی وارٹھی منڈانا شروع کی اور کفار سے منہ منہ  
 تراشہ کے سبب رکھنا شروع کر دی یہ تو ان کے شر پر مٹے ہوئے ہیں اور وہ ساری  
 پر واہ بھی نہیں کرتے ابھی مسلمان ہر امر میں انہی پھل چیتے جو اختیار کرنے کا نام ہے  
 اس کو ترک کرتے ہیں جو ترک کرنے کا ہے اس کو اختیار کرتے جیسے ایک شخص کے ہاتھ  
 ہمیشہ الٹا کھم کرتی تھی ہر بات کا الٹا جواب دیا کرتی تھی جس کو کہتا اس کے منہ  
 ہی کرتی وہ تنگ آگیا تو اس نے کہا قصہ پاک کہ نا پاجیے بس ایک روز مذہبی  
 دینسانی ہوئی اس نے عورت سے کہا آج سب کی ہیں میرے پاس روٹی کے کڑے  
 کہا میں تو آزاد کی بنی اس نے کہا کہ پیمانہ مذہبی پڑھ رہی ہے نہ کہ میں ستم کرتا ہوں  
 کہا میں تو مذہبی ہی میں سے آزاد کی غرض نہ کی میرے سے روٹی کے کڑے کہا میں آزاد کی بنی  
 زیادہ تڑپا کر کہ مر گئی تھو کہ تو سب دیکھ نہیں اس کو ڈھونڈ رہی تھی نہ کہ  
 کوئی کی بہرہ رہی تھی اس کے منہ سے چلا لوگوں نے کہا آزاد کی بنی تھی کہ آزاد کی  
 میں تڑپا کر کہ مر گئی تھی نہ کہ مر گئی تھی نہ کہ مر گئی تھی نہ کہ مر گئی تھی  
 کے الٹا ہی کرتی تھی نہ کہ مر گئی تھی نہ کہ مر گئی تھی نہ کہ مر گئی تھی  
 اس کی شریعت پر ان کا کہنا تھا کہ یہ شریعت ہے اس کی شریعت ہے اس کی شریعت ہے  
 اور یہ کہ یہ شریعت ہے اس کی شریعت ہے اس کی شریعت ہے اس کی شریعت ہے



کے تین بیچ مہار پور کے۔ اور اس کے گواہی تقسیم میں ترجمہ کا یہی طریقہ تھا۔  
 جسے کیدل کہ عربی فارسی الفاظ کا ترجمہ اس طرز میں ایسی طرح معلوم ہوتا ہے۔  
 مولانا جنت اللہ صاحب کے بھائی حکیم علی اکبر صاحب کیرانوی بہت سادہ و  
 و باکمال شخص تھے؛ کسی بات میں کلفت نہ تھا؛ فرمایا کرتے تھے کہ اگرچہ ترجمہ کا یہ  
 طریقہ اختیار کیا گیا ہے مکتوب دویم کا ترجمہ کرایا جاتا ہے دوسرا نسخہ جس سے  
 دائرہ اتنی کاپیاں تھیں کہ مکتوب کے معنی تو دوسرا اور دویم کے معنی تھے لہذا ترجمہ  
 کرنا چاہیئے۔ دوسرا درست بھی دائرہ بھی یہی بات البتہ جب اتنی سمجھتا ہے کہ  
 ترجمہ الفاظ خود سمجھتے تھے تو دوسرے کے اتباع میں بھی کچھ متبادلتہ نہیں کیے۔  
 ان کے سامنے کوئی شخص نہایت غزل پڑھ رہا تھا اس نے کسی شعر میں پڑھا  
 یا رسول اللہ فرمایا اتنی کاپیاں اتنی کا کہتا ہے؛ لہذا لو ہاں اس کے سامنے پڑھا  
 تا رہتا ہے تو پہلا جادوان کی باتیں بلی معلوم ہوا کرتی تھیں؛ لہذا دوسرے  
 سلف تو بڑے فصیح و بلیغ تھے؛ ان کی پیروی کر دیاں کے طرز پر مسمیہ مبارک  
 کے اور اپنے مشارع کا اتباع کر دیا تو اشعار و اساتذہ کو پیشوا بنا دیا؛ اب ہر کوئی  
 ختم ہو گیا ہے اور ضروری مشورہ بھی ختم ہو گیا ہے؛ لہذا میں اس پر کیا کرتا

# ترک مال لغوی

ہر شخص جو ترک اور فطرت زائد کو کم کرنے کے متعلق یہ غلط فہمیاں اور باطنی باتیں  
 سمجھتا ہے کہ جو ترک اور فطرت زائد کو کم کرنے کے متعلق یہ غلط فہمیاں اور باطنی باتیں  
 سمجھتا ہے کہ جو ترک اور فطرت زائد کو کم کرنے کے متعلق یہ غلط فہمیاں اور باطنی باتیں  
 سمجھتا ہے کہ جو ترک اور فطرت زائد کو کم کرنے کے متعلق یہ غلط فہمیاں اور باطنی باتیں  
 سمجھتا ہے کہ جو ترک اور فطرت زائد کو کم کرنے کے متعلق یہ غلط فہمیاں اور باطنی باتیں

شهادة بالزور

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله وحده ونستعينه ونستغفره ونعوذ بالله من شره وانفسه  
 ومن سيئاته استعالمنا من يهدى الله فلا مضل له  
 ومن يضلل فلا هادي له ونشهد ان لا اله الا الله  
 وحده لا شريك له ونشهد ان سيدنا وملكنا  
 محمد عبده ورسوله صلى الله تعالى عليه وسلم  
 وآله واصحابه وبارك وسلم المبرور فاستوفى بذلك  
 الشهادتين الرحيم - بسم الله الرحمن الرحيم -  
 قال النبي صلى الله عليه وسلم من حسن إسلام المرء تركه  
 ما لا ينهيه

## مختصر اصول

یہ ایک حدیث ہے یعنی ارشاد ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ  
 اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لئے ایک نہایت نافع دستور  
 فرمایا ہے جو ایک جامع کلمہ ہے جس میں دنیا و آخرت دونوں کے فائدے  
 ہیں اور یہ دستور کا تجزیہ اور کمال ہے کہ چند لفظوں میں نہایت جامع مضمون آپ  
 صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد ہے ایک کلمہ جس کے تحت میں عدد ہزار ہا جزئیات موجود  
 ہیں اور سب جزئیات کا کلمہ ایک کلمہ ہے معلوم ہو سکتا ہے یوں تو حضور صلی اللہ علیہ  
 وسلم نے ہر چیز کو درجہ اول ارشاد فرمایا ہے میں وہ سبھی نکتے ہیں جس سے اس لئے ہر  
 چیز کے لئے سخت حیرانی ہوا کرتی ہے کہ کس بات کو بیان کیا جائے آپ کی  
 طرف سے ہر بات پر بیان کے قابل ہیں مگر اس کے لئے تو ایک شعر بھی نا کافی ہے اس  
 لئے یہ شعر کیا ہے: شہوان کو اختیار کیا جاتا ہے مگر اس اختیار کا مبیار ایک  
 ہمارے لئے ہے جس کی بناء پر مقصد و مصلحت سے ایک کو ترجیح دے لی جاتی ہے  
 ہمارے لئے ہے کہ ہر چیز پر مقصد و مصلحت ہی سبب ہے ارشاد حق کی جہاں آپ کا کر لی ہیں ارشاد



غیر ضروری نہیں مگر زیادہ ضرورت پر نظر کر کے ایک بات کو اختیار کر لیا جاتا ہے اور  
 زیادہ ضرورت کا معیار مخالفین کی کوئی خاص حالت ہو کر تھی ہے جیسے فی طب میں ایک  
 ایک مریض کے لئے بہت نسخہ ہوتے ہیں کہ وہ سب اس مریض کے لئے مفید ہوتے ہیں  
 لیکن طبیب ان میں سے کسی ایک کو ترجیح دے کر اسی کو بخیر کر دیتا ہے اور اس ترجیح  
 کی وجہ فضول و امر سب کا اختلاف ہے کہ ایک نسخہ ایک فصل کے لئے مناسب ہے دوسرا  
 دوسری موسم کے لئے اور ایک نسخہ کسی مزاج کے موافق ہے دوسرا کسی اور مزاج کے  
 ان امور غامضہ پر نظر کر کے طبیب کسی ایک نسخہ کو ترجیح دیا کرتا ہے اور اس کا مدار  
 محض دماغ کی تشخیص پر ہے اس کے اجتہاد میں جو نسخہ مریض کے مزاج سے زیادہ  
 موافق اس وقت آتا ہے وہ اسی کو اختیار کر لیتا ہے یہ ممکن ہے کہ دوسرے طبیب  
 کے نزدیک اس وقت کسی دوسرے نسخہ کو ترجیح ہو دیکوں کہ اس تشخیص میں مریض کی  
 کیفیت کچھ اور نہ ہوئی ہو مگر ہر حال ایک طبیب کو دوسرے پر اعتراض کرنے کی کوئی  
 حق نہیں ہر ایک نے اپنے اجتہاد کی سے ایک ترجیح دی ہے یہی حالت دماغی  
 بالخصوص کی ہے کہ اس میں بھی مضمون موافق کی وجہ سے ایک خاص تدبیر کو اختیار کیا  
 جاتا ہے چنانچہ اس وقت ایک ایسی ہی خاص وجہ سے اس مضمون کو اختیار  
 کیا ہے اور وہ وجہ یہ ہے کہ یہ مضمون باوجودیکہ نہایت ضروری ہے مگر اس کی نہایت  
 سے غفلت بہت ہو رہی ہے کسی مضمون کے ضروری ہونے کے مختلف اسباب تو  
 کہتے ہیں کبھی ایک مضمون کا بیان کرنا اس لئے ضروری ہے کہ اس پر عمل کرنا شرعاً  
 واجب یا فرض ہے یہ وجہ تو بہت سے احکام میں مشترک ہے کبھی اس لئے ضرورت بین  
 کی ہوتی ہے کہ کسی فرض واجب پر عمل کرنے میں کوتاہی کی بات ہے اور ایک برہم  
 ضروری ہونیکا یہ ہے کہ ایک چیز شرعاً ضروری ہے مگر اس کی طرف سے بے اتناقی سے وجہ  
 ہے کہ اس کو ضروری نہیں سمجھا جاتا اس لئے اس کی طرف تو وجہ دماغی کی ضرورت

ہو گیا ہے چنانچہ یہ منہمکوں جو ہیں اس وقت بیان کرنا چاہتا ہوں اس کی یہی حالت  
 ہے کہ کوئی غصہ وہ بہت ضروری ہے مگر غلام طور پر لوگوں کو اس کی ضرورت کا احساس  
 نہیں دیتا۔ لہذا یہ ہے کہ آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ واقعی عموماً اس کو ضروری کوئی نہیں  
 سمجھتا۔ لہذا اگر ایشہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس غلام کی خوبی یہ ہے کہ جو  
 چیز غیبی نہ ہو اور وہی اس کو ترک کر دے ترجمہ میں کہ اکثر لوگوں کو خیال ہوا ہو گا کہ اس  
 بات کو نہ ضرورت کی بات ہے نہ اس میں کسی ثواب کا ذکر ہے نہ عذاب کا نہ دوسرے  
 سے نہ دیکھتے ہیں نہ کسی کام کرنے کا حکم ہے! حالانکہ آئندہ آپ کو اس کا ضروری ہوتا  
 ہے اور ہو جائے گا اور اس وقت آپ کو انارازہ ہو گا کہ اتنی ضروری بات سے ہم  
 لوگ کس قدر غافل ہیں!

منا سبوا! عملی غفلت سے علمی غفلت زیادہ اشرہ ہے کیوں کہ جس  
 کام کو انسان ضروری سمجھتا ہے اور عمل کرنے میں کوشش کرتا ہو،  
 لیکن یہ امید کر سکتا ہے کہ اگر کسی وقت اس کے ضروری ہونے پر توجہ ہو گئی تو فوراً  
 عمل کرے گا۔ درحقیقت میں یہ امید بھی نہیں ہو سکتی کیوں کہ جب اس کو  
 ضرورت ہی نہیں سمجھا جاتا تو ضرورت پر توجہ کیوں کر ہوگی بلکہ عجب نہیں کہ اگر کوئی  
 شخص اس کام کی ضرورت بیان کرے تو سننے والوں کی اس سے وحشت ہو  
 جائے گی۔ یہ تو بالکل نئی بات ہے جس کا کسی نے بھی اس کو ضروری نہ کہا تھا۔ یہ  
 بات ترجمہ کے کچھ نہیں ہیں بلکہ علمی غفلت کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ متنبہ کرنے سے بھی غفلت  
 نہ ہٹتی ہے۔ لہذا یہ ہے اس لئے علمی غفلت کا دور کرنا عملی غفلت کی اصلاح سے قدام  
 ہے۔ یہ خبر ہے کہ بعض اوقات نماز کا بیان نہیں کیا جاتا ہے حالانکہ وہ سب سے زیادہ  
 ضروری اور بیش بہا ہے اور اس سے غفلت کبھی بہت کی جا رہی ہے اور دوسرا منہمکوں کا بیان  
 ہے کہ انہیں یہ خبر ہے کہ نماز سے تو محض عملی غفلت سے علمی غفلت نہیں ہر

مسائل نماز کی ضرورت کو جاننا اور تسلیم کرنا ہے لیکن اس دوسری بات کو لوگ ضروری نہیں سمجھتے عمل تو کیا ہی کہتے اس لئے طبیب و روحانی اس دوسری بات کو بیان کرتا ہے تاکہ لوگوں کے عقائد کی تواضع ہو جائے اور وہ گواہی پر عمل نہ کریں تو اس کو ضروری سمجھتے ہیں۔ مثلاً ہم یہ کہ عملی غفلت سے صرف عمل میں نقص آتا ہے اور عملی غفلت سے عقائد و خیالات میں اور ناہم رہے کہ عقائد و خیالات کی اصلاح عملی اصلاح سے مقدم ہے۔ عملی غفلت کا تدارک بہت دیر سے ہوتا ہے اور اگر چند روز اس کی ضرورت کو بیان نہ کیا جائے تو پھر ذہن میں ڈالنے سے بھی اس پر توجہ نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کے سننے ہی سے وحشت اور تعجب ہونے لگتا ہے جیسا کہ اکثر سامعین سے اس سہارے کا تجربہ من کہ یہ خیالی کیا ہوگا کہ اس میں تو کوئی ضروری بات نہیں بلکہ نفس ایک معمولی بات ہے کہ جو پھر نتیجہ نہ ہو اس کو ترک کر دینا چاہیے۔ یہی کہتا ہوں کہ حضرت انبیاء علیہم السلام کی تعلیم میں ان میں سے بالخصوص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم میں یہی توجہ بڑی شہوت ہے کہ وہ بڑے بڑے مہاک امراض کا علاج نہایت آسان اور معمولی باتوں میں دیتے ہیں جن دیکھتے و نہایت سمجھتا ہے کہ یہ تو کچھ علاج نہیں نفس ایک معمولی بات ہے لیکن اس پر عمل کر کے اس کا فائدہ عظیمہ حبيب معلوم ہوتا ہے اس وقت حضور کی تعلیم کی قدر ہوتی ہے اور بڑے سادہ ساختہ کہتا ہے۔

جزاک اللہ چشم باز کردی مرا با جان و دل ہمارا کردی

تعلیم منہ سے جاری ہے۔ جیسے بعض اشیاء بڑی بڑی ہیں۔  
 ازبیر کی تعلیم ایسی ہوتی ہے جیسے بعض اشیاء بڑی بڑی ہیں۔  
 سے علاج کیا کرتے ہیں اور ناہم رہے کہ وہ طبیب بڑا ناہم ہے جو ایک معمولی گناہ سے بڑے مرض کا علاج کر دے مگر اس کا فائدہ وہی کہ سکتا ہے جو اس کے علاج پر ایک دفعہ عمل کر کے اس کے فائدہ کا شہادہ

کہ یہ نامور نہ تھا ہر میں لوگ تو یہی کہہ دیتے ہیں کہ یہ بھی کوئی علاج ہے جس میں  
 جین کی گھاس ہی بنا دی جو ایک پیسہ کو بھی نہیں پوچھی جاتی مگر حقیقت میں  
 فوری اس کا نام ہے کہ ہلدی گئے نہ بھیکری اور کاسم جلدی ہو جائے یا اسے  
 استا و سید لڑتے تھوڑا سا کر لے یقوب صاحب اکثر بڑی بوٹیوں سے علاج بتلایا  
 کرتے تھے مولانا غلام طیب میں بھی بڑے ماسر تھے اور آپ کے نسخہ میں زیادہ تر  
 اجزاء نہ ہوتے تھے اکثر تو مفردات تھیں دبا کر تھے تھے ورنہ رو یا نہیں سے زیادہ  
 اجزاء نہ ہوتے تھے ایک مرتبہ آپ نے ایک سیریں کو بروا بتلانی کہ ہامن کی کنیاں  
 کہ یہاں مرچیاں ہیں چھپ کر استعمال کریں یہ واقعہ تو میں نے ناقصاً سنا ہے یہ معلوم  
 نہیں کہ ان سفارشات نے اس کو استعمال کیا یا نہیں دوسرا واقعہ کل سنا ہے وہ  
 یہ کہ ایک مرتبہ مولانا ابھتہ شریف لے گئے مولانا کی دوسری شادی ابھتہ ہی میں ہوئی  
 تھی اس لئے وہاں بانا آتا رہتا تھا ایک سیریں کو وہاں معرہ کا کچھ مرنے لگا  
 تھا جس کے علاج پر انہوں نے بہت کئے تھے مگر کسی علاج سے نفع نہ ہوا جب  
 مولانا وہاں شریف لے گئے تو انہوں نے سفارت سے بھی رجوع کیا مولانا نے  
 ان کو یہ دوا بتلانی کہ اس پال کو رو رو میں کیا کہ استعمال کریں پھر ایک مہرہ  
 در تھی یہی ایک پیسہ کا بھی خرچ نہ تھا کیوں کہ اس پال کو رو رو بہت ملتی ہے  
 یہ اس میں شیس کو اس کی تار نہ جوتی اور یہ تھکے کہ میرے مرنے کے لئے آئی ہے  
 تھکے کہ ضرورت تھی میری محبت سے روپے خرچ ہوا اس مہرہ دوا کی بہت محبت  
 کیا کہ انہوں نے مولانا کو بھی آثار سے معلوم ہو گیا کہ اس شخص نے میرے نسخے کی  
 تار نہیں کی تھی یا اس کو مہرہ نہ سمجھا تھا میرے مرنے کی یہی ایک تار ہے کہ اس کو  
 میرے نسخے کے دیکھ کر اس نے پھر بھی تار سبب نہ کی جب مرنے کی کہ ایک پرا غم اور نہ  
 میرے مرنے کی جوتی کو غرض پتہ کی جوتہ کہ اس کی شرمندہ کہ ہے پھر مولانا کو کوئی سی

فیس ملتی ہے جو درہ، شام کرتے مولانا بھی خاموش ہو رہے، اتفاق سے اس نے  
 کی مسجد میں ایک نابینا جی مودن تھے، جن کی بزرگی کے لوگ معتقد تھے انہوں  
 نے صبح کو اس رئیس کے روبرو خواب بیان کیا کہ میں نے ایک بزرگ کو دیکھا اور  
 دریافت کیا کہ حضرت اس مرض کے لئے کوئی دوا تیار دیکھتے تو انہوں نے فرمایا  
 کہ اس کی صرف ایک دوا ہے اور وہی دوا تیل کی، جو حضرت مولانا نے بتائی  
 تھی، یہ خواب مولانا سے بیان کیا گیا مولانا نے پوچھا کہ حافظہ جی دیکھو میں یہی دوا  
 تھا تو حافظہ جی کیا کہتے ہیں، اس حضرت دوا تو ایسی ہی تھی مولانا نے فرمایا کہ بھائی  
 جب تم نے جانتے میں میرا کہنا نہ مانا، آخر میں نے سوتے میں تیار دیا تو دیکھتے مولانا  
 کے ارشاد کی قدر اسی لئے نہ ہوئی کہ لہذا بزرگ ایک معمولی بات ضرور ہوئی تھی،  
 پس اصل کچھ نفاق ایسا بدل گیا ہے کہ معمولی اور آسان باتوں کی قدر نہیں ہوتی، نہ  
 ایسی باتوں کو ضروری سمجھتے ہیں پس اسی بات کی قدر ہوتی ہے جس میں منیبت  
 جمیلنا پڑے، پناہ شاخ میں سے کبھی لوگ اسی شیخ کی قدر کرتے ہیں جو چارہ  
 زیادہ تیل سے کہ کبھی کبھی قضا نہ ہو، پتہ مہینے تک چلے میں رہو کسی سے نہ پہچانتے  
 اس کبخت کی تمام ضروریات کھٹیرا ہو جائے مگر شیخ کو اس کی پروا نہ ہوتا تب  
 تو وہ شیخ بستے اور اگر کوئی یہ تیار دے کہ بھائی رات کو آگے نہ ملتی ہو تو شام کے  
 بعد تہجد پڑھ لیا کر دوا اور اگر تنہائی کا موقع نہ ملے تو چیتے پیرتے ہی دھیفہ پڑھ کر یا  
 کر دوا اس کی بہت کم قدر ہوتی ہے یوں سمجھتے ہیں کہ اسی شیخ کے یہاں تو کوئی نئی  
 بات نہیں سب معمولی باتیں ہیں میں کہتا ہوں کہ اگر ہستہ کھینچتے کھربس جاسے،  
 تو یہ کمال کی بات ہے یا تمہارا ان کی اگر دیکھنے کی جڑی بوٹی میں سالہا سال کا  
 روگ بنانا ہے جو دوسرے اطباء کے صمد ہار و پے کی نسخہ نہیں بھی نہ جانتا تو  
 یہ طبیب کا کمال ہے یا عیب، مگر جب لوگوں کا مذاق ہی بڑھ جائے تو کس کا

کیا سچ وہی مثل ہے کہ اندھے کے آگے روئے اپنی آنکھیں گھوٹے غرض انبیاء  
 یہ صراحت سے ہم کی تعلیم کا یہی حال ہے کہ دو بڑی بڑی لوگوں سے علاج کرتے ہیں  
 ایک بائبل خاصہ میں مضمون ہی معلوم ہوتی ہیں مگر ان کا فائدہ بہت بڑا ہوتا ہے  
 دوسرے بائبل سے کہ انبار و فور شفقت ہے : انبیاء علیہم السلام کو اپنی امت سے  
 بہت دران کے حال پر شفقت بہت ہوتی ہے اس لئے ان کی تعلیم نہایت  
 آسان ہوتی ہے : جیسے باپ اپنے بیٹے کو تعلیم دیا کرتا ہے : ویسے ایک تعلق  
 اور کہ تو یہی رہا ہے : ہوتا ہے اور ایک تعلق باپ کو اولاد سے ہوتا ہے : کیا  
 وہ تو ان کی عیساں ہیں : سرگز نہیں حاکم بر سب کو مت کہ بت کہتے فرمائش کرتا ہے :  
 کہ میں ہم کو روئے میں کہ ہم مت کرو : اس کو حاکم ہونے کی حیثیت اس کی پر وہ  
 نہیں ہوتی کہ رہا کو اس کو ہم کرنے میں مشفق ہوگی : یا مہولت نہ وہ اس کی فکر کرتا  
 ہے کہ میں کہ وہ کہتے ہیں : یا کو تین دس کیوں کہ حاکم ہونے کا مقصد  
 یہ ہے اس کو تو کر دے دینا آتا ہے کہ کسی نے اس کی تعمیل کی فہم اور نہ خلاف  
 دراز کی توجہ کی دفعہ قائم کرے اس پر جہان یا نہ کر دے کہ : تو بات کیا ہے بات  
 نہ نہ یہ بہت کہ ہم کو اس کی فکر نہیں ہوتی : کہ جو کہ میں حکم دے رہا ہوں یا اس  
 پر کیا کرے : یا کہ جس دفعہ کسی شخص کو زیادہ دیر ہم بنا کر دے کہ اس پر  
 کہتے ہیں کہ اس کے لئے اس کا قصہ کیا رہا ہے یہ شخص اس شخص پر مل نہ کرے  
 کہ یہ بہت کہ میں اس کو کھرا دے سکوں : میں صورت میں وہ قصہ ایسا سخت ہم  
 کہ یہ بہت کہ میں اس کے لئے کہ یہ بہت کہ میں اس کے لئے کہ یہ بہت کہ میں اس کے لئے  
 کہ یہ بہت کہ میں اس کے لئے کہ یہ بہت کہ میں اس کے لئے کہ یہ بہت کہ میں اس کے لئے  
 کہ یہ بہت کہ میں اس کے لئے کہ یہ بہت کہ میں اس کے لئے کہ یہ بہت کہ میں اس کے لئے  
 کہ یہ بہت کہ میں اس کے لئے کہ یہ بہت کہ میں اس کے لئے کہ یہ بہت کہ میں اس کے لئے

گواہی کی ہمت سے موافق کہے گا: اور اس کے بعد بھی اس سے یہ کہہ دے گا۔  
 کہ اس کا ہم کو اس طریقہ سے کتابت اس میں سہولت ہوگی۔ اور پھر خود بھی اس میں  
 امانت کرے گا: بیٹے کا ہاتھ بٹا دے گا: اس کی وجہ یہ ہے اس کی وجہ یہ ہے  
 کہ باپ چاہتا ہے کہ بیٹا اس کا ہم کو کرے، اس میں اس کا نفع ہے باپ کی بیعت  
 کا ہم بتی کہ یہ نہیں چاہتا کہ بیٹا اس کا ہم کو نہ کرے نہ چاہتا ہے: تا کہ میں اس کو  
 خوب مار سکوں اب اس کو معاہدہ ہو گیا کہ ہم اور باپ میں کتنا فرق ہے: اتنا سبب  
 ایسے السلام کو امت سے جدا کیا نہ تعلق نہیں ہوتا بلکہ ان کو ایسا تعلق ہوتا ہے: جیسا  
 باپ کو اولاد سے ہوتا ہے: بلکہ اس سے بھی زیادہ کیوں کہ باپ کو اولاد سے بڑا  
 شرف ہے اس لئے ہے کہ اولاد کا جیسے باپ کے ذریعہ سے پرورش پایا ہے: یکن  
 حضرات ابیہم السلام امت کی راج کو پرورش کرتے ہیں اور جہت سے کہ  
 جسمانی تربیت سے روحانی تربیت بڑھتی ہوئی ہے: اور بزرگ روحانی تربیت کرنے  
 والے ہیں: وہ خوب جانتے ہیں کہ بدن و جسمانی کسی مرید سے ایسا تعلق ہوتا ہے  
 کہ اپنی اولاد سے بھی ویسا تعلق نہیں ہوتا: اور اسی کا ثبوت ہوتا ہے کہ حضرت زین  
 کو شیخ سے ایسا تعلق تھا جیسا کہ باپ سے: اس کا عشر شیریں تھا: ایسا تعلق تھا  
 اس کا شاہد وہ ہو چکا ہے کہ اس تعلق میں ہرگز کی ہرگز کمی نہ ہوگی: اور  
 ان افراد کی زمانہ ہے کہ ان افراد کو یہ ہے: اس لئے کہ ان کے ہاتھ میں  
 کسی قدر رہ چکا ہے: کہ ان میں میں ان کے ہاتھ میں ان کی تربیت ہوتی ہے: کہ  
 گوہر شہادت ہوتی ہے: کہ ایسا تعلق تربیت کی وجہ سے باپ کے ہاتھ میں ہوتا ہے  
 مرنے کو اس سے بھی زیادہ شرف ہے: جتنی کہ باپ سے کہ کتابت و شرف  
 ہے کہ خیر ہوتا ہے: اور ان افراد کو کہ شیخ کہنے میں کہنے میں کہنے میں کہنے میں  
 نہ ہوتا ہے: کہ ان افراد کو کہنے میں کہنے میں کہنے میں کہنے میں کہنے میں کہنے میں





مشائی دینے کا وعدہ ہے وہ کی جنت سبحان اللہ اس شفقت کی بھی کچھ انتہا ہے  
 باپ کو تو بیٹے کے سبق سنانے سے کچھ اپنی غرض بھی مد نظر ہوتی ہے وہ یہ امید کرتا ہے کہ  
 لڑکا لائق خالق ہو جائے گا تو کچھ کمانے لگے گا اور بڑھاپے میں میرے کاہل آگے گا  
 میری خدمت کرے گا مگر حق تعالیٰ کو ہماری عبادت سے کچھ بھی غرض نہیں عبادت  
 کا جو نفع ہے ہم کو ہی ہے اور اگر عبادت نہ کریں تو نقصان بھی ہمارا ہے تمام  
 مخلوق اگر بے زار ہو جائے تو خدا کی سلطنت و عظمت میں اس سے کچھ زیادتی نہ  
 ہوتی اور اگر سارے کمرش ہو جائیں اس کی عظمت میں کچھ کمی نہیں آتی پس  
 حق تعالیٰ کو انسان کے ساتھ جس قدر شفقت ہے وہ بخش بڑے غرض سے بہتر حق  
 تعالیٰ حاکم بھی ہیں حاکم ہونے کی حیثیت سے ان کو اس کی کیا ضرورت تھی کہ اس  
 طرح چمکار کر پھیل کر حکم دیں اگر وہ حاکمانہ طریقہ پر حکم دیتے کہ ہماری عبادت  
 کر دو ورنہ تم کو جیل بھجوا دیا جائے گا تو اس سے ان کو کون سی زیادتی  
 پھر حاکم بھی ایسے نہیں جیسے دنیا کے حاکم ہوتے ہیں کہ بعض دفعہ سبیل دنیا  
 کو بنایا ہے دنیا پر تاج ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ اس عالم میں ہر شے میں محتاج بہت  
 مسامحہ اپنی سلطنت کے بقا میں رہا یا کے محتاج ہیں کہ اگر رہا یا آواؤ بھارت  
 ہو جائے تو ان کی سلطنت کا خاتمہ ہو جاتا ہے کہ ایک ذرہ ان کی مشیت کے  
 بغیر نہیں مل سکتا اور اگر تمام عالم آواؤ بھارت ہو جائے تو وہ ایک دم میں سب  
 کو ہلاک کر کے دوسری مخلوق کو پیدا کر سکتا ہے اور اس کو اس کی ہی ضرورت  
 نہیں وہ اگر چاہے تو کسی کی مجال نہیں کہ کشتی کر کے سینا پنڈلی تک نہ لے جائے  
 کہ وہ کسی وقت کشتی نہیں کر سکتے اس نے بعض جہتوں کی وجہ سے انسان کو انسانی  
 رطابت و ولولہ اختیار اور قدرت سے دی ہے اگر وہ چاہے تو ہر شے کو  
 کہ سلب کر سکتا ہے اور سارے ہی کمرش ہو جائیں تو ہر انسان سے بہت زیادتی

زور سے کہی جا سکتے ہیں اور اگر کوئی بھی مطلع نہ ہو تب بھی اس کا کچھ غم نہیں  
 ہو سکتا۔ کمال ذاتی میں کسی کی اطاعت وافرمانی کا اس پر کچھ بھی اثر نہیں؛  
 جس کو تمناں ایسے نہیں ہیں کہ ان سے زیادہ کوئی غنی نہیں؛ مگر باوجود اس غنائے  
 درپردہ شہادت ہے کہ باپ ماں کو بھی اولاد سے وہ شفقت نہیں جو حق تعالیٰ کو  
 اولاد سے ہے۔ کیوں کہ باپ کو اولاد سے انتظار میں شفقت و رحمت ہے اور  
 خدائے تعالیٰ انتظار سے پاک ہے اس کو جو شفقت و رحمت ہے محض اختیار ہی ہے  
 وہ خود چاہتا ہے کہ مخلوق پر شفقت کریں؛ اور باپ ماں کے چاہنے میں ان کے  
 اختیار کو کبھی دخل نہیں؛ وہ مجبور ہو کر شفقت کرتے ہیں پس ایسے غنا کا مل کے  
 مالک ہیں کامل شفقت عجائب میں سے ہے!

چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں: مَا يَفْعَلُ اللَّهُ بِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ  
 وَامْتَنَعْتُمْ وَكَانَ اللَّهُ شَاكِرًا عَلِيمًا یعنی حق تعالیٰ تم کو ناز و  
 نیکبختی میں لگا دے گا اگر تم شکر کرو یعنی ایمان (کامل اختیار کرو) سبحان اللہ اس  
 قدرت میں یہ اتنا مایفعل اللہ بعد ایکم اس قابل ہے کہ اس پر چنانچہ فرمان کر  
 دے کہ اس کو فرما دے کہ تم کو تمہارے خدا اب کر سہمیں کیا فاع ہے ہم تو تم پر رحمت  
 ہی بنا چاہتے ہیں؛ مگر تم نافرمانی کر کے خود ہی خدا اب کر مول لیتے ہو تو اس عنوان  
 سے میں یہ شہادت دیتا ہوں کہ یہاں ایک ضروری تنبیہ اور سبب غرضہ کے  
 لئے ہے۔ اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ حق تعالیٰ کو مخلوق سے بے پروا ہے یعنی  
 اس کو اپنے لئے اور اپنے لئے ہی انتظار ہے کہ ان لوگوں کو غنا کا سبب نہ  
 ہو۔ اگر تم شکر نہیں کرو گے غنا حق تعالیٰ کی شفقت یا عینا ہے چنانچہ خود ارشاد  
 فرماتا ہے: اِنْ تَنْصَرِفْ عَنْ اَعْيُنِنَا ذُرِّيَّتٌ لَّوْ تَوَلَّوْا وَاسْتَفْتِنَا اَلَا يَكْفِيكُمْ اَنْ يَّخْلُقَ  
 مَا يَشَاءُ مِنْ غَيْرِ اَعْيُنِنَا ذُرِّيَّتٌ وہ مراد ہے کہ جو تمہارے خدا پر متوجہ نہ ہو

کہ ہمارے مجاورہ میں مستغنی اس کو بھی کہتے ہیں جو دوسروں سے بالکل بے پرواہ ہو  
 کسی کے نفع نقصان کی اسے رعایت نہ ہو، حالانکہ مستغنی کے معنی آیات میں صرف  
 یہ ہیں کہ حق تعالیٰ کو کسی کی احتیاج نہیں؛ وہ کسی کا محتاج نہیں؛ پس محتاج نہ ہونا  
 اور بات سے اور بے پرواہ ہونا اور رعایت مصالح نہ کرنا؛ دوسری بات یہ ہے کہ  
 جو حق تعالیٰ کی صفت ہے؛ اس کے معنی عدم احتیاج کے ہیں اور یہاں سے آپ  
 کو معلوم ہو گیا ہو گا؛ کہ آج کل جو لوگ محض ترجمے دیکھ کر محقق بن جاتے ہیں وہ کیسا  
 ستم و ضلالت ہے ہیں پھر غصیب یہ کہ یہ لوگ ترجمے دیکھ کر غشیبت سے مزاحمت کر دیتے  
 ہیں اور معارفہ میں کہتے ہیں کہ صاحب مشارق الانوار میں تو یہ لکھا ہے؛ منظار  
 حق میں یہ لکھا ہے میں کہتا ہوں کہ اس میں وہی لکھا ہے جو محقق بیان کرتا ہے۔  
 مگر تم ترجمہ دیکھ کر اس کی حقیقت کو نہیں سمجھتے پس اس کی ایسی مثال بتا دیجئے  
 کوئی شخص کتابیں دیکھ کر طبیب حاذق کے نسخوں میں مزاحمت کر دیتا ہے؛  
 اس کو یہی جواب دیا گیا؛ کہ تم نے صرف کتابیں دیکھی ہیں مگر فن کی حقیقت تم کو معلوم  
 نہیں اس لئے طبیب کی رائے میں تم کو دخل دینے کا کوئی حق نہیں اس شرح  
 جو لوگ محض ترجمے پڑھ کر تحقیق سے مزاحمت کرتے ہیں؛ وہ بھی اسی جواب  
 مستغنی میں چنانچہ ان لوگوں کے غنی عن العالمین اور واستغنی اللہ کا ترجمہ دیکھ کر  
 اتنی بات سمجھی کہ حق تعالیٰ مستغنی ہیں مگر اس کی حقیقت ان کو معلوم نہیں ہوتی  
 وہ یہ سمجھتے کہ جس شرح ہمارے مجاورہ میں کہہ دیا کرتے ہیں خیال شخص بہت بڑا ہے  
 اور مستغنی لزاج جہ غنی کسی کے نفع نقصان کی بے پرواہ نہیں کرتا؛ یہی معنی نہ کہ  
 مستغنی ہونے کے بھی ہیں حالانکہ یہ معنی دوسری تصویر میں ہے اور نیز درجہ کی تصویر میں  
 بالکل نہیں ہے کہ مستغنی ہونے کے یہ معنی ہیں تو ان تصویر میں ایک مہربان ہے  
 میں حق تعالیٰ کی شفقت و رحمت کا ذکر ہے کہ حق تعالیٰ کو اپنے بندوں پر یہ شفقت

ہے کہ ہاں باپ کو بھی اولاد پر ایسی شفقت نہیں ہو سکتی: تو یہ غرابی کا ہے کی ہے  
 یہ غرابی اس کی ہے کہ ان لوگوں نے لغت تو عربی لیا اور معنی اردو محاورہ کے موافق  
 سے لیا کہ ہر لغت کے معنی، اسی زبان کے موافق کرتے چاہیں: جس زبان کا وہ لغت

عربی اور اردو کے معنی کا فرق | مگر آج کل بیشتر لوگ اس غلطی  
 میں مبتلا ہیں جیسا پیشہ و مکہ ۱

ترجمہ و التذخیر، الساکنین: سے بعض نووں کو اشکال ہوتا ہے: کہ  
 اس میں حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ انہوں نے بھی مکر کیا: اور تمہارا ہے بھی مکر  
 و تہمت سب سے بہتر مکر کرنے والا ہے: اشکال کا حاصل یہ ہے کہ دیکھو  
 میں سے نہ کہ لغت و التذکرہ "مونا" کہتا ہے: تو منشاء اس اشکال

لافتہ یہی ہے کہ انہوں نے عربی لفظ کا ترجمہ اردو محاورہ کے موافق  
 یہ اردو میں مکر کرنا فریب دیتے کہتے ہیں جو کہ عیب کی صفت ہے اگر  
 وہ اس عربی کے لغت کا ترجمہ محاورہ عربیہ کے موافق کرتے تو اشکال

بہتر ہو جاتا: عربی میں مکر کے معنی تہمت و تہمت کے ہیں اور تہمت پر خفی  
 کیا یہ عیب نہیں: بلکہ صفت کمال ہے: ترجمہ آیت کا یہ تھا کہ کافروں نے

یہ سب سے بڑے قتل کے واسطے خفی تہمت کی اور حق تعالیٰ نے ان کو بچا

یہ تہمت تہمت کی و حق تعالیٰ سب تہمت کرنے والوں میں بہتر ہے کہ کسی

تہمت پر اس کی تہمت پر غالب نہیں ہو سکتی: اس ترجمہ کے بعد بھی اشکال

نہیں رہتا: کہ ایک صاحب میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ

ترجمہ و التذکرہ میں ہے کہ ترجمہ کہہ دو: کی جہل لکھنا تو مدعی

نے کہا کہ اس کا ترجمہ یہ ہے: دریا پر تہمت ہے: کہنا تو لغت میں آفت

یہ کہ ترجمہ و التذکرہ میں ہے کہ تہمت پر تہمت ہے: کہنا تو لغت میں آفت

اب تو کچھ بھی نہیں رہا! میں نے کہا کہ کیا آپ مجھ سے یہ امید کرتے ہیں  
 کہ میں اس جگہ حلالہ کا ترجمہ گمراہ سے کر دوں گا، بعض تراجم میں گمراہ سے ترجمہ  
 کیا ہے، جس سے لوگوں کو اشکال پڑ جاتا ہے کیونکہ ان حضرات پر کوئی زبردستی  
 نہیں ممکن ہے اس وقت گمراہ کے معنی نادانیت بھی مستعمل ہوئے ہوں۔  
 جیسا کہ عربی میں ضلالت کے معنی غیبت اور فقدان کے بھی آتے ہیں نیز  
 کھوئی ہوئی چیز کو حلالہ کہتے ہیں جس کے معنی مفقود، خبر کے زیر اس  
 طرح حلالہ کا اطلاق ناقص البز پر بھی آتا ہے، جس کا ترجمہ نادانیت ہے۔  
 لیکن اب زار کسی وارد کا محاورہ بدل گیا اب گمراہ اسے کہتے ہیں جو بار بار  
 راستہ جاننے کے ٹیڑھے راستہ پر چلے، آج کل چیز اور نادانیت کو گمراہ نہیں  
 کہتے، اس لئے اب گمراہ سے ترجمہ کرنا صحیح نہیں، اور حضور صلی اللہ علیہ  
 وسلم کا نبوت سے پہلے بعض علوم سے نادانیت ہونا کچھ عیب نہیں کہو  
 ظاہر ہے، کہ جو علوم نبوت کے بعد آپ کو عطا ہوئے نبوت سے پہلے آپ  
 ان سے نادانیت تھے اگرچہ اس وقت بھی دنیا بھر کے مشائخ سے زیادہ آپ دقت  
 کا رشتے میں تھے قرآن و احکام سے تو خبردار نہ تھے، یہ تو عالم نبوت کے بعد  
 آپ کو مائل ہوا، اسی کو حق تعالیٰ دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں و ما کان بشراً  
 یكلمہ اللہ الا وحیا ان و من و ہل رحیب اب یہ مسئلہ رسالہ دیوبند ہذا  
 مایشاراندہ علی حکیم یحییٰ کذا، اب حینا الیک سرور حامن امرنا و کنت  
 مدرسہ ما اکتفوا لا الہ الا وہاں میں کئی جہانوں کی ذمہ داری رہا ہے  
 من عبادنا و انک تبارک و تعالیٰ الی صراط مستقیم (ترجمہ) اور کسی بشر کو  
 ربالت مریضوں پر یہ شریک شریک الی میں سے کہ گمراہ ہے مگر دین  
 مریض سے زیادہ مستعد بہرست با کسی فرشتہ کو بھی درست

کہ وہ خبر کے حکم سے چونکہ اگر منظور ہوتا ہے، پیغام پہنچا دیتا ہے، شیک  
 اور ترس کی شان بڑی محنت والا ہے اسی طرح (یعنی اسی قمار کے موافق  
 ہم نے آپ کے پاس (بھی) دہی یعنی اپنا حکم بھیجا ہے؛ اور اس کے قبل  
 آپ کو نہ پتہ تھا کہ کتاب (اللہ) کیا چیز ہے اور نہ یہ خبر تھی کہ ایسا (وہ  
 سنتے گا) دیکھ جو کہ اب آپ کو حاصل ہے وہ) کیا چیز ہے (گو نفس  
 یا خبر بڑی کو ہر وقت موت سے پیٹے بھی حاصل ہوتا ہے) لیکن ہم نے  
 اس قرآن کو ایک اور بنایا جس کے ذریعہ سے ہم اپنے بندوں میں سے  
 جس کو چاہتے ہیں ہدایت کرتے ہیں اس میں شک نہیں کہ آپ (کس  
 قاتل اور دہی کے ذریعہ سے عام لوگوں کو) ایک پیر سے راستہ کی ہدایت  
 کرتے ہیں (سورۃ الشوریٰ) پارہ ۲۵ پس ۵۰ جندک صلاۃ فیہ فی میں  
 منطوق کے معنی وہی ہیں جو اس آیت ماکنت تدعی الخ سے معلوم ہوتا ہے  
 یعنی خدا کا تعظیم و ہدایت سے پہلے آپ ان غلام سے بیخبر تھے اور یہ منظور  
 ہے کہ اگر یہ عالم کے لئے کوئی نقص نہیں؛ بلکہ عین کمال ہے کیوں کہ ظاہر ہے  
 کہ جو انبیاء کے نیلے سے پہلے انبیاء کو کچھ معلوم نہیں ہو سکتا؛ نہ ان کے  
 بارگاہ کے جبروتان اعلا راہی کے ہوتے ہیں گو ہم کو ایسا کہنا زیادہ نہیں دیتا  
 کہ ان کے پاس کچھ کمال نہ تھا کیوں کہ اس سے ایسا کہنا ادبی کا ہوتا  
 ہے نہ کہ انبیاء کے ذمہ تو منظور کیا ادب لازم نہیں آپ تمام عالم کے کبرا  
 و مرسلین سے افضل ہیں مگر حق تعالیٰ کے نو بند سے ہی ہے اس لئے حق تعالیٰ  
 کے کلام و فیوض اور بے خبر جو پائیں کہہ سکتے ہیں تو دیکھتے اس سانے کو حقیقت  
 میں جو حق کی وجہ سے دنیا جندک صلاۃ فیہ فی میں انکسار پرا کیوں  
 نہ کرتے ہیں مگر ہاں لفظ دیکھا اور اس سے وہ معنی سمجھا جو آئیل کے محاورہ



میں گمراہ کے معنی ہیں اسی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ ترجمہ عوام کو خود نہ دیکھنا چاہیے بلکہ علماء سے پڑھنا چاہیے؛ ورنہ ایسے ایسے اشکالات ترجمہ دیکھنے سے پیدا ہوں گے جن کا جواب عوام کے ذہن میں نہ آئے گا؛ سنا سنا کر ان میں حق تعالیٰ کی صفت استغفار کو دیکھ کر بعض لوگ ہی سمجھتے کہ حق تعالیٰ ایسے مستغنی ہیں جیسے ہمارے نادار ہیں کسی کو مستغنی کہا کرتے ہیں حالانکہ استغنا کے معنی عربی میں یہ ہیں کہ اس کو کسی کی حاجت نہیں؛ وہ کسی کا فتنہ نہیں اور ہمارے محاورہ میں مستغنی اسے بھی کہتے ہیں جسے کسی کے نفع و ضرر کی پروا نہ ہو؛ اب لوگ غائب کرتے ہیں کہ حق تعالیٰ کو باہین معنی بھی غنی سمجھتے ہیں سنا سنا کر ایسے مترام پر اس صفت کو استغیاں کرتے ہیں جو ہاں سوا اس کے اور کچھ معنی جو بھی نہیں سکتے۔

تخلیہ کی مسئلہ : مثال کوئی ایک شخص جوانی کی حالت میں رہ جاتا ہے اور چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑ جاتا

ہے اب لوگ اسکی تعزیت میں جاتے ہیں ایک کہتا ہے کہ ہائے جوان موت مر گیا ابھی اس نے دنیا میں دیکھا ہی کیا تھا؛ دوسرے صاحب بولتے کہ واقعی بہت ہی بڑے وقت موت آئی چھوٹے چھوٹے بچے ہیں ان کی قیام و تربیت کران اتنا کام کرتے گا؛ زبنداری یا ریاست کو کون دیکھ بھالے گا؛ اس کے بعد تیسرا کہتا ہے کہ اسے بھائی خدا کی ذات بڑی بڑی پروا ہے وہ بڑا مستغنی ہے اب ایسے موقع پر اس کو امر کے معنی سواس کے اور کیا ہیں کہ نبی و صلہ خدا کو کسی نفع و ضرر کی پروا نہیں کسی کی حاجت و محنت پر غور نہیں کیا؛ شاہ اودہ کی طرح بے وجہ تمہارے دیا کہ نہیں کہنا کہ وہ خود پرست نہ

اور شش درجہ ہر سی کہ دونوں اس کی بیوی کا خیال ہے نہ بچوں پر رحم ہے  
 اور ذرا شہ منہ والی میرا تو اس سے روٹکا کھڑا ہوتا ہے یہ سخت بے ادبی  
 اور غیبت ہے کہ لوگوں کو ذرا اس پر توجہ نہیں کہ ہم کیا کہہ رہے ہیں عیاں جو  
 ہے کہ جو کہ حق تعالیٰ سے زیادہ کوئی رحیم و کریم نہیں ان کی بڑا برکسی کو  
 نہ کہتے ہیں کہ سکتی: حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ نے رحمت کے سو  
 درجے رکھے ایک سے کہ تو اس کے دنیا میں ظاہر کیا: جس کا یہ اثر ہے کہ  
 پھر ان کو ان کے دوست و دوست سے جانوروں کو اپنے بچوں  
 بہت رحمت آتی ہے اور نانو سے حق تعالیٰ کے پاس ہیں کہ ان  
 میں ان کو رحم نہیں دیا گیا اب آپ غور کریں کہ جس رحمت کے ایک حصہ  
 کا اثر ہے یہ دنیا میں ہم سب کو نظر آ رہا ہے کہ باپ ماں اس کی وجہ  
 سے اس کی تکلیف کو نہیں دیکھ سکتے: تو خدا تعالیٰ کی رحمت و شفقت کا کیا  
 کمال ہے: جس کی رحمت سے اس کو وہ نسبت ہے جو سو سے ایک کو حدیث  
 میں ہے کہ پیامت کے دن حق تعالیٰ ننانوے سطحوں کے ساتھ اس  
 سے رحمت کرے گا کہ سو حصہ میں رحمت سے مسلمانوں کے ساتھ پیش آئیں  
 گے: یہ اس وقت ہم اس رحمت کا اندازہ ہرگز نہیں کر سکتے یہ تو آخرت  
 کا حصہ ہے: یہی دنیا میں حق تعالیٰ کی رحمت سو اس کا اندازہ اس سے  
 نہ کر سکتے کہ دنیا میں کسی کے اندر رحمت کا کچھ اثر ہے یہ خدا کی  
 رحمت سے کہ اس ایک حصہ کا نفل ہے جو اس نے دنیا میں ظاہر کی ہے:  
 اور شش درجہ ہر سی کہ اس کی پس دنیا میں بھی حق تعالیٰ کی رحمت اس  
 سے زیادہ ہے کہ خلق کی رحمت کو اس سے کچھ نسبت بھی نہیں کیا ہے  
 یہ نہ کہ اس کی رحمت کو اس سے کچھ نسبت بھی نہیں کیا ہے:

حق تعالیٰ ہم کو نذاب سے ہلاک نہیں فرماتے بلکہ برابر اسباب حیات  
 و سامان راحت عطا فرماتے رہتے ہیں چنانچہ خود ارشاد فرماتے ہیں :  
 وَ لَوْ اَخَذَ اللَّهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوا مَا تَرَ لَعَالَمٌ مِّنْ دَابَّةٍ وَ لَكِنْ يَذَرُ  
 هُمْ اَلَىٰ اٰجَلٍ مُّسَدَّدٍ :۔ اور اگر حق تعالیٰ لوگوں سے ان کے اقسالی پر مؤثر  
 کرنے سے تو زمین پر کسی چلنے والے کو نہ چھوڑے لیکن وہ ان کو ایک مہینہ  
 مبعین تک ڈھیل دے رہا ہے اس پر یہ انتہائی زکیا جائے کہ گناہ تو انسان و جن کرتا  
 ہیں پھر اس کی کیا وجہ کہ موافقہ کے وقت زمین پر کوئی پتہ دانا نہ چھوڑا جاتا : آخر  
 حیوانات کی کیا خواہش ہوئی وہ تو مکلف نہیں ہیں : سو بات یہ ہے کہ موافقہ کے وقت  
 انسان و جن تو گناہوں کی وجہ سے ہلاک کئے جاتے ہیں اور حیوانات اس لئے ہلاک  
 کئے جاتے کہ وہ محض مکلفین کی خدمت کے لئے پیدا کئے گئے ہیں جب مکلفین  
 باقی نہ رہتے تو حیوانات کی قیام کی ضرورت نہ رہتی : اس لئے سب اس لئے ہلاک  
 کر دیئے جاتے رہا یہ کہ بعض لوگ تو نیک کام کرتے ہیں وہ کیوں ہلاک ہوتے  
 سو اس کی وجہ یہ ہے کہ جو لوگ نیک کام کرتے ہیں وہ بھی گناہوں سے بچے ہوئے  
 نہیں ماسوائے الذیار علیہم السموات والارض یا تو وہ اس سے منحوس ہیں یا  
 یہ کہا جائے کہ حضرات الذیار علیہم السموات والارض میں تشریف رکھنا صرف ہدایت  
 مکلفین کے لئے ہے جبکہ یہ نہ رہتے تو یہ حضرات آخرت میں رہنے والے نہ ہوتے  
 تعالیٰ کی رحمت ہے کہ ان گناہوں پر مؤافقہ نہیں فرماتے بلکہ انہیں مستحق قرار  
 دے کر انہیں ان کی تہذیب و تمدن کے لئے فرماتا ہے (حق تعالیٰ تبارک و تعالیٰ)  
 مہل علیہم السموات والارض | بندوں پر جہد و شغف کی رہنمائی فرماتا ہے  
 میں چنانچہ اس کی فرمائش یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے مخلوق کو ایسے کاموں پر مقرر فرمایا ہے  
 نہیں بنایا جو ان پر دشوار ہوں بلکہ بہت سہل سہل اس کام مقرر فرمایا ہے :

میں سب کا ہم چار روپے کے نوکر سے وہ کام لیتے ہیں جو حق تعالیٰ نے باوجود  
 اس کو از محکم کے ہم سے نہیں لئے چار پانچ روپے ہمارے پر اگر آپ کسی کو  
 نوکر کریں تو وہ تمام دن کے لئے آپ کا پابند ہو جاتا ہے اور وہ پھر چار روپے  
 آپ سے کام لیتے ہیں کسی کام کا اس کو حق نہیں ہوتا اور حق تعالیٰ نے آپ  
 کو دن رات میں پانچ نمازوں کا رکعت کیا ہے جن میں مجموعی طور پر ایک گنہگار  
 نہ ہو صرف ان میں ہوتا پھر یہ بھی حقیقت میں ہمارا اسی کام ہے خدا کا کام نہیں  
 وہ ہمارے دنوں سے مستثنیٰ ہوتا ہمارا کام ہے اسے

ماہر میں اند پاک ذہا پاک کی ہے وز گراں جانی و حیا کی ہے

میں حق تعالیٰ کا پاک ہے تو پاک ہیں ہی وہ ہمارے بیان کی ہوئی پاکی سے  
 پاک ہیں یعنی سبحان اللہ والحمد للہ میں جو تم کہتے ہو پاک خدا تعالیٰ پاک ہیں  
 خدا ہمارے اس پاکی بیان کے ساتھ ہے بھی پاک ہیں کیوں کہ خدا تعالیٰ کی پاکی  
 ہمارے فہم میں نہیں آسکتی پس اس صورت میں ہمارے فہم کی یہ کیفیت  
 ہے کہ

کہ وہ لوگوں پر کسے بولا کیفیت این نہ درج ست او گراں گاہ نیست

یعنی ہم جو خدا کی پاکی بیان کرتے ہیں اس کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی  
 بادشاہ کی تعریف میں یہ کہے کہ وہ جو لانا نہیں ہے کہ اس تعریف کو بادشاہ کی  
 تعریف سے کہیں کی نسبت نہیں بلکہ یہی مثال ہمارے سب سے بڑے کی ہے ہستی  
 تعالیٰ کی یہ پاکی ہمارے فہم میں نہیں آسکتی مگر با این ہمہ حق تعالیٰ کی رحمت  
 و شفقت ہے کہ ہمارے فہم کو قبول فرمائیے میں اگر کوئی شخص کسی  
 بادشاہ کی تعریف اس طرح کرتے ہے کہ حضور کی بہت بڑی شان ہے آپ نہ  
 جانتے ہیں نہ دیکھتے ہیں تو پھر یہ کہ اس کی کیا گت بنتی ہے بلکہ حق تعالیٰ ہماری

تسبیح و تحمید کو قبول فرمایتے ہیں اعلانِ مذکور بھی ایسی تعریف ہے جس پر ہمارے  
 ذکر و طاعت کی قبولیت کی یہ مثال ہے : سب کو مولانا فرماتے ہیں :  
 اس قبول ذکر و تراز رحمت است چوں نیاز مستحاضہ رحمت است  
 یعنی مستحاضہ خلوت جس کو ہر وقت خون آثار ہوتا ہے شریعت نے اس کو  
 معذور سمجھ کر حکم دیا ہے کہ اسی حالت میں نماز پڑھتی رہے : خوں ٹیک رہا ہے !  
 کپڑے اور بدن ناپاک ہے : مگر اس حالت میں بھی اس کو دربار میں آنے کی اجازت  
 ہے : کپڑے ٹھکانا چاہئے : شفقت کا : پس یہی مثال ہمارے ذکر و طاعت کی ہے  
 کہ ہم باطنی ناپاکیوں میں طوشت ہیں مگر رحمت کی وجہ سے قبول فرمایتے ہیں : خدا  
 کی رحمت ایسی شفقت ہے کہ کوئی کیسا ہی گناہ گار ہو مگر ہر وقت اس کو دربار  
 میں آنے کی اجازت ہے :

باز آواز آہر آنچه هستی باز آ  
 گر کافر گریخت پرستی باز آ  
 این در گہر نو میدری نیست  
 صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

سبب مثال شریف  
 اگر دن میں سو مرتبہ گناہ کرے اور پھر توبہ کرنا  
 چاہے تب بھی اس کو اجازت ہے : کہ دربار  
 میں آجائے اور توبہ کر کے پاک و صاف ہو جائے : دنیا میں کسی حاکم کو کچھ لینے  
 باپ کی بھی ایک بار سرکشی کرنے کے پھر منہ دیکھانے کے قابل نہیں : مگر دہاں سو  
 بار ہزار بار سرکشی کرنے کے بعد بھی فرماتے ہیں : کہ آجائو ہم سب معاف کر دیں  
 گے : اس قدر استغفار کے مانتے یہ شفقت نہایت عجیب بہت (پہنا پیر آیت  
 ہاں میں اشکر اللہ ہے پہلے) کئی امن حبیبات عالم من فنا کبیر فرمانا یہ بھی کسی  
 شفقت سے ناشی ہے پھر اس میں دوسری شفقت ہے کہ ببادشاہ کو شکریہ  
 سے تعبیر کیا : عید و اللہ نہیں فرمایا کہ یہ فرماتے ہیں کہ ہم نے آخر ہم پر بہت نیکو

کہ جس نے ہمارے لئے پاکیزہ عقیدے کو پیدا کیا ہے تم ہماری نعمتوں میں شریک  
 ہو کر اس کی قدر ضروری نہیں کیا نعمت کا شکر لازمی نہیں یہ ایسا عنوان  
 ہے جس پر ہر شخص کو تسلیم کر لینا ہے کیوں کہ نعمت کا شکر ادا کرنا عقلاً  
 اور سکہ نزدیک ضروری ہے، حق تعالیٰ کو یہ بھی حق تھا کہ ہم کو مہات عباد  
 پر تم کو ہماری عبادت کرنا چاہیے مگر غایت شفقت کی وجہ سے یہ عنوان  
 لازم ہمارے اور ہمارے بہت سے انعامات میں ان کے شکر میں کمی  
 کر کے اور پھر کسری شفقت یہ ہے کہ حقیقت میں عبادت کرنا ہمارے  
 لئے ناممکن ہے اور اس کی کچھ ضرورت نہیں پس واقع میں وہ ہمارے کام  
 ہے جس کی وجہ سے اس کو اپنا کام کہہ دیا جیسے باپ بیٹے سے کہا کہ تابت  
 کام کر کے دے دے تم ہمارا ایک کام کر دو، وہ یہ کہ سبق سادو، حالانکہ  
 اس کی کوئی قیمت ہے اسی کے نفع کی چیز ہے، غرض حق تعالیٰ کی تعلیم کے  
 لئے ہمارے لئے کو اپنے بندوں کے حال پر شفقت بہت زیادہ ہے اور  
 نہ ہمارے لئے ہمارے لئے یہی شفقت اسی طرح ہمارے لئے ہے جیسے آئینہ  
 کے لئے ہے جس سے اس کے سترائے انبیاء علیہم السلام کی تعلیم کی بہت  
 فائدہ ہے۔ اسی کی باکل ایسی مثال ہے۔  
 درپیش آئینہ طوطی معتمد داشتہ اندر  
 آئینہ استاد ازل گفت کی گویم

انبیاء میں جو سب سے اگلے تھے ان میں  
 انہوں نے صفات بھی اگلے تھے اسی لئے ہمارے

انبیاء کی اصلاح

انبیاء کی تعلیم میں شفقت و مہولت سب سے کامل ہیں اور  
 ان کے لئے بہ نسبت دوسروں کی تعلیم کے زیادہ ہیں، سینا

اس وقت جوار شاد سنور کا میں نے بیان کے لئے اختیار کیا ہے : وہ بڑا ہر ایک  
 معمولی بات معلوم ہوتی ہے : لیکن اس کے بجالانے میں جو منافع ہے : اور  
 ترک میں جو منہار ہیں ان کو معلوم کر کے اس کی ضرورت و اہمیت ظاہر ہوگی :  
 پھر جب اس پر نظر کی جائے گی کہ ہم لوگ اس کی طرف سے کس قدر بے رغبتی  
 کرتے رہتے ہیں : تو اس سے اس کی ضرورت اور زیادہ ہو کر رہ جائے گی اب  
 سمجھنا چاہیے کہ ہم لوگ جن گناہوں کو چھوڑتے ہوئے ہیں ان میں بعض تو اس  
 لئے متروک ہیں کہ وہ وضع کے خلاف ہیں : مثلاً چوری کرنا : زنا کرنا : منسوب  
 کرنا : یہ ایسے کام ہیں جو محض اپنی شریفانہ وضع کی رعایت سے اکثر لوگ نہیں  
 کرتے اور جو کام ہماری وضع کے خلاف نہیں گو شرطان کا ارتکاب کتنا ہی گناہ  
 عظیم ہو : ان میں اکثر لوگ مبتلا ہیں : اس سے معلوم ہوا کہ ہمارے اندر بعض  
 گناہوں کے نہ ہونے کا سبب صرف خدا نہیں ہے اور جو لوگ شرک نہ کرنا  
 وجہ سے بھی گناہ چھوڑتے ہیں : وہ بھی اکثر سب گناہوں کو نہیں چھوڑتے :  
 پس وہ نماز پڑھ لیں گے : زکوٰۃ دے دیں گے : تو اپنے نزدیک جہید ہو گئے  
 اور حج کر لیا تو جہید کے بھی پیر ہو گئے : پس انہوں نے انہی اعمال کو ضروری  
 سمجھ لیا : باقی اعمال کی ان کو پروا نہیں : دل میں کہہ دیا ہر گز ہر گز  
 رضا بالقضا نہیں ہے خدا کے ساتھ محبت انہیں معرفت نہیں بہا وہ جہی حلال  
 میں مزہ دیتے : مگر وہ بے فکر ہیں : حلال نہ کہ یہ ہے : و در حق ان اهل لادب  
 و باطنی کہ ظاہری اور باطنی سب گناہوں کو چھوڑ دے : یہ لوگ محض ظاہر کو سنو  
 ہیں : باطن کی اصلاح کا اہتمام نہیں کرتے : پس وہ حلالی ہے :

وزیر دولت ملک میرزا یزد

دائرہ دل قہر خدا سے زود جلی

از بدولت عہد نوری بر باریز

از بدولت چو کور کافر ریخت



لہذا میں وہی حالت ہے کہ اوپر سے اپنے آپ کو سنوار رکھا ہے اور  
 نیچے سے دیکھتا ہے کہ درگوں ہو رہے ہیں ایک بزرگ نے ایک جوان کو دیکھا کہ  
 درگاہ پر جا رہا ہے! آپ نے اس کو ٹوکا کہ ذرا سنبھل کر چلو، وہ کہنے لگا: اقم  
 بشتہ تیر، تم کوں میں فرمایا اں میں خوب جانتا ہوں! کہنے لگا: تیرا دھم کیا  
 ہے؟ پھر آپ نے فرمایا اوٹک نشتمہ صد سر کا و آخرک جیفتمہ قد سر

[illegible]

موری سے پاخانہ بہا کرتا : سچا سچے سبب کسی مریض یا بڑھاپے کی وجہ سے یہ قوت  
 ماسکہ کمزور ہو جاتی ہے : تو اس شخص کی تیماردار بھی گھبراتے ہیں : سارا  
 گھربہ بوسے مٹ رہا ہے : سارے گھر میں ایک موری کی وجہ سے سڑا ہند  
 پھیل جاتا ہے : تو یہ خدا کی کتنی بڑی نعمت ہے کہ اس نے امعاء میں قوت  
 ماسکہ رکھ دی ہے ورنہ ہر وقت نجاس بہا کرتی : پھر دیکھو انسان کے بدن  
 میں ہزاروں مساوات ہیں : جیسے سپینہ نکتا ہے : یہ خدا کی کتنی بڑی رحمت  
 ہے : کہ ان مساوات سے پاخانہ کا عرق کبھی باہر نہیں آتا : اگر مساوات سے پائنا  
 نکلیں گے تو زندگی موت ہو جاتی تو جس خدا کی رحمت کی وجہ سے آپ بنے ہوئے  
 پھرتے ہیں : ورنہ یہاں کے اندر آنا پاخانہ بھرا ہوا ہے کہ اگر وہ ہر وقت نکلنے  
 لگے اس وقت اس زینت و آرائش کی ساری مٹی طعید ہو جائے : فرض اُن  
 بزرگ نے خوب جواب دیا کہ ہاں میں جانتا ہوں کہ توں کوں ہے : بس تیری  
 حقیقت تو یہ ہے : اُسکے خدا کی تار می ہے کہ اس نے تیرے پیٹ کو ڈھک ڈھون  
 بنا دیا ہے تو کیا اس نعمت کا یہی شکریہ ہے کہ تو فرعون کی طرح اگر کہہ دے :  
 صاحبو ! جس طرح ہمارا ہمارا پاک معلوم ہو رہا ہے : اسی طرح ہمارا باطن  
 بھی پاک ہے مگر خدا کی رحمت سے وہ پاک معلوم ہو رہا ہے : اسی طرح غار  
 باطن بھی پاک ہے : جس کی اطوار خدا ہی کو ہے یا تم کو ہے وہ سرور کو  
 خبر نہیں کہ ہمارے دل میں کیا کیا گندگی بھری ہوئی ہے بھلا اگر دلوں کی گندگی  
 کی بدبو محسوس ہوتے تھے تو پاخانہ کی بدبو کی اس کے سامنے کچھ بھی حقیقت  
 نہ رہے : درجن لوگوں کو محسوس ہوتی ہے وہ ایسا ہی سمجھتے ہیں مگر یہ بڑی قوت  
 ہے کہ اس گندگی کی بدبو ہر اک کو محسوس نہیں ہوتی : جس کے ذہن  
 پاک و صاف اور سترے سمجھنے لگے : صاحبو ! تم کو نہ اندہ ہو رہا ہے :

سے یہ بدبو محسوس نہیں ہوتی؛ کسی صحیح الدماغ کو اپنا حال دکھانے کا  
 کہ بارے دل میں کس قدر گندگی ہے؛ جس کی بدبو سے اس کا الدماغ پریشان ہو  
 گی؛ کوئی مولانا یا کوئی شیخ اس پر مغرور نہ ہو کہ لوگ ہم کو اچھا سمجھتے ہیں؛  
 ہمارے تعلیم و تہذیب کرتے ہیں تو ہم رات دن بھی ایسے ہی ہیں؛ یقیناً دو حال  
 سے نہ لی نہیں؛ یہ تو وہ غفلت کو دھوکہ دے رہے ہیں کہ لوگ ان کے ظاہری طرز  
 اور عبادت و مجاہدات کی وجہ سے ان کو بزرگ سمجھنے لگے؛ دل کی کسی کو شہر  
 نہیں کہ یہ سارا ڈھونڈا ہی ڈھونڈا ہی یا کچھ انداز میں بھی ہے۔ مگر یاد رکھو  
 خدا کے سامنے یہ وہ کہ نہ چل سکے گا؛ مولانا فرماتے ہیں؛

اللہ احمدی زنی از بہر زمان	بے طمع پیش آؤ اللہ را بخوان
حق را گیر کہ بنسیر بی تمام	وز نور اندازی تا ہر خاتم تمام
کہر ابان حق بر ہی قبلہ راست	با خدا نزدیک رہیہ کہ کوایت
کہر باور راست باید و شستن	رایت اخلاصی صدق و نرسن

از بہر زمان پہنچے یا دیر یا کہ ایک مولوی کا پتھر میں آئے ان کا کرتہ پٹا ہوا ہے  
 کرتہ کی منبر پرست مٹی؛ آپ نے کیا حکمت کی تھی کہ ایک شیخ کے بیان میں پڑھتے  
 تھے کہ کسی شعر پر آپ نے وجہ تفسیر کیا؛ اور کرتہ پہر پہاڑ پہاڑ اب اس بھارت  
 تفسیر کو فرماتے آئی کہ مولانا صاحب میرے گھر پر کرتہ پہن کر آئیں اور یہاں سے  
 نئے تشریف لے جاویں؛ اس نے فوراً نوکر کو بوز کے یہاں بھیجا؛ اور اس کے واسطے  
 یہ تشریف لے کر فوراً کہتے تھے کہ مولانا صاحب میرے گھر پر کرتہ پہن کر آئیں اور یہاں سے  
 نئے تشریف لے جاویں کہ اس کے بعد فرماتے ہیں؛ اللہ احمدی زنی از بہر زمان  
 کہہ رہے ہیں کہ وہ منبر پر ہیں اور ہم بھی منبر پر ہیں کہ یہ سارا دھونڈا کر لیتے  
 ہیں کہ یہ منبر پر ہیں اور ہم بھی منبر پر ہیں کہ یہ سارا دھونڈا کر لیتے

دھوکہ دیا جا رہا ہے ظاہر میں زہر و سمال کی صورت بنائی جاتی ہزاروں کی  
 تبسّم اُنہی میں رکھی جاتی ہے اور باطن میں ریا اور حسب جاہ میری جھوٹی ہے  
 مگر حق تعالیٰ کے یہاں یہ دیکھ کہ نہ چل سکے گا لیکن اس سے وہ لوگ شرم نہ  
 ہوں جو کچھ بھی نہیں کرتے کہ ہم ریا سے محفوظ ہیں کیوں کہ ہم ذکر ہی نہیں  
 کرتے جو ریا پیدا ہو سو خوب سمجھ لو کہ تم ان سے اچھے نہیں کیوں کہ وہ ذکر  
 تو کرتا ہے تو ریا ہی سے اسی اور تم تو اتنا بھی نہیں کرتے ذکر اگر ریا سے بھی  
 ہو تو چونکہ وہ ایک روز مبدل ہو جائے گا ایک دن اپنا کام کہ جانا  
 ہے چنانچہ حضرت حاجی صاحب نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص ریا سے ذکر کرتا  
 ہو اسے حقیر نہ سمجھو کیوں کہ ریا ہمیشہ ریا نہیں رہتی وہ اور ریا ہوتی ہے باطن  
 کرتے کرتے عادت ہو جاتی ہے اور عادت سے بلند نہیں اس کو وہ کچھ نہیں  
 رہتا ہے نہ لوگوں کو وہ ٹھیک نیا معلوم ہوتا ہے اس سے عادت سے بہاؤ نہ ہو  
 جاتی ہے پھر میں خواہیں پیدا ہو جاتا ہے کجمان اللہ واقعی یہ حضرات کبار ہیں  
 کسی سزا ازل لوان کو خواب میں دیکھا تھا اس سے ارسل اور بوالینوس وغیرہ سے  
 متعلق ہو چکا کہ یہ لوگ فلسفی تھے کہا کہ یہ لوگ کچھ بھی نہیں پھر تیسرا یہ ہے  
 بطلانی وغیرہ کے متعلق پوچھا کہ ایسا کس علم الفلاسفہ سے تعلق ہے  
 فلسفی ہیں لوگ ہے اور واقعی حکمت اسلامی کے مقابلہ میں حکمت یونانی کی حکمت  
 کہ کیا ہے کچھ بھی نہیں پوچھا فلسفی اور حکیم بھی لوگ ہیں انہوں نے فرمایا کہ انہوں نے  
 دیکھا ہے حضرت حاجی صاحب نے ریا کے متعلق کیسا فرمایا ہے حضرت نے فرمایا  
 جس سے ریا کہہ رہے ہیں وہ کچھ بھی نہیں کیا ہے کہ جس کے میں ریا کہیں آتا ہے  
 انکو کثرت کرنا چاہیے اور ریا کی پرواہ نہ کرنا چاہیے البتہ کثرت سے ریا  
 سمجھنے پر مبنی ہے پھر کہتے کہ کثرت وہ شہ و شہر ہے اور عادت سے بہاؤ نہ ہو

[illegible]

اتنے آدمی بڑا سمجھتے ہیں، سو خوب سمجھ لو میں انسان علیٰ نفسہ بصیرت  
 ہر شخص اپنی حالت کو دوسرے زیادہ جانتا ہے اور دوسرے اس کی اندرونی  
 حالت سے نفس اس لئے بے خبر ہوتے ہیں، پس تو جیسے کہ چند واقعات کی تعلیم  
 و تکریم سے تم واقف ہو کر اپنے مقتدر بن گئے آج کل بکثرت یہی حالت ہے کہ  
 باوجود یہ کہ باطن سر اپا کند، جسے لیکن ظاہری تقویٰ کو کافی سمجھا جاتا ہے اس  
 کی طرف التفات نہیں ہوتا کہ ہمارے باطن میں کیا کیا کندگی تھری ہوئی ہے  
 اس پر میں نے یہ شعر پڑھا تھا اسے

انہوں نے یہ شعر پڑھا تھا اسے  
 انہوں نے یہ شعر پڑھا تھا اسے  
 انہوں نے یہ شعر پڑھا تھا اسے  
 انہوں نے یہ شعر پڑھا تھا اسے

اشتیال بکمال یعنی یہ ہے جس کے نسبت یہ ارشاد ہے یعنی میں حسن اسلام  
 اہل ترکہ ملا یعنی یہ کہ غیر ضروری اور لایینی امور کو ترک کر دیں، میں پر مشائخ  
 کو التفات ہے نہ غیر مشائخ کو سب سے دور کر کے دیکھ لیں کہ وہ ان میں کتنی باتیں  
 باقی کر رہے ہیں مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد یہ ہے کہ اس قسم کی شریعت  
 کہ آدمی لایینی امور کو ترک کر دے اس سے معلوم ہوا کہ اصل میں اس کے  
 بغیر حاصل نہیں ہوتا تو کیا اسلام کے حسن کی آپ کو ضرورت نہیں ہے حضرت مولانا  
 رفیع الدین صاحب کے والد ہمیشہ تشریف رکھتے تھے، کہ کوئی ان سے بات  
 بھی کرتا تو نظر اٹھا کر اس کو نہ دیکھتے تھے، سرچیک کے ہاتھ پر دیکھتے تو میں  
 نے اس کی دھم پیچی تو فرمایا کہ بات کا سننا ان کے متعلق ہے اور جواب نہ دینا  
 کے متعلق ہے گاہ کہ اس میں کچھ کام نہیں تو میں سننے والا ہوں اپنی طرف سے جواب  
 صرف کیا، صاف ہوا، میں لوگوں کو ایسے اس میں کہہ کر کہ ان کو سننے کا خیال ہوتا ہے نہ





اتنے آدمی بڑا سمجھتے ہیں: موصوف سمجھ لو بل انسان علیٰ نفسہ بصیرت  
 ہر شخص اپنی حالت کو دوسرے زیادہ جانتا ہے اور دوسرے اس کی اندرونی  
 حالت سے شخص اس لئے بے خبر ہوتے ہیں! پس تعجب ہے کہ پندرہ واقعوں کی تنظیم  
 و تنظیم سے تم واقف ہو کر اپنے مقتدر بن گئے! آج کل بکثرت یہی حالت ہے کہ  
 باوجود یہ کہ باطن سراپا کندہ ہے لیکن ظاہری تقویٰ کو کافی سمجھا جاتا ہے اس  
 کی طرف التفات بھی نہیں ہوتا کہ ہمارے باطن میں کیا کیا کندہ کی گہری جوتی ہے  
 اس پر میں نے یہ شعر پڑھا تھا:
   
 از بروں چوں گور کا منہ پر غلیل      داندش قہر خدا سے عسزدیل

لا یعنی اموسے استیلا      حاصل یہ کہ بیٹے منکر ذائل کے ازالہ کی طرف  
 اشتغال ببالا یعنی ہی ہے جس کے نسبت یہ ارشاد ہے یعنی میں حسن اسلام  
 الم تر کہ مالا یغنیہ! کہ غیر ضروری اور لا یعنی امور کو ترک کر دیں اس پر مشائخ  
 کو التفات ہے نہ غیر مشائخ کو سب غور کہ کے دیکھ لیں کہ وہ ان میں کتنی بڑی باتیں  
 باتیں کرتے ہیں مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ارشاد یہ ہے کہ اسلام کی خوبی یہ ہے  
 کہ آدمی لا یعنی امور کو ترک کر دے اس سے معلوم ہوا کہ اسلام کا حسن اس کے  
 بغیر حاصل نہیں ہوتا تو کیا اسلام کے سن کی آپ کو ضرورت نہیں حضرت موزیہ  
 رفیع الدین صاحب کے والد ہمیشہ نشری رکھتے تھے! اگر کوئی ان سے بات  
 بھی کرتا تو نظر اٹھا کر اس کو نہ دیکھتے تھے! سر نیچے کے بات کا جواب دیتے تو اگر  
 نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ بات کا منہ ان کے متعلق ہے اور ہر بات پر ان  
 کے متعلق ہے! کہ اس میں کچھ کہہ نہیں تو میں نے جبہ ناگاہ اپنی زبان کو میوں  
 صرف کیا: صاحبو! جن لوگوں کو اپنے اسلام کے کمال کرنے کی خاطر ہر وقت یاد



ہو جائے گی یہ ایسی حکمت ہے کہ حکماء یونان کو اس کی ہوا بھی نہیں لگی تھی اس کے  
 مناسب یہ مضمون ہے کہ بعض لوگوں کو ذکر میں یہ شکایت پیش آتی ہے کہ ہم کو  
 حضور قلب نصیب نہیں ہوتا دساوس و خیرات مجرم کرتے ہیں اس کا بھی  
 یہی علاج ہے کہ ذکر کرتے رہنا چاہیے اول اول شغل ذکر لسانی ہوتا ہے  
 پھر کرتے کرتے حضور حاصل ہو جاتا ہے اس لئے کہ اس کی طرف اشتغال ہو کر  
 ہو جاتا ہے اور نافرمانی سے

مست و لایق دل نہ از جام خود است و قانع شد و کا بونام و

یہ تو شکایت ہے پھر اس سے انحراب کہ طور پر فرماتے ہیں  
 از محنت و زنام چه زاید خیال و ان خیالت ہست و لال زبان  
 یعنی خدا کا نام لیتے لیتے اول ایک خیال قائم ہو جاتا ہے پھر وہی  
 خیال وصال کا وسیلہ بن جاتا ہے اور خدا کے نام سے اثر ضرور ہوتا ہے  
 اور کیوں نہ ہو جب کہ مشائی اور کشائی کا نام لینے سے مشغول رہے پانی پر  
 آتا ہے تو خدا کا نام کیا اس سے بھی کم ہو گیا ہرگز نہیں اس سے بھی کم نہ  
 ایک دن دل پر ہو گا کہ وہ میں رہنا چاہیے اور انانہ چاہیے کہ اس کے  
 نام سے مشغول رہے پانی پر آئے پر مجھے ایک حکایت یاد آئی ایک بادشاہ نے شہر  
 کو روزہ رکھوایا تو روزہ کشائی کا رسم کے لئے پیر پر روزہ رکھنے  
 اختیار کیا کہ جس کے لئے اس کے لئے یہ کہ ایک شخص کے پاس سے روزہ  
 کیا ہر سب پانی کے لئے چاہا اور روزہ کشائی کا رسم کیا اور شہر کے  
 کوئی کوئی ایک شخص کے لئے یہ کہ ایک شخص کے لئے یہ کہ ایک شخص کے لئے  
 روزہ رکھنے کے لئے یہ کہ ایک شخص کے لئے یہ کہ ایک شخص کے لئے یہ کہ ایک شخص کے لئے  
 روزہ رکھنے کے لئے یہ کہ ایک شخص کے لئے یہ کہ ایک شخص کے لئے یہ کہ ایک شخص کے لئے

نہ کہ یہ اور اس کو بار بار قسم قسم کا مال نہ دکن میں اور ایک چیز دکھل کر ایک دفعہ  
 قیامت میں کرنا موش ہو جائیں : تو اس طرح تجارت نہیں چلی سکتی اس لئے خریدار  
 سے بات چیت کرنا ضروری ہے کیوں کہ دنیا کے لئے نافع ہے اور اگر تجارت  
 کے سوا ہمارے اور کوئی آمدنی نہ ہو تو دین کے راستے بھی نافع ہے کہ کسبِ خیر  
 کے لئے سستی بہت ضروری کی تفسیر میں لوگ غشی کرتے ہیں بعض لوگوں کا خیال ہے  
 کہ میں سارا روزہ ہی ضروری ہے اور کوئی چیز ضروری نہیں یہ خیال غلط ہے :  
 ضروری وہ ہے جس کے ترک میں ضرر ہو : دنیا کا یا حضرت کا اس تفسیر کے مطابق  
 ضروری وہ بات چیت کرنا بھی ضروری ہے اگر فہم اس سے نہ بولے تو تجارت  
 کو ضرر ہوگا اس وقت شریعت مقدسہ سکوت کی اجازت نہیں دیتی : اگر  
 اس حالت میں گفٹہ دو گفٹہ لگا جائیں تو یہ مست سمجھا جائے کہ وقت ضائع  
 ہو رہا ہے نہ کہ نفع ہو رہا : ہرگز نہیں یہ سارا وقت ضروری کام میں صرف ہوا  
 یہ ضرورتِ آہستہ ہے : مثلاً یہ نیت ہے کہ ہم اس خریدار سے اس سے گفتگو  
 کرنا چاہتے ہیں تاکہ یہ کوئی چیز خریدے تو ہم کو مال حاصل ہوگا جس سے اہلِ دنیا  
 نفع مند ہوں گے یا ضرر مند خیرات کہیں گے : تو اس تمام وقت میں ثواب بھی ملے گا یہ کتنی  
 بڑی رحمت ہے : یہاں سے معلوم ہوا کہ شریعت کو ہمارے دنیا کی کس قدر  
 رعایت ہے : پھر بھی لوگ شریعت کی تہذیب نہیں کرتے بس اگر فہم کو تجارت کی ضرورت  
 نہ ہو تو یہ سب کچھ یہ ایسا ہے کہ خریدار کو نہ کچھ خریدے گا : اس وقت تک سودا  
 نہ ہوگا کہ نہ ہی خرچ نہیں چاہتا تھا اسی وقت صرف ہو جائے یہ سب ضرورت میں  
 نہ ہے : یعنی نہیں ہے : اسی طرح ایک شخص غریب بہت سر پر مردوں کا ٹوکرا  
 کہ جس سے وہ چھپتا پھرتا ہے وہ اگر تمام دن لیوا مرد کی صدا لگاتا پھرے تو اس میں  
 کوئی ضرر نہیں : اس کا سارا وقت ضروری کام میں صرف ہوا : اور اس کے دن

میرا لکھنا امر و دیکھنے میں وہی ثواب ہے جو دن میرا لکھنا اللہ کرے میں ثواب ہے جبکہ  
اگر کوئی شخص یہ خیال کرے کہ بیوہ امر و دیکھنے میں خدا کا ذکر نہیں ہوتا لہذا اس کے  
بجائے سبحان خالق، اکثری کہا کروں تو فقہاء نے اس کو نابالغ کہا ہے کہیں کہ  
اس میں خدا کے نام کو دنیا کے واسطے استعمال کرنا ہے جس سے خدا کے نام کی  
جگہ ادبی ہوتی ہے اس شخص کو بیوہ امر و دیکھنے ہی میں ثواب ہے اور سبحان خالق  
اکثری کہنے میں کہ امت ہے اسی طرح اگر کوئی شخص پہرہ دیکھنے کا وہم ہے  
وہ زنت پھر جاگے جاگو کہتا ہے تو اس کے جاگو جاگو کہنے میں کوئی ضرر نہیں؛  
یہ پیش ضروری کام میں داخل ہے اس سے دل کا نور کچھ بھی کم نہ ہو گا اور اگر وہ  
بہائے جاگو کہے لے لے اے اللہ نہ دے کہتا ہے اور یہ سمجھے کہ جاگو کہنے میں ضرر  
کا ذکر نہیں ہوتا بلکہ ایسا نفس پکارے میں جس میں خدا کا ذکر نہیں ہو جائے اور پہرہ  
بھی ہو جائے تو فقہاء نے اس کو مکروہ کہا ہے اور وجہ وہی ہے کہ اس نے خدا  
کے نام کو دنیا کے واسطے استعمال کیا؛ واقعی فقہاء نے دین کو خوب سمجھا ہے۔  
بنامہ ترویج آپ معلوم ہوتا ہے کہ لے لے اے اللہ پکار کر پہرہ دیا جائے؛ لے لے اے  
نے اس کو غلط سمجھا ہے؛ وہ فرماتے ہیں کہ جاگو کہنے میں اس کو ثواب ہے  
اور ذکر کے ساتھ پہرہ دیکھنے میں گناہ ہوگا؛ اسی طرح راستوں میں بھی ذکر  
پڑھنا اس نیت سے کہ کوئی حکم کو حاجت مند سمجھے کہ یہ وسوسہ گناہوں کا حرام ہے  
اگر کوئی حاجت مند زیادہ دیر اس کو مانگے جائز ہو صاف صاف صاف کرنا  
چاہیے؛ قرآن کو مسکوت سوال بنانا حرام ہے۔ فقہاء نے ضرورت کی وجہ سے  
تعلیم پر اہتمام کیا ہے کہ جائز کہا ہے لیکن ذکر خاص کو دنیا کا ذریعہ بنانا جس سے  
تعلیم متصفیہ نہ ہو تو صحت ہے؛ غرض پہرہ دیکھنے کا جاگو پکارنا فساد منہج ہے  
بیکہ وہ کہ پہرہ چھوڑ کر چلے چلے منہ نہیں پڑھتے کہ وہ خدا کی نیت

ہوتے ہیں بیانت کہ اس حالت میں سحر اور جادو سے بالکل حرام ہے کسی  
 شخص کو کسی شخص کو ذکر و شغل میں مشغول ہو اور اس وقت کوئی اس کے پاس نماز  
 پڑھنے سے گواہی دے وقت ذکر و شغل ترک کر دینا اور اس شخص سے بات چیت کرنا  
 حرام ہے یہ بات چیت بھی ضرورت میں داخل ہے یا تم تسبیح و غیرہ میں  
 مشغول ہو کر ایک آدمی نماز خراب پڑھنا یا ہوا میں وقت واجب ہے کہ اپنا  
 ذکر چھوڑ کر اس کو کہیں کہ نماز اطمینان سے پڑھو بشرطیکہ نیت اور رکعت کی کثرت  
 نہ ہو کہ یہ شریف ہو اور نہ تو بالکل گناہ نہیں بلکہ اگر شخص نیت ذکر اور تسبیح  
 و غیرہ ترک کرے اس کو توبہ ہے کیوں اپنا کلمہ چھوڑیں یہ نماز خراب پڑھنے کا  
 ذکر ہے جو بھی جائز ہے کہ تو اس میں تسبیح پڑھنے واسطے مناسب ہے کہ بھی گناہ  
 نہ ہو اور ضرورت کے اس نے بھی غنیمت میں کوتاہی کی جس کے بعد کہ لوگوں  
 کی بیعت و عہد کے ایسا اہتمام ہوتا ہے کہ ان میں بونا گناہ سمجھتے ہیں پس ایسی  
 باتیں کہ چھوڑ دینے کی ہوتی ہیں جو جہاں پر نماز پڑھتے ہیں نہیں پادری  
 کے بغیر سحر و جادو سے وقت بات چیت کرنا ذکر و غیرہ سے انشائی ہے اور  
 کسی شخص سے کہ قرآن پڑھتے ہوئے بولنے بات کہنے کو برا نہیں سمجھتے اور نیت  
 سے بڑھ کر سمجھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ نہ بولتے کسی کی جہاں بھی جاتی ہے  
 جہاں کے لوگ نماز کو مستحضر ہیں بیٹا ہوا مراقبہ کر رہا تھا وہاں ایک غریب  
 شخص کو پوچھا کہ نماز پڑھتے ہوئے خرائے کیا کرتا تھا اس کے خرائے سے  
 دیکھا کہ وہ نماز پڑھنے لگا تو آپ نے اسے کوہک کر بھاڑ دیا کہ اٹھ کر بیٹو  
 یہ ایک سب سے غریب آدمی ہے کہ غنیمت کہیں جاتی ہے یہ چارہ تم کا مانو  
 کہ تم نے اس کو پھر سوچا اور دیکھا ہی غراٹے لیتے رہے وہ بھی سچا ہے راستہ  
 میں اس کو پھر سوچا اور دیکھا ہی غراٹے لیتے رہے یہ ایک اور دیکھا ہے

نہ رہا گیا: اس نے نکال خنجر اس غریب کا کام تمام کر دیا کہ اب تو خزانہ نہ ملے  
 گھر صبح ہوئی لوگ نماز کو آئے تو مسجد میں خون ہی خون دیکھا پوچھا خان اس مسافر  
 کو کس نے مارا تو آپ بے تکلف فرماتے ہیں کہ ہم نے مارا یہ ہمارے مراقبہ میں خل  
 ڈالنا تھا، سبحان اللہ! آپ کہ مراقبہ نہ جائے چاہتے کسی کی جان جاتی رہے!  
 کسی کی جان گئی آپ کی ادا پھر می! یہ تو وہی مثل ہوئی کہ گمہ گبار میں اور گمہ  
 پر سبزہ آبل تو کر دیں مگر مراقبہ نہ چھوڑنے پاسے! استغفر اللہ العظیم!

یہ سب باتیں جہالت سے پیدا ہوتی ہے لوگ بوجہ جہالت کے بھی نہیں  
 سمجھتے کہ شرعاً کون سا کام ضروری ہے اور کون سا غیر ضروری ہے اسی لئے کہ  
 کی ضرورت ہے یا کم از کم غماز کی صحبت ہی ہو: تو ایسی غلطیاں بھر نہیں پیش  
 آتیں انفرمن میں قسم کے افعال ہیں: ایک وہ جن میں دنیا کا یا دین کا نفع ہو  
 یہ تو ضروری ہیں: دوسرے وہ جن میں دنیا کا یا دین میں ضرر ہو ان کا ترک ضروری  
 ہے تیسرے وہ جن میں نہ دنیا کا دین کا نفع ہے نہ ترک میں ان دونوں کا ضرر  
 ہے یہ قسم لایینی ہے حدیث میں حسن اسلام المرء من لم یحذر من اسی قسم  
 کے افعال کو چھوڑنے کی ترغیب دی گئی ہے: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 ایسے افعال سے منع فرماتے ہیں مگر اس کی طرف کسی کو بھی التماس نہیں ہے  
 خیر صیبت کے ساتھ اقیام کی شکایت کرتا ہوں کیوں کہ ہم حبیبوں کے تربیت  
 سے گناہ میں ہم لوگ جب گناہوں میں مبتلا ہیں تو لایینی امور میں مبتلا ہیں پھر  
 عجیب نہیں ہم تو کہیں غیبت کرتے رہتے ہیں کہیں بدگواہی میں مبتلا ہیں ترقی  
 سے ہرگز ایک گناہوں میں غرق ہیں پھر ہم لایینی امور میں مبتلا ہیں اگر مبتلا ہوں تو  
 کچھ تعجب نہیں مگر افسوس اقیام پر جہت جو تمام گناہوں سے بچنے کا اہتمام کرتے  
 ہیں مگر لایینی امور سے بچنے کا ذرا فکر نہیں کرتے پس حضرت شیخ رحمہ اللہ



سے بیٹھتا ہے تاکہ وہ اپنے واسطے یہ سمجھتے رہیں کہ ان کا دل مشغول بحق ہے : مگر  
 یہ تو کسی نفسی دل کی بھی جو رہی ہے : صاحبِ افضول باتوں سے قلب میں وہ  
 نسبت پیدا ہوتی ہے جس سے ذکر و اذکار کا سارا اثر و دل جاتا ہے مگر اس کا  
 بزرگ ہر شخص کو نہیں جو مکتا : جس کا دل نورانی ہو اسے اس غرر کا ادراک  
 ہوتا ہے نہ کہ اسے تو ہے پر اگر تھوڑی سی بیابانی اور گنگ جاسے تو اس پر کیا اثر  
 ہوگا جو کتنا جہاں شغاف آئینہ کو دیکھو کہ اس پر نورانی بھاپ سے بھی میرا  
 بہت جاتا ہے : در فوراً فرق محسوس ہوتا ہے : چنانچہ جن لوگوں کے قلوب شغاف  
 میں اس کے ایسے واقعات منقول ہیں ایک ذرا سی بھی فضول بات سے کسی  
 تشریف لے جاتے ہیں ایک بزرگ کی حکایت ہے کہ وہ اپنے ایک دوست کے  
 در پر گیا کہ باکرہ آواز دی اندر سے جواب دیا کہ گھر میں نہیں ہیں : آپ نے پوچھا  
 کہ کہاں گئے ہیں : جواب دیا معلوم نہیں کہاں گئے ہیں بس اس کے بعد ان کو  
 شائبہ ہوا کہ میں نے سوال فضول کیا کہ کہاں گئے ہیں ممکن ہے کہ وہ کسی  
 شخص کو کم کے لئے گئے ہوں جس کا تیار نام مباحثت کے خلاف ہو : تو میں نے نہ  
 شراؤ نہ او اپنے ایک مسلمان بھائی کا راز دریافت کیا بس اتنی بات پر وہ کسی  
 پر ہلکا ہو کر رہے کہ میں نے یہ سوال کیوں کیا کہ وہ کہاں ہیں اس سے اندازہ  
 ہو گیا کہ فضول بات کا اہل قلوب پر کتنا بڑا اثر ہوتا ہے ایک ڈاکٹر صاحب  
 حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں رہ کر چند دن ان واپس آئے تھے :  
 ان کے مرتبہ ایک سس کی فٹن گاڑی میرے بلاخانے کے لئے آئی یہی نے سوار  
 کیا : نہ کہ کیا کہ قریب چار گھنٹے ویسے ہی چار چار دن انہوں نے اصرار کہ  
 میرا یہ گاڑی میں پیر رکھنا تھا وہ نور مٹا مطلب ہو گیا : تو یہ امور جن کو ہم  
 کہتے ہیں صغائر شغاف قلوب سے پوچھو کہ ان سے کس قدر شغاف پیدا



و شکر سے دل بہارتے ہیں اسی طرح آج کل اختیار کے یہاں غور و فہم کی باتیں  
 اور بحثیں ہوتی ہیں لیکن تسبیح باتھ میں لے لی اور دنیا بھر کی باتیں سننا  
 اور دیکھنا کہ یہ تو ثابت کہ ذکر سے جو نور قلب حاصل ہوا تھا وہ زائل ہو گیا  
 اور تفسیر کے ذائل ہوئے ست طاہریت کا شوق کم اور ہمت میں لپٹی آجانی  
 ہمت و شوق و ہمت میں کمی آئی پھر گناہوں کا سلسلہ شروع ہو گیا ثابت کیونکہ  
 کلمہ پڑھنے کے لئے زود چیزوں کی ضرورت تھی ایک شوق و ہمت و اس سے  
 ہمت و شوق و ہمت شروع ہو کر پھر پھر پھر پھر پھر پھر پھر پھر پھر پھر پھر  
 ہمت و شوق و ہمت میں کمی آنا لازمی ہے پھر کچھ شخص کا گناہوں میں مبتلا  
 ہوا ہے اور یہ سب نہیں کہیں کہ اس کا وہ رک رہی نہیں رہی جس کے ذریعہ  
 کلمہ پڑھنے والے ہیں یہاں تک کہ اس کے لئے یعنی اور کا از کتاب کو شروع ہوتے  
 اور اس کے لئے کہ وہ یہ نہ رہے اب تو آپ کو اس کے ترک کا ضروری ہونا  
 ضروری ہے کہ اگر یہ نہ ہو تو آپ کو اس کے ترک کا ضروری ہونا

اگرچہ شکر و شکر بود و در عین

اگرچہ شکر و شکر بود و در عین  
 اگرچہ شکر و شکر بود و در عین  
 اگرچہ شکر و شکر بود و در عین  
 اگرچہ شکر و شکر بود و در عین  
 اگرچہ شکر و شکر بود و در عین  
 اگرچہ شکر و شکر بود و در عین  
 اگرچہ شکر و شکر بود و در عین  
 اگرچہ شکر و شکر بود و در عین

اگرچہ شکر و شکر بود و در عین  
 اگرچہ شکر و شکر بود و در عین  
 اگرچہ شکر و شکر بود و در عین  
 اگرچہ شکر و شکر بود و در عین

دل ز پر گفتن بیدور بدن  
 گر چہ گفتارش بود در بدن

پر گفتن کے معنی بہت بک بک کرنا اور در بدن سے مراد بھر کر یا گناہ

جسے یعنی چاہتے ہیں کلام کیسا ہی خوش نما بھر کر رہو مگر زیادہ کلام سے دل ضرور

مر جاتا ہے: صاحبو! آخر اس کی کیا تو وجہ ہے کہ ہم نماز بھی پڑھتے ہیں وضو بھی

کرتے ہیں مگر پھر دل میں ہمارے نور نہیں پیدا ہوتا: حالانکہ نماز کے انوار اس

قدر ہیں کہ شاید ہی کسی عبادت کے انوار اس قدر ہوں: اسی طرح وضو کے بارے

میں حدیث میں آیا ہے کہ وضو کے ہر قطرہ پانی کے ساتھ گناہ بھڑ جاتے ہیں: نیز

آپ نے صحابہ سے دریافت فرمایا کہ اگر کسی شخص کے گھر کے پاس نہر جاری ہو:

جس میں وہ پانچوں وقت غسل کرتا ہو تو کیا اس کے بدن پر کچھ بھی میل رہتا ہے؟

گناہ: صحابہ نے عرض کیا کہ کچھ بھی نہیں جعفر نے فرمایا کہ اسی طرح مسلمان جب

پانچوں وقت وضو کر کے نماز پڑھتا ہے تو وہ گناہوں سے ایسا ہی پاک ہو جاتا

ہے: پھر حیرت ہے کہ ہمارے دل میں نہ نماز سے نور پیدا ہوتا ہے نہ وضو سے

نہ اس کی وجہ کیا ہے تو خوب سمجھ لو: کہ نور تو پیدا ہوتا ہے مگر وہ دور دراز ہوتا

ہے کیوں کہ ہمارے قلوب پہلے ہی سے شفاف نہیں ہیں نماز اور وضو بھی ہماری

ہی معمولی طور پر ادا کرتے ہیں لیکن پھر بھی جس قدر نور پیدا ہوتا ہے وہ ہمارے

ان فصول اور لغو باتوں سے زائل ہو جاتا ہے حتیٰ کہ دوسری نماز کے وقت

کچھ بھی نور باقی نہیں رہتا: پھر دوسری نماز سے کچھ نور پیدا ہوا: وہ اس کے بعد

لغویات کا شکار ہو گیا: یہی قصہ روزانہ چلتا رہتا ہے جیسا کہ مولانا نے مثنوی میں ایک

قصہ لکھا ہے کہ ایک پتھر چوری کر کے گیا تھا: جب پتھر آہٹ ہوئی تو مالک نے

آنکھ کھل گئی: پہلے زمانہ میں دیا مسلمان تو کتنی نہیں جس سے نور چرائے: روشن ہو

جائے چھٹان سے کام لیا کرتے تھے: اس نے ایک سوکھی ٹکڑی پر چھٹائی تھی

پتوں کی تباہی وہ پور بھی قریب آ بیٹھا جب وہ چنگاری ستاری کی طسروح  
 چکی اور کڑی پر پڑی اس نے فوراً اپنا انگوٹھا اس جگہ رکھ دیا وہ گل ہو گئی !  
 ان سب وہ تارہ ہر تارہ اس جگہ انگوٹھا رکھ دیتا جس سے آگ بڑھنے نہ  
 پاتی۔ موندنا فرماتے ہیں !

بس تارہ آتش از آہن چکیدہ ( اس جگہ شعر یاد نہیں آئے )

موندنا فرماتے ہیں کہ نماز و وضو وغیرہ سے نور تو ضرور پیدا ہوتا ہے !  
 لیکن اس کا پتہ کیوں کہ خدا اور رسول کا فرمان کسچاہے مگر تار کی بغل میں پتہ ملے  
 راستہ چھل نور پیدا ہوا وہ نور انگوٹھا رکھ دیتا ہے جس سے نور بڑھنے نہیں  
 پاتا ! کہ جس قدر پیدا ہوتا ہے ساتھ کے ساتھ گل ہو جاتا ہے ! صاحب ! وہ چور کا  
 نور کیسی تار کی فصول اور لٹو باتیں ہیں جس سے طمانت کا نور سلب ہو جاتا ہے  
 اور تار کی طمانت میں نور ہی کہاں ! اس کی مثال تو پہلے ہی سے ایسی ہو  
 رہی ہے جیسے کوئی منہیار چڑیاں لئے جا رہا تھا ایک گاؤں کی دی سے اس میں  
 منہیار کا کچھ مار کر پوچھا کہ میاں اس میں کیا چیز ہے ان کھراڑوں کی عادت ہوتی  
 ہے کہ کھڑے ہو کر پوچھا کرتے ہیں منہیار نے کہا کہ ایک کسودا اور مار دو تو  
 پھر منہیں ! یعنی اس میں ایسی نازک چیز ہے دوسری مار میں شتم ہو  
 جائے گا ! یہ مثال تار سے نور کہ جسے کہ پس شب و دن کی ایک تریب گس جائے  
 اور منہیں نہ کہ اس پر انہی تریب پڑتی ہوں کہ ہم مذمت دن فصول باقیں  
 سے نور میں مار کر دوسری اس کو کر کے ہوں ! صاحب ! نور پڑتا ہے !  
 یہ تار کی تریب دوسری دوسری چار کر کے گس جائے ! اس سے نور  
 پڑتا ہے ! یہ تار کی تریب دوسری دوسری چار کر کے گس جائے ! اس سے نور  
 پڑتا ہے ! یہ تار کی تریب دوسری دوسری چار کر کے گس جائے ! اس سے نور

میں کہ ہم کو ذکر سے نفع نہیں ہوتا؛ دل میں نور نہیں آتا؛ اس کا جواب یہی ہے۔  
 کہ نور کہاں سے پیدا ہو؛ جب تک ایک گنہ ذکر کر سکے چار گنہ فتنوں کا بکارت  
 گنہ ہو؛ وہ جس قدر بھی پیدا ہوتا ہے تکم اس سے زیادہ فتنہ پیدا کر دیتا ہو  
 دیکھو سو من میں اس وقت پانی ہو سکتا ہے؛ جب کہ نیچے کی رٹ بند ہو کر  
 ڈاٹ کھلی ہوئی ہوگی؛ تو تم اوپر سے بھر دو گے اور نیچے سے وہ نکلتا رہے۔  
 خالی کہ خالی رہ گیا اور اگر اور سے پانی کے ساتھ جس و خاشاک بھی بھرے  
 رہو گے۔ تو وہ اٹ جائے گا؛ اور کچھ جمع ہو کر سڑا ہوا پیدا کر دے گا؛ پھر تین  
 دنوں میں پانی خشک ہو جائے گا اور اس کو ڈارہ جائے گا۔ بس تو یہ  
 ایسے بھی ہوتے ہیں کہ وہ زیادہ بک نہیں کرتے مگر ان کو ذکر سے اس سے  
 نفع نہیں ہوتا کہ ان میں کبر حب جاہ بکری ہوئی ہے۔ بہترین شے کی ایک جگہ  
 نے ان سے شکایت کی کہ ذکر سے نفع نہیں ہوتا شیخ نے اس کو چاروں طرف دیکھا  
 اس نے پھر شکایت کی آپ نے کیا اور تھک دیا جب بار بار شکایت کی تو  
 شیخ نے توجہ سے مریض کو یاد کیا؛ معلوم ہوا کہ آئینہ کمر بند ہے؛ اور جب اس  
 کے منہ کی تدبیر کی فرمایا کہ یہ انہر و ثوں کو کرانے میں آئینہ ہے؛ اپنی کمر بند  
 کر کے جاؤ (اس محلہ میں اس کے مقتدرین زیادہ تھے) اور لوگوں کو کہنا کہ اس  
 سر پر دو حلیں ماریں اور فی دھول ایک انہر و ٹ لے لیں، اس نے شکایت کر کے  
 میں آیا کہ وہاں شیخ نے فرمایا اسے غصہ یہ وہ کمر بند ہے کہ اگر فرمودہ مارا ہے  
 کہتا تو مومن ہو جاتا مگر اس وقت تو اس کے کہنے سے کہ فرمایا کیوں کہ اس نے  
 اللہ اکبر سے نہ کہا تھا کہ شرا کی بڑائی بیاں کرے؛ بلکہ اس نے اپنے بڑائی بیان کر کے  
 کے لئے اللہ اکبر کہا تھا؛ اور یہی سبب ہے کہ اس کے سر پر یہ شے بکری ہوئی  
 اور اس سے کہنا کہ اسے اور چھوڑو یہ شے فائدہ نہیں پہنچاؤ اور پھر اس سے کہنا کہ

جہاں ہے تو گویا بندہ اور بندہ سے کے درمیان صرف خود ہی حائل ہے! یہ خودی جاتی  
 رہے تو پھر کوئی حجاب نہیں نہ صرف شیرازی فرماتے ہیں! سے

میان عاشق و معشوق هیچ حائل نیست

تو خود و حجاب خودی حائل از میان بدست

حضرت یاریزید نے ایک مرتبہ حق تعالیٰ کو شراب میں دیکھا

موقف اچھا تھا، انہوں نے موقع کا سوال بھی کیا عرض کیا رب

دلتی حلال اقرب الصریح الیک یعنی مجھ کو ایسا راستہ بتاؤ جس سے جو آپ

کی طرف پہنچنے کے لئے سب سے زیادہ نزدیک ہو، وہاں سے ارشاد ہوا

یہ ایمان میں حق و فصلانہ و فعال! اسے یاریزید نے اپنے انس کو سپرد و وار

پیشہ کو منصب دیا ہے کہ خودی اور کبر کو زائل کر دو، پھر کوئی حجاب نہیں!

و حق بہت ہی مختصر اور قریب راستہ بیان فرمایا اور حق تعالیٰ سے زیادہ اس بات

کو غور کرنا سکتا ہے تو یہ کبر و ہوا ہے، جس کی وجہ سے سارا ذکر و شغل بے کار

تو یہ راستہ حضرت مولانا شوکانی فرماتے ہیں کہ ایک بزرگ کے مرید کو فوری

تذکرہ فرماتے، کشتی کے بہتے میں تیرا ہر کس مگر سبب ہے، رہا بہت ہو گیا

تو ایک دن، انہوں نے اس کو کہا کہ چپ چاپ کہانی تم پر ذکر و شغل کرتے ہو اس

پر توجہ نہ کیجئے! کہ میری نیت یہ ہے کہ حق تعالیٰ میری اصلاح

کریں تو میں دوسروں کی اصلاح کروں، مگر حق کو منفع پہنچاؤں فرمایا کہ اب پھر

میں نہ کروں، تم پہنچے ہو، بڑے بڑے کی فکر میں ہو، اس لئے منفع نہیں ہوتا اس خیال

کو زائل کرنا اور مخلصی کے منفع کو پہنچانے میں دال و دال و دال کی نیت

تو یہ تذکرہ خیال سے دل سے لڑے کہ در پہنچاؤں، کہ اس حجاب سے کشتی بڑھے

تو اس کے چلنے سے مٹ جائے، تو یہ خوب بات ہے، نہ یہ سبب یہ مستعد ہو کر

مرد و بہتہ، در مذکر و مذکر کر کے کہ جس نے حق سے پہنچنے کے خواب دیکھے



گتے میں ایسی مثال ہے جیسے لڑکا بلوغ سے پہلے ہی باپ بنا چاہتا ہے تو بچہ  
 اس کے کہ اپنی صحت کو خراب کر لے گا اور کچھ منفع نہ ہو گا یا نہ

نئے بچہ کو بوش کہ صاحب بچہ شوی

در کتب تحقیق پیش آید عیش

ہاں اسے پسند بوش کہ دوی پد شوی

اب تو آپ کو معلوم ہوا کہ یہ کبھی کسی مفسر سے نہیں ملے گا لیکن اپنے ان امراض کی

اطلاع تو شیخ کو کرتے نہیں ان کو تو بلی کی گوشت کی طرح چھپاتے ہیں کیوں کہ

دور سے ہیں کہ ان کا علاج کیا جائے گا اور وہ علاج ہم کو ناگوار ہو گا جیسے حضرت

نیل نے اس مرید کا علاج کیا تھا کہ فی دہول ایک اخروٹ بانٹ دیا اور دہولیں

کھاتے جانے پھر شیخ کی شکایت یہ کرتے ہیں کہ ہم کو اتنے دلی مصرتہ کھاتے

گتے ہیں، منفع ہی نہیں ہوتا، کچھ تو جبر ہی نہیں فرماتے وہ تو یہ کیا نک کہ یہ جبر

یکم یہ متعفن مادہ مہل کے ذریعہ سے نہ نکال جائے اس وقت تک کہ تو یہ بھی منفع

نہیں دے سکتی، البتہ کہتے ہیں کہ جب مزاج پر کسی شلخ کا غلبہ ہوتا ہے، تو

دودھ مزاج ہو جائے کہ یہ الیحد غذا ہے بلکہ غلظت اس کی طرف مستعد ہوتا ہے

ہے، دودھ کا منفع جب ہی ہوتا ہے، جب کہ مزاج کو تنقیہ کر کے، مستعد ہوتا ہے

کر لیا جائے، اسی طرح تو یہ کہ منفع رزاق کے تنقیہ کے بعد ہوتا ہے، نہ کہ

کے واندانہ اپنے سے من رگت ہیں کہ نہ اپنے پیر کی ایک توجہ سے کہ یہاں

گتے، دودھ ان رزاق سے پہلے ہی پاک ہو چکے ہیں، شلخ اور کائنات میں

وہ اس کی نگاہ کی دیر نہیں، تو سب وہ سہا کی سب سے، اس کا رونا تھا کہ

شیخ کہ ہم ہیں کیا، نگاہ کی سب سے، ہزار ہا سالوں سے، کہ ہم

نہیں دیکھ رہے ہیں، کہ ہم سے سب سے، ہزار ہا سالوں سے، کہ ہم

گتے، دودھ ان رزاق سے پہلے ہی پاک ہو چکے ہیں، شلخ اور کائنات میں



میں بیٹے اموال لایعنی ہوتے ہیں؛ سب کو ترک کرنا چاہیئے؛ پس لایعنی کی تفسیر  
 ہو میں۔ اتوں؛ انفال؛ اموال فضول باقی تو یہ ہیں کہ مجلس جہاں کہ بیٹہ گئے اور ادا ہو  
 کے قصے کہنے شروع کر دیئے؛ ایک کہتا ہے کہ مٹھرا میں پٹیرے اچھے ہوتے ہیں؛  
 دوسرا کہتا ہے کہ نہیں اناؤں میں اچھے پٹیرے ہوتے ہیں پھر ان فضول باتوں میں کوئی  
 نفع بھی نہیں ہے۔ سوائے وقت ضائع کرنے کے اناؤں کے پٹروں پر بیٹے ایک تھوڑے  
 منسی کا یاد آیا کہ دو شخص بکھنوسے کا پور جانے کو ریل میں سوار ہوئے رات میں اناؤں  
 میں بیٹھ کر وہ کہنے لگے یہاں کے پٹیرے بہت مشہور ہیں ایک سیرا شخص بھی وہاں  
 بیٹھا تھا؛ وہ بولا جی ہاں مشہور تو بہت ہیں مگر اب پہلے جیسے نہیں رہتا میں نے پٹیرے  
 خریدے ہیں ان کو چمکے بیٹھے پٹیرے خریدنے کا قصد کیئے گا پھر دو پٹیرے خریدنے کے  
 پیش کر دیتے اس پر ان دونوں میں سے ایک صاحب نے پٹیرے کے لئے ایک پٹیرے  
 اٹھایا۔ اس شخص کو بہت ناگوار ہوا؛ اس نے دوسرا پٹیرا دوسرے رفیق کے سامنے پیش  
 کر دیا کہ اس کو آپ بیکہ لیئے وہ کہتے تھے کہ اس بات سے مجھے ندامت ہوئی کہ سر پہ  
 کو نہ اٹھاتا پھر وہ پٹیرے والا کا پورا اثر اٹھانے اس شخص کو سواہی کرنا کرنا دے  
 اور اس کو بھی اپنے ساتھ سو کر لیا کہ اسی طرح اس ندامت کا منہ دھندلے رہا۔  
 مگر پھر بھی اس سے بیعت ایسی شرماتی رہی کہ اپنی یہ ساری خواہشات کو کھینچ کر  
 لی جاتی تھی۔ بعض دفعہ مجلسوں میں پیادلوں کی قیوس بیان ہوتی ہیں کہ کہتا ہے  
 کہ دہرہ کے چاول اچھے ہوتے ہیں؛ ایک کہتا ہے کہ بلی بیعت کا دہرہ دوسرا  
 غرض کہ یہی فضولیات میں مجلسیں گرم رہتی ہیں؛ جن لوگوں کو فضول سنا کر  
 کام میں ہوتا ہے کہ ایسے سوالات کرتے ہیں جن کی شہر بہر بھی ضرور پیش نہ  
 سنا سچے ایک مولوی صاحب ریل میں سوار ہوئے تھے اسٹیشن پر وہ کسی کا نام پوچھا  
 چلے گئے پچھے کہ چٹا ہیں اسی ڈر می میں آگئے یہ لوگ آزادینہ بات کہتے ہیں







میں لوگ صرف جواب کو قتل کر دیتے ہیں پتہ سوال کو پورا نکل نہیں کرتے کہ نہ سوال  
 کس طرح کیا تھا ایک مرتبہ میں رامپور گیا تو وہاں ایک صاحب نے مجھ سے سوال کیا  
 کیا رہو میں کرنا کیا ہے میں سمجھ گیا کہ اس کا مقصد میرے مسک پر عمل کرنا نہیں جتنا کہ  
 فتنہ مجھے بدنام کرنا ہے کہ یہ وہابی ہے اس لیے میں نے اس سے یہ سوال کیا کہ تم  
 کے واسطے پوچھتے ہو یا اثران کے واسطے اگر عمل کے واسطے پوچھتے ہو تو تم کو شہر کے  
 علماء سے پوچھنا چاہیے جن کی دین داری اور فقوے کا فہم کو بھر بہت ہے اور تم  
 نہیں ہو صرف آج ہی آپ کی میرے خانات مولیٰ ہے ایک دن میں فہم کو میری  
 دیانت اور فتوے کا تجربہ نہیں ہو سکتا میرے ساتھ کہ درویش رہو گے جس پر کثرت  
 سے راقف ہو گے اور اگر امتحان کے واسطے پوچھتے ہو تو فہم کو میرا امتحان یہ ہے کہ کوئی  
 حق نہیں ہے :

**منہ مہ** | جن لوگوں نے مجھ کو پڑھنا یا جت وہ مہ ماہی کشش ہی نہ  
**منہ مہ** | امتحانات میرے ساتھ ہیں آپ سے میں سنا کہ پوچھنا نہیں :  
 پڑھنا چاہتا ہوں : اس لئے یہ کہ میرے امتحان کا کیا تھا تو ہے یہ اس کے جواب پر  
 وہ پتا نہ منہ کے کہ وہ گویا وہ یہ چاہتے تھے کہ میں ان کے سامنے اپنا مسک بیاں کر دوں  
 پھر شہر میں اور وہاں کے علماء میں غنائرو ہو جو میں ایسا لوگ نہیں پاتا جس کا فہم  
 کا شوق ہو جائے : وہ جہاں جاتے ہیں منہ مہ کے لئے تیار ہو جاتے ہیں جس کا تجربہ یہ ہوتا ہے  
 کہ منہ مہ کے بعد بھی لوگ تو اسی حال پر رہتے ہیں : جس پر پتہ ہے کہ وہ  
 دقت بھی طرح بہاد ہو جائے آج کل مناظروں میں اظہار حق کا مشرب ہوتا ہے جس  
 بار اور بہتہ منظم ہوتی ہے : چنانچہ ہر فریق سے کشش میں ہوتا ہے کہ بہتہ  
 ہو سکے دوسرے کی ہر بات کو توڑا جائے : پتا ہے میں کے نہ ہے ایک روایت ہے  
 نکل جائے : مگر یہ اس کو بھی رد کرنا چاہیے : ایک مرتبہ رامپور میں وہاں نے



تو دیا میوں سے اہل حق کا مناظرہ کرایا تھا جب میں وہاں سے لوٹا تو لوگوں نے مجھ سے  
 مناظرہ کا حال پوچھا میں نے کہا کہ امیروں کو بازیوں کا شوق ہوتا ہے آج مرغ بازی  
 بہت ہو رہی ہے۔ کل تیر بازی پر سوں بڑی بازی نواب صاحب کو مولوی بازی کا شوق  
 ہے۔ آج انہوں نے مناظرہ کرایا کہ دو مولوی آپس میں کھڑے ہو رہے تھے نواب  
 صاحب کے لاشعرا باتنا پس یہ ماحصل تھا، مناظرہ کا سودا فنی آج کل کے مناظروں  
 تو ہیں حال سے بچپن میں مجھے بھی اس کا شوق تھا مگر جتنا لیسے شوق تھا اب  
 تب سے بڑھتا رہا ہے۔ آج کل مناظرہ میں تو میں میں اور بہتیاں بہت ہوتی ہیں جس سے  
 دلچسپی ہے۔ مقابلہ کر سچ دینے کے کچھ مقصود نہیں ہوتا بات بات میں رسالہ بازی  
 ہوتی ہے جس میں غلڑ تحریر ایسا اختیار کیا جاتا ہے جس سے مد مقابل کی شوب تحقیر و  
 زیادہ دیکھی جائے آج کل مناظرہ سے فدا اور عداوت بہت بڑھ جاتی ہے۔ پناہجہ  
 بہت ہے۔ ایک رسالہ کسی کے جواب میں لکھا ہے مصنف رسالہ کے پیر کا نام  
 لکھ کر دیا تو مجیب نے اس کے پیر کے ادب پر بہت سی طعنے دیے یہ شعر کاویا ہے  
 یہ ہیں اگر پر داسٹے  
 تو مجھ تک نہ پہاں بڑا سٹے  
 جس نے ہمارے حق میں اس بہت سی کو کیا ڈل تھا کہ جس نہیں بخش فتنوں وقت فتنائے  
 فتنہ یہ ہیں سے شمع کم اور نقصان زیادہ ہوتا ہے۔ اسی لئے آج کل کے مناظرے  
 زیادہ سے زیادہ ایک مابین میں داخل ہیں۔ البتہ اگر کسی مسالوں کا دین بڑا ہو  
 اسے شمشیر ہر زمان کی ایمان کی حفاظت کے لئے مناظرہ کی ضرورت ہو۔ وہ موقع  
 کیسے شوقیہ ہے۔ مگر ایسے مناظرے تو ہیں ایک دو ہوتے ہیں اکثر تو بعض شوقیہ ہوتے  
 ہیں۔ (یعنی) علم ابو حنیفہ نے اپنے صاحبزادہ کو کو حنیف نرالی تھی کہ علم کا نام نہ لے  
 نہ لے۔ منہ بڑا دانا انہوں نے کہا کہ آپ مجھ کو اس سے منع فرماتے ہیں! مگر میں نے آپ  
 سے منع نہ کیا کرتے دیکھا ہے فرمایا کہ اب زمانہ بدل گیا ہے تب ہم مناظرہ کرتے تھے،  
 آج یہ بہت شوقیہ کہ دوسروں کی زبان سے حق کی بات نہ کہے اور ہم اس کو کم کر لیں۔





ہیں اور اس کے بہت سے سوالات ہر خط میں ہوتے تھے : وہ یہاں سے بعضی باتوں کا جواب دے دیتے اور بعضی باتوں کا جواب نہ دیتے تھے گئے خط میں دوسری پر مؤاخذہ کرتے کہ تم نے میری بہت سی باتوں کا جواب نہیں دیا : اس کی کیا وجہ ہے : جب وہ دیکھ چکا تھا کہ آگیا تو اس نے بھی ایک خط میں سراسر سوالات اسی قسم کے لکھے اس پر ان کا خط آیا کہ تم بڑے بڑے ہودہ آدمی ہو : فتنہ سوزات کرتے ہو : اس نے کچھ حنفی ایسے ہی سوالات آپ کے ہوتے ہیں جن سے ہر ایک ہر اکرتا تھا میں نے آپ کو دیکھا ہے کہ مشغول باتوں سے کسی تکلیف برداری ہے : تب ان کی وہ عادت بدی : سودا فنی ایسے لوگوں کا لیا ہی طرح ہونا چاہیئے : تب کوئی تم سے ایک فتنہ سوز سوال کرے تم اس سے دو سوال ویسے ہی کرو :

**عربی کا احترام** | جیسے تو اس سے بھی تکلیف ہوتی ہے کہ لوگ خط میں کہتے ہیں کہ فلاں فلاں کو سلام پہنچا دیجئے : یہاں شراہ جنواہ اپنے ایک دو پیسہ کی کفایت کے لئے دوسرے آدمی کو سلام پہنچانے کے لئے مزدور بننا یا کوئی سی آدمیت ہے : اور شیر جہاں نے کتنی ہودہاں تو زیادہ مرند کتے نہیں دیکھے کہ اپنا مربی بنایا جائے اس سے اپنا کام اس قسم کا لینا دینا ہی بہت مستوفیہ ہے : تصریح کی ہے : کہ شیخ کے خط میں کسی کو سلام نہ لکھنا چاہیئے : اسی طرح ایک مرتبہ جب بیمار کا زور ہوا تو لوگ خط میں مجھ سے تھانہ بھوان کی حالت دریافت کرتے تھے کہ وہاں بیماروں کا کیا حال ہے : اس کے جواب میں یہ شعر کہہ دیا کرتا تھا :  
ما قمتہ سکنہ و دارا شواندہ لہ  
یہ ما بجز حکایت ہر دو دن پھر

اور واقعی مجھے بیماروں کی حالت معلوم بھی نہیں ہوتی تھی نہ میں کسی کی تحقیق کرتا ہوں کہ آج کتنی موتیں ہوئیں : بلکہ میں لوگوں کو بتا رہی ہوں کہ موتا ہے کہ اموات کی شمار معلوم کرتے پھرتے ہیں اور ہنسوں میں بجا کئے خود اپنی حکایت کرتا

کے یہی تذکرہ ہوتا ہے کہ آج اتنی موتیں ہوئیں کل اتنی موتیں ہوئیں نہیں یہ بھی ایک  
یعنی مشغولیت ایسے وقت میں انسان کو غلامات میں مشغول ہونا چاہیے اور اپنے اعمال  
کی اصلاح کرنی چاہیے نہ کہ دنیا بھر کے قصے لے بیٹھیں اور بیماری کے تذکرہ کو مشغول  
بنالیں، اسی طرح بعض لوگ شہودہ میں خوابیں بہت کھاتے ہیں اور ان کی تعبیر ریاضت  
کرتے ہیں، میں اس کے جواب میں اکثر یہ شعر کہہ دیتا ہوں:

ز شہد نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم      چون نام آفتاب ہمہ ز آفتاب گویم  
در پیش کہ دیتا ہوں کہ بیماری کا حال نکلو اس کا جواب دوں گا خوابوں سے  
کیا ہوتا ہے! ہاں اس کا مفاد لکھ نہیں کہ خط میں چند احوال بیماری کے لکھے جائیں اپنی  
بیماری کی اصلاح دریافت کی جائے اور اگر کوئی عجیب خواب ہوا تو اس کا تذکرہ  
بھی کر دیا، باقی سارے خط کا یہی معاملہ ہونا کہ میں نے یہ خواب دیکھا ہے! وہ خواب  
دیکھتے یہ لکھ کر اپنی نہیں، اسی لئے میں خوابوں کی تعبیر بہت کم دیا کرتا ہوں، یہ  
دوسرا باتوں کا بیان ہوتا، لایسی اعمال کی تفصیل یہ ہے کہ بعض لوگ بل و سہ فصول  
کاموں میں مشغول ہوتے ہیں مثلاً ناول دیکھنا چپوٹے موٹے قصوں کا مطالعہ کہنا اس  
سے بڑا بڑا وقت ضائع ہوتا ہے اس میں نہ کچھ دنیا کا نفع ہے نہ دین کا اس لئے  
کہتے ہیں وہ دیکھنی چاہیں سو دنیا یا دین کے لئے نافع ہوں!

بعض لوگوں کو اپنی اصلاح کا اہتمام ہوتا ہے دوسروں  
ابھی ہم اصلاح کے کاموں میں لئے رہتے ہیں کسی نے جو نرائش کر دی، اس  
پر کر سہ میں شہر رہتے ہیں، سو یاد رکھو کہ خدمت غلامی اگرچہ بہت اپنی چیز ہے  
مگر بہتر کچھ ایک درجہ ہے سب سے مقدم انسان کے لئے اپنی اصلاح ہے اچھے کام  
مستعد وقت بیکہ اس میں غلامی کی خدمت کا مفاد لکھ نہیں مگر اپنی حالت کی سیر نہ  
بیتا در دوسرے کے کاموں میں سارا وقت گزرا دینا یہ خدمت کا مفاد ہے اس

لے الاھم فالھم پر عمل کرنا چاہیے! بعض لوگوں کی یہ عادت کہ جہاں کوئی ان  
 سے ملنے آگیا، پس اس کو لے بیٹھتے ہیں اس کی خاطر مہارت میں اپنے ضروری کاموں  
 کا عرج کر دیتے ہیں ایسے لوگ ہمیشہ بے انتظام رہتے ہیں ان کا کوئی معمول یا بندوبست  
 سے ادا نہیں ہوتا، خاطر مہارت کے لئے دس پندرہ منٹ کافی ہیں اس کے بعد اپنے  
 کاموں میں لگ جانا چاہیے اگر انسان میں انتظام کا سلیقہ ہو تو اس کو یہ باتیں خود  
 بخود محسوس ہونے لگتی ہیں کہ کون سا کام مقدم ہے کونسا مؤخر ہے کس کی زیادہ ضرورت  
 کس کی نہیں اس لئے اپنے افعال کی نگہداشت لازمی ہے اس پر عمل کرنے سے ہر  
 معمولات بخوبی ادا ہوتے رہیں گے، دوسری بات یہ ضرورت ہے کہ بعض لوگ ضرورت  
 سے زیادہ مال حاصل کرنے کی فکر میں رہتے ہیں، مثلاً ایک ذریعہ معاش تجارت  
 کا اس زور دے دیتے ہیں کہ گزر خاصی طرح ہو رہا ہے، مگر زیادہ مال کی فکر میں  
 بے اس لئے بڑے پیمانے کا بارخانہ باری کرنا پڑتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ساری  
 عمر تحصیل مال ہی میں گشت و گیاہی ہے، شراکی طرز میں ہونے کی توفیق نہیں ہوتی  
 پھر غیب یہ کہ بڑا بارخانہ اگر فاقہ قائم ہے کہ لگاتار اس کو بھی سپرد مال ہو جاتا  
 نہیں بعض لوگ بارخانہ قرض لے کر بارخانہ کھولتے ہیں، مگر یہ ساری فائدہ نہیں  
 اور پریشانیوں پیش آتی ہیں، بارخانہ اندازہ نہ ہو کہ کتنی بارخانہ ضرورت ہے  
 لینے کی بھی شرط ہے، بارخانہ کی بہت سی باتیں لگیں کر دو مشران کی بارخانہ  
 رکھنے کا شوق ہو کر آج کے دن بارخانہ رکھنے کی بات کر رہے ہیں، بارخانہ رکھنے  
 امانت ضائع ہو جاتی ہے، اس شخص کو سب پریشانی ہوتی ہے، بارخانہ رکھنے  
 تو طبیعت نہیں ہوتی دوسرے شخص سے بارخانہ ہوتی ہے، بارخانہ رکھنے  
 اپنے دل پر گراں ہوتی ہے، انہی رقم گیری کے ذریعہ شرح ہو رہی ہے اس کے سوا  
 شخص کو دوسروں کی باتیں نہ کر چاہئیں، ہاں اگر کوئی بارخانہ رکھ رہا ہو تو





بلا پرواہ کرے، جانتی ہیں شوہر کما دے گناہ اور دس گناہ ہم کیوں نہ کر کریں :  
 پس ان کی تو اپنی فرمائش پوری ہونی چاہیے، شوہر کے ذمہ چاہیے کہ گناہ ہی ہو جائے  
 کپڑوں کی جمع کرنے کی بھر رہی ہو تو ہے کہ عند وقت بھرنا ہو اسے، مگر کیا ممکن ہے  
 کہ ہزاروں کے گھر کے سامنے سے خالی گزر جائے، غرض عورتوں کے تو یہ افعال  
 و اموال تو سرسرا لیتی ہیں، ان کی فہرست گناہ تو گویا محول ہے، یہ تو بد و ریح  
 و اریغ شدیدہ کجا کجا، شیریں معشوقان تو ظاہر تھا جس کو ہر شخص سمجھ سکتا ہے :  
 اب میں ایک بات مختصر طور پر ایسی بیان کرنا چاہتا ہوں جو ذرا باریک بانست  
 جس کو بہت کم لوگ سمجھتے ہیں :

## تسارع

وہ یہ کہ بعض اوقات تسارع طریقی مریدین کو آجے، اور کما  
 دیتے ہیں جو ظاہر الٰہ یعنی معلوم ہوتے ہیں، جس سے ظاہر میں  
 کو شبہ ہوتا ہے کہ وہ اس حدیث کے خلاف کر رہے ہیں تو اس کی حقیقت سمجھنے  
 کی ضرورت ہے پھر اس کے ساتھ سبب کہ یہ کثرت تاکید کی جاتی ہے کہ تسارع کی حالت  
 کامل طور پر بجا لائیں، تو یہ مشکل اور نوی ہو جاتا ہے سو وہ سمجھنا چاہتے ہیں کہ  
 اس کا مطلب یہ نہیں کہ عند ثمریت بھی گروہ امر کرے، تو اس وقت کہ وہ  
 مطلب یہ ہے کہ جب وہ خلاف شرع نہ کرے، بلکہ ثمریت کے موافق حکم کرے  
 اس میں اس کی اطاعت بجا لادیں، لیکن بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ کثرت ثمریت  
 کے موافق امر کرتا ہے، مگر مرید اس کو کم نہیں سمجھتا، صرف شرع سمجھتا ہے کہ  
 اسے اسکا معیار یہ ہے کہ بیعت تو جس سے پہلے ہی اس کی حالت کا تجربہ کر لیا جائے  
 سبب تجربہ سے اس کا متعلق اور کامل دینا رہونا بہت ہو جائے، درحقیقت شرعاً  
 تسارع کی ہیں، وہ سبب اس کے اندر معلوم ہو جائیں، اس کے بعد بیعت ہو جائے  
 جس کے بعد میں یہ پیش نہ کریں کیوں کہ میں کامل مرید ثمریت کے خلاف

نہیں کر سکتا: اور مختلف شریع امر کرے: وہ شیخ کامل نہ ہو گا: البتہ اگر اکسوں کا  
 موافق شریع ہو، سمجھیں نہ آوے تو ادب کے ساتھ شیخ سے تحقیق کر لینا  
 ضروری ہے اگر وہ نہ سمجھا سکے تو ادب کے ساتھ ماذر کر دے مگر گستاخی و سرتابی  
 نہ کرے بلکہ اگر بھرت ایسا ہونے لگے تو چھوڑ دینا چاہیے کہ وہ کامل نہیں ہے۔ لطف  
 کے ساتھ اس کو چھوڑ دینا چاہیے: اس تہیہ کے بعد یہ سمجھئے کہ بعض دفعہ شیخ کامل  
 بعض مریدوں کو کسی ایسا وقت غیر واجبہ سے روک دیتا ہے: مثلاً حکم دے دیا  
 کہ تمام نوافل اور ذکر اذکار یک لخت موقوف کر دو: یہاں تک کہ اگر ترک لایعنی ہے  
 اور بعض دفعہ بعض بہانوں میں شیعوں کو روکے گا حکم دیتا ہے کہ شربہ کھو، پیو، منسو  
 بخور، کی سیر کرو، سفر بنائع کے لئے سفر کرو۔ یہاں تک کہ یہ امور لایعنی  
 ہوتے ہیں تو اس سے کم امور کو غلطی پیش کی جاتی ہے کہ یہ عجیب خاص ہے جو لایعنی  
 ہونے کا کلمہ دیتا ہے اور لایعنی یعنی تہیہ کا ہوں سے منہ کرنا ہے سو شرب سمجھ  
 کر اس میں کشتن کی نستی نہیں: بلکہ تمہارے لئے کہ تمہور ہے اس کا راز یہ ہے کہ  
 اس سے جو لایعنی ہے اس میں مریدان کے حق میں لایعنی نہیں ہے بلکہ کسی  
 نہ کہ وہ ہے غیر ضروری ہے اس سے وہ اس کو ان تمام بہانوں سے منع  
 کر دیتا ہے مثلاً شیخ دیکھتا ہے کہ اس مرید کو زیادہ نوافل اور ذکر و شغل کرنے  
 سے تہیہ پیدا ہو گیا ہے: یہ اپنے کو بہا صاحب کمال سمجھنے لگا ہے اس لئے وہ اس کو  
 ذکر و شغل سے منع کر دیتا ہے: تہیہ مریدان کو کسی حد سے روک  
 دیتا ہے: مثلاً اس میں بیوہ جو نہ پڑھے نہ سمجھے ہوتے ہیں: فرحت بھی اس  
 میں ہے: مثلاً مریدان کا وعدہ ضرور ہے: وہ اس کو ہضم نہیں کر سکتا پس تہیہ  
 دے دیتا ہے: دیکھ دیتی ہے اور کر دے دیتا ہے کہ اس کے لئے کڑوی دوا ہے  
 تہیہ دے دیتی ہے: اور ذکر اذکار اپنے پیچھے رکھ دیتی ہے: دیکھ کر فرحت



نہایت کی بات ہے

مشتوق دین جاست بیاید

استم زلفہ کب یاد کیا

ایہ جس پر فرخ ہداس کو چلا جانا چاہیے اور مشتاق سفر کے لئے دل کو یہ

مضمون سمجھائے :۔

یہ زرد گن لبہ شمت تاروں باشی

دل کے اک بکرہ فراب از شمت گدہ باشی

مشراب اولیٰ تیرم آنست کہ بیوں باشی

مشراب اولیٰ تیرم آنست کہ بیوں باشی

بانیہ جس پر فرخ ہداس کو چلا جانا چاہیے اور مشتاق سفر کے لئے دل کو یہ

ایہ جس پر فرخ ہداس کو چلا جانا چاہیے اور مشتاق سفر کے لئے دل کو یہ

ایہ جس پر فرخ ہداس کو چلا جانا چاہیے اور مشتاق سفر کے لئے دل کو یہ

ایہ جس پر فرخ ہداس کو چلا جانا چاہیے اور مشتاق سفر کے لئے دل کو یہ

ایہ جس پر فرخ ہداس کو چلا جانا چاہیے اور مشتاق سفر کے لئے دل کو یہ

ایہ جس پر فرخ ہداس کو چلا جانا چاہیے اور مشتاق سفر کے لئے دل کو یہ

ایہ جس پر فرخ ہداس کو چلا جانا چاہیے اور مشتاق سفر کے لئے دل کو یہ

ایہ جس پر فرخ ہداس کو چلا جانا چاہیے اور مشتاق سفر کے لئے دل کو یہ

ایہ جس پر فرخ ہداس کو چلا جانا چاہیے اور مشتاق سفر کے لئے دل کو یہ

ایہ جس پر فرخ ہداس کو چلا جانا چاہیے اور مشتاق سفر کے لئے دل کو یہ

ایہ جس پر فرخ ہداس کو چلا جانا چاہیے اور مشتاق سفر کے لئے دل کو یہ

ایہ جس پر فرخ ہداس کو چلا جانا چاہیے اور مشتاق سفر کے لئے دل کو یہ

ایہ جس پر فرخ ہداس کو چلا جانا چاہیے اور مشتاق سفر کے لئے دل کو یہ

ایہ جس پر فرخ ہداس کو چلا جانا چاہیے اور مشتاق سفر کے لئے دل کو یہ

طریق تسلیم و تقویٰ | اس طریق میں تسلیم و تقویٰ بہت ضروری ہے  
بدون اس کے کام نہیں چل سکتا بشرطیکہ شیخ

کوئی گناہ نہ کرے ہاں مباحات و مستحبات اس کی تلمذ میں ان میں وہ جس طرح  
چاہیے تصرف کرے اسے اختیار ہے اگر وہ کسی مستحب کام سے روک دے تو اس  
میں اس کی اطاعت لازم ہے کیوں کہ وہ تم کو ایک مستحب سے روک کر اس سے  
افضل اور ضروری کام میں لگائے گا اس راستہ میں نفس و شیطان کے مکر بہت  
دقیق ہوتے ہیں بعض دفعہ شیطان ایک مستحب کام کی رغبت دلاتا ہے مگر اس  
کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ اس میں مشغول ہو کر دوسرے اہم اور ضروری کام سے  
یہ رہ جائے کہ وہ کی رغبت تو ساکت کر دے اس لئے نہیں دلاتا کہ ہوتا ہے کہ گناہ کا  
وسوسہ ڈالتے ہیں یہ نورانی کام ہے کہ دوسرے شیطانی ہے اور مستحب کام کی  
رغبت کو شیطانی و وسوسہ برعکس نہیں سمجھ سکتا بلکہ ناواقف ہے اس کو اہم  
و گاہی سمجھتا ہے مگر شیخ کامل سمجھتا ہے کہ بعض دفعہ شیطان بھی مستحب  
کام کی رغبت دلا کر تا ہے نہ اس لئے کہ وہ مستحبات سے خوش ہے یا ہمارے  
کہ مستحبات میں مشغول ہونا اس کو پسند ہے بلکہ جس اس سے کہ یہ ادنیٰ مستحب  
ہے اس کو مشغول کر کے اٹنی اور اہم کام سے روک دے پھر پھر ایک بار ایک  
دعا کہ قلب پر شاخا ہو کہ وہ ان جگہ چاہے تو الہی ہوتا ہے وہاں چل کر خدا  
سے رستہ میں جان و نیا بہا ہے وہ جگہ چارہ اس وقت کہ خداوند تعالیٰ نے  
وہاں و جگہ ہرگز میں مشغول تھا کہ دوسرے ایک لکھنا و کار و عبادت میں پیر ہو  
اب اس شے کو شیطان و وسوسہ کوئی کہہ سکتا ہے کہ وہاں بہت اچھا ہے کہ  
مگر وہ شیخ پر کہہ سکتا ہے کہ وہاں بہت اچھا ہے کہ وہاں بہت اچھا ہے کہ  
اس شے پر کہہ سکتا ہے کہ وہاں بہت اچھا ہے کہ وہاں بہت اچھا ہے کہ

منہ کر دیا جائے، آخر الحاح و زاری کے بعد حقیقت منکشف ہوئی کہ یہ خطرہ  
 انسانی بہت تھارا نفس و مبادیات سے پریشان ہو گیا ہے اس لئے وہ تم کو جہاد  
 کی رستہ و اہمیت کہ اس میں ایک دم سے مخالف ہو جائے گا یہ روز کی مہیت  
 کو رستہ کی تو آپ نے نفس کی چال و نیکی وہ ان کو فرمن سے فرمن کنایہ میں مشغول  
 کر دیا ہے تاکہ ان کو یہ یاد کرنے والے اور بہت مسلمان ہو جو دیکھ ان کے دوسرے  
 فرمن میں نہ تھا اور اصلاح نفس فرمن عین بہتہ اور مکی منشار راحت طلبی تھی  
 وہ یہاں تک کہ پس پہاڑ میں جا کر ایک دم سے فیصلہ ہو جائے یہ روز روز کی شقت  
 اور پشیمان ہو جائے پس نفس و شیطان کے ان کو یاد کو کشمکش پہچان لیتا ہے  
 جس سے ان کو وہ مشیقات سے روک دیتا ہے جس سے اہل انہما ہر متوش  
 ہوتا ہے کہ ان کو وہ حقیقت کو نہیں سمجھتے میرے ایک دوست نے ذکر و  
 تشکر سے زیادہ کیا، دیکھ ان کو شہید بہتین داری ہوا انہوں نے مجھے اطلاع  
 کی کہ سب کا تم چور و دادرشوب کا دیکھ ہنسوا بوا و اسیر و آخر میں مشغول  
 ہو کر گھر جا کر سیر کر دیا نفسی دوسری جگہ کا سفر کر دیا اس علاج سے ان کو  
 بہتہ و شقت دیا کہ ذکر و شغل چھڑا کر اپنی گمراہی یا مگر باوجود حقیقت سمجھ  
 کر نہ تھوڑے فاصلے سے اس پر عمل کیا تاہم جو یہی وہاں میں لپیٹے قومی عامل ہو  
 کر رہے ہیں ان کو یاد دلا رہے ہیں کہ یہ بات تھی کہ کثرت مبادیات  
 سے ان کو یاد دلا رہے ہیں کہ یہ روز روز ان کے لئے ہے جہاں ان کو یاد دلا رہا  
 ہے کہ یہ بہتہ و شقت ان کو یاد دلا رہا ہے کہ یہ روز روز ان کے لئے ہے جہاں ان کو یاد دلا رہا  
 ہے کہ یہ بہتہ و شقت ان کو یاد دلا رہا ہے کہ یہ روز روز ان کے لئے ہے جہاں ان کو یاد دلا رہا  
 ہے کہ یہ بہتہ و شقت ان کو یاد دلا رہا ہے کہ یہ روز روز ان کے لئے ہے جہاں ان کو یاد دلا رہا  
 ہے کہ یہ بہتہ و شقت ان کو یاد دلا رہا ہے کہ یہ روز روز ان کے لئے ہے جہاں ان کو یاد دلا رہا

ناز پرستے پڑھتے فیند آئے تھے تو سوچا و پیرا دے کر کام کرنے لگو، دل میں  
 اللہ حتی قلو: ہمارے حضرت استاد رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کہ تے تے کا کہ سبق کا تکرار  
 ایسے وقت ختم کرنا چاہیے جب کہ کچھ شوق ختم ہو جائے مثلاً بارہ دفعہ کہنے کا  
 شوق ہو، تو دس بار ہی کہہ کر ختم کر دو: تاکہ آئندہ اس کے لئے شوق باقی رہے  
 اس سے اگلا کہ ختم نہ کرنا چاہیے اس سے آئندہ کو بہت ہار جاتی ہے اور  
 اس کی ایک عجیب مثال بیان فرمائی: گویا مشغول کو محسوس کر دیا فرمایا دیکھو  
 چلتی پھرتے ہوئے کچھ دور اس کے اور پریشا ہوا چپوڑ دیتے ہیں تاکہ اس  
 دورے پر آسانی سے پھر لوٹا آئے اور اگر کبھی غلطی سے، سارا دورا تر جاتا  
 ہے پھر وقت سے لڑتی ہے: غرض کسی طرح اور بہت تشریں ہیں: جن  
 میں شیخ مستجابات سے روک کر مباحثات میں مشغول کرتا ہے مگر وہ مباحثات ہی نہیں  
 ہیں اور مستجابات اس شخص کے لئے لائینی ہوئے ہیں باقی اس کے لئے قواعد ہیں یہ نہیں کہ  
 سبب چاہا جو چاہا ختم دے دیا تو اور ضرور میں مگر وہ پاس رہے واسطہ کو تباہ کر دینا  
 اور وہ ان بات کام لینے لگے:

تو وہم مہارت فن کے سبب وہی قسم ہوگا کہ ایک ایک سبب  
 تو وہم مہارت فن | اچھے مہارت اور وہ کو مہارت کے کہ ایک مرین کو دیکھنے کے لئے  
 دیکھ کر کہنے لگے کہ معلوم ہوتا ہے آج آپ نے ناری کمانی بہترین سے ناری کی  
 لوستے ہوئے صاحبزادہ سے دریافت کیا کہ آپ کو مہارت سے یہ بچوں کو پتہ چل گیا کہ اس نے  
 ناری کمانی سے جیکہ صاحب نے کہا کہ مہارت سے تو کچھ اتنا معلوم ہوا تھا کہ اس نے  
 کوئی سیر تالیف حضرت استاد کی کہ ہے: پھر جیسے پتہ کے بیٹ سے ناری کے پتہ  
 زبردستی تو میں سمجھ گیا کہ اس نے ناری کی کہ ہے: اب صاحبزادہ کو اس کے لئے  
 خوش ہوئے کہ آج بڑا مسئلہ معلوم ہوا کہ اب جیسے جیکہ صاحبزادہ سے ناری کے پتہ



دور ہو تو کسی مرخصی کے یہاں بلائے گئے آپ کو تو وہ مسدود رہی تھا بعض دیکھ کر  
 بیمار پائی کے نیچے نظر کی تو ایک نذرہ پڑا ہوا دیکھا کہنے لگے کہ آپ نے آج نذرہ  
 کیا یا ہے لوگ اس پر ہنسنے لگے بیمار نے کہا بھلا نذرہ بھی کوئی کھانے کی چیز ہے  
 یہ تو کیا تو آپ کہنے لگے کہ بعض سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے آج نذرہ  
 کیا یا ہے اس نے طرہوں سے کہا کہ اس جابل کو نکالو اس کی دم میں نذرہ کسی  
 طرح انار می آدمی کو اگر یہ نذرہ بلائے جائیں گے وہ بھی ایک نذرہ یاد کر کے سب  
 کو ایک ہی کٹھی سے اپنے گا باقی تحقیق نے اس کے لئے اصول و قواعد بیان کیے ہیں  
 درحقیق آج کو سچ کر استہال نہیں کرنا ہے اگرچہ ایسے لوگوں پر معلوم ہے طعن بھی بہت  
 کرتے ہیں مگر مشائخ پر طعن نہیں ہو سکتا وہ جو کچھ کرتے ہیں حقیقت سمجھ کر کرتے ہیں  
 اس لئے ان کے لئے کتاب ہے کہ جب ذکر سے طبیعت اکٹھا ہے تو اس ذکر پر توڑی ویر جتنا  
 بلانا ہے واجب ہے لوگوں نے اس مسئلہ کی وجہ سے مانہ پر بہت طعن کیا کہ دیکھو  
 جس نے اپنے کو واجب کر دیا مگر محقق کا کلام محقق ہوتا ہے اس کا راز یہ تھا کہ اصل  
 میں تو اصل واجب ہے درحقیق شائع کی خصوصیت سے عمل موقوف ہوتا ہے !  
 مسئلہ پر اختلاف ہوتا ہے اپنے لئے کہنے سے اور یہ مسئلہ ہے کہ متہ متہ واجب واجب  
 جس نے یہ بیان کیا اشکال رہا یہ مضمون بہت طویل ہے لیکن وقت تنگ ہو گیا ہے  
 مسئلہ میں بیان کو ختم کرنا چاہیے اور سب سے پیش کاغذ میں بیان کے دو بیانیہ کیوں  
 کہ جس کا بیان کر دینے سے متصور و محفوظ ہو جاتا ہے حاصل اس ارشاد نبوی کا  
 یہ ہے کہ محمول اور انویاقی اور کم چوڑ و و اور محمول سے ہے جس کے چوڑے  
 سے نہ دنیا نہ آخرت کا اور اس کے کرنے میں نہ دنیا کا نفع ہو نہ آخرت کا  
 اجر نہ کہ جس تنہائی تم کو عمل کی توفیق دیں ! آمین ! و علی اللہ فیہ تارکنا  
 فی ذلک و آملو و استعینوا

24

# رفع الموانع

رافع الموانع کی تفسیر کے متعلق یہ دو نظریات ہیں مسیحی و مسلمان دونوں میں،  
 اور یہ دونوں ہی ایک ہی جہت پر بالکل متفق ہیں کہ جو کچھ ان کی خواہش  
 پر عمل کیا جائے وہ سب قریب یا دور سے ہوتے ہیں، لیکن شریعت مطہرہ پر مشتمل  
 قرآن مجید کے احکامات اور روایات و تفسیرات سے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ



یہ میری کتاب کا ایک پروردگار ہے ہر چیز کے آئینے متحرک ہیں لیکن ان  
 سب میں ایک جہت باہر ہے جس کی وجہ سے تمام آئینے تبادلت کی گئیں  
 بیان میں اختصار ہو گا لیکن بوجہ ارتباط آیات و جہات بیان کے اس  
 مختصر میں تمام آیتوں کے متعلق بیان ہو جائے گا اب میں پہلے وہ عنوان عرض کروں  
 جو کہ آئینے مختصر شرح اور تفسیر کے ہیں تاکہ ان کو تمام بیان میں پیش نظر رکھا جا  
 سکے یہ ہیں: ۱۔ آیات قرآنیہ میں کیا ارتباط ہے لیکن یہ وقت اس  
 مختصر بحث کے لئے کافی نہیں ہے اس لئے اگر اس کو بیان کیا جاوے گا تو  
 مختصر بحث میں صرف ذکر ہو جائے گا اس لئے اصل مضمون کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔  
 ۲۔ ہر کوئی کے اندر جہت باہر ہر چیز کے لئے صرف ایک شے ہے اور  
 بالکل ایک شے ان آیتوں میں حوائج طریق کو بیان فرمایا ہے: یعنی جو چیزیں حق تعالیٰ  
 نے اپنے لئے رکھنے والی ہیں اور اللہ کی یاد ہے مخلقت میں دلالت والی ہیں یہ بیان  
 کرتا ہے کہ ہر شے صرف موانع کے بیان پر آگیا نہیں فرمایا بلکہ ساتھ ساتھ اسی

کا علاج بھی مذکور ہے اور یہ حق تعالیٰ کی عجیب قدرت ہے کہ جہاں کسی ضرورت کا وجود ہے وہاں اس کا دفع بھی موجود ہے اور اس حکمت کا ظہور تمام کائنات عالم پر ہوا ہے اور قرآن مجید میں تو خصوصیت کے ساتھ ہوا ہے کہ جہاں صراحت کا ذکر ہے وہاں درابھی ہے اور جس جگہ مباحی کا بیان ہے وہاں اس کا علاج بھی یہ ہے حاصل آج کے بیان کا :

خوشگوار اور ناگوار امور | اس کے بعد سمجھئے کہ وہ موانع جن کی بات میں اور ان کی بے شمار جزئیات میں پھر ان کی بات کے لئے دو کلی جامع ہیں اس طور سے یہ تمام مفہوم باہم متناسق اور منظم ہیں وہ موانع یا دوسرے تعدد و کثرت جزئیات کے صرف دو امر کلی کے اندر منقسم ہیں یعنی صرف دو موانع ہیں : اول صراحت یعنی وہ حالت کہ جس کا عذر من انسان کو ناگوار ہے دوسرے صراحت یعنی وہ کیفیت جس کا ظہور آدمی کو گوارا ہو لیکن یہ دونوں حالتیں مطلقاً مانع نہیں بلکہ قید و فراط کے ساتھ یعنی صراحت میں وہ حالت جو زیادہ ناگوار ہے اور صراحت چہتہ میں وہ حال جو زیادہ گوارا ہے ؛ تنبیہ اس اجمال کی یہ ہے کہ اول یہ سمجھنا چاہیے کہ وہ طریق جس کے موانع میں ہم کلیہ کہہ رہے ہیں اس سے مراد حق تعالیٰ تک پہنچنے کا راستہ ہے ؛ اور وہ کوئی محسوس شے نہیں ہے کہ کوئی ٹھیکہ یا سڑک جو بحکمہ حاصل اس کا مشغول مع اللہ ہے اور مشغول قلب کا فعل ہے جو کم و بیش ہر عرصہ میں حاصل ہے یہ تو حاصل ہوا طریق کا ؛ اب سمجھو کہ ہر شخص پر اکثر اوقات ان دو موانع یعنی صراحت یا صراحت میں سے ایک یا ایک حالت کا عذر من کی سبیل انتہا قی و استاذہ ضرور رہتا ہے بعض مرتبہ نوادنی درجہ ان حالتوں کا ہوتا ہے ؛ یعنی ناگوار کی درجہ خوشگوار کی کم درجہ کی ہوتی ہے کہ قلب کو اپنی اصلی حالت سے بے چارہ نہ بنیے کرتی اور بعض مرتبہ زیادہ ہو جاتی ہے کہ قلب کو اپنی طرف مشغول کریتی ہے اور





پرستی کو سبب قرب کا جانتے ہیں: چنانچہ ہم نے خود ان لوگوں کو دیکھا ہے کہ  
ایک ایک لڑکا ان کے ساتھ ہوتا ہے اور اس کے جوانہ کے لئے ایک بھرپور  
ہت دہ یہ ہے رایت ربی فی صورت شباب امرد: اول تو یہ ہر وقت ہی نہیں کسی کی  
گھڑت ہے اور اگر بالفرض ہو بھی تو تو جبہ اس کی یہ ہوگی: کہ مراد اس میں ایک  
تجلی مثالی ہے: ہر کہ خصوصاً مردی کے ساتھ نہیں ہے: بلکہ بزرگوں کو یہ قبلی  
مستطاف صورت اول میں ہوتی ہے اور حاصل اس کا عرف منظریت ہے: یعنی ان کو  
ان صورتوں میں حق تعالیٰ کے شمع قدرت وغیرہ صفات کا مشاہدہ ہوتا ہے اور بزرگ  
اس حدیث سے قطع نظر کہ کہیں کہ ہم امارد کو شہیت منظریت ہی کے دیکھتے  
میں کہ اس میں بعض صفات کا مشاہدہ ہوتا ہے: سو ایسے مشاہدہ تو جس طرح  
امرد میں ہے اسی طرح بزرگ میں بھی ہے: پیر کیا وجہ ہے کہ امرت پریش تو سبب  
قرب کا ہوتا ہے اور سو برس کا بوڑھا یا ایک ماہ کا بچہ نہ ہو: انظر اظ کی حکایت: شہید  
شیرازی نے لکھی ہے کہ چوہا جبار ہوتا ہے: ایک شہنشاہ کو دیکھا کہ پسینہ پسینہ بڑھتا  
ہو رہا ہے پوچھا کہ اس کا کیا حال ہے: وہ کہنے لگا کہ یہ ایک بزرگ ہے: اسی نے  
ایک حسین لڑکے کو دیکھا ہے: اس میں حق تعالیٰ کی قدرت کا مشاہدہ کر رہا ہے: نہ  
انظر اظ نے کہا کہ حق تعالیٰ نے صرف یہی لڑکا ہی اپنی قدرت کے اظہار کے لئے  
پیدا کیا ہے اور کوئی نہیں ایک دن کا بچہ بھی تو اسی کا پیدا کیا ہے: اس کو دیکھ  
کہ اس کا حال متغیر نہ ہوا: حق تعالیٰ کی منت منت دیکھنے کے اندر تو وہ اول بدیہ میں  
بلکہ طفل ایک روزہ کے اندر بوجہ زیادہ عجیب رنگ کے ساتھ ہوتا ہے: زیادہ ہے  
یہ تو ایک حکیم فیہانی کی حکایت ہے: اس کو سن کر تو شاید وہ لڑکے میں کہ اس کی بات  
کیا انتہا ہے: لیکن شیخ سعدی اس کی تفسیر لکھ کر لکھ رہا ہے: اب تو کوئی شک و  
شبہ کی گنجائش نہیں ہے: اس لئے کہ وہ تو سب کے نزدیک مسلم ہیں: مگر بزرگ

اور ششم بھی وہ فرماتے ہیں محقق یہاں بنید اندر الیٰ بذکرہ و شہر و دیار چین و بنگال یعنی  
 پرستش جس شہادت میں ہے وہ وٹ میں بھی وہی دیکھتا ہے؛ بلکہ اونٹ کے دیکھنے  
 میں تو ان میں سے ہے اور امرت کے دیکھنے میں نقشہ کا احتمال بھی غالب ہے؛ اسی واسطے  
 اونٹ کے دیکھنے کا سر بھی فرمایا ہے؛ اور ثنایہ ہے؛ اذلا میں طرہ و ن الی الابل کیف  
 حضرت یہ نہیں فرمایا اذلا میں طرہ و ن الی الامار و کیف تعلقاً

کے معنی کی تشریح | یہ سہیہ صوفیہ کنیا قریش سے بھی بڑھ گئے ہیں اس لئے کہ  
 انہوں نے قرآن شریف کی نسبت حضور سے یہ درخواست

تقریباً قرآن شریف سے زیادہ دلہ؛ یعنی اس قرآن کے سوا کوئی دوسرا قرآن جس میں  
 جملہ سہیہ بڑوں کی برائی نہ ہو ایسے یا اسی میں ترمیم کر دیکت جس کا جواب انہوں  
 نے یہ تھا کہ ایسا تو ان ابدالہ میں تلقار نفسی یعنی میرے اختیار میں نہیں ہے؛  
 کہ میرے گرد اپنی طرف سے بدل دوں جبکہ میں صرف تبدیل کی اس لئے اپنی فراموشی  
 کا شکر ہے کہ یہ تبدیلی کی کوئی بھی ہوگی و اس لئے کہ جب کہ ترمیم بھی اختیار میں نہیں  
 ہے تو یہ قرآن نہ تو بالکل اولیٰ منتہی ہو گیا؛ اور ان حضرات نے شہر دہی ایک قرآن  
 بنا دیا کہ قرآن الیٰ قرآن ہے نہیں؛ اذلا میں طرہ و ن الی الابل کیف حضرت یہ اپنے  
 حضرت سے کہہ رہے ہیں اذلا میں طرہ و ن الی الامار و کیف تعلقاً انہوں نے  
 کہ حضرت شریعت کی تو وہ انہوں نے تبدیل کر دیا کہ زیادہ پہ وہ قرآن مجید کا  
 حال ہے کہ قرآن میں قرآن قریب پہنچی کے نام کہ نہیں ہیں؛ اجماع کے ایک بار کے ہیں؛  
 قرآن کے ان کو اس کے جوئے کے طریقہ میں بہت سی ترمیم چھریا بھی تیار کیا  
 ہے جس سے یہ نہیں چھوڑا گیا کہ ان کے حکم شہاد کو گھبراہٹ ہے؛ چنانچہ ایک  
 دفعہ یہ شہادت کو ان کے نزدیک بہت شہادت تھا کہ وہ اس سے بہت زیادہ  
 کہ یہ قرآن میں شہاد میں شہاد کوئی بہت؛ شہاد میں شہاد کوئی بہت

کہ جو چاہو مل کر دیا میں نے تمہارے لئے مغفرت کہ دمی نیم تو خطرہ ایمان کا نہیں  
 ہے یہ اور صورت ہے علم کی خرابی ہے؛ حالانکہ خود اس حدیث کے اندر خود کہنے سے  
 جواب ظاہر ہے؛ چنانچہ شیخ اکبر فرماتے ہیں کہ لفظ مغفرت فرمانا خود دال ہے  
 گناہ ہونے پر اگر گناہ نہ ہو تو مغفرت ارشاد نہ ہوتا؛ ابھت یا احمیت ہونا؛ نرض  
 کلمات میں کوئی مرتبہ ایسا نہیں ہے کہ اس پر پہنچ کر اس حکم شرعی ممکن ہے؛ حالانکہ  
 ہو جاوے انھیں شریعت اور حقیقت ثانی نہیں ہے اس لئے یہ نہ ہو سکتا کہ  
 شریعت یا طاعت نہیں کیا؛ بہر حال تمام شریعت شرح ہے؛ اسی مثل ترجمہ ان کی  
 یہ تو بیان تھا لہذا اگر رافع کا حاصل ہو گا؛ مثلاً البیر یعنی قلب کو غیر توحید کے  
 ساتھ مشغول کر دینا اس لئے کہ قلب ایسی چیز ہے کہ ایک وقت میں دو طرفہ اس کو  
 توجہ نام نہیں ہوتی جب تک غیر کے ساتھ مشغول ہو گی تو اس میں ان شاء اللہ حق تعالیٰ سے  
 مشغول ہو گی؛

عبادت میں کبھی نہ | اسی واسطے کہ اس لئے کہ پاس ہے انفس کا توجہ دانی  
 ایشیہ میں فی ان واسطہ یہاں سے؛ ایک کہ ہم کی بات ہے  
 ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ اکثر لوگ اس کی شکایت کرتے ہیں کہ ہم کو نماز میں سوتے  
 آتے ہیں اور اس کے غفلت لاری کرتے ہیں چنانچہ مشائخ زمانہ تو اس کے لئے  
 وظیفہ بناتے ہیں کہ جو نماز پڑھ کر سو رہے نہ آئیں گے؛ اور اس میں یہ بھی کہ  
 کہ جی کہ پڑھنا اس پر بار پڑے؛ حالانکہ یہ نماز پڑھ کر سو رہے نہ آئیں گے  
 پھر شیخ عبد جب سے کہ فرمایا کہ سو رہے نہ آئیں گے؛ اور اس میں یہ بھی کہ  
 کہ ہم ایک وظیفہ اور بنا دیا؛ جس میں کہ سو رہے نہ آئیں گے؛ اور اس میں یہ بھی کہ  
 تیسرا وظیفہ بنا دیا؛ جس میں کہ سو رہے نہ آئیں گے؛ اور اس میں یہ بھی کہ  
 میں جی کہ سو رہے نہ آئیں گے؛ اور اس میں یہ بھی کہ سو رہے نہ آئیں گے؛

اور مستلزم محال کو ہو، وہ خود محال ہے اب وہ بے چارہ پریشان ہو کر سمجھ جاتا  
 ہے کہ پس جی نماز میں جی لکھا میرے لئے تو بہت مشکل ہے اور دھیفہ پڑھنا پڑھنا  
 ترک کیا تا ہے! بعض مرتبہ انجام اس کا یہ ہوتا ہے کہ نماز بھی چھوڑ دیتا ہے!  
 یہ جو! کوئی ان شیخ سے پوچھے کہ دھیفہ پڑھنے اور دساوس کے قطع ہونے میں  
 کیا مماثلت ہے: آخر مرض اور دوا میں کوئی تناسب تو ہونا چاہیئے خوب سمجھو کہ  
 دس کا حاصل شغل بالغیر ہے اس کا بجز اس کے کچھ علاج نہیں ہے کہ اپنے نفس  
 پر ایسا کچھ کرے کہ شغل ہو، دساوس خود بخود منقطع ہو جائیں گے اس کی ایسی  
 مثال ہے کہ ایک شخص دھن کی بانڈ کر ایک شے کی طرف دیکھ رہا ہے اگر اس کی نگاہ بٹھا  
 شہ اس کی طرف ہے تو دوسری شے اس کو ہرگز نظر نہ آئے گی: اور اگر اس میں کمی  
 ہے تو آگے کی شے اور دوسری طرف بھی جائے گی: اور دوسری چیز بھی نظر نہ آئے  
 گی: تو میں طرح دھن کی آگے میں اسی طرح قلب کی بھی آگے ہے: اگر کہ قلب  
 کو تھمے دے اس کی طرف متوجہ کر دیا جائے گا: تو قلب کی شے اور دوسری طرف  
 غفلت نہ رہے گی: پس کسی شے کا خیال نہ آئے گا: اور اگر توجہ میں کمی ہے تو غفلت  
 دوسری چیز میں بھی اس میں آئے گی: پس علاج یہ ہے کہ سب دساوس آئیں  
 اور اگر کسی شے کو توجہ دے کر دیکھ لیں تو سب پر اس توجہ کو تازہ کر لو: لیکن یہ کہ نفس  
 پر ایسا کرے کہ اس کی طرف سے الٹی رہتا ہے: پس یہ توجہ دوسری شے کی طرف  
 نہ ہو کہ یہ دساوس ہے: اس لئے توجہ الٹی آگے رہے: تو حاصل ہو جائے گی: پس  
 اگر غفلت نہ رہے پس یہ کہ کوئی شے ماننے نہیں ہوگی: اور یہ کہ دوسری شے  
 توجہ دے کر دیکھ لیں: تو یہ الٹی رہے کہ توجہ الٹی ہو کر دیکھ لیں: اگر کہ  
 دوسری شے توجہ نہ کرے: پس یہ کہ توجہ الٹی رہے کہ توجہ الٹی ہو کر دیکھ لیں: اگر کہ  
 دوسری شے توجہ نہ کرے: پس یہ کہ توجہ الٹی رہے کہ توجہ الٹی ہو کر دیکھ لیں: اگر کہ

ادلی ان کا قصہ کہیں اور ان گناہت اور افسال کی طرف توجہ کرنا تو بہرہ الی انہیں  
 نہ کہ اس لئے کہ وہ غیر ہے برحق سے صاحب ہوا و ہر دلی ہو  
 اس کی طرف توجہ کرنا تو بہرہ الی ان توجہ اور یہ نہ لیتی میرا اسکا کیا ہوا  
 کہ اس کی دلی جو ہر دہست و دیکھ یہ پیش مشرف ہیں آیا ہے کہ جس شخص سے  
 رکعتیں پڑھنے اور ان کی صفت یہ ہو کہ مقبل علیہما بقلیہ یعنی ان دور گفتوں پہ اپنے  
 دل سے متوجہ ہو اب دیکھ لیجئے کہ رکعتیں کی حقیقت کیا ہے رکعت نام بتائیں  
 قرآنہ رکوع بعد کا پس حاصل مقبل علیہما کہ یہ ہوا مقبل علی ان قرارہ رکوع  
 و السورہ پس بکادت کے اجزاء و خوارجمہ اور ذکر اللہ کی طرف توجہ ہونا مقرر ہے اور  
 اور مطالب ہوا اور یہ بھی بین توجہ الی اللہ ہے اس لئے کہ موصول الی اللہ ہے پس  
 اس کے الی غیر الحق نہ کہیں گے اور جن کی چشم عیست سحر حق تعالیٰ کے کلام دی  
 ہے ان کے لئے ہر شے موصول الی الحق ہے کسی نہ کیا شرب کہا ہے

ہر چہ بنیم و رہا فی غیرہ نیست یا توئی یا شدے تو یا لبسے تو

پس جب نماز میں و عود سے آئیں ذکر کی طرف متوجہ ہو جاؤ ہمارے مودنا  
 قول یقوب صاحب رستہ اللہ علیہ نماز کیا کرتے تھے کہ تسبیح اور قرار تہذیب و تہذیب  
 ارادہ سے پڑھو دل نا اس کی مثال دیا کرتے تھے کہ میاں ہمارے ہاتھ کو لے کر  
 جیسے گھڑی کہ جب اس کے کوک دیتے ہیں تو بڑا بیکہ بیس گھنٹے تک جتنی ہر شے  
 ہر طرح تمام نماز جب شروع کرتے ہیں تو ہم کو کہہ نہیں سکتی کہ کوئی تہذیب  
 قرارہ سبب اس کے ہر چہ نماز ہوتے دیکھیں نماز میں اور اچھا ہے اور ذکر  
 باز اس کے ہر چہ نماز میں صاحب صدقہ پیر ہے میں اس وقت خبر ہوا کہ ہر  
 نماز میں ہر چہ نماز میں کہ ہم نماز میں ہر چہ نماز میں ہر چہ نماز میں  
 نماز میں ہر چہ نماز میں ہر چہ نماز میں ہر چہ نماز میں ہر چہ نماز میں











کو بھی پیار نہیں کرتا حضور نے فرمایا میں کیا کروں! اگر حق تعالیٰ تعالیٰ سے تبارک

دل سے رحمت ہی نکال لی ہے حضور نے ایسے استغفار کو پسند نہیں فرمایا! آج

اگر کوئی مولوی یا مہر پرہ سے ان کو کسی بچے کو ملے تو لوگ بدنام کر دیں:

میں اس وقت دیکھتا ہوں کہ جو چیزیں شریعت میں ناجائز ہیں ان کو  
**نشان بزرگان** اس کو بہ کثرت جائز سمجھتے ہیں اور جو جائز ہیں ان کو ناجائز سمجھتے

ہیں وگرنہ بڑھنے کی حالت میں بولنا حرام سمجھتے ہیں! خواہ شرعاً کتنا ہی ضروری کام

بولنے کا ہو لیکن بولتے نہیں اگر کوئی کہے کہ: تو بولوں ہوں کہ میں گے لیکن زبان

سے بولنا حرام ہے! وظائف بہت پڑھتے ہیں لیکن لوگوں کو تسبیح میں اپنی وجہ تہ

سے دباؤ ڈال کر لوگوں سے کام لیتے ہیں دعوتیں کہتے ہیں اگر اس غریب کے ہاں

کوئی نہ ہو مناسب تو یہ ہے کہ ایسے غریب آدمی کی دعوت منظور بھی نہ کرے اور نہ

میں ایک بزرگ سے کسی نعمت دار کے یہاں ٹھہرے ہوسکتے! ایک غریب آدمی

ان کا مقتدر نام نہ نہ عرض کیا کہ سترت آج مستی کستی روٹی میرے ہاں کیا ہے!

ان بزرگ نے منظور نہ فرمایا وہ شخص پانچ روپے ہمارا کمانڈ کر لے وہ ایک مرغ فرمایا

اور چاول وغیرہ خرید کے پانچ روپہ ایک دن میں خرچ کر ڈالے ان بزرگ کو خبر

ہوئی اس کو بلایا اور فرمایا: ہائی! تم سے ہماری روٹی کی ٹھہری تھی یہ کتنا ہے!

تم نے کیوں کئے اس کے کہا: سترت جی بڑھنی کہہ دیا کہ تم میں فرمایا کہ: ہائی! تم نے کیوں کئے!

ہم کو مستی روٹی کس نے گتہ کیا؟ اس کے یہ سبب چیزیں ابھی دلیس کر رہیں اور مستی

روٹی پکڑائی! لوگوں نے کہا کہ سترت آپ کو کیا خرچ تھا کیوں واپس کر دیا؟ فرمایا

کہ پیار سے کی! نہ بڑھنا تھا نہ سترت! کہہ رہا تھا یہ صرف کہہ دیتا تو یہ سترت

اس کے ہاں شیک بڑھ کر رہتا تھا! کہہ رہا تھا کہ سترت شیب کے یہ غریب سبب

مستی روٹی نہ لیا! کہہ رہا تھا کہ یہ سترت بڑھنا تھا! کہہ رہا تھا کہ یہ سترت



اس کی بہت آذات ہیں جیسے مولانا فرماتے ہیں :

خشبہا و چشمہا در شکا  
بر سرست بریزد پیکر آب ز مشکا

یعنی لوگوں کے غصے اور چشمہ بد اور غیبت و رشک تیرے ہر پر اس طرح برکت  
ہیں : جیسے مشکوں سے پانی گرتا ہے ، حقیقت یہ ہے کہ بڑا فضا بہت مشکل ہے : اہل  
کے بزرگ شاہ صاحب نہیں یہاں صاحب ہیں بزرگوں کی یہ شان بڑی ہے : بزرگ  
بزرگ نے کیا کلام سنا ہے اس غریب کا واپس کر دیا اور حکومت میں مستی ہو گئی پھر  
اور باد جو اس کے کوادوہ میں تہذیب بہت ہے کہ جس کو تہذیب کہنا مناسب ہے  
لیکن انہوں نے کہہ دیا کہ اندوہی روئی گئی !

تفسیر ارشد : ہمارے ان قبائل میں الحمد للہ ایسی تہذیب نہیں ہے  
جو کہ تہذیب ہے : سادگی ہے : بڑاؤ میں بات سچیت ہیں ہر امر میں سادگی ہے  
میرے پاس ایک گاؤں کا آدمی آیا کرتا تھا : مسلسل میں داخل تھا : ایک مرتبہ  
کہنے لگا کہ ہمارے گاؤں میں ایک فقیر آیا کرتا ہے : میں اس کا دل لیب ہو جاؤں میں نے  
اس کو دھمکایا : اس لئے کہ وہ فقیر پابند شریعت نہ تھا : ایک مدت کے بعد میں نے پوچھا  
کہ اب کس کے دل لیب ہو : سادگی سے کہنے لگا کہ بس اب تو تیرا ہی دل لیب لیا ہے !  
مجھے اس کی زبان سے یہ بات ایسی اچھی معلوم ہوئی کہ میں نے اس سے کئی مرتبہ  
یہی بات کہائی : اور وہ میں تو یہ بات ایسی ہے جیسے گولی مار دی اور تعلیم تو کہیم  
کی یہ حالت ہے کہ اگر کوئی آجائے تو نصف ہانت کھڑے ہو جاتے ہیں جیسے میاں  
جی رگوں کو سزا دیتے کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں : مولانا شاہ اسماعیل صاحب  
شہید رحمۃ اللہ علیہ اور وہ شریف سے گئے تھے : ایک شخص نے اسی طرح تذہیب کی  
مولانا نے ان کو ڈاڈا دیا : اس نے کہہ دیا پیش کی : مولانا نے منہ چڑھا دیا : اس کی اس  
تذہیم و تہذیب مفرطہ اور اس قصہ میں یہ بھی ہے کہ جب وہ تہذیب مفرطہ کی

آیا وہ ان کے پاس نہ آیا کہ شاہ صاحب کو یہ روٹی نہ کھائے دیں اور تہذیب کی وجہ  
 سے یہ نہ کہہ سکیں کہ حضرت یہ روٹی نہ کھائے بلکہ یہ کہا کہ حضور ہم بھی برکاتیں  
 لے کر شاہ صاحب نے فرمایا کہ تمہارا مطلب سمجھ گیا ہوں : بزرگ بھونے نہیں  
 جتنے ان کو اللہ تعالیٰ فراموش اور محفل میں منع فرماتے ہیں انبیاء میں کوئی بعد انہیں  
 ہوا اگر ایسے بدستور تفسیر ان کے مکر اور ان کی پالیوں سے کیسے واقف ہوئے ان  
 کے بعد کہہ دیں آیا کرتے ہیں نا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شان یہ تھی کہ تیسرے  
 کے ذرا پیچھے رہ کر ایک نام لے کر آیا تھا : اس سے تیسرے نے پوچھا کہ تمہارا خلیفہ کیسا  
 ہے تو انہوں نے کہا کہ ان کی شان ہے لایعجز عن دل یخزع یعنی وہ نہ کسی کو ہو کہ  
 وہ نہ کسی سے ہو کہ میں تم سے میں بقیہ سے من کر کہا کہ کسی کو وہ ہو کہ نہ  
 وہ بیش سے معلوم ہوا کہ وہ بڑے دیندار ہیں اور وہ کہ نہ کھائے سے معلوم ہوا کہ وہ  
 بڑے پاک ہیں اور جس شخص کے اندر یہ دونوں صفات ہوں وہ کسی سے نہ ملو بہ  
 نہ : اگر کسی طرح ان صاحب کی حقیقت سمجھ کر کہہ دیں کہ میں جانتا ہوں کہ تم  
 کو یہ روٹی بھوکہ نہ کھائے دو گے : سو یاد رکھو میں کسی کو نہ دوں گا : اور وہ روٹی  
 خود بخود اپنے گھر سے گئی حضرت ایک روٹی ان کی درخواست پر مسہ دی اور یہ جو  
 تیسرے نے کہہ دیا کہ اگر ان کے جب پوچھا کہ حضرت اس میں کیا مصالحت تھی : کہ  
 آپ نے سب سامان واپس کر دیا تو انہوں نے فرمایا کہ تم دیوانے ہو گئے تو عیار  
 کی بات یہ کہ یہ تو ذرا ہے اور وہ سب سچ ہی اگر خرچ کر دیا تو تمام مہینہ چار  
 مہینہ میں رہتا : اس کے اہل و عیال کو ستے وہ اور بال بچے کہتے کہ اپنے بزرگ  
 کے لئے کہہ دیا ہی کہ گئے : اس لئے مشائخ کو پناہ دینے کے لئے کہ اپنے متوسلین  
 کو بہرہ دیتے کہیں ان کی وسعت سے زیادہ تزیین نہ کریں :

طبعی راحت و کفایت | مگر اب ان اشواق کو چھوڑ کر بزرگی اس میں ہے  
 کہی ہے کہ ذلیلہ میں بولنا اس کے نزدیک مزاح ہے

اگر بولیں گے تو ذلیلہ ٹوٹ جائے گا: ان کا ذلیلہ کیا ہے اور ماہر کا تانا بانا ہوا  
 جائے یہ مسئلہ کس نے تراشا ہے کہ ذلیلہ میں اور کثرت ذلیلہ ٹوٹ جائے جس سے  
 کو خدا نے بولنے سے ٹوٹ جانے کو کہا ہے: وہ تو ٹوٹ جاتی ہے جیسے خدا نے  
 کوئی شے نہیں ٹوٹی: سو اب بزرگی اس کا نام رہ گیا ہے کہ جس شے میں تنگی  
 کرنا چاہیے اس میں تو وسعت کثرت میں اور وسعت کی جگہ تنگی بڑا بزرگ رہا  
 کہ اگر گھر میں آگ بھی لگ جائے یا کوئی شخص مرتا ہو تو ذلیلہ کو قطع کر کے اس  
 کی مدد کرے یا درگزر کرے وہ جسے بزرگم بقدم ہو: جناب رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم کے پس اولاد کے ساتھ انبیاء کو بہت بھست ہوتی ہے مگر وہ بھست  
 کو حق تعالیٰ سے ناپاکی نہیں کہتی پس معاذم ہو کہ نعمت اور معیشت کی ذات مان  
 نہیں ہے: بلکہ وہ وسیع مانع ہے: بجا افراتہ کے درجہ میں ہے: اور شوخی کو کوئی حاج  
 بھی مانع نہیں ہوتا: کیوں کہ ان کو معیشت میں زیادہ ناگوار سی اندہ نعمت زیادہ  
 گوارائی ہی نہیں ہوتی بخلاف کثرت کے کہ ان کو معیشت اور نعمت از جو رفتہ  
 کر دیتی ہے اس میں مخزن کو دوسرے عنوان سے سمجھو کہ انبیاء و اولیاء کو بزرگ اور  
 نعمت سے راحت اور کفایت تو ہوتی ہے: لیکن وہ راحت اور کفایت طبعی ہوتی  
 ہے ان کو اس میں مبالغہ اور انہماک نہیں ہوتا پس راحت اور کفایت کے درجہ بہت  
 اتنے کے ادل طبعی دوسرے درجہ انہماک اور مبالغہ کہ بشر بشر اور باہرہ امیں کہ  
 باہرہ اور دوسری طرف مبالغہ و ہیران نہ ہو انبیاء و اولیاء کے طبعی راحت و کفایت  
 کفایت ہوتی ہے: چنانچہ حبیب حضرت ابی اہیم رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ کے  
 و ماہی زادہ کی وفات ہوئی تو حضرت زکریاؑ کو رنج ہوا: اور فرمایا انا ابراہیم رضی اللہ عنہ

اور حضور کے آنسو جاری ہوئے البتہ صواب ہے چنانچہ یارسول اللہ یہ  
 کہ ہے: فرمایا یہ تمہارے سوا اللہ تعالیٰ نے قلب میں رکھی ہے: اسی طرح حشر  
 میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آنے دیکھ کر سحرش مجتہدین نے ان کو مجتہد سے ترک کر دیا  
 لیکن یہ حشران در حقیقت طبعی تھا جس کا ادراک خاصہ ہے طبع سلیم کامل اگر کسی  
 پر حال غالب ہو تو اس وقت یہ طبعی کفایت اور راحت بھی نہیں ہوتی بلکہ  
 پیار پر یہ سب ان کے غوی متذہب کے حال غالب نہیں رہتا وہ اس سے منفرد ہو  
 جاتا ہے حال پر خود غالب ہوتے ہیں غالب حال اولیاء متوحصلین پر ہوتا ہے جس میں ان  
 کو اس سے راحت اور کفایت ہے کفایت نہیں ہوتی: چنانچہ بعض اولیاء اللہ  
 کی صورت اختیار ہوا: وہ نفس ٹیٹے لوگ سمجھتے ہیں کہ ایسے لوگ بڑے کامل ہیں  
 کامل ہونے میں ان کے شک نہیں ہاں کامل نہیں ہیں کامل وہ ہے کہ جس کی  
 حالت پیار وصول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہو: کہ آنسو ٹپکتا ہے تو  
 ہر حال میں کئی اربود اپنے ہونے کی قضا پر راضی ہو: شاید کسی کو اشکال ہو کہ یہ کیسے  
 ہو سکتا ہے اس لئے میں اس کو ایک مثال سے واضح کرتا ہوں دیکھو کسی شخص  
 کے درختی پر چڑھ کر کھڑا ہو گا تو اس نے کہا کہ یہ بغیر شکاف کے ہوا ہوا نہ  
 ہو گا اس پر ہر لہجوں کی مختلف حالت ہوتی ہے: البتہ دل کے کزور ہوتے  
 ہیں کہ اگر کزور دارم ہوں گا کہ بے جوش کہ سکے شکاف دیتے ہیں اس وقت اس  
 درخت کو اس پر چڑھ کر کھڑا کہ اہم شکس نہیں ہوتا: اس لئے کہ دوسری شے اس  
 کے پاس پر غالب ہے: یہ مثال ان اولیاء اللہ کی ہے جو پھر حال ایسا غالب  
 ہے کہ ان کو طبیعت کا اہم شکس نہیں ہوتا: ایک تو کسی شخص سے کہ اس نے  
 کب لڑکھ کو بے ہوش کر کے کی ضرورت نہیں: اہم بشوق تمام اپنا جسم گویا ڈاکٹر نے  
 وہ بڑا شہ ترانے میں اس کو گائیٹا ہے ہو گی دائرہ آہی زبان سے نکلتی:



اندر یاد رکھو یہ آہ بھی اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمت ہے کیونکہ میں آہ سے بڑی رحمت  
 ہوتی ہے یہ آہ منیبت کی منزل ہے بغرض اس زخم کے تراشنے کے وقت کہیں  
 مر لیں یا نہ لیں بھی بچاؤ سے گا لیکن وہ دل سے راضی ہے کاشنہ دالے سے ذرا  
 بھی اس کے دل میں کدورت نہیں ہے چنانچہ جب وہ زخم صاف ہو گیا تو  
 جراح کہتا ہے مائیک انعام فوراً جیب سے نکال کر دس روپیہ اس کی نذر کئے اور  
 اب وہ بھر پور رہا ہے کہ سفیر یہ بہت کم ہے اور دیکھئے اس نے دس روپیہ  
 اور نکال کر دیئے اب کوئی اس سے پوچھے کہ ایک تو اس نے منیبت میں ڈال دیا  
 پھر اس کو انعام دیا جاتا ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ وہ اس زخم پر راضی تھا نہ سو  
 دن ہر یہاں بھی وہ اشکال دار رہتا ہے کہ اگر راضی تھا تو ناک منہ کیوں چڑھا دیا  
 اور اگر ناراض تھا تو انعام کیوں دیا وہ بھی جواب دے گا کہ کشت طبعیہ کی وجہ سے  
 سے تو ناک منہ چڑھا دیا دل سے راضی تھا کہ اس کا انعام بہتر ہے یہ مثال ہے دنیا کی  
 کی ہے کہ ان کو منیبت میں طبعی کشت ہو رہی ہو تا ہے اند دل چاہے کہ منیبت  
 ہے کہ اس میں نکت اور منیبت میرے مولیٰ کی ہے اس لئے راضی ہے کہ اگر منیبت  
 یا کدورت یا التباہ نام کو بھی نہیں اور ظاہر ہے کہ کشت نفس بڑا قوی دل ہے  
 کہ باوجود ہوش و حواس کے پھر اتنے بارفہ نہیں ہوا اور اپنے شیر شاہ مہاراج سے  
 اس کو کہ التباہ نہیں ہوا اگر باہل اور نادان ہوتا تو ضرور اس سے کدورت ہوتا  
 اور وہ کشت نفس کو بے ہوش کیا گیا ہے وہ دیکھ رہا ہے کہ کم ہے کہ منیبت  
 جانتا ہے کہ اگر ہم اس کو بے ہوش نہ کریں گے تو بہت شور مچا دے گا اور ہم کو  
 کام نہ کرنے دے گا پھر جن کو لگے سوال کا کورا نام منہ کا دیا گیا ہے وہ درجہ میں  
 ان سفرات سے کم ہیں اور یہ امر بہت ظاہر ہے اس لئے کہ شریعت نے سب انکار  
 کا حکم کیا ہے اللہ از بانفسار کا حکم نہیں کیا اور مشائخ کے حکام سے بھی اس کی نفرت

میرزا حسن پناہ بخش معصوم شہزادہ فرماتے ہیں : مع و کرم مع بندہ در کشید  
 ہم پر اگر کہ معنی کا تو احساس ان کو ہوتا ہے ؛ لیکن اس سے راضی ہیں : تو ان کے سامنے

برکت نہیں ہیں مولانا دینی فرماتے ہیں : یہ

ناخوش تو خوش بود بر زبان من دل ندائے یار دل نگر جان من  
 معلوم ہوتا ہے کہ دل رنجانی ہوتی ہے لیکن وہ خوش ہے بہر حال رنجناقتنا  
 کنت بیہ کے ساتھ جمع ہو جاتی ہے اور جن کو اس میں لذت ہوتی ہے کسفت  
 نہیں ہے : وہ صاحب کمال نہیں ہے :

کمال کی مثال | صاحب کمال کی پہچان یہ ہے کہ اس کا حال انبیاء  
 علیہم السلام کے مشابہ ہو : دیکھو حضرت یعقوب

علیہ السلام کی دوست علیہ السلام کے فراق میں کیا حال ہوا : کہ روتے روتے آنکھیں مٹا کر  
 یہ کہیں کہیں بیٹا کہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں فرمایا : یا اسنی علی دوست و  
 ابیوسف ینار من اللہ فی کفیم جب بیٹوں نے یہ حال دیکھا تو کہا : یا اللہ  
 انہوں نے فلاں کی سبب ختم تکون حرصا ان تکون من العاکین کیسی جھڑپاں نے  
 کہا کہ قسم الہی کی (اے ابا) تم تو ہمیشہ یوسف ہی کو یاد کرتے رہو گے یہاں تک کہ  
 سب سے مرعوب ہو جاؤ گے یا باکل ہلاک ہو جاؤ گے : یہ یعقوب علیہ السلام نے  
 سنا تو لڑکھنوا کر ارشاد فرمایا ہے : فرماتے ہیں اننا مشکوٰۃ فی حزنی الی اللہ  
 یا خیر من اللہ لا تعلون یعنی میں تو اپنے رب کا غم کا اپنے اللہ سے شکوہ کرتا  
 تو ایسا نہیں اپنے اللہ کے یہاں کی وہ بائیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے : یہ وہی  
 شخص ہے جس نے ہم در تو گریزم : دیکھتے ہیں جب نیک کو ہارتی ہے تو وہ درنا خور  
 ہے : یہ کہیں کہیں ہواں ہی کو لپٹ جاتا ہے پس بڑا کمال ان دیوار اللہ کا ہے :  
 کہ ہم غم غم کوں ہوا : از بار رفتہ نہ ہوں اور اس شخص کی کیا ہمت ہے کہ اُدھر

سے ان کو ایسی لذت دی گئی کہ اس کے قلب میں سب ببول گئے اور یہ سچا تو بہ تھا یہ  
 اس نعم کے فرمایا ان نعم من اللہ ما لا تعلمون۔ مطلب یہ ہے کہ میرے بشارت تیرا  
 کھانا رازم کو معلوم نہیں ہے وہ بچہ کو معارضہ ہے یہاں سے یہ معلوم ہوا کہ کابلین کی حالت  
 کا انداز عوام اور ناطقین بیکہ متوسلین بھی نہیں کر سکتے: مولانا فرماتے ہیں: یہ  
 کارپا کون رانیا کس خود گیر  
 جو کہ عالم زیری سبب گمراہ شد  
 کہ کسی زبدا لہ حق آگاہ شد  
 گفت ایک البشر الیہا البشر  
 کر یہ ماند در پیشہ شہر و شیر  
 ماؤ البشائر بستمہ خرابیم و نور

اور وہ اس کی بیستہ رک کابلین لانا ہر عوام مومنین کے مشابہ ہوتے ہیں ان  
 میں کوئی امتیازی نشان نہیں ہوتا: اس لئے ان کے مراتب کا ادراک ہر ایک کو  
 نہیں ہو سکتا: ہر حال ان کا اور عوام کا یکساں ہوتا ہے پھر کیسے کوئی پہچانے ان  
 جو صاحب بصیرت ہے: اس کو ادراک ہوتا ہے پس معرفت عوام کے مشابہ اور کیفیت  
 متناوٹ جیسے کسی بزرگ نے حضرت حق سے ناز کر کے پوچھا تھا کہ اسے اللہ عز و جل  
 نے امارتیں اعلیٰ کہا اور منکر نے فرمایا انا الحق کہا دونوں کا ایک ہی مدلول ہے پھر کیا وجہ  
 ہے کہ ایک مردود ہوا اور دوسرا مقبول: ارشاد ہوا کہ قرآن نے امارتیں اعلیٰ ہر  
 شانے کو کہا تھا: اس لئے ملعون ہوا اور منکر نے انا الحق اپنے شانے کو کہا: اس لئے  
 مقبول: اسی مقبول کو مولانا فرماتے ہیں: یہ

گفت فرعون نے انا الحق گشت پست  
 گفت منکر نے انا الحق گشت مست  
 جوتہ اشراہب انا اور مست  
 ائمہ سدا ان انا اور نفس

منکر نے انا الحق کہہ کر بیخود کیا: انا کی شے نہیں جس کو ناپایدات  
 وہ بھی حق سے باز فرعون کے ناموس کے معنی یہ ہیں کہ حق نہیں کہہ سکتا: ہاں  
 ہی ہے مولانا میرے کوئی حق نہیں ہے: یہاں بھی معرفت دونوں قول کو یکساں



وہ بظاہر ہے کہ سجدہ میں پستی زیادہ ہے کہ اکثر الاعضاء کو انحراف الی شام کے ساتھ ملحق  
 کر دیا ہے تو یہ حالت متفقہ ہے کہ حق تعالیٰ کی صفات زیادت لازم کو مستثنیٰ کیا جائے  
 جو مدلول ہے اعلیٰ التفصیل کا کہ وہ پاک ذات سب سے برتر ہے اور رکوع میں بہ  
 نسبت سجدہ کے پستی کم ہے اس لئے اس حالت میں انفس منطقت کا مستثنیٰ کیا گیا ہے  
 ہوا کہ صیغہ فاعل اعلیٰ کی طرح نہیں ہے معنی تفصیل میں پس معلوم ہوا کہ زیادتی صیغہ  
 پڑھنا مراد نہیں ہے بلکہ دل سے اس کو سمجھ کر اس سے متاثر ہونا مقصود ہے  
 اسی واسطے ہر قول کی نسبت ارشاد ہے یا قل لکم فی لا بدینا کہ آپ ان کی سب سے  
 بات فرمائیے کہ جو موثر ہو اور بات تو وہی ہے جس کا فضا ارتداد ہوا جیسا کہ شاعر  
 کہتا ہے :۔

ان الکلام فی الخواص انما جعل اللسان علی الکلام لیل

یعنی کہ تم تو دل میں کہتے اور زبان تو کلام کی نرمی تر زبان ہے پس تم اس کے  
 معنی یہ نہیں دینے کہ تالوا باللسان بلکہ یہ میں تالوا من النفس یعنی اپنے دل سے کہتے  
 صرف زبان سے نہیں کہتے آپ شاید اس کو من کہتے ہیں کہ یہ صیغہ ہول سے کہ دل میں یہ  
 وظیفہ پڑھ لیں گے : یعنی الفاظ کا خیال کر لیں گے : انفس سے  
 اگر غفلت سے باز آیا جفا کی تنہائی کی کہی عالم سے تو کیا کی

یاد رکھو کہ زائد فعل بغیر جملے بھی کہم کہ نہیں : حتیٰ کہ ان میں  
 فرات کا اعجاز کی بھی نہایت فرات ہے : وہ ہم تو بلا یفتادون ہوتا  
 یعنی ان کا رخ سے دن میں کہ ان سے سمجھتے نہیں پس دل سے کہنا ہے معنی نہیں  
 واضح ہوتا ہے کہ ہر گز نہیں ہے بلکہ دشمنان کا لہجہ شرط ہے اس لئے ہم اس کی  
 شرط بظاہر ضرورت سے بیان کرتے ہیں ارشاد ہوتا ہے کہ وہ نہایت سخت وقت کہتے  
 من نہ اندر یعنی دل سے اچھا نہیں کہتے ہیں کہ ہم اندر کی بات میں سچا ہوتا ہے

تفسیر سے مستحب یہ ہے کہ جب یہ امر ثابت ہے کہ ہم سب اللہ کی بہت ہیں اور  
 ہر ایک کی صفہ و کمالات کا کوئی حصہ ہمارا نہیں تو اگر مالک اپنی کسی شے کے اندر  
 تیسری چیز بدل کرے اور اپنی ایک ملاوک چیز کو اپنی دوسری ملاوک چیز سے جدا کر دے  
 تو ہر مال ان امتزاجات و امتزاجات نہیں ہے دیکھئے اگر آپ کی بات میں ایک الاماری  
 سے اس میں کچھ کتابیں لائی ہیں، اگر آپ ان کتابوں کی ترتیب بدل دیں،  
 کہ اس میں کی ایک کتاب کو کسی دوسرے خانہ میں رکھ دیں، تو وہ کتاب جس سے  
 جدا کر دیا ہے یہ نہیں کہہ سکتی کہ میری بہن کو غلطی ہو کر دیا، اور نہ کوئی اور  
 یہ کہہ سکتے کہ اس کتاب کی جگہ کیوں بدل دی پس اگر ہمارا مالک ہمارے کسی  
 چیز کو جسے پہلے رکھے دوسرے جہاں میں منتقل کر دے تو ہم کو کوئی حق نہیں  
 ہے کہ ہم پر اس پر حیرا کریں، وہ مالک ہیں تیسرتا کیسے شمار پس مومن کو چاہیے  
 کہ اس کو مدنی کو سمجھ کر تسلی حاصل کرے اور واقعی اگر یہ مستحق توبہ میں رہے  
 تو جانتے تو وہ غم و کوفت سے کاشت و الاہ اس کے جوتے ہوئے رنج و  
 حسرت سے ناگوار نشان نہیں رہ سکتا دیکھئے یہ ہے تعلیم اسلامی کہ بقراطہ و سرفرد  
 ہر ایک پر سکندر صفہ اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے اور نہ کوئی مدعی ہو تو ہوش سے  
 اس کے سو کج حق ہر جہت سے انسان کو تسلی حاصل ہو، اور اس  
 توبہ کی تیسرتا کا اثر دور کرنے کے لئے کافی تھا لیکن یہ شخص جس کے لئے  
 ہے کہ توبہ کے اندر اس کا قدم اسخ اور اعتقاد کے ساتھ جہاں بھی تیسرے ہو  
 ہر اس مرتبہ گناہ جو اس کے دل میں خیال گذر سکتا ہے کہ اس پر تو ہمارا ایمان ہے  
 ہر ایک اللہ کے ہیں اور ہم کو حق چوں دچرا کا ہے کہ ہر ایک ہمارا بیٹا یا عزیز ہے  
 سے جدا کر دیا ہے اس کو رنج ہمارے دل کو پاش پاش کر رہا ہے اور اس کی توبہ  
 ہر ایک کو سزا ہے اس کا کیا ہے جس لئے اس پر ہر ایک نااہلیوں میں بھی

بڑھا دیا گیا ہے یعنی ہم سب اسی کی طرف جاسکے ہیں: مطلب ہے کہ اگر  
 تم کو بہت سی بات قرار دی ہے اور وہ وہی ہے تمہارا مطلب ہے اور اس کے  
 بغیر تم کو یہ نہیں آتا تو تم اپنے نفس سے کہو کہ ہم سب اسی طرف جاتے ہیں  
 ہیں وہاں سب ایک دوسرے سے مل لیں گے: اور حیات دینی کا زمانہ وہاں  
 رہنے کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں اب گذر جائے گا جب یہ منہ ہولنا پیش نظر ہو  
 گا: اور یقین کا مل اس کا ہو جائے گا: تو پوری تسلی اور راحت اس کو حاصل ہو  
 جائے گی: یہ ہے قرآن کا اعجاز معنوی اور یہ ہیں اس کی تعلیمات آج کوئی  
 دکھائے تو کہ ایسی تعلیم کہاں ہے اور تمام تعلیم یافتہ اور فاضلین جو کہ تعلیم  
 کہ اس کے سوا کون سا طریقہ ہے تسلی کا: اور کچھ اسی باب میں یہ تعلیم دینی  
 بلکہ قرآن و حدیث کی تمام تعلیمات ایسی ہی ہیں: واسطہ الجہ میں بتسم ہے ہوتا  
 کہ جس کا قرآن و حدیث پر ایمان نہیں ہے یا ایمان میں حتمت ہے اس کی راحت  
 اور تسلی کا کوئی طریقہ ہی نہیں اور قرآن مجید کی ہر تعلیم اور ہر ادا ایسی ہے کہ  
 بے اختیار یہ شعر یاد آتا ہے:۔

زفرق تالیم ہر کجا کہ می دہم  
 کہ شمع در دل کی کشتہ باریجا  
 یہ حق ہے مریت کا کہ جو ہم کو تعلیم کیا گیا ہے اس حق کے ادا کرنے والے کو  
 ناگواری رہی نہیں مستحق ہو گیا کہ ہم کو یہ معلوم ہو جائے کہ کس نے ہم کو تعلیم دیا  
 کہ وزیر اتھم ہو گیا ہے کہ ہم بجا ہے اس کے کہ اس کی برائی کا اس کا دشمنی نہ  
 گی اور شوق ہو گا کہ کسی طرح ہم کو وہاں پہنچا دے جس طرح مستحق ہو گا کہ وہاں  
 جائے کہ شوق ہو گا کہ اسے وہاں پہنچا دے کہ وہاں پہنچا دے کہ وہاں پہنچا دے کہ وہاں  
 ہو گا کہ دنیا کی چیز نہ ہے کہ کوئی دہائی ہوئی ہے نہ رات نہ دن نہ رات نہ دن نہ رات نہ دن  
 چھوٹے شوق ہو گا کہ وہاں پہنچا دے کہ وہاں پہنچا دے کہ وہاں پہنچا دے کہ وہاں پہنچا دے





اس کی کہ محبوب حقیقی کو مصاحبت کے لئے تمہارا دل لانا بھی منظور ہے سو ردو  
 لیکن سو ردو کی رعایت رکھو کہ اُس محبوب شے کو محبوب حقیقی سے مت بڑھاؤ کہ  
 اس کا ہی وظیفہ کر لو پس ردو لاکر پھر محبوب حقیقی کی یاد میں مشغول ہو جاؤ۔ اگر  
 بالکل نہ روئے تو بھی آپ نے اس مصیبت کے راز کو نہ سمجھا اور اگر ساری عمر روئے  
 رہتے اور کسی شے کو لے ! تو تاک حقیقی آپ کا محبوب  
 نہ ہوا خدا کے سامنے روؤ ! اس کے دل لانے کو روؤ تاکہ اقتدار اور حسن  
 تمہارا نکالے اور خدا سے دوسروں کے سامنے نہ روؤ جو اس راز کو سمجھ گئے ہیں !  
 وہ روئے بھی ہیں مولا ناراضی فرماتے ہیں !

کیسے تضرع و ابر حق قدر ہست      کہن بہا کا نجاست زاری را کجاست  
 گر تو خواہی کہ بل جال و آغری      جان خود را در تضرع آوری  
 اے شو شائے دل کہ آن گریاں و ست      اے شو شائے دل کہ آن گریاں و ست  
 پس جو مصیبت میں اس کے دل لانے سے روئے ہیں وہ بھی گریاں و ست ہیں  
 داخل میں رہنا اور مصیبت دونوں بڑی نعمت ہیں کہ اس میں بندہ کا فتنہ زنا بر  
 ہوتا ہے پس جو نہ روئے اور ضبط کر کے پھر سنا بنا رہے اس نے مراد حق کو پورا نہ  
 کیا ! حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے کسی نے پوچھا کہ حضرت  
 کیسی طبیعت ہے فرمایا اچھی نہیں بیمار ہوں ! کسی نے پوچھا حضرت آپ تو بڑے  
 عارف ہیں جہز ع فزع کہتے ہیں فرمایا کہ دیوانے ہو کیا میں اپنے خدا کے سامنے بہرہ  
 بنوں کہ وہ تو میرا ضعف ظاہر کریں اور میں قوت ظاہر کروں ! ایک بزرگ رو رہے  
 تھے کسی نے پوچھا آپ کیوں رو رہے ہیں ! فرمایا کہ بھوک لگا رہی ہے اس شخص نے  
 نہ کہا حضرت آپ بھوک میں روئے ہیں فرمایا کہ محبوب حقیقی جب بیمار ہو رہا  
 ہی کو بھوک لگا دیں تو ہم کیوں نہ رو دیں مگر ایسا دنا نہیں جس نے اسے شوق و

کو موتی سے جب کہ میں تعزیت وغیرہ میں جاتی ہیں تو ڈولی گاڑی میں ابھی نامی  
 موتی ہیں اور اس سے اڑتے ہی ہو کر ناشروع کہ دیتی ہیں غرض رونا جو غم  
 بڑے بڑے ساتھ جوش زن ہو ممنوع نہیں ؛ بلکہ عین مراد حق ہے یہ بھی ہے ؛ کہ  
 بعد اپنی مذکور نفس کو تسلی و درپس جب اس طرح مراد حق پوری ہو جائے ؛ تو  
 بعد اس کے رات شغل چھوڑ دے اور اگر صبح صبح کر اس کو سنے کہ پیٹ گئے ؛ تو  
 یہ بڑے اذیت لگانی برہان حقیقت اس کو پکار پکار کر کہتے ہیں کہ اے شغل جس کے  
 پاس تم ہوں میں کو کون چیز غلبہ کر سکتی ہے تو جو اسی کو لے بیٹھا ہے ؛ معلوم ہوا کہ  
 نام غم کو محبوب نہیں ؛

اور جب جو غم تو کر رہا ہو صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے خواب  
 محبت کا منظر اچھا ہے | میں جیسے محبوب تھے آتنا محبوب کسی محب کی نظر میں نہ  
 کمال ہوا اور نہ ہوا آپ کی محبوبیت تھی کہ آپ کا آب دہن مبارک اور  
 آب چینی صحابہ زمین پر نہ گرنے دیتے تھے نور اپنے منہ کو ورنہ بدن کو لیتے تھے ؛ اور  
 دلت جیتے تھے ؛ کوئی اس قدر کو من کر دل میں اپنے گھن نہ کرے اس لئے کہ دل تو  
 محبت رہا ہے سے کہ کسی مرد اور عورت کے ساتھ اگر تعلق ہو جاتا ہے تو یہ معاملہ اس  
 کے ساتھ پیش وک کرتے ہیں اور حال یہ کہ یہ محبت نفس انسانی و شہوانی ہوتی ہے اور  
 جہاں محبت حقیقی ہو ؛ وہاں اگر یہ امر ہو تو تعجب کیا ہے دوسرے یہ کہ حسود کی  
 ذات میں نفست اور امانت میں اس درجہ پر کشی کہ ہمارے علمائے تصوف  
 کہ ہے کہ حضور کا بول و براز بھی پاک تھا ؛ کیسے صحابی نے غلطی سے حضور کو خوان  
 پر پانی ڈال دیا ؛ میں کئی نسل تک خوشبو رہی اور حضور کا پسینہ مبارک بجائے  
 اس کے ؛ تھا ؛ ہاں کیا جاتا تھا ؛ پس جب آپ کے تشنگان میں نہ ہونے نہ ہونے  
 کے ؛ میں نہیں ہو سکتی و آپ کی محبوبیت کی یہ کیفیت تھی کہ کوریزیں

طبعاً اپنی اولاد کی محبت میں غرق ہوا کرتی ہیں لیکن حضور کے سامنے ان کو غیرت کی یہ حالت تھی کہ ایک غزوہ سے حضور شریف لارہے تھے ایک عورت میراہ شیبانیہ میں کھڑی تھی، کسی نے کہا کہ تیرے بیٹے اور بھائی شہید ہو گئے تو وہ پوچھتی بہت کہ یہ تو نبیؐ اور کہ حضورؐ بھی صبح سلامت ہیں، لوگوں نے کہا کہ ہاں وہ تو ہیں، کہنے لگی کہ کچھ بدواہ نہیں، ان کی تو یہ حالت تھی، یہ

فارابی و والدتی و عرفانی  
لنرضی محمد و منکم و دائر

پیر اس دنیا کی محبوبیت پر آپ قیاس کیجئے کہ تذکرہ کی وفات پر مسلمان کی کیا حالت  
ہوتی ہوگی! صحابہ پر یہ عمل ایسا ہوا ہے کہ اس عمارت کی تباہی پر زمین پر نہ پڑے  
کبھی ہوتی اور نہ آئندہ ہوگی!

لیکن دیکھنا یہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس مقدمہ پر کیا  
 خدمت دیں | سب سے زیادہ ہوش و حواس اس مقدمہ میں پیدا ہوا جو کہ  
 مددِ لائق رضی اللہ عنہ کو ہی رہے جو سب سے زیادہ عاشقِ حق تھے ورنہ بتقدیم صحابہ  
 کے شدتِ مقدمہ سے ہوش بجا نہ تھتا جب مددِ لائق کبریا نے یہ کیفیت دیکھی تو فوراً انہیں  
 پر مشرکین سے لگے صحابہ رضی اللہ عنہم کو لہجہٴ حضور کے حضرت ابوبکر صدیق  
 رضی اللہ عنہ پر خاموشی فرمائی جبکہ ان کو لہجہٴ یہ دیکھنا سببِ منہر کے کہ درجمع ہو گئے  
 حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لہجہٴ ولعت فرمایا اے ان میں سے کون ہے جس نے  
 تمہارا اذان محمدی اذاعت دیا کہ ان لیے اللہ ان کی لیت لیں آگاہ ہو جاؤ  
 سب نے شک پر قدم پر سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیاد تیرا کرتا تھا تو محمد صلی  
 اللہ علیہ وسلم تو ذرا تپا نہ ہوئے اور جب دیکھا کہ تیرا تپا نہ تھا تو ذرا تپا نہ ہوئے  
 ان کو مرشد نہ آئے اور نہ ان کو لہجہٴ یہ دیکھنا سببِ منہر کے کہ درجمع ہو گئے  
 قبلت اس میں نہ آئے اور نہ ان کو لہجہٴ یہ دیکھنا سببِ منہر کے کہ درجمع ہو گئے

زلی دینا اللہ شہید یعنی نہیں ہیں مگر ایک رسول ان سے پہلے ہی بہت رسول  
 گذر چکے ہیں کیا پس اگر وہ مر جائیں گے تو تم اپنی ایڑیوں کے بل پھر جاؤ گے اور جو  
 شخص پھر جائے گا تو وہ اللہ کا ہرگز کچھ بگاڑے گا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ  
 نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کافی ہونا بیان فرمایا اور جس کے واسطے حضور دنیا  
 پر تشریف لائے تھے اس پر امت مسلمت کی تعلیم فرمائی اور اس کے بعد حق تعالیٰ  
 نے فرمایا میں وہ ماکانات لنفس ان نفس تالامیذات اللہ کذبہ من بعد میں  
 کہہ رہا ہوں کہ میں یہ نہیں جانتا کہ وہ بغیر حکم الہی کے مر سکے اور آپ نے آیت نبی  
 پر ہوا اذ ائسیت دامنہم مینقون صحابہ رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ ابو بکر صدیق  
 رضی اللہ عنہ کا یہ کام سن کر باری یہ حالت ہوئی کہ گویا ہم نے یہ آیت پہلے کبھی نہ  
 سنی تھی اب یہ ہے کہ ابدال میں کہ ہم اللہ سن کر جو حالت قلب کے تار کی  
 ہوا کرتی ہے اس کو سن کر وہی حالت ہوئی و مردوش سے آگے اس کے بعد حضرت  
 ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ غور کرنا چاہیے کہ حضور جس کام کے لئے تشریف  
 لائے تھے یعنی عرین حق کی امتاعت اور جبار و جہم کو کرنا چاہیے چنانچہ  
 صحابہ کرام کو اس سے نہیں پہچانے اور سب کے سب فوراً خدر مت وین میں نہ ہوا  
 بلکہ وہ اپنے اپنے رزقات اور فتوحات اور تفسیر اور ریاست اور فتنہ و رطلوم کی حالت  
 میں رہ رہے تھے اس درجہ تک کہ کسی کو نادان آدمی کو دیکھ کر سرسری نظر سے یہ خیال  
 نہ آتا کہ یہ بزرگ ہم سے غور کے وقت میں نہیں مرے تھے وہ صحابہ رضی اللہ عنہم  
 کے ہر ایک کا ہونے کے حال ان کے یہ کتابت اس لئے کہ بغیر جنتو ہی نہ رہیں  
 اور یہ کہ ابھی کسی کا نام کی مشکلی کہ ہم جنت اور جہنم کیا درکشی جائے اور کیا  
 جہنم جہنم ہے تو آگ اس کے پانا کو ان کا مشکل کا ہم جہنم کی مشکل کے ہونے  
 کے لئے یہ کہ ان کے ہونے کے لئے ان کے ہونے کے لئے ان کے ہونے کے لئے

اہل کتاب و لشکرین متفقین حتی تا یتیم البیتہ رسول اللہ بیتا  
 صحابہ طہرۃ فیہا کتب قیمۃ یعنی جو لوگ کفر ہوئے ہیں اہل کتاب اور مشرکین  
 سے وہ اپنے کفر سے باز آئے والے نہیں تھے! یہاں تک کہ ان کے پاس دلیل روشن  
 آئی اور دلیل اللہ کی طرف سے ایک عظیم الشان رسول ہیں جو پاک صحیفوں کی  
 قیادت کرتے ہیں کہ ان صحیفوں میں لکھے ہوئے مکتوبات مضمون ہیں! غرض صحابہ نے  
 اس مقدمہ جالگاہ کا وظیفہ نہیں کیا! سالانہ صحابہ کے نزدیک حضور سے زیادہ  
 کوئی محبوب نہیں تھا و اسی وجہ سے مقدمہ بڑے سخت تھا پس ہم کو بھی چاہیے  
 کہ ہم صحابہ رضی اللہ عنہم کی اقتدا کریں!

**سخن رکھیا** | حضور ارشاد فرماتا ہے کہ میں ایک عظیم الشان فیوض اللہ یعنی  
 جس کوئی مستحب نہ پہنچے! اس کو چاہیے کہ میری محبت سے

دوستی حاصل کرے یعنی میری ذات سے جو میری امت کو مقدمہ پہنچاتا ہے اس  
 کو یاد کرے یعنی یہ سوچے کہ حضور تو اس میرے محبوب سے بھی زیادہ محبوب  
 ہیں! جب آپ ہی اس حیات ظاہری میں نہ رہے اور اس پر ہم نے سب کو یاد  
 تو اس کی کیا پڑہ ہے اس پر وہ شخص شبہ کر سکتا ہے کہ یہ کبھی کہ جسے حضور کے  
 ساتھ محبت ہی نہیں! لیکن مسلمان تو ایسا کہہ نہیں سکتا! لہذا اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو  
 اپنی جان، اولاد اور مال سے زیادہ محبت حضور کے ساتھ ہے اور جس کو نہیں  
 اس کی طرف ہمارے سامنے نہیں ہے! غرض ان طریقوں کے جتنا کرنے  
 سے محبت کا جو زیادہ ناگوار کیا کہ درجہ سے وہ نہ رہے گا اور نہ محبت میں  
 اپنی حدت بڑھ کر شرف حق سے مانع ہو جائے گی۔ درجہ در زیادہ محبت پر  
 محبت ہوگی یہ آداب ہیں محبت کے اہل نفس و دین ہیں! شرف حق سے  
 شہادت ہو جس نعمت و محبت پھر ان کی اور بہت سی چیزیات ہیں ان میں

سے بہانہ جزیات کی فہرست ان آیات میں ارشاد فرماتے ہیں: ارشاد ہے  
 حساب میں عیب نہ لگاؤ اللہ یعنی کوئی مصیبت نہیں پہنچتی مگر اللہ کے  
 حکم سے یہ صحت سے مصیبت کے مانع ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جب ہم مالک  
 و زبیر ہیں اور مصیبت ہمارے ہی حکم سے آتی ہے تو تم کو اس پر اعتراض اور  
 جوب و جبر کا حق نہیں ہے اگر حق تعالیٰ مالیت اور مصیبت اور اس کا اعتقاد  
 نہ کرے اسی حکم سے آتی ہے قلب میں راسخ ہو جائے تو مصیبت کی شدت  
 و قریب کو ہرگز از جا رفته نہ کرے گی یہ نسخہ کیا کا اثر رکھتا ہے:

آگے ارشاد ہے: من یمن باللہ و یحبہ یعنی جو شخص  
 اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے قلب کو  
 صحت کی ہدایت فرماتا ہے یہ جواب ہے ایک سوال کا جو قبلہ اولیٰ کو سن کر ناشی  
 ہو سکتا ہے: وہ یہ کہ حق تعالیٰ نے علاج تو بتلادیا اور ہمارا اس پر ایمان بھی ہے کہ  
 مصیبت اس کے حکم سے آتی ہے لیکن قلب میں اس کا کچھ اثر نہیں ہوتا تو  
 کہ جواب ارشاد ہے کہ تمہاری طرف سے ایمان اور ایمان ہونا چاہیے کہ تم  
 سے کہہ رہی ہیں تمہارے کو بے باقی ہدایت اور اثر تو تم میں گئے ہاں تمہارا  
 نہ سے اثر نہیں نہ کرو تو اس کا کوئی علاج نہیں، ہم لوگوں کی آجکل یہ حالت  
 ہے کہ ہم تو کہتے ہیں: وراثت کی امید میں باندھتے ہیں: ہمارے ایسی مثال ہے  
 جیسے عربی کسی حکم کے پاس گئے اور اس سے نسخہ لکھوایا اور شریعت کرتے پھر نہیں  
 حکم کو شرف نہیں ہوتی کسی نے پوچھا کہ کیا کسی بلیب سے تم نے معاملہ کیا ایک  
 نے کہا کہ جیسا کہ نسخہ تو میں نے لکھوایا تھا: دوسرے نے کہا کہ میں نے نسخہ کے دوا میں بھی پوچھا  
 نسخہ تیار کیا ہے کہ میں نے خریدا بھی لیا تھا پوچھتے ہیں کہ میں نے اس کو کیا بھی  
 لیا یا پوچھیں نے کہا کہ میں نے پکایا بھی اور اس کو برتن میں اندیل بھی لیا تھا!



جیسے نے کہا کہ جناب میں نے پایا بھی لیکن فوراً تو کہہ دی، خدا کی قسم توئی ہوئی تھی  
 پر تیار ایسا ہی عمل ہے! جیسا کہ ان مرنیوں کا ہے کہ قلیبم پر ایک نئے ہی عمل نہ  
 کیا! پیر شفا ہو تو کہتے ہیں: ہر قسم کہتا ہوں کہ لوگ کام نہیں کرتے اس طرف سے  
 کہہ گئی نہیں کوئی ذرا کام شروع کر کے دیکھتے ہمارے تو یہ حالت ہو گئی جتنے حرکت  
 ہی نہیں ایک صاحب مجھ سے کہتے تھے کہ نظر کے رد کرنے پر قدرت نہیں ہے:  
 میں نے کہا کہ قدرت تو ہے ہاں یہ کہو کہ رد کرنے میں کلفت ہوتی ہے! اس کو  
 برداشت نہیں کرتے اور کہہ سکتے ہو تو بہت دیر تک الجھتے رہتے اور میں ان کی  
 ہر بات کا جواب دیتا رہا مگر ان کی سمجھ ہی میں نہ آیا! وہ اطراف کا پیر کے لئے  
 واسطے بنتے رہے ہاں کہا کہ انہوں نے خود بھیجا کہ واقعی میری سمجھ میں آگیا کہ قدرت  
 تو وہ بات کیا ہوتی کہ وہاں پہنچ کر انہوں نے کام شروع کیا! یعنی نظر کو روکا۔ تو  
 تجربہ ہوا اور اس سے پہلے کام تو نہیں کیا تھا خالی بائیں تیار سے تھے اور اپنے  
 خیال میں اس کو محال سمجھ رہے تھے! اس لئے الجھتے رہے اور اپنے لوگ کام ہی  
 شروع کرتے ہیں! اس کا کچھ اثر بھی نہیں ہوتا! پیر کے بعد شہوات کہہ رہے  
 ہیں اور کام چھوڑ دیتے ہیں! صوبہ لاگ طریقہ سے کام نہیں کرتے اور اگر  
 طریقہ کے موافق کام کریں تو ضرور ہدایت ہو!

اسی لئے کہ انہوں نے خود ارشاد فرماتے ہیں: **وَأَذِّنْ لِلْعَذَابِ**  
**ذَاقُوا الْعَذَابَ فَتُنَادُونَ عِبَادَهُمْ يُخْلِسُونَ** (یعنی جو لوگ ہمارے  
 راستے میں جا رہے ہیں تو ہم حضور راہ کو اپنے رستے پر لائے ہیں اسی طریق  
 پر یہاں ارشاد ہے کہ تم کام کرو! جب تم کام کرو گے تو تمہارے قلیب کو ہم  
 ہدایت کریں گے! آگے ارشاد ہے: **وَأَشْرِكُوا لَكُمْ شَيْئًا فَلْيَمْسِكُوا بِهِنَّ الشَّيْئَئَاتُ**  
 جانتا ہے پس یہ بھی جانتا ہے کہ ان میں سے کسی کو ہدایت دینا ہے اور

کہیں نہیں ہے اس کے بعد جاننا چاہیے کہ مریض کو جو مرض پیش آتا ہے اس  
 کو ایک علاج تو خاص اسی مرض کا ہوتا ہے اور اسی کا خاص پیمائش ہوتا ہے  
 مثلاً مریض اگر کہل و سودار کے سبب سے ہے تو اسی کا خاص علاج اندر خاص  
 ہوتا ہے کہ ایسا ہوتا ہے کہ نسخہ بھی اسی کا اور جو چیزیں سودا و بڑا ہونے والی ہیں ان  
 کو سے بچنا ہی اور ایک نام علاج اندر علم پیمائش ہے کہ جس کو تمام امراض ہیں  
 پھر ان کے نام مریض کو ضروری ہے وہ یہ ہے کہ جو چیزیں ممتنع منفع اور  
 ممتنع مریض کی طبیعت میں ان سے بچنا چاہیے یہاں تک کہ تو حق تعالیٰ نے اس میں  
 ممتنع مریض کے مانع عن السرین ہونے کا خاص نسخہ کہ ہر ایک خاص مراقبہ  
 ہے کہ ہر مریض الہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور ثناء فرمایا تھا آگے ایک علم  
 جس کے تمام اذات میں ہر شخص کو التزام کرنا چاہیے اور ثناء فرماتے ہیں۔  
 اس لئے کہ اگر خاص مریض کے لئے خاص نسخہ کا استعمال کیا اور تو اندر تمام  
 ممتنع کو رعایت نہ رکھی تو اس خاص نسخہ کا کوئی نفع مرتب نہ ہو گا و تمام  
 علاج یہ ہے جس میں تندرست اور مریض سبب شرک ہے یعنی واطیع اللہ  
 مریض کے لئے مریض ہی ہم نے جو خاص علاج خاص مریض کے لئے تم کو تعلیم  
 کیا ہے سو پر اللہ بار نہ کرے کہ یہ مراقبہ تو کر لیا اور وہیہ احکام شرعیہ میں داخل  
 کیا کہ مریض کے ساتھ مشورہ دل کی تمام امور میں اس سے مشورہ کر دے اور یہ ہی وجہ  
 ہے کہ خیر و شکر ذکر میں فرمایا جس سے بڑا ثناء ہوتا ہے کہ ہم مستفاد  
 آواز ہے جس آواز میں مریض خاص اسی نسخہ کو استعمال کیا اور تمام قواعد کی رعایت  
 نہ کی۔ مریض کی پابندی نہ کی اور معاصی کا ارتکاب کرتے رہے تو اس خاص  
 نسخہ کوئی نفع متعدد یہ تم کو نہ ہو گا و در اس تقریب سے یہ بھی معلوم ہو گیا ہے  
 کہ جو مریض مریض کو اور ثناء فرمایا ہے اس کو کوئی بڑا نہیں ہے و در اس

کے بعد سمجھو کہ لعنت میں اسے حسرت اور کابل یا کنبوس یا بد پر ہنر ہوتے  
 کہ طبیب سے نسخہ لکھواتا اور مرہن اس کو پکا کر پینا اور پر ہنر کرنا ان کو  
 نہایت شاق اور پیار معلوم ہوتا ہے۔ مرہن کی شکایت کیا کرتے ہیں اور یہ کہا  
 کرتے ہیں دوا دار تو صاحب ہم سے ہوتی نہیں کوئی شخص ایسا ملے کہ چھو کر  
 دے اور مرہن جاتا رہے۔

طیب کا منصب | ایسے ہی روحانی مرہن کے مرہن بھی دیتے جاتے ہیں کہ  
 ایسے لوگ بہ کثرت ہیں کہ جو مجاہدہ ریاضتہ تو ایسا کرتے  
 ہیں یہ جانتے ہیں کہ کوئی بزرگ توجہ دل دیں اور ہمارے مرض جاتا رہے  
 ہم پر چرک نہ پڑے۔ ایمان نگہ بخش توجہ سے بغیر اپنے کئے کچھ نہیں ہوتا تو  
 یہ نہ لیخوال کے لئے ارشاد ہے فان تو لیتم فانما علی رسو لانا ابتلاخ بیہ  
 یعنی ہم نے جو تمہارے مرض کا علاج اپنے رسول کی معرفت ارشاد فرمایا ہے کہ  
 اگر تم اس نسخہ کے استعمال کرتے اور اس کا جو خاص اور عام علاج و پرہیز سب اس  
 سے اعراض کرو تو یہ درکنہ کہ تمہارے رسول کے ذمہ بجز اس کے کچھ نہیں ہے۔  
 کہ تم کو علی الامان دوا اور پرہیز بتلادیں کہ جو طبیب کا منصب ہے کیا طبیب کا  
 یہ تصور احسان ہے کہ تم دیکھ کر وہ دوا بتلا دے اس کے ذمہ یہ نہیں ہے کہ وہ  
 اس کے بس میں یہ ہے کہ شفا اور صحت تمہارے منہ میں نہ ہو کہ کتنی خوش کن  
 اگر تم کو اپنی صحت مد نظر ہے تو یہ دوا بتلائی گئی ہے ہمت سے اس کا استعمال  
 کرو ورنہ تم جانو اور اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ انبیاء اور دنیا کی توجہ میں برکت  
 نہیں ہے شک برکت ہے لیکن وہ توجہ مشرکہ ہے اس کے ساتھ کہ تم بھی خود  
 کچھ بات نہ پاؤں بلکہ ورنہ توجہ مقرر نہیں ہوگی اور نہ اس کے متوجہ کرنے کا یہ طریق ہے  
 کہ ہم لوگ کچھ نہ کریں اور نہ ہی تمنا یں کیا کریں کہ کوئی ہماری طرف متوجہ ہو جائے۔





تہی اس مراد کی تعین ہوتی ہے: تفصیل اس کی یہ ہے کہ قطعہ یہ ہوا تھا کہ حضور  
 کرمیت میں باہر کے کچھ مسلمان علوم سیکھنے کے لئے آکر رہنا چاہتے تھے اور  
 یہ سب کو معلوم ہے کہ جو شخص کسی گھر میں بڑا ہوتا ہے وہ اگر کہیں چاہتا ہے  
 دوسرے گھر میں بھی رہنا چاہتا ہے۔ بعضی گھنٹوں کا بھی خیال ہوا کرتا ہے۔ اس لئے گھر  
 کے مالک اس کے لئے یہ بھی چاہا کرتے ہیں کہ یہ کہیں نہ جائے چنانچہ ان کو بھی اسی طرح  
 روک کر رہنے پڑے۔ جب یہ لوگ حضور کی خدمت میں آئے تو انہوں نے دیکھا جو  
 حضور اس کے پہلے آئے ہوئے تھے وہ اور مسائل میں بہت دور گئے ان کو  
 بڑی تسرت اور راحت ہوئی کہ ہم جو وہاں پہلے آئے تھے اور دوسرے لوگ  
 بہت دور گئے اور ہم سے بہت زیادہ بڑھ گئے یہ سوچ کر ان کو اپنی اولاد  
 پر ازواج پر شہ آیا اور یہ ارادہ کیا کہ گھر جا کر ان کو خوب لاریں گے کہ ہم کو رہتی  
 رہتی ہوئے تو جس وقت انہوں نے روکا تو اس وقت بہت ادا آیت کا یعنی  
 نہ ہو کہ تم تک نازل ہوا اور جب انہوں نے ان کے مارنے کو ٹھنکھا ارادہ کیا  
 تو ان کو بھی اور قصصی الخ نازل ہوا۔ ظہر یہ ہے کہ اگر تم دعا کرتے ہو تو میرا  
 سے دور کر دو اور ان کا گذشتہ قصہ و مصاف کرد و توالی اللہ تعالیٰ شہد ہے کہ ہم وہ  
 بہت سے گناہ بھی گھس دے گا اور ہمارے لئے یہ تم قرآن کے پاس ہے۔

یہ اور فرمایا کہ جسے کہیں چاہی اختیار کی تھی ہر آدمی ہے:

اور دوسری صورت ہے کہ جسے چاہی اس کے لئے ہر آدمی ہے اور ہر  
 آدمی کے لئے ہے۔ یہاں بھی ہے۔ یہاں بھی ہے۔ یہاں بھی ہے۔ یہاں بھی ہے۔  
 یہاں بھی ہے۔ یہاں بھی ہے۔ یہاں بھی ہے۔ یہاں بھی ہے۔ یہاں بھی ہے۔  
 یہاں بھی ہے۔ یہاں بھی ہے۔ یہاں بھی ہے۔ یہاں بھی ہے۔ یہاں بھی ہے۔  
 یہاں بھی ہے۔ یہاں بھی ہے۔ یہاں بھی ہے۔ یہاں بھی ہے۔ یہاں بھی ہے۔

سبب میں ہو گا نہ یہ کہ اس عداوت میں وہ غامض ہیں اس کی ایسی مثال ہے جیسے  
حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک شخص جس ایک کھوڑے کے پیچھے بھاگا جاتا تھا وہ حضور  
نے فرمایا شیطان شیطان شیطان یعنی ایک شیطان ایک شیطان کہ پیچھے جا رہا ہے !  
اس کو شیطان اس لئے فرمایا کہ اس کے حق میں تو اس نے شیطان ہی کا کام دیا  
کہ اس کو ذکر اللہ سے غافل کر دیا پس ایسے ہی اولاد اور ازدواج اس محبوب کے حق  
میں بلا قصد و عہدین گئے کہ وہ ان کی محبت میں ایسا منہمک ہوا کہ اپنا اصلی کام بھول  
گیا پس اصل مانع اور مدار منع انہماک فی المحبت ہوا اور اس مدار کے اعتبار سے  
کہ محبوب کو غلام ہو سکتا ہے یہ مشہور ہے جیسا کہ اولاد اور ازدواج کو شامل ہے بغیر  
اولاد اور غیر ازدواج کو بھی جس شے کی محبت میں بھی یہ مبتلا ہو کہ اپنے مول کو بھول  
جائے غلام ہو گیا جس کو صوفیہ نے اس عبارت سے ادا کیا ہے ما تشکون الحق ہو  
طافوا تک کہ جو چیز بھی تنہا کو حق سے مانع ہو جائے وہ اسی تیرا بت ہے حکیم شافعی  
اسی مشہور کو فرماتا ہے ۔

بہر دوست دامانی چہ کنراں تہن چہ ایمان

بہر چہ از یار دور افتی چہ زشت آل نقش و چہ زریبا

اور اس میں ایمان سے مراد ایمان حقیقی نہیں اس لئے کہ وہ تو عین محبوب  
ہے نہ کہ مانع عن المملوک بلکہ یہ الیاس ہے جیسے حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں : قل  
بئسما یا من کم ہذا یمامنکم اور اگر زیادہ غور کیا جائے تو یہ بالعبیت نیز اختیار ہی  
بہنی آیت کا مدلول مطالبہ ہی میں سکتا ہے اور ان تعذرات اس پر نہیں منطبق ہو جائے  
گا ؛ تقریر اس کی یہ ہے کہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جیسے مباشرت بالعبیت پر غصہ  
آتا ہے بسبب بالعبیت بھی موجب غم نہ ہو سکتا ہے کہ اس شے کی محبت ہم و ہر  
تصہر دین مانع ہوئی ہے اس کو ہی ڈانا چاہیے ؛ باقی رہا شان زول تو کس !



بزرگ ہے کہ التبرۃ لعموم اللفاظ لا لخصوص المورولیں اس صودت میں آیت ان  
کی دونوں خیراتی کو دلالتہ مطابق سے شامل ہو جائے گی اور ان تعفو او تصفو الہم  
بہ بلا کثرت دونوں پر منطبق ہو جائے گا اور یہ دو طریق تو مائیت کے ازواج اور  
ہر کی حیات میں تھے کہ یا تو اولاد اور ازواج نے اس کو خود رو کا تھا شاید خود  
کی نسبت میں اس قدر مغلوب تھا کہ اللہ کی یاد سے رک گیا تھا۔

میسری صودت میں ان کی مائیت کی ایک اور ہے کہ اولاد  
یا ازواج مرگئے یہاں مصیبت اور محبت دونوں مانع جمع ہو

تے نسبت ترقی تھی ہے یاد رکھو کہ اس کی وجہ سے یہ سب اثنالی سے مسئل ہو گیا  
محبوب کے فقدان کے الہم کا مصیبت ہونا ظاہر ہی ہے اور وہ بھی شامل عن  
الہم ہے اور چاہیے کہ حیات محبوب میں جو مائیت اور محبت محبوب  
ہے یہ دونوں مانع نفس مائیت میں تو مشترک ہیں لیکن ان میں ایک  
نقص ہے جس پر نظر کر کے بعد محبت والی مائیت زیادہ عجیب اور فہم سلیم سے  
زیادہ ہے یہ وہ ہے کہ محبوب کی حیات کی صودت میں تھنی الجملہ کو مستحیثاً نہ رہی  
مگر ہر ایک نسبت حالت فوات کے شہد کسی قدر معذور بھی ہے کہ محبوب مجازی  
اکثر ہے کہ مشاہدہ ہے یہ مشاہدہ ہے یہ محرک ہو گیا ہے کس کی  
نسبت میں ایسا متصور ہے کہ وہ محبوب میں محبوب حقیقی سے مانع نہ ہو

اس کے فقدان و فوات کی صودت میں تو کوئی عذر نہیں ہے اور  
مستحیثاً ہے جو لگی اور اس کی محبت کا کوئی شرک نہیں ہے  
بہ محبوب حقیقی موجود ہے اور اس سے نفسی کرنا نہیں ہے

سب کے پاس موجود ہے اس میں تو مشغول رہ کر علی بن ابی طالب سے  
مستحیثاً ہے کہ اس کی یاد میں کثرت کرنا نہیں ہے

گھٹانے کے نہیں ہت! واقعی یہ شخص بالکل معذور نہیں اور یہ ساری خرابی غیر  
اللہ کے ساتھ حد سے زیادہ تعلق بڑھانے کی ہے

**رشتہ** | یاد رکھو کہ یہ محبت یعنی مرتبہ شرک کے درجے میں پہلے پہنچ  
**نہایت اوٹھ کر** جاتی ہے چنانچہ ایسی محبت کے بارے میں ارشاد

فرماتے ہیں: **وَمَنْ مِّنْكُمْ مَّنْ اتَّخَذَ مِنْ دُونِ اللَّهِ آلِهَةً مِّثْلَ اللَّهِ**

یعنی جس شخص نے ایسے بھی ہیں کہ سوائے اللہ کے، انہوں نے شریک بنا رکھے ہیں ان

سے شریکوں کی محبت کے نسبت کرتے ہیں دیکھتے اس نسبت میں جیسے کہ اختلاف

ان دو میں شرک فی الالوہیت کی شکایت ہے اسی طرح یہ عمل بھی اسی درجہ

میں عمل شکایت ہے کہ ان سے ایسی محبت رکھتے ہیں جیسے خدا کے ساتھ ہونی

جو یہی چیز کسی نماز کی محبت سے کسی وقت قلب نہالی نہ ہوتا ہے۔ ایسی

محبت دوسروں سے کرتے ہیں! واقعی ایسی محبت شرک کا شعبہ ہے نہ شرک

کا شعبہ ہونے کے علاوہ عذاب جہان بھی ہے! اور وہاں تو عذاب ہرگز نہیں

بھی سنت نہیں ہے چنانچہ دوسرے مقام پر اسی مضمون کو ارشاد فرماتے

ہیں: **وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ آلِهَةً مِّثْلَ اللَّهِ** یہی وہ لوگ ہیں

جو دنیا کی دنیا کی چیزوں کو اللہ جیسے کہ تم اپنے خدا کے برابر

اول و آخرت علوم نہ ہونے چاہیے۔ یہ تو ان کی گالیوں پر ان کو کہتے ہیں

انہوں کے سبب سے ان کو دنیا کی چیزوں کی جگہ پر ان کے خدا کے برابر

دفعہ میں ہے کہ ہر سبب شکی کے لئے ہر سبب مردہ یا زندہ کے ساتھ

نہی ان کی یہ محبت کے نزدیک مردہ کی جگہ پر ان کے خدا کے برابر

کی جگہ پر ان کو یہ مقبرہ ہے کہ ان کے خدا کے برابر مردہ کی جگہ پر

ہے کہ ان کے خدا کے برابر مردہ کی جگہ پر ان کی طرف سے

زیادہ محبوب ہونا کہاں ثابت ہے ہمارا زیادہ محبوب تو وہی تھا جس پر ہم عقیدہ  
 تھا تو بنیاب میں آپ اس زیادہ محبوب ہونے کو تسلیم کر چکے ہیں ایمان لانا یہ خود  
 اس اجماع کے اقرار کو مستلزم ہے چنانچہ اسی آیت میں ارشاد ہے والذین  
 آمنوا شد عباداً یعنی جو لوگ ایمان لائے ہیں ان کو مسب سے زیادہ اللہ کی محبت  
 ہے پس آپ نور چشمی شہدہ محبہ میں ضرورت ہی اس بات کی نہیں ہے پس  
 یہ آپ عاشق و معشوقہ شہر سے تو عاشق کے لئے بڑی غیرت کی بات ہے کہ  
 شہر کے چاروں طرف پر تار ڈالے مولانا نے ایک حکایت کہی ہے کہ ایک عورت  
 بہت بابرہ تھی اس نے دیکھا کہ اس نے دیکھا کہ میرے پیسے ایک مرد آ رہا ہے  
 آپ کے پیسے چھپے بول آ رہا ہے اس نے کہا کہ میں تمرا عاشق ہوں اس عورت  
 نے کہا میرے پیسے میری بہن آ رہی ہے وہ بڑے زیادہ حسین بہت وہ شہین  
 نے کہا اس پر تار ڈالے بڑے کہ اس کے ایک دھول رسید کی اور یہ کہا مد

کشت لعل ابلہ از تیر عشاقی در بیان دعوی خود مساوی

یار پر از تیر انگیزی تلمسیر این بود و عوای عشق لعل سے بہر

دیکھو ایک ادنیٰ شوکت نے سبب شرکت پسند نہیں تو احکم الحاکمین کہ جس

پرستہ غیرت ہے اس کو کب پسند ہوگا کہ ہمارے چاہت واسطے غیر پر زلف

بازار عشق کے واسطے محبوب کے کسی سے کوئی نہیں پہنچتا اور

عشق کی شہ سے کہ چوں بفرشتہ ہر چہ در مشقوت با تہر بفرشتہ

میں نے جان لی ابراہیم بن ابراہیم کی شہادت ہے کہ سبب سے بہر کر

میں نے عشق کی شہ سے کہ چوں بفرشتہ ہر چہ در مشقوت با تہر بفرشتہ

میں نے عشق کی شہ سے کہ چوں بفرشتہ ہر چہ در مشقوت با تہر بفرشتہ

میں نے عشق کی شہ سے کہ چوں بفرشتہ ہر چہ در مشقوت با تہر بفرشتہ

ابراہیم کی نظر اس پر پڑی محبت کا جوش ہوا کئی بار اس کو دیکھ کر مریدوں نے دیکھا  
 کہ حضرت شیخ ایکس امر دہشتین کو دیکھ رہے ہیں اس لئے کہ یہ راجا بادشاہ کا لڑکا  
 ناز و نعمت کا پلہ ہوا نہایت حسین و جمیل تھا اور وہ زمانہ یہ زمانہ تھا کہ نہیں کہ جتن  
 زیادہ کوئی امر پرست ہوتا تھا ہی زیادہ بزرگ ہوا اس زمانہ میں تو شریعت کے  
 خلاف تھا مریدوں کو گمان ہوا کہ بے شک شیخ کو لٹھڑی ہوئی ہے لہذا ان کے ہم  
 مقبہ کریں گے وہ لڑکا حضرت ابراہیم کی جستجو میں آیا تھا لہذا ان کے ہر ایک سے  
 تپہ حضرت ابراہیم کا پوچھا تھا لوگوں نے بتایا خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں  
 آپ کا بیٹا ہوں اور میرا نام شمس ہے حضرت ابراہیم نے پوچھا کہ تم نے کس پر پڑا ہے  
 عرض کیا کہ قرآن مجید اور کلام دین پر محبت ہے پھر پوچھا کہ سرگرم و مصروفہ و مشغولہ  
 کے پابند ہو سرگرم ہوا کہ پابند ہیں دیکھئے شمس کے بندوں کی ایسی محبت ہوتی ہے کہ  
 لئے پوچھ کر اگر سرگرم ہو گا کہ جو بل اور غم اور صول کی مرضی کے خلاف ہے تو میرے کلام  
 کا ہے بسبب اس کا ہر طرح سے کامل ہونا معلوم ہوا تو اور زیادہ محبت کا ہر شہر  
 اور مینہ سے لایا قرآن الہام ہوا کہ لے ابراہیم پاس لے جاتے ہوئے کئی مرتبہ فرمایا  
 جب تیری مودل میں یا حبیب سپر جمع ان دونوں کو تو ہرگز نہ کرے

دعا کی کہ اسے شریہ لڑکا میرے اذیتیر کے درمیان میں تھا بہت اس کا بکر  
 اٹھائے نور اس کے گرد وہیں دروہا اور جاں بحق ہوا لیکن ابراہیم نے کہا ہے کہ حضرت  
 ابراہیم کے ایک مرتبہ بیٹے سے لگا دینے سے سلطان ٹھوڑے کے نور بیست تھی پھر  
 ہو گئی تھی مزاران کو مکہ کے باہر ایک مسجد موجود ہے اہل شیعہ بتاتے ہیں کہ اس وقت  
 کا احساس کرتے ہیں لیکن اس وقت سے کون بیٹہ سمجھ کر وہ دیکھتا ہے کہ  
 بات یہ ہے کہ حق تعالیٰ کو معاف ہو کہ مکتوبہ ہے  
 و بیانات مختلف

واسے حقوق لینے نہیں فرماتے اس لئے ان کے ساتھ اسی قسم کا معاملہ ہوتا ہے نہ  
 ان کے ساتھ محبت رکھنا اسی طرح ازدواج کے ساتھ اسی طرح دوسرے علاقے  
 و ران کے ساتھ شروع بہ بشرطیکہ ظنون ہو جس کا خیال بظاہر یہ ہے کہ جیسے محبت  
 کے دو درجے تھے اسی طرح محبت کے بھی دو درجے ہیں ایک محبت ل و ا ل حقوق  
 دوسری محبت یہ تحصیل الخواص و اسے حقوق کے لئے جو محبت ہے وہ فی نفسہ  
 غیر مستحب ہے اگرچہ اس میں طبیعت بھی ہو اور تحصیل خواص کے لئے جو محبت ہے  
 دوسری بھی ہے اسی کا نام مشق ہے پس ادارہ حقوق کے لئے جو محبت ہے اس  
 میں کوئی ریت نہیں ہے بلکہ ایک درجہ میں اس کی تحصیل ضروری ہے اور تحصیل  
 کے لئے جو محبت منع نہیں بشرطیکہ واجبات اور محرمات میں اس سے اختلاف نہ ہو  
 بشرطیکہ کسی کو عیش ہو کوئی ضمانت نہیں لیکن اس کو بڑھانے نہیں اس لئے  
 کہ بڑھ کر شائق عین الحق ہو جائے گی ہاں اگر محبت باطل نہ ہو اور یہ محبت کہ بعد  
 سے در حقوق میں کوئی ہوگی اس لئے محبت کی تحصیل کرتا ہے یا کہ تو بہ کر اس  
 کو بڑھانے سے اسے حقوق کے لئے بڑھاتا ہے تو بائز باکہ مستحب ہے اور جو اس  
 تر محبت جو وہ ہے کہ اولے حقوق کے لئے کافی ہے مگر محقق تحصیل لذت کیسے  
 ہو کہ بڑھاتا ہے یعنی ایسے اباب غیر ضروری کہ کتاب کو کتاب ہے کہ جن سے محبت  
 ہے وہ فرض لذت اور عیش پرستی ہے تو یہ بڑا ہے بلکہ بعض اوقات نفسی سے  
 محبت ہو کر نہایت عینا حرام ہے اور یہی راز ہے اس میں کہ حب کا تعویذ کرنا  
 نہایت سہل ہے نہایت آسان ہے کہ محبت کو عین کو حرام ہے کہ تعویذ زوج کے لئے تعویذ  
 کے لئے محبت میں کہ یہ سہل ہے کہ محبت بڑھ کر ضرورت ہو کہ وہ سہل ہے کہ وہ  
 محبت کے لئے عین حرام ہے کہ وہ سہل ہے کہ وہ سہل ہے کہ وہ سہل ہے کہ وہ  
 محبت کے لئے عین حرام ہے کہ وہ سہل ہے کہ وہ سہل ہے کہ وہ سہل ہے کہ وہ

کہ محبت جائز کا ہی جیسے کہ زنجین میں پھنسی ہے بڑھانا محبت سے زائد پسندیدہ نہیں تو  
جو محبت اصل سے ہی ناجائز ہے وہ تو کیوں کر قابلِ ملامت نہ ہوگی اور جو محبت تو جہنم  
پر ہے مثلاً شیخ محبت سے نہ تو شغل رہا کہ جس کا داخل یہ ہے کہ اچھے شخص کی  
صوت کا لہو کیا کرے پسند نہیں کیا ہے اور بعضوں نے ناجائز بھی کہا ہے اور یہی  
اس کی یہ ہے کہ ایسا لہو کرنا کہ غیر متعلق کا تصور ہی نہ کرے یہ صرف غریبی کا حق ہے  
چنانچہ مولانا اس عمل صاحب شہید نے اس شغل کو ماحول انتہائی نفرت سے  
شاکتوں میں داخل فرمایا ہے اسی طرح توجہ تشارف بن الدیوبہ کہ جس کی طبیعت  
یہ ہے کہ شیخ تمام خطرات سے نکالی ہو کر بسین کی طرف متوجہ ہوتا ہے شہید نے  
اس کو بھی ناپسند کیا ہے اس لئے کہ قلب کو ماحول طالب سے جب نکالی کر دیا تو حق  
تعالیٰ کی یاد بھی اس میں برائے نام ہی رہ جائے گی یعنی کہ قلب میں پرچہ ہے  
وہ بہ اختیار سے نکال کر درجہ انظار میں پہنچ گئی ہے۔

**توجہ الی اللہ** | باقی قصہ توجہ الی اللہ نہ رہے گی اس لئے کہ قصہ توجہ الی اللہ  
صرف توجہ ہے تو اس وقت یہ شخص کہ توجہ الی اللہ ہے

بہت تارک ہوا کیوں کہ مودر بہ توجہ اختیار ہی ہے نہ کہ انظار میں اس کی حرکت  
کا تو فرق نہیں دیا اس لئے کہ اکثر مشائخ کا مودر الی اللہ ہے اور یہ توجہ الی اللہ  
کہ نیستہ ان حضرات کی اس میں شیرازی کی تھی اس لئے جائز ہی کہتا ہوں کہ ایک  
اس جائز ہے اس قدر نفرت ہے جیسے لہو کو اوپر ہی کہ لہو الی اللہ ہے  
ہے کہ اس میں بالکل صورتِ شکر کی مہی لازم ہوتی ہے اس سے کہ یہ نہ کہ  
ہے کہ اس کے توجہ سے کسی شے کو دل میں نہ لے لے پس جبکہ کسی شخص  
انتساب باشر کو توجہ ہے توجہ ہے توجہ ہے توجہ ہے توجہ ہے توجہ ہے توجہ ہے  
لیکن یہ توجہ الی اللہ ہے توجہ الی اللہ ہے توجہ الی اللہ ہے توجہ الی اللہ ہے

نہا کر نہ جڑ کی اندر محبت کا بڑا سبب یا تو نشیر ہے اگر وہ شاید ہے اور اگر مر گیا  
 ہے یا نہ ہے تو کثرت تخیل و تصور ہے پس نظر کی بھی شناخت ضروری ہے  
 کہ جو شخص کو بھی دوسرے کا نام لگ کر متفرق کر دینا چاہیے ورنہ کثرت تخیل  
 کا قیام اکثر جن میں ہوتا ہے مولانا نصیرت میں فرماتے ہیں :۔

عشق زہر وہ بنا شد یا خار ، عشق را با حسی و با غیر هم دار ؛  
 عشق ہنس کر ہے پیر زنگ برد ، عشق غمور با قہر و شک برد ؛  
 عشق شکر و شکر کثرت مست انیس ، عشق ہنس کر اور پس و آٹھریں ؛  
 گراں دار جان شد باز نیست ، بر گریاں مراد شوار نیست ؛

یعنی یہ کہ جو کہ ہمارا تو اس نرگاہ میں داخل نہیں ہے جس سے کہ کہ یہ پرکار  
 ہے یا نہ ہے تو کہ وہ کہ یہ ہم کو رہ سائی دے گا ، افسوس ایسی ذات کہ  
 ساتھ آنحضرت نہ کریں کہ جو شو و قہم کو طلب کرے اور جس کی محبت میں ہر طرح کا  
 چین و غم نہ ہو کہ اصل تو اور ایسوں کے لیے مریدانہ کی محبت سے مایوس  
 ہو کر یہ طلب کیا فرماری ہے چینی ہو اور اکثر وہ ہماری طرف ، انکساف  
 ہو کر کہے :۔

انہی میں ہیں خاص نے مردہ کا تخیل طلب کر لیا ہوا ہے نہیں  
 مردہ کا تخیل کے لئے تو وہ دوری ہے کہ وہ اپنا حلاج کر سکتا ہو ہر جا ہے  
 کہ اس کا دل میں نہیں ہے اور مردہ کو یاد کر کے نہ پاوے روئے ہے ایک ہی  
 جہنم میں ہے کہ مردہ کو بھی تکلیف ہے ہوتی ہے شریف میں آیات کہ  
 خدا کی عبادت کو نہ شرم نہ ہوا ان کی بیوی یہ کہہ کر روئے کی ہنس  
 ہے کہ وہ ان کے دل کے منہ کی یاد میں تم کو منع نہیں کرتا کہ نہ  
 ہے کہ وہ جب تم پر ہستی مٹتی کہ ہنسے سرور تو فرشتہ ہو کہ کہتے کہ کیا تو ایسا



تھا۔ دیکھو اس طرح کی بات سننے سے بھی تکلیف ہی ہوتی ہے اسی طرح میری  
 بڑی ہمیشہ کے انتقال کے بعد میری مائی صاحبہ اپنی بڑی چچی بہت روئی تھیں۔  
 ایک بار مرحومہ کو خواب میں دیکھا کہ مائی تم نے روزِ گردِ مائی مائے بہادر  
 میں تمہارے پاس آیا کرتی مگر تم نے رستہ ہی نہ رکھا اس حکایت سے معلوم ہو  
 کہ اموات کو بعض ذاتِ سیار کے امداد کا احساس ہوتا ہے اور جب اس  
 کی کبھی یہ ہوتی ہے کہ نرستہ اطلاع کر دیتے ہیں اور کبھی کبھی حق تعالیٰ کی طرف سے  
 آفتابِ روحانی کا اذن ہو جاتا ہے اس سے ان کو ادراک ہوتا ہے جہاں یہ ہیں  
 بیوقوفی کے شرح اندر میں ایک حکایت لکھی ہے کہ بزرگ اپنی والدہ کی قبر  
 پر جا کر قرآن مجید پڑھا کرتے تھے ایک روز انہوں نے اپنی والدہ کو خواب میں  
 دیکھا کہ وہ کہتی ہیں بیابا جب تم میرے پاس آیا کر دو آتے ہی قرآن مجید پڑھو  
 کرو یا کرو شروع کر دو شروع کیا کرو تو کہ میں تم کو جی بھر کر دل دیکھ کر  
 جب تم قرآن شروع کر دیتے ہو تو اس کے انوار تمہارے چہرے کو چمکاتا ہے  
 دیتے ہیں۔

الحاصل یہ کہ سبیلِ توحید میں عشق اور جہادِ ثبات  
 ہے جس کا نام لوگوں نے عشق رکھا ہے جس کو بجا ہے  
 عشق کے اگر عشق کو بجا ہے تو جہادِ خواہ وہ محبتِ عورتوں کے ساتھ ہو یا مردوں  
 کے ساتھ یہ تو کسی نہ جہاد نہیں بلکہ محبت کی محبت کا مرتبہ بہت ہے  
 جو گیت سے اور یہ نغمہ گیتوں سے زیادہ مست ہے اور وہ جس کی یہ ہے کہ عشق  
 تو خود بھی جہادِ مروت سے بھرتی ہیں اور ان میں جہاد بھی ہوتا ہے اور جہادِ ہیزہ  
 میں بھی رہتی ہیں دوسرے یہ کہ عورت مروت میں تو نورِ نور کو بھرتی ہوتی ہے  
 اور مرد کو اس میں پادشہ کوئی چیز نہیں ہے اس لئے کہ جہادِ ہیزہ بہت ہے

[illegible]

بتلا کرتے ہیں یہ تمام تر کلام محبت کے بارے میں تھا۔

تیسرا مانع کہ وہ بھی فرو نعمت کا بہت حسب حال ہے اس کے  
 حسب حال اس کے اس کو ارشاد فرماتے ہیں امتناعی ایک اور اولاد کہ نسبت

والتہ عند بہر خلیفہ یعنی تمہارے احوال اور اولاد ذمتہ بہتہ اور ارشاد کے نزدیک  
 اجماع ہے کیوں کہ اولاد کو ذمتہ زیادہ سخت ہے اس لئے یہاں اس کو کمر ارشاد  
 فرمایا اور نیز اس لئے کہ احوال کے ساتھ محبت کا ایک منشا اولاد کی محبت بھی ہے  
 اس لئے بھی اولاد کو ذکر فرمایا اور مال کی محبت کے بھی دو درجے ہیں ایک تو  
 بقدر قدرت محدود شرعیہ کے اندر یہ مذموم اور مانع نہیں اور ایک وہ محبت جس کے  
 خلیفہ میں حقوق شرعی فوت ہوتے ہیں چنانچہ ایک مال یہ بلا بھی کلام ہے جو کہ حسب حال کا  
 شیعہ ہے وہ یہ کہ حقوق الیاد میں بہت کوتاہی کرتے ہیں اس زمانہ میں لوگ بڑے  
 باہمت ہیں جو ڈھونڈ ڈھونڈ کر اہل حقوق کو قتل پہنچاتے ہیں آج کل بڑے بڑے  
 دیوبندوں کی یہ کیفیت ہے کہ نمازیں بہت پڑھیں گے حتیٰ کہ نوافل و نسیب ذکر  
 و شغل کے پابند لیکن حقوق کے ادا کرنے میں تساہل حتیٰ کہ نفس ہمارا پیر تالی ہے  
 کہ کسی مرد کے ورثہ اس کا مال ان کے مدرسہ یا مسجد میں لے میں اپنے کھانے کے لئے  
 میں اس کی شش کرتے ہیں کہ اس کے کتنے دار و ستار ہیں در سب کی زندگی بڑے  
 یا نہیں کوئی ان میں مانع تو نہیں ہے اس بار میں باشتیارت خاص خاص بندوں کے  
 مستحق ہیں مثلاً میں اپنے مدرسہ میں تو اس چندہ کا قصہ بڑے نازک ہے میں  
 نے ایک جگہ کی حکایت سننی ہے کہ شاگردوں کے موقع میں جو مدرسہ میں دیا  
 کرتے ہیں جو ایک شاگردی دعویٰ ایک شخص مدرسہ میں شادی کے لئے نہ دیا  
 منسلک مدرسہ نے دعوت کے موقع میں نیز بان سے خود کہ مدرسہ کو کسی شے نہ دیا  
 کوئی اس سے مانس سے پوچھتے کہ حق کے یہاں کیا سنیں ہیں حتیٰ کہ وہ بہت جلد

واجب ہو البتہ برادر یوں میں دستور ہے کہ جس کے ہاں شادی ہو اس سے پہلے  
 مدرسہ یا مسجد کے لئے کچھ مقدار خامس روپیہ کی لیتے ہیں جو بالکل ناجائز ہے بہر حال  
 یہ یا خامس یا شمار انہیں سب ہی ان کے اختیار میں ہیں مگر اس  
 کے برخلاف اس کے ان اہل اول اور اولیٰ سے بڑے ضرر ہو رہا ہے ایک  
 مرتبہ ایک ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ ہم نول مدرسہ میں گئے تھے  
 جہاں بڑی تنگی کی گئی دو گنبد یہ ہماری تنظیم مال میں کی وجہ سے ہے اگر ہم ہزار  
 روپے سے اس مال کی اہل مدرسہ کو بیرون نہ دے تو ایسے ظالم ہم کو کیوں پوچھتے تھے  
 سے ہیں ایک مدرسہ میں گنتہ گیا تو ان ہی حضرات نے ہمارے وقت وہاں آئے  
 جس کے لئے پیر اور شاگردوں نے ڈنکے کہا اور اس میں سب بے دخل ہو زیادہ مشورہ بیان  
 کیا اور ان سے اس کی بھی شکایت کی، انہوں نے عرض کیا کہ وہاں سب ڈنکے کی ابتدا  
 ہوئی تھی کہ وہ کیا تو وہ بڑے بہت تعلیم سے پیش آئے اور کہتے تھے کہ ہم کو تو  
 اتنے سے زیادہ ری ہوئی تھی تو اب صاحب نے بیان کیا کہ اس نے دلینے (تقریباً)  
 ایک شریک بہت بڑا شکل ہے میں نے پوچھا کہ وہ شرط کیا تھا کی تھی کہنے لگے کہ  
 وہاں سب نے بیان کیا کہ یہ شرط کی ہے کہ ہم کو کچھ نہ دیا جائے میں نے کہا کہ یہ  
 شرط کی تھی کہ یہ تو بہت آسان ہے وہ کہتے تھے کہ جناب یہ کہتے ہو مگر اسے  
 اپنے محبوب کی خدمت کرنے کو تو جی چاہا ہی کرتا ہے میں نے کہا کہ یہ بھی ہو سکتا  
 ہے کہ محبوب کی خدمت محبوب کے گھر میں ہو سکے کر دی جائے یہ کیا ضروری ہے  
 کہ وہ جہاں کہیں ہے جناب گستاخی معاف فرمائیے کہ میں نے کہا کہ یہ کتاب  
 کے لئے سب کے پاس نہیں ہوتا، میں نے کہا کہ ان کو کیا آپ ہم کو پیار اور اپنے آپ کو  
 کو بہت پیار ہے اور آپ خود پیار سے ہیں اور ہم کو پیار میں آپ اپنے کو پیار کی لیت  
 کہ جس سے کہیں کہیں ہوں گے، جو کہہ رہے ہیں وہ دنیا کی ضرورت ہے وہ ہمارے

پاس موجود ہے اور جس قدر رقم کو دین کی ضرورت ہے اس سے تم لوگ منہس ہو۔  
 غرض میں نے خوب ہی کان کھولے لیکن بولے بالکل نہیں، جب وہ چلے گئے، تو  
 لوگ کہنے لگے کہ بہت ہی اچھا ہوا یہ بڑا مفرد رہے، جس کو چاہئے کہ بقیات، غرض  
 ان مدارس کے چندوں نے علماء کو بہت بے وقعت کر دیا ہے اگر علماء اپنی حالت  
 درست کر لیں اور ان مالداروں کو منہ لگا لیں اور قناعت اختیار کر لیں تو پھر عوام  
 پر بھی بہت اچھا اثر ہوگا اور جب علماء کی کواموال کے ساتھ اس قدر دلچسپی ہو کہ  
 دولت مندوں کی خوشامدیوں کے میں تو عوام بے چاروں کی کیا شکایت ہے؟ دیکھو اگر یہ  
 لوگ خوشامد اور عرصہ چھوڑ کر استغناء کا معاملہ کریں تو امر ان کے دروازوں پر بند  
 آویں البتہ آئے دالوں کے ساتھ بد اخلاقی نہ کریں، اور فتنہ کے معنی یہاں وہ نہیں  
 ہیں، جس کو ہم لوگ فتنہ فساد کہا کرتے ہیں، بلکہ فتنہ کے معنی امتحان کے ہیں، یعنی  
 اولاد اور مال تمہارے لئے امتحان کی چیز ہے یعنی ہم دیکھتے ہیں کہ تم ان کے ساتھ  
 مشغول ہونے ہو یا ہمارے طرف، جو امتحان میں کامیاب ہوگا، اس کے دستے  
 اللہ کے پاس بڑا ثواب ہے!

تشریح | یہاں موانع کی فہرست تمام ہو گئی، وہ آج میں پیڑ میں جوڑی ایک  
 مصیبت اور نعمت کے افراد میں سے ایک، ونا د ازواج دوسرا مال  
 اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ مانعیت ان کی بوجہ افراد محبت و آثار کے ہیں، اب اس  
 مقدم پر یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ یہ محبت اللہ آثار و تلب میں تو باجہ اندر و اختیار میں نہیں ہے  
 یہ تو سخت مشیت ہوئی تو آگے اس کا جواب ارشاد جہنم فاقوا اللہ استقامت مند  
 یہ ہے کہ تم کو یہ کون کہتا ہے کہ تم آج اسکی بنیاد جیسے ہو جاؤ میان جس قدر تم سے ہو کہ  
 تقدیر کر کے رہو رفتہ رفتہ مرنا ہو جب کہ تم چاہو کہ وہ مال بنو مشربان سے کہہ سکتے ہو  
 آیت فاقوا اللہ یعنی تقاضا کی مانع ہے لیکن میرے تفسیر کر دیتے ہیں کہ یہ میرے



افسوس کو طالب کو چاہیئے کہ جب کسی شیخ سے بیعت کرے تو دواہرا اپنے اندر لازم کرے  
 اشباع اور اتباع یعنی اخلاص اپنے احوال کی اور اتباع اس کی تعلیم کا پس باطن  
 واطبیعی میں ایکہ اسی درجہ کا دستور اعلیٰ بنا دیا گیا اور چونکہ ہاں انسان کو ایسی چیزیں  
 اور نیز انسان کے اندر نخل بھی نہیں ملتا ہے اس لئے فتویٰ کے افراد میں سے بعض نے یہ  
 کے طور پر اتھام زبان کے لئے اس کو مستقل طور سے بھی ارشاد فرماتے ہیں واذن اشباع  
 لا نفسکم یعنی اپنے نفسوں کے دل نہ چرچ کر و اور لا نفسکم اس لئے فرمایا کہ شاید تم  
 یہ سمجھنے لگو کہ اس کا تعلق آقا تعالیٰ کو ہو گا یا سو یاد رکھو کہ اس کا تعلق خود ہی ہے  
 واذن ہو گا ہم تو نفسی ذات ہیں اور چونکہ حجاب کرام سابق یعنی اسعد ان ایضاً ہے  
 کوتاہ میں لیکن ہے کہ یہ بھی جس کہ صرف ظاہر حکام پر عمل کر لینے سے پس نہیں  
 ہو جیتے گا

اس لئے آگے ان اعمال ظاہرہ کی روح نہیں فرماتے بلکہ ارشاد  
 دین بقی شیخ ففسہ فانک ہم المفسر مت مایہ ہے

تشریح نفس

کہ صرف اعمال ظاہرہ کی صورت پرست رہو بلکہ روح کو بھی حاصل کرو اور اس کے ہم یہ  
 نکتہ عنوان میں بیان کرتے ہیں کہ حق مسر یہ ہے کہ جو نفس نفس کی حرمت سے بے نیاز  
 تو یہ لوگ پس باطنی جب نفس کی اندر میں تدریجاً پیدا ہو جاتے کہ بے نیاز  
 اس میں نہ رہتے و غیر پر نہ گرسے تو جو کہ خارج حاصل ہو گئی اور یہ روح طوفاً  
 میں حاصل ہوتی ہے اہل تہذیب کی خدمت و محبت سے اور یوں بتیغہ پھول فرمایا ہے  
 فرمایا دین بقی ففسہ (جو شیخ اپنے نیک کی حرمت سے اس میں اشارہ اس طرف  
 ہے کہ قرابتہ درخشست تمہارا کرم نہیں ہے بلکہ پچھلے واسطے ہم میں لٹری ہے  
 پرنا نہ کرنا ہم بھی ہیں جو مفسر و پندار ہیں ہرگز کہ ہماری واسطہ ہی ہے  
 ہیں اس سے دوا چاہدہ کی میری بیان فرادی کہ جب کہ نفس کے اندر



شیخ باقی ہے اس وقت تک مجاہد نہ چھوڑو نہ چونکہ نفس کے اندر حرص اور شہ  
 جبلت ہے کسی طرح قابل زوال نہیں اس لئے مجاہدہ بھی مدتوں لگے اور یہی ہوا  
 ہے کہ چندے سے اس میں زیادہ مشقت نہیں رہی اور چونکہ وہ حق شیخ بنفسہ ارفع  
 اور کمال تمام تر میں جو غیر اللہ کے مقتضی میں چھڑا مقرر ہے وہ ہے اور یہ حبیب تک کہ نفس کو اس  
 سے پرہیز کرے کہ حرص نہ والی بلکہ یہ نکل نہیں سکتی جیسے کسی کے پاس پیسہ ہو تو اس کو  
 بچا کر رکھے یا گنتی کا لالچ نہ دیا جائے اس کو چھوڑ نہیں سکتا اس لئے آگے مشرہ  
 اہل کمال کے ہر کام میں دلالت ہے

مفسر کی مفسر  
 یہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ ملاحق حرص مذکور نہیں بلکہ حرص کی  
 دو قسمیں ہیں ایک غیر اللہ کی طرف تو مذکور ہے اور اللہ تعالیٰ  
 کی بات کی حرص تو ہے بچا پنچر شاد ہے ان فقر حضرات اللہ تعالیٰ سے  
 کم نہیں کہ جس تو ہم سے تمہارے اموال اور دلاور ازواج اور تہذیب سے جان چھڑائے  
 دین سے سب سے بڑھ کر کے لئے آیت سابقہ میں ارشاد کر آئے ہیں اس سے دل مت  
 کو تو بڑا کمال ہے جس میں گئے قلم یہ سب چیزیں ہم کو ترش سے رہت ہو مگر  
 قلم اور ترش و رسد یعنی خالص چہرہ پر کے یعنی ان کی سبب منفرد کو چھوڑ دے کہ جس  
 کے لئے نہ صرف یہ کہ ہم سے بڑی دلی کا بھی تو ہم اس کو بڑھائی سکتے ہیں کہ کسی  
 مفسر کو فرات سے

مجاہد باقی رہے جس میں بازار را کو بیگانی کی غریبی گزارا

مجاہد باقی رہے جس میں بازار را کو بیگانی کی غریبی گزارا

مجاہد باقی رہے جس میں بازار را کو بیگانی کی غریبی گزارا

مجاہد باقی رہے جس میں بازار را کو بیگانی کی غریبی گزارا

مجاہد باقی رہے جس میں بازار را کو بیگانی کی غریبی گزارا

وہ یہ کہ حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص ایک چھپوارہ راؤ خدا میں خرچ کر لے گا اللہ تعالیٰ اس کو اس قدر بڑھاتا ہے کہ وہ احمق ہمارے برابر ہو جاتا ہے اب اگر ہمارے چھپوارے کے حجم کے برابر ٹکڑے کر دیں تو کس قدر ہوتے ہیں سنگوہا سنگوں تک نسبت بہشتی اور اگر وزن میں چھپوارہ کے برابر ٹکڑے کر دیں تو اور بھی زیادہ ہوں گے۔ اب یہ خیال ہوتا ہے کہ الٰہی دین کے تو یہی لیکن ہمارے جرم اس قدر ہیں کہ یہ سب ذائب اس میں نہ کہیں نہ منع ہو جائیں، جیسے ملازم کی تنخواہ جرم کے سبب ضبط ہو جاتی ہے! اس کے لئے آگے ارشاد ہے: و یغفر لکم لیسی کما تہون سے اندیشہ نہ کرو حسب بخش دیں گے اور چونکہ انسان بہت کم حوصلہ ہے اس لئے اس مشن کو کوشش نہ کیا اور تعجب ہو سکتا ہے کہ اس قدر عطا اور پیراس کے ساتھ مغفرت کیسے ہو گی! تو اس لئے ارشاد فرماتے ہیں واللہ شکری رحیم یعنی اس عطا اور مغفرت سے تعجب نہ کرو! اس لئے کہ اللہ تعالیٰ شکر یعنی بہت قدر دان اور بہت رحم والا ہے میری طرح تو اسی بات پر ان کو غصہ نہیں آتا بلکہ سب عاف فرادیتے ہیں بالائی بارگاہ چاہئے کہ یہ مغفرت باجمہ بدرجہ وعدہ ان کے ہی واسطے ہے! ہمیشہ کہا جاتا ہے صدقہ دل سے تو بہ کر لیں اور آئندہ کو اصلاح کا قصد کریں! حبیب کہ دو عمر سے متادم پر ارشاد ہے ثم ان سر بٹ فان من عملی السعۃ بحوالہ ثم قالین من بدلتی صلی ان سر بٹ من بدلتی ریحیم اور چونکہ پہلے قرمن کو توبہ کے ساتھ موعود کر کے یہ بتایا ہے کہ حامل مثل ہو یا اس میں نہ تو تو ممکن ہے کہ بدعتوں کو خیر ہو جائے اور اس پر ناز ہو جائے کہ ہمارے اعمال خالص ہیں اس لئے آگے ارشاد ہے ثم ان سر بٹ والشمادۃ یعنی بخیر اور شہادت ہے ہم عالم ہیں اور کسی میں خودی دربار میں رہے ہے جس کو اپنے آپ نے دنیا دار نہ کرے اور نہ دوسرے کو مرانی نہ سمجھے کہ نہ دنیا دار نہ عزیز دوست کہنا میں کہنا کہ نہ دنیا دار نہ دوسرے کو مرانی نہ سمجھے کہ نہ دنیا دار

متنبہ کی ضرورت ہے جو التوار ہوتا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ حکیم میں سبب کلم حکمت  
 سے کہتے ہیں اند اس التوار میں بھی حکمت ہے! مثلاً یہ کہ ان آیات میں حق تعالیٰ  
 نے موانع سرایت کی تفصیل اور ممانعت ممانعت ان کے دفع کی تدبیریں ارشاد فرمائی ہیں۔  
 اب اللہ تعالیٰ سے دعا کہ وہ اللہ تعالیٰ ہم کو علی کی توفیق عطا فرمائیں: آمین



# بیت المصون

در این کتاب که در دسترس است و در دسترس است و در دسترس است  
 و در دسترس است و در دسترس است و در دسترس است  
 و در دسترس است و در دسترس است و در دسترس است

## خُشْبَةُ الْوَرْدِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله محمد و آله و سلم عینا و نستغفره و نعوذ به  
 به و نستوکل علیه و نعوذ بالله من شره و از دشمنان  
 من سیئات اعمالنا من یهدی الله فراهه فیه فیض الله  
 و من یضلل فراهه فیه فساد و یهدی الله ان لا اله الا الله  
 و احد لا شریک له و یهدی الله ان سیدنا و مولانا  
 محمد اسید و رسوله صلی الله علیه و آله  
 و صحابه و بارک و سلمه ابد فی عرشه و من  
 الشیطان الرجیم - بسم الله الرحمن الرحیم -  
 یا ایها الزمیل قد ریس لا فیه فیض الله او نفس منه فیه اورد  
 علیه و رقی قرآن ترتیل و انا من اقی حلیت قول الله ان  
 زاشنه انیل فی اشد و فی و قی و انک فی انوار  
 سبیل خدیجه و از کرم هم رب و یبتلایه بقیه رب شرک  
 و مغرب لا اله الا هو فاتخذ و کیده و عباده و اولاد  
 و احبهم و احبهم و از فی و امکان بین و فی و

منه و قی





کیوں کہ شریعت کے احکام اس قدر دشواریں کہ اگر ہم ان پر عمل کریں تو دنیا کی زندگی کو  
 بہت سوزنا جڑت کہ اسلام کے ساتھ ان خیالات کی گنجائش کہاں ہے کیوں کہ ہم سے تو  
 باری تعالیٰ کی مکرہ سب کی نوبت پہنچتی ہے میرید اللہ بکد الیسیر و میرید بکد انیسر  
 و لا یحلف اللہ نفسا و لا صعدا: اور اگر یہ ذکر کیا جائے کہ ہم تکذیب نہیں کرتے بلکہ  
 حبیب و اقیات ہی روزمرہ اس امر کی شہادت دے رہے ہیں کہ اس کا ہم نہ غیر پر حبیب  
 پہنچنا مشکل ہے تو ہمارا کیا تصور ہے؟

اس اعتبار کا جواب یہ ہے کہ ایک مشقت ورنہ  
 ہے ذات کہ میں مشدود حکم فی حارزۃ سخت ورنہ

## اس کا حکم شریعت کی اہمیت

دشوار ہے یہ امر اور انزال کہلاتا ہے میں اہم مبالغہ میں ایسے اس کے لئے کہ اس میں  
 ہیں اس قسم کے احکام نہیں رکھے گئے اور ایک مشقت یہ ہے کہ دراصل ذات میں تو  
 کوئی دشواری نہیں مگر ہم نے اپنے ان غرائض نامہ کی وجہ سے خود اپنی حالت ایسی بنا  
 لی اور ہم نے متفق ہو کر شریعت کے احکامات میں اختیار کر لیں کہ وہ کہ ہم وہ ہو گئی رہے  
 نہ ہر جہ کہ جب اس حکم نامہ کے خلاف کوئی حکم شریعتی پر چلنا چاہتے ہیں تو ضروری کہ  
 اس آسان اور یہ ضرور حکم میں دشواری پیدا ہوگی اس کی مثال ایسی ہے کہ جب کوئی حبیب  
 کسی عریض کو دیکھ کر کہتے ہیں کہ یہ عریض چاہتا ہے کہ اس میں رہتا ہے تب اس کے  
 لوگوں کی نادانی کی وجہ سے یا اس وجہ سے کہ وہ لوگ اس قسم کی ضروری اور فیہ چیزوں  
 کی رغبت نہیں رکھتے وہ چیزیں وہاں نہیں ہیں اور یہی حال سکین: اس دیکھ کے سنو کہ  
 وہاں نہیں ہے بلکہ اب ان کے لئے گراں نہیں کیا ہے: مگر اس کا دل کا دل خود  
 اپنا تصور بناتا ہے کہ اس واسطے وہاں نہیں ہے: اس وقت میں ہر بات کہ کہہ کہ  
 عارض باکلی آسان ہے نہ کہ یہ چیزیں: اس کے لئے دالوں کا ہے کہ ایسی ہوئی چیزیں  
 نہیں ہیں بلکہ سکین: ایسا ہے کہ یہ چیزیں نہیں ہیں بلکہ ایسی نہ ہوتی ہیں کہ

کہ شہر میں لاکھوں میں دشواری پیدا ہو گئی ہے دشمن بھانہ کیا جاتا ہے کہ تنخواہ  
 نہ ملے گی اگر دشمن نہ لیں تو کام کیسے چلے گا اگر اپنی اوجہات اندازہ سے سنبھالیں  
 تو دشمن کی زبان نہ کھلے کہ سب لیا تھا نام طور پر ہر کام کی بیچ بچھل آئے سے چلے کہ جاتی  
 ہے اور اگر کچھ نہ لیا ہے تو ضرور کسی قدر وقت پیش نہیں آتی ہے لیکن اگر سب اتفاق  
 نہ ہو تو اس سے کوئی خرید و فروخت نہ کرے تو دیکھیں پھر کہ دشواری پیش آئے  
 دشمن کی تیاری تیار ہے کہ اگر سب مل کر بھی اس کو دور کرنا چاہیں تب بھی دور نہ ہوں  
 سب مل کر اس غلام رستم اور خرق کو چھوڑنا چاہیں اور چپٹ جیسے تو یہ دشوار نہیں  
 رہتا یہ دشمن دشواری تو صرف اپنا طرز معاشرت بگاڑ دینے اور طرزی تعامل کو مڑا دینا  
 کہ نہ دیکھیں یہ پیر ہو گئی ہے یہودیہ بھی خود اپنے اوپر ہی ڈال لینے سے ہر کی نصیب ہے  
 کہ تنخواہ نہ ملے گی کو نہ دیکھیں شریعت پرستی کا الزام دیں یہاں کہ اس شہر کے جس کا قسم  
 ہے کہ یہ شہر نہ ہو گا۔ غرگوئی کے یہاں سے اپنا کس دیکھا اور اس کو دیکھنا شہر سمجھ کہ اس پر  
 عمل کرنے کو کہیں میں کو دیکھا اور ازل وہ خود اپنے اذ پر حملہ کرنا چاہتا تھا اب اسے ہی ہم اپنے  
 لیے کہ آئینہ شریعت میں دیکھ رہے ہیں اس آئینہ سے اس کو شریعت کی تباہی ہے  
 یہودیہ شریعت پر حملہ نہ ہوا بلکہ خود اپنی ذات پر حملہ کر رہا ہے یہاں سے

حملہ نہ ہو گا اسے سادہ مرد  
 اچھوں آئے تیرے کہ برنور تیرے

ہمارے تھی کہ تنخواہ ہے کہ جس نے نہ دیکھا کہ تنخواہ میں کہ تنخواہ  
 منہ دیکھتے رہتے تھانے وغیرہ ضرورت کی وجہ سے گرتے ہیں

شہر کے لاکھ

یہودیہ میں وہ بڑے سب کو ضرورت کہتے ہیں یہ ضرورت ہی نہیں بلکہ محض ضرورت  
 ہے یہودیہ میں کہ نام ضرورت کہ وہ لیا ہے شہر کسی کی دیکھ کر کہ یہودیہ میں آئی گئی تھی  
 یہودیہ میں کہ نام ضرورت کہ وہ لیا ہے شہر کسی کی دیکھ کر کہ یہودیہ میں آئی گئی تھی  
 یہودیہ میں کہ نام ضرورت کہ وہ لیا ہے شہر کسی کی دیکھ کر کہ یہودیہ میں آئی گئی تھی

تسلیم نہیں کر سکتا کہ جس ضرورت کے واسطے رشوت وغیرہ لینا پڑے اور اگر اس پر بھی  
 کچھ نہ ہو تو آخر صبر کا تسلیم اسی حالت کے لئے ہے اور جو مرتبہ صبر سے گذر جائے تو  
 ایسے لوگوں کی امداد کے واسطے شریعت نے خاص قواعد مقرر رکھے ہیں ان سے مستفید ہو کر  
 پہلے غرض مسلمان کو مسلمان ہونے کی حیثیت سے کسی حالت میں بھی دنیا کو دیں اور  
 ترجیح دینا جائز نہیں پس اس اعتبار سے مسلمان دنیا دار ہو ہی نہیں سکتا نہ کہ دنیا  
 اہل دنیا سے جو دین کے مقابلے میں دنیا کو ترجیح دیتے ہیں اور اس شعر کا مراد یہ ہے  
 تقریر پر بالکل صاف ہو گیا ہے

اہل دنیا کا تسخیر اہل ایمان کے لئے ہے اور دنیا داروں کی ترقی اور  
 دنیوی شہرت و دنیا داروں کی ترقی اور دنیا داروں کی ترقی اور

یعنی پہلے مفسر میں مبتدا موصوفہ اور خبر متقدمہ ہے یعنی جو شخص کو خیرات و زکوٰۃ  
 صرف دہی اہل دنیا بانی مسلمان کی شان ہی اور ہے اللہ دلی الذین آمنوا اس میں  
 مومنین کے لئے درجہ ولایت کا ثابت کیا گیا ہے گورہ ولایت یہی ہوگی کہ خود  
 میں اتنا اور زیادہ ہے الذین آمنوا کافی یقین در اگر دنیا داری کے متنی ذمہ ہے  
 جا میں کہ حسب الحال و علی وجہ السلال کو یہ منافی دین کی نہیں ہوتا کہ ایسا شخص نہ ہو  
 کہ ایمان دینہ کا نہ ہو کیوں کہ خود سننات انبیاء علیہ الصلوٰۃ سے کبار دنیوی اہل دنیا  
 نکاح و مصنفہ وغیرہ بھی کچھ بہت سے غرض دنیوی کبار دین کے منافی نہیں ہے  
 وہ شریعت کے دائرے میں ہوں اللہ جل جلالہ کی رحمت کو یہاں تک کہ یہ ہے کہ کبار  
 حکم و گناہ کی بھی ولایت عامہ اور اخصانہ کے نام سے مومنین کو مشروع کیا ہے

نفس کی اصلاح  
 قرآن کے یہاں کہ تم ان میں سے ان کتاب الذین اصطفینا من قبلنا  
 منہم فی الیم لفسدہ و منہم منہم متصدد و منہم منہم مایا بالنیوت

ماذن اللہ ہر جہہ کہ منہم فی الیم منہم و مقتصد و منہم مایا بالنیوت مذین  
 اصطفینا من قبلنا اور منہم کا مہارتی فرقہ پر واجب ہے پس انہیں انہیں

کو بھی مثال ہوا، جب گناہ کے ساتھ بھی ولایت ملے اور اصطفا باقی رہتا ہے  
 تو دوسری مثال دنیا کے منافع دین ہو سکتا ہے، بعض لوگ کہہ دیا کرتے ہیں کہ منافع  
 ہم تو دنیا کے کتے ہیں ہم سے دین کا کام کیا ہو سکتا ہے تعجب ہے کہ ابنت منہ سے اس  
 ذات رب تعالیٰ کا اقرار کیا جاتا ہے گویا خدا تعالیٰ نے ان کو دین کے واسطے پیدا ہی  
 نہیں کیا۔ اور منسوب تو یہ ہے کہ ان بٹ فالسوں نے اپنے لئے تو ایسے آجائز لقب لئے  
 ہیں کہ دین کے لئے بھی ایسے لقب نازیبا کہلے محال کر تے ہیں، جیسے مسجد کے  
 مینڈے، اس پر ابیر عبد معترفہ کے منہ کی حکایت یاد آگئی، ایک طالب علم کو کسی  
 تاجر نے کہہ دیا کہ میرا کامیاب ہونا ہے کہ ہا جہ سے پیر بھی دنیا کے کتوں سے تو چشمہ کی طرح  
 اس کے جواب میں لایفہ بیت کہ اہل دین کے لئے جو وہ لقب تجویز کرتے ہیں وہ  
 تو ایک دھوٹی سے جو ویل کا محتاج ہے، مگر دنیا کا یہ کتا اقرار ہی لقب ہے اور اہل  
 دین سے ملتا رہا بالکل ایسے اقباب اپنے لئے یا غیر کے لئے تراشنا ممنوع ہے قال  
 اللہ تعالیٰ لا تنالوا مالاً لقاب مبسلاً ثم القسوت بعد الایمان حدیث شریف  
 یہاں آیت لیس لامل السوار عجیب ہے کہ بعض لوگ ایسے وابیات القاب کو اکسار  
 اور توشیح سمجھتے ہیں اس کی مثال میں ایک شخص یاد آگیا کہ میرے سامنے ریل میں ایک  
 دولت مند مسافر اپنے کھانے کو گویہ موت کہہ کر ایک شخص کو دیکھ کر پتھر مار رہا تھا وہی  
 کہ ایک بیس نے ان کو کہا کہ ہاں کھانے کی ایسی ہے ادبی تو انہوں نے تو وضع کی توجہ  
 کی تھی مگر ایسی تو وضع طاقت ہے اور راز اس میں یہ ہے کہ کوئی چیز معنی کہ اپنا نفس  
 نہیں جانتا کہ اسے ایک شخص ہی نہیں کہ جس طرح چاہیں اس میں تصرف کریں بلکہ یہ ہم سب  
 کے لئے ہے چیرا سی میں سرکاری بار سے زیادہ اس سے ہم لینا یا سرکاری امور کی ضمانت  
 اس کی بے دردی کرنا جائز نہیں، اہل اللہ کسی بنا پر کبھی اپنے نفس کی بھی قدر کر سکتے  
 تھے میں درہم لوگ پر اور سمجھ جاتے ہیں، کچھ کہہ رہا ہے۔

دریاد ہمالیہ پختہ ہو چکا نام پس سمن کو تارہ دید و اسد نام

مردہ حضرات اس حقیقت سے اپنے نفس کی قدر کرتے ہیں کہ وہ ان نفس کو

مردہ کی چیز سمجھتے ہیں اور اس کی طہارت انتہا پاویں اور دماغ پر سب ہر کار کی مشینیں ہیں

جن کو تارہ سے پر و کیا ہے اگر حکم اپنی بے اعتدالی سے ان کو بگڑیں گے تو خود مورد

عذاب مستقر سب عذاب ہیں گے اور سختی ان امتدادیہ و کھم کم صدف رشتہ سے کون

نفسانہ علیہ حقان لزو بعد سبیل سعادہ ان ایمینک عیناں حقانہ اپنی

۶۹ دماغ انکھ کی سفاکت اور خدمت اس نسبت سے کریں گے کہ یہ تارہ کے خون سے

پیر کی موی چیز ہیں ان کی عزت و حرمت خدمت و سفاکت ہم پر جو پیر ہیں

ہوئے گے ضروری ہے تو اس میں بھی تارہ کے گاہی معنی میں انصار و تناسل نسبت

کے اور اس مرتبہ میں کہ ان انعام کو مجبور سے نفع ہے کسی نے کہا ہے

مازمہ بچشمہ شود کہ جان درویدہ است  
افتکہ بلیست شود کہ بویہ ریدہ است

ہر دم خراپہ سہ زلم نسبت و پیش را  
کودامست گرفتہ بسوئے کشیدہ است

اور پیش کے کلام سے بولن اختیار کیا اپنی طہارت نسوب ہوزہ در اس نسبت کی ہے

میں ایسے اقوال صا در ہونا معذوم ہوتا ہے جیسے کہا گیا ہے

بختہ اتم آید زود چشم روشن شود  
کہ تارہ دماغ باشد بچشمہ ریدہ است

تو یہ سب نسبت حال کہ در نہ اہل تہم کی تحقیق دیتا ہے

حضرت جنید بغدادی سے کسی نے کہا کہ جب

کو درویش و رسول مبعوث ہوتا ہے تو اب کیوں کہ

**درود شراپہ کی نسبت**

رکعت میں پہلے کہ سب سے زیادہ دیا کہ میاں جس کی بدرفتاری کو یہ دوستی کی باب

اس رفیق کو چھوڑ دیں مگر نہیں بھلا رہتے شراپہ ہیں یا ہے کہ بچشمہ ریدہ است

میں جو اس کے گھر پا لیا ہے اس گھر سے کابلوں و بڈ زبانی صاف نہیں ہوتا ہے









رکھی تھی اور آیات الہیہ سے مستنیر اور متاثر کیا کرتے اس وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 بوجہ شدت شرم ورنج و عزلی و غمناکی کی پیادہ اور ڈھکے کہ مہینہ کے تھے اس لئے خواہیں اس حالت  
 کے اعتبار سے یا ایہ الذین ملئوا دجاہ میں فرمایا گیا تاکہ آنحضرت کو ایک گونہ نفس ہوا  
 کی ایسی مثال ہے کہ جیسے کوئی شخص ہجوم اور اوران کے طعن و تشنیع سے پریشان ہو کر  
 اس وقت اس کا محبوب خاص اسی حالت کے عنوان سے اس کو پکارے جس کے ساتھ  
 کا پس ہے ویسے اس شخص کو کتنی تسلی ہوگی اور اس نفس کی لذت اس کے کتنی متاثر ہوگی  
 جس کی ایک وجہ یہ خیال بھی ہوتا ہے کہ محبوب کو میرے حال پر نظر ہے ایسا ہی یہاں  
 بھی یا ایہ الذین ملئوا دجاہ کے عنوان سے جو کہ مناسب وقت سے ہر دو چیز آنحضرت کو تسکین  
 دی گئی ہے اور اس کے بعض اعمال کا حکم دیا جاتا ہے اور ان بعض اعمال پر  
 مہر کرتے کارشاد فرماتے ہیں چنانچہ ایک دوسرے تمام پر ارشاد فرمایا ہے فاصبر  
 مایقین و ان من ینصبر لیکن اس کی ایسی مثال ہے کہ چیتہ اور پرہیزگار کی مثال میں اس  
 کا محبوب اس کو یہ کہے کہ میاں قہم سے باقیں کر دو اہم کر دو دیگر دشمنوں کو بکھڑو کر دو  
 آؤ تم ہم سے باقیں کر دو وہ کام کرو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تو ایسا تسلیم ہوا  
 کے ہوا مستراست میں بل اللہ کو اس قسم کے غرائب و غیر ذریعہ الہام اور وارادات کے محو  
 میں اور اس پر لفظ مزنی کی تفسیر سے ایک مسئلہ نکلتا ہے وہ یہ کہ صاحب معلوم ہو چکا ہے کہ  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیادہ اور ڈھکے کی وجہ شرت حال و عزلی نفس میں سے تھا  
 ہوا کہ کمال باوجود کمال کے لازم بشریت سے نہیں تھا جیسا یہاں پر پرہیزگار کی مثال  
 کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا معلوم ہونا معلوم ہوتا ہے یہاں تاں فرق ہے کہ قہم و کول اللہ  
 ایسے مواقع پر بوجہ تنگدلی و غصہ و کمال کے ہوتا ہے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا قہم بوجہ  
 شفتہ اور غم کے تھا آپ اس پر مہم تھے کہ اگر لوگ بیان پر نہ آئیں گے تو ہنرمیں  
 گئے اس وجہ سے ان پر رحم آتا اور غم پیدا ہوتا تھا چنانچہ ارشاد ہے لیکن نفس

کہ پاکیزہ راقیاس از خود نکیر  
گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

مگر یہ بات ثابت ہے کہ کامل باوجود کمال عرفان کے لازم ہے اس سے  
تفویض کی نیت نہیں کرتا اور یہی ہونا بھی چاہیے کیوں کہ اگر کسی کو ازیت و نسبت  
پر کسی نے جو لازم ہے اس سے کسی نے تو جو چیز کسی نے متعلق ہو گیا کیوں کہ مجاہد تو نام ہے  
نہ راجح پر غیر نفس کر سکتے ہیں اور جب کسی کو کوئی چیز ناگوار ہی معلوم نہ ہو تو غیر کیا کرے  
یہ بات حال میں محسوس نہ ہونا اور بات ہے لیکن بالآخر ہالی خود کوئی کمال کی چیز نہیں  
بے شک کی نسبت ہے کہ بیٹے کی مرثیہ کی خبر کسی نے تو تہنید لگا کر بیٹے اور آنحضرت کے  
پیشہ پیشہ پر آجہ پر آنسو بہانا ثابت ہے اور یہ فرمانا کہ انا بجز اقلک یا ابراہیم محمد و آلہ  
پس از میں کسی شخص کے سامنے یہ دونوں قصے بیان کر دیئے جائیں اور یہ نہ بنا کر کیا  
جاسکتا ہے کہ کسی کا ہے اور وہ کسی کا تو فی ہر بات ہے کہ یہ شخص سچ بزرگ کو کہوں  
نہ کہیں کہ زیادہ بادل سے گئے ہیں ان کے چہرے پر مسکندہ ہے کہ دل کسی حال میں نہیں ہے  
نہ کہیں کہیں اور یہ بھی مسلم ہے کہ اولیاء کے کمالات اولیاء کے کمالات سے متساوی ہیں  
مگر اس میں دونوں قصوں کی حقیقت یہ ہے کہ اس دلی کی نظر میں صرف حقوق حق پر  
خبر ہوتی ہے اور اولیاء کی اسمیت میں کے تابع ہے مستور میں اس واسطے حقوق عباد  
نہ کہیں کہیں ہو جو ترکہ کی وجہ سے ختم ہو جائے اور آنحضرت کی اولیاء دونوں حقوق پر  
تفویض حق پر ہیں اور مستحق عباد پر بھی بالآخر ان کے مستحق کی رعایت سے تو غیر کیا  
ہوگا کہ ان کے عباد اور مستحق عباد یعنی ترکہ میں اولیاء کی وجہ سے آنسو باری ہوگا  
مگر ان کے عباد کی انصاف پر وہ ان کے عباد کے عباد میں اس کے ایک شہدائے شہدائے  
ان کے واسطے کہ جو ترکہ میں ایک تو وہ جو عباد کے عباد میں ایک شہدائے شہدائے  
مگر یہ تو جیسے میں اس کی موت کی پھر کی شہدائے شہدائے ان کے عباد میں شہدائے  
تو ان کے عباد میں ان کے عباد میں جو کہ عباد میں جو کہ عباد میں

منعکس ہوتی ہے اور آئینے کو نہیں دیکھتے یہ مثال ہے غیر کا طبع منقلب الحال لوگوں کی یہ  
غلبہ حال سے مظہر کو نہیں دیکھتے صفت ظاہر کو دیکھتے ہیں اور ایک وہ جو آئینہ اور صورت  
منعکسہ دونوں کو دیکھتے ہیں اور دونوں کی حقوق کی رعایت کرتے ہیں اس کو جمع الجمع کہتے ہیں  
یہ مثال ہے انبیاء علیہم السلام اور انہیں کا طبع کی کہ حقوق حق کی رعایت کے ساتھ حقوق  
عباد کی رعایت ہی ان کا نصب العین رہتی ہے یہ لوگ جامع ہیں :۔

برکتیں ہام شریعت در کفہ سندان عشق ہر بوسنا کے نذر ہام سندان باطن  
ایسی باریکیوں کو سمجھنے کے واسطے بڑی فہم کی ضرورت ہے ورنہ ظاہر میں تو اگور  
نگذرا زیادہ کمال معلوم ہوتا ہے : یہ نسبت ناگوار ملاحظہ کے :

نفس کے حیلہ ۱۰ | اسی طرح دوسری کیفیات و جہانہ کے آئینہ غفل میں ساقی کی خوش  
نفس کی ساز کی رافع ہوتی ہے کہ بعض باتیں کمال سمجھ جاتی ہیں :۔ جو اس میں کوئی  
نقص خفی ہوتا ہے :۔ جیسے مبالغہ فی التواضع کو بعض وقتہ تقنی ہو جاتا ہے ناشکری کی  
طرف کیوں کہ اس میں الہام ہوتا ہے انکار نعمت کا یہاں بعض آدمی کہہ جاتے ہیں کہ  
مہم نے ذکر شغل کیا ! مگر یہ نہیں ہوا اور سمجھتے ہیں کہ یہ کہنا انکساری ہے حالانکہ اس میں  
ناشکری نیست ذکر کے اس میں ایک نقصان بھی ہے کہ :۔ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنے  
ذکر و شغل کو اس قابل سمجھا کہ اس کو قبول کیا جائے اور اس کے محلہ میں ان کو بڑے تہ سے یا  
جائے اور یہ کہ یہ نفس کے بڑے بڑے مک میں ان لوگوں کو یہ پتہ نہیں کہ ذکر خود  
ایک ثقل نعمت ہے ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ سے اگر کوئی مراد میں نہ  
کی نہایت کرتا تو آپ فرماتے خود ذکر کی توفیق ہونا کہ توفیق نعمت ہے تو درست نہایت  
کی تمنا کرتے ہو ورنہ کثر ایسے موقع پر یہ شعر پڑھ کر تھکے :

یا دریا نہ مستجوئے میکنم حاصل آید یا پیر زہد میکنم  
خجہ بدستہ کہیں ہمہ نہ لود کسی نہ لودے شریف سے بیرون آوے



توانی ازاں دل پر دامن خستن  
کہ دانی کہ بے ادتوانی صفتی

وہی قبول ہے : مہ

قبول است کہ یہ ہر غیبت ہے  
کہ ہر باطن ہے و گریخت

مجاہد تہی تو بجز رفتا کے خدا کے اور ثمرات کا طالب گزرا ہی اٹھیں گے ہاں

خدا غیب ہے نہ امر و نہ لا ذی بعد و لا نہ خلت عین لہ و لا دین مہ

المن افروختگی کی گریخت

از خیر غبار انو گریخت

کہ انچہ باقی بار غیبت میں

یہ غیبت و گریخت

میرا دل گریخت ہے  
ایک بات یہ بھی ثابت ہوئی ہے کہ غیبت کا میاں انسانی ہر شے

کی طرف سے یہ ایک امر طبیعی ہے نہ صوری غیبت کا میاں ان اگر کسی غیبت کی طرف سے ہر شے

کمال نہیں بلکہ بعض لوگ یہ غیبت کرتے ہیں کہ میاں ان کو بھی غیبت لینے والے ہوں گے کہ غیبت ہے

ہیں اور ہر جہی میں گریخت ہیں اور غیبت کی ساری توجہ کسی فکر و غم میں محروم کہ دیتے ہیں

مثلاً پہلے کسی کے ساتھ عشق تھا پھر اللہ نے توفیق تو یہ کہ غیبت فرمائی اور وہ آواز نہ

رہا اب اگر سوچاں گا ایک بے گہمی طبیعت ہے کہ غیبت اس طرف سے غم ہونے لگا ہے

جو غیبت اور خیال کرتے ہیں کہ میاں ان بھی توفیق کے ساتھ ہے غیبت ہے غیبت ہے غیبت ہے

کہ غیبت و غیبت تو غیبت تو غیبت ہے غیبت ہے غیبت ہے غیبت ہے غیبت ہے

مہ غیبت بعض اوقات بعد کمال کے بھی ہو سکتا ہے غیبت میں سکھانے کے لئے غیبت ہے

ہاں غیبت کا طبع اور دامن کے ہیں یہ غیبت ہے کہ غیبت ہے غیبت ہے غیبت ہے

ہے غیبت ہے غیبت ہے غیبت ہے غیبت ہے غیبت ہے غیبت ہے غیبت ہے

والت من الشیطان مذکر و ان ذلک منہ منہ منہ منہ منہ منہ منہ منہ منہ

یہ شیہ الہی نزع فاستدین بالذات اور متوسلین اہل سلوک کا میدان اور اشد بد متناہی ہے  
 اور گہرے تاریکی میں کافی ہے اور مجاہدہ سے مفلوج ہو جاتا ہے اور مجاہدین کا میدان اور ہر  
 نہایت ہے اور سختی سے ہیں اگر میدان نہ رہے تو معاویہ سے بچنا کوئی کمال ہی  
 نہیں ہے میدان میں مجاہدہ کرنا پڑتا ہے !

اور مجاہدہ سے ترقی ہوتی ہے ایسی وجہ ہے کہ مانا کہ کون دارح  
 میں ترقی نہیں ہے ! کیوں کہ ان میں مجاہدہ مقصور نہیں ہے

یہ ہے وہ چوبیسواں اور رنجست معاویہ کے متعلق ہے اس لئے ان کے دارح میں سبیل  
 ترقی نہ ہوتی رہتی رہتی ہے ! یہی کم ترقی ایک بزرگ گذرے میں جوانی میں ان پر  
 کب نہایت ترقی ہو گئی تھی اور ہر وقت ان کی تلاش اور جستجو میں رہتی ! آخر کار ایک  
 دن پر ایک بار ان کو دیکھا کہ وہ باغ چرشل طرف سے چار دیواری کی وجہ سے  
 نہ ترقی پا رہے تھے اس سے اپنے منصب کی دشمنی کی یہ گہرا سے درگاہ سے بچنے  
 کو فرار سے بھاگ کر دیوار سے کود پڑے ! اس قصہ کے بعد ایک روز بڑھاپے کے زمانے  
 میں درگاہ کے طہر پر پہنچا ! آیا کہ اگر میں اس عورت کی دل شکنی نہ کرتا اور اس کا منصب  
 نہ کرتا تو یہ اور پیٹ تو یہ کہ کیا ! تو یہ گناہ بھی معاف ہو جاتا ! اور اس کی دل شکنی بھی نہ ہوتی

اس موسم کا آنا تھا کہ بہت پریشان ہوئے اور روئے سے  
 ہر وہ مہربان ہزارین تھوڑا کر کے اڑ رہے تھے کہ شہر

یہ تھا کہ جو ان کی ترقی میں تھوڑا اور خوشحالی سے بچتا رہا اور ہر وقت  
 سے یہ تھوڑا تھوڑا کر کے ان کے دل میں ڈال دیا ! وہ جب نہایت دور

تھوڑا تھوڑا کر کے ان کے دل میں ڈال دیا ! وہ جب نہایت دور  
 تھوڑا تھوڑا کر کے ان کے دل میں ڈال دیا ! وہ جب نہایت دور

یہ تھا کہ جو ان کی ترقی میں تھوڑا اور خوشحالی سے بچتا رہا اور ہر وقت  
 سے یہ تھوڑا تھوڑا کر کے ان کے دل میں ڈال دیا ! وہ جب نہایت دور



اور اس گناہ سے بچنے کی یہ وجہ ہے کہ وہ زمانہ میرے زمانے سے قریب تھا اور قریب ہی نبوی  
 ہیں برکت سے ایک بزرگ کسی وجہ سے باسی روٹی کو پسند فرمایا کرتے تھے کہ یہ رسول  
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے قریب ہے اور تازی میں کسی قدر بیمار آگیا ہے حالانکہ  
 جب قریب ہی نبوت میں یہ برکت ہے تو ارشادات نبوت پر عمل کرنے میں کیسی برکت ہو  
 گی: ایک مولوی صاحب طبیب بھی تھے انجمن سے اپنا قصہ بیان فرماتے تھے کہ میں بیمار ہوا  
 بخار تھا: ہر چند علاج کیا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا: آخر کار میں نے ایک حدیث کے مطابق  
 جس میں بیمار کا علاج غسل سے آیا: نہر میں غسل کیا: ان کا بیان ہے کہ اس کے بعد بخار  
 اور بیماریاں تو ہوئیں مگر بخار کبھی نہیں ہوا: پھر چند کہ بعض شراح اس علاج کو غنیمت  
 ماریں بیمار کے ساتھ محسوس فرماتے ہیں مگر اہل عقیدت کے لئے سب اقسام کو لازم ہے: اور  
 ان میں سے طبیعہ ہے کہ وہ زمین سے فاعل نہیں: سوال عقیدت کی طبیعت میں اس عمل سے  
 قوت ہوگی: اور وہ اپنی قوت سے فعل کرے گی: جبکہ نزدیکی کے اس قصہ سے معلوم ہو گیا  
 ہو کہ باوجود بیان کے ان کو میدان طبیعت کا ہوا: اور ان کے کمال کی تصدیق رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے ریائے صداقت میں فرمائی اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض لوگ  
 جو شیوخ سے یہ درخواست کرتے ہیں کہ کوئی ایسی چیز بتا دیجئے کہ کبھی ہم میں برے قسم کی  
 نسبت ہی پیدا نہ ہو: یہ بالکل ناممکن ہے اور منشاء اس کا فائدہ قسبی ہے

انسان جب تک زندہ ہے تو لازم بشریت سے چھوڑ نہیں سکتا۔  
 لوازم بشریت: [کبھی کبھی کچھ دوسرے اور خیال آہی جاتا ہے: چنانچہ حدیث

شریف میں آیا ہے کہ اگر کسی عورت کے دیکھنے وغیرہ سے اس کی طرف سے میل نہ پڑے تو معلوم  
 ہو تو اپنے گھر میں بیوی سے رفع حاجت کرے کیوں کہ ان لذین یہ صدامثل الذی صدامنا  
 اس علاج سے وہ طبیعت کا میلان دور ہو جائے گا: البتہ اس میں تسبیح کا علاج نفع  
 دیتا ہے: اگرچہ ہمیشہ اس کو تو بہت ہی بہتر ہے: اور یہ چیز بہت نفع دے کر رہے  
 وہ سر سے نہیں ہٹتا: باقی قصہ بہت ہی نفع دہندہ ہے: اگر کسی



سے خالی ہے اور طبیعت میں نشاط اور سرور ہوتا ہے اور اس میں تشبہ بالکرم بھی ہوتا ہے  
 کیوں کہ ان کی یہی شان ہے کہ نہ مہر کو شک نہ کمانے سے گراں ہوں اور ہرگز ت کے  
 وقت بیکوئی ہوتی ہے اور آفت ہادیہ کہ ساری رات کے قیام کا حکم نہیں دیتے کیوں کہ  
 میں سخت تعب ہوتا ہے بلکہ کچھ ستم موٹے کے لئے بھی رک گیا ہے اور چونکہ ہر وقت ہر  
 حالت اور ہر شخص کے لئے ایک مقدار متعین نہیں ہوتی اس لئے اور تھکاوٹ سے افسوس  
 اور لذت اور دولت میں جو مفہوم ہے انتہائی منہ دلیلاً اور مزید جلد کا جیسا در سر سے  
 رکھتے معلوم ہوتا ہے اختیار سے کہ غما طلب کی اس کے پرچار کا ایک کرا کر یہ وقت ہر نہ ہو  
 سکے تو غور رہی ہیں!

**تہجد کی حلاوت** حدیث میں ہے کہ منی من الذی ہے اس وقت اور میں ایک ہی جگہ ہوں  
 اور محنت ہے کہ تو میں درام ہو سکتا ہے اور فراط میں در نہیں  
 رہ سکتا اور پہلے یہ قیام لیا کہ مراد تہجد سے بفرض تھا اور کسی کے فریضت منہ  
 ہو کہ منہ خدیت باقی رہ گئی اور اقرب الی اللہ لیل تہجد کا سنت ہو کہ وہ ہوتا ہے تہجد کا  
 رہنے والوں کو اکثر غلطیاں ہو رہی ہیں بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ تہجد صرف فجر  
 ہی شب تو ہے واسوئت اللہ و شوار ہے اس لئے انہوں نے تہجد چھوڑ کر تہجد ہی رہا  
 کہ اگر تہجد میں نہ رہے تو اول شب میں بھی ذکر سے پہلے نہیں پڑھتا تہجد ہی رہا  
 یہ سمجھتے ہیں کہ تہجد کے بعد صبح نہیں پڑھتے اور صبح کے تہجد چھوڑتا رہتا ہے یہ لوگ  
 اس لئے نہیں آتے کہ تہجد میں رہیں بلکہ تہجد کے بعد صبح پڑھتے ہیں اور  
 کہ تہجد ہی ہے اور تہجد ہی ہے اور تہجد ہی ہے اور تہجد ہی ہے اور تہجد ہی ہے  
 تہجد کی تہجد ہی ہے اور تہجد ہی ہے اور تہجد ہی ہے اور تہجد ہی ہے اور تہجد ہی ہے  
 تہجد ہی ہے اور تہجد ہی ہے اور تہجد ہی ہے اور تہجد ہی ہے اور تہجد ہی ہے



خراپیاں ہیں کسی ایک دوسرے سے اور شاخیں نکلتی شروع ہوتی ہیں اور باغ اسی سے  
 انگ ہے اور غم کی وجہ سے اصل ذکر و شغل کا فوت ہونا یہ انگ ہے لیکن اسے استغفار  
 اور توبہ کے وقت معافی کے تذکرہ استغفار میں ایک قسم کا نور سے ہونا چاہیے یہ ضروری  
 نہیں کہ سب گناہوں کی پوری فہرست پڑھنے بیٹے جہاد: صرف اجمالی طور پر سب گناہوں  
 سے توبہ کرے ہر گناہ کا نام ضروری نہیں: حدیث میں ہے: ما انت اعظم منه منی  
 اس سے بھی یہی بات نکلتی ہے اس میں سب گناہ آگئے اگرچہ یاد نہ آئیں کہ اس  
 سوچ میں وقت ضائع کرنا: مطالعہ محبوب سے نافع ہونا ہے البتہ جو خود یاد آجائے  
 اس سے بالخصوص توجہ کرے ایک شخص کا ذکر ہے رمی جہاد کے وقت وہاں بیڑیاں  
 مار رہا تھا اور ایک ایک گناہ گن کر شیدان کو گالیاں دیتا تھا درمیان تھا: صوبہ لکھنؤ  
 ہر ایک گناہ کا نام لینا اور تلاش: اور سوچ میں عمر عزیز کا بدور نکل رہا ہے محبوب کے لئے  
 مٹھی اس سوچ بچار میں گھونمانا چاہیے: یہ

عمر عزیز قابل سوز و گداز نیست  
 این رشتہ را مسو کہ پیار میں راز نیست

اہل سلوک کو بالخصوص اس کا خیال بہت ضروری ہے کہ مطالعہ محبوب شہادت  
 نہ ہو: واقع میں طرف ہی کی نظر ان امور تک پہنچتی ہے حضرت: جی صاحب رحمہ اللہ  
 علیہ سے کسی مقام سے اس بات کا انکسوس ظاہر کیا کہ اب کی بیماری کی وجہ سے مدت  
 تک حرم میں: ضرر ہونا نصیب نہ ہوا: آپ نے خواص سے فرمایا کہ اگر یہ شخص مدت  
 گزارتا تو اس پر بھی انکسوس نہ کرتا کیوں متفقہ قریب: حق ہے اور اس کے لئے جس طرح: حرم  
 حرم میں ایک طریق ہے کسی طرح اس کے لئے مرضی بھی ایک طریق ہے تو بہر حال  
 مستحب ہے کہ اپنے لئے خود ایک طریق متعین کرے یہ مرنے کے اختیار میں ہے:  
 حبیب کی تجویز مریض کی تجویز سے ہزار درجہ زیادہ بہتر ہے: یہ

بد و زمان ترا حکم نیست دم درکش کہ ہر چہ ماتی مار نیست بین اطفال است  
یہ سب بیان تھا قیام لیل اور اس کے آداب کا انتہا د کے مائتہ

اب دوسرا معمول اہل سلوک کا مذکور ہے تو ماہرے و ترقی انفراد  
ترتیب: ترتیل کے معنی ہیں تمام تمام کو پڑھنا؛ صحابہ

کے زمانہ میں ایک یہ بھی طرہی حصول نسبت کا تھا کہ قرآن اور نماز پر مداومت اور عبادت  
 کرتے ہیں چنانچہ حضرت شاہ عبد العزیز صاحب کا حضرت علی کریم اللہ وجہ سے  
 دراب میں دریافت کرنا کہ آج کل کے صوفیہ کے طریقوں میں سے کون سا طریقہ آپ کے  
 زمانے سے اندر اس کے جواب میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشاد کہ ہمارے  
 زمانے میں اکثر یہاں ذریعہ ذکر کے ساتھ قرآن اور نماز بھی تھا اور اب صرف ذکر پر اکتفا کر  
 لیا ہے، مشہور ہے اور اس تفسیر کی ایک وجہ ہے وہ یہ کہ صحابہؓ کے قلوب بہ برکت صحبت  
 بزرگی اس قابل تھے کہ ان کو اور قیود کی جو بند میں عادت ہوئیں ضرورت نہ تھی، ان کے  
 میں صحبت بزرگی کے فیض سے غلو میں پیدا ہو چکا ہے، وہ حضرات تلاوت قرآن اور  
 کثرت نوافل سے بھی نسبت حاصل کر سکتے تھے، ان کو اذکار کے قیود زائد کی حاجت نہ  
 تھی، برخلاف بعد کے لوگوں کے کہ ان میں وہ غلوں بدون اتہام کے پیدا نہیں ہو سکتا،  
 اس کے صوفیہ کرام نے کہ اپنے فن کے مجتہد گذرے ہیں ان کا استعمال خاصہ اندر ان کی  
 توجہ دیکھا دیکھیں اس وجہ سے کہ تکرار سے غلوں ہو جاتا ہے کہ خلوت میں جب تک ایک ہی اکلم کا تکرار  
 کر دیا جاتا ہے اندر اس کے ساتھ تہذیب و غیرہ قیود مناسبہ کا بھی لحاظ کیا جاتا ہے اور  
 اس میں نفس و قلب میں اذیت و اشت ہوئی اور رتہ و سیر پیدا ہو کر موجب محبت ہو جاتا  
 ہے صحبت سے بہادرت میں اعلیٰ میں پہنچا جاتا ہے اللہ عبادت خالص کا حکم فرماتے ہیں،  
 وما امر الا لیعبدا والیٰ عبیدۃ المذین و امرت ان لا یعبدوا غیرہ من الالبات۔  
 یہ حکم ہے کہ سوائے صوفیہ کے یہ قیود ذکر کے لیے اور مناسبہ تجویز فرماتے ہیں اور اہل مقصد

وہی اہل حق ہے پس اگر کسی شخص کو ان فیود سے مناسبت نہ ہو یا ان فیود کے کسی کو  
 ان کا مسنونہ قوانین و ملاوت قرآن میں پورا اہل حق پیدا ہو سکتا ہے تو یہ فیہ کہ ہم ایسے  
 شخص کے لئے ان فیود کی ضرورت نہیں سمجھتے پس اب معلوم ہو گیا کہ یہ تمام فیود مسنونہ  
 و اہل بیت کے واسطے قائل ہوتا ہے جو یہ کہے ہیں: کوئی شرعی امر قرابت منقطعہ نہیں سمجھا جاتا  
 یہ بدعت کہا جائے! الیٰہم اصل یہ دوسرا دستور العمل تھا: اہل ملک کے واسطے ان فیود سے  
 قرآن: اس کے بعد ارشاد فرماتے ہیں: انما منہ فی علیہ قولہ اذینت اس کو قبول ہے  
 لہذا یہ ثابت ہے کہ مراد قولہ اذینت سے وہی ہے جو کہ نقلی شریعت اور فائز اور نادر نے  
 مجید کی مزاولت سے فوت احتمال اقبال وحی کی پیدا ہو گئی اس لئے پہلے نادر نے مزاولت  
 کا حکم فرمایا پھر انسانی الخ میں وحی کا وہ یہ کہا اب اس کی تحقیق کہ نزول وحی کے وقت  
 نقل معلوم ہونے کا کیا سبب تھا: سو یہ امر عقل متوصل سے خارج ہے: باقی روایات  
 سے نقل ہونا ثابت ہے: چنانچہ نزول وحی کے وقت اذینت کا ہونا اور ایک روایت  
 کا یہ قول کہ نزول وحی کے وقت جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان ان کی زبان  
 پر تھی: یہ معلوم ہوتا تھا کہ میری زبان مجھ ہی جانی ہے: وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سمجھتا تھا  
 سر میں بھی نزول وحی کے وقت پسینہ آ جاتا: اس نقل کے آثار روایات میں وارد ہیں اور  
 ان آیات میں کہ: انما نزلناہ ذریرۃ و ذریرۃ و ذریرۃ و ذریرۃ و ذریرۃ و ذریرۃ و ذریرۃ و ذریرۃ  
 یہ شرح ہمدان و شرح ہمدان و شرح ہمدان و شرح ہمدان و شرح ہمدان و شرح ہمدان و شرح ہمدان و شرح ہمدان  
 آیت در اندر قرآن: انما نزلناہ ذریرۃ و ذریرۃ و ذریرۃ و ذریرۃ و ذریرۃ و ذریرۃ و ذریرۃ و ذریرۃ  
 ملاوت اور ذکر کی مزاولت اور کثرت سے فوت کا پیر ہونا اور نقل وحی کے وقت  
 پیدا ہو جانا اس طور پر ہے کہ یہ ذکر و غیرہ سے واردات اور فیود منسوبہ میں عملی نسب پر  
 نقل ہوئے ہیں ان کے درود سے نسب میں تیز و تیز فوت پیدا ہوتی رہتی ہے: جس کی وجہ  
 سے شدت و قوت کا مقابلہ اس کیلئے آسان ہو جاتا ہے چنانچہ اہل قرآن کو حضرت امیر





پہلے بطور محنت کے بیان ہوا ہے کہ تہجد اور قرآن پڑھا جائے! کیوں کہ اس وقت اس  
 کا اثر زیادہ ہو گا اب اس کے علاوہ ایک اور وجہ بیان فرماتے ہیں کہ آپ کو دن میں  
 اور کام بھی رہتے ہیں ان کی وجہ سے خاص قسم کی توجہ الی اللہ قائم نہیں ہو سکتی! اس  
 لئے یہ وقت شب کا کہ ضرورت سے نکالی ہے بخیر کیا کیا اور وہ بار بار یہ ہے کہ  
 تسلیم دین تربیت خلاق۔ حوائج ضروریہ لازمیہ بشریت ہر چند کہ تہذیب دین و تربیت  
 خلاق خود بھی دین ہے لیکن چونکہ ان میں ایک قسم کا تعلق مخلوق سے ہوتا ہے! جو  
 لہذا اس میں خاص قسم کی توجہ الی اللہ پورے طور پر نہیں ہو سکتی! جیسی کہ میں خلوت  
 میں ہو سکتی ہے! یہاں سے بھی اس اور پر والی بات کی تائید ہوتی ہے کہ انسان باوجود  
 کمال کے بھی لازم بشریتہ بالکل نہیں چھوٹ سکتا! دیکھئے آیت صاف دلائل کہ جس  
 ہے کہ نہار کا صبح طویل کیسوی سے ایک درجہ میں آپ کو بھی مانع ہو جائے اور چونکہ یہ  
 کے تمام اعمال کمال میں! اس سے معلوم ہوا کہ خلق کی طرف مشغول ہونا مافی کہ ان میں  
 پس صاحب کمال پر بھی ہر وقت کیساں حالت نہیں رہتی! حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ  
 حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا قدمہ مدینہ میں جسے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنے آپ کو کسی بنا  
 پر نہ مافی کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کچھ اور حالت ہوتی ہے اور یہ ہے  
 کچھ اور! اس پر حضرت ابو بکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرمایا کہ حالت تو یہی ہے! یہی ہے! آنحضرت  
 پر رحمہم! پیغمبر! اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ دن یا چند دن  
 ساعتہ ساعتہ ایک گھڑی کیسی! ایک گھڑی کیسی! اور درحقیقت اگر ہر وقت دین  
 حالت خلی کی رہے خود جسمانی ترکیب بھی ٹھیک نہ رہے! ادلی! مگر کیوں نہ ہو! کہ  
 علیہ میں انتظام تغذیہ وغیرہ کا ممکن نہیں پھر اس فنا کی تربیت آجاسے گی! ولہذا یہ  
 چوتھ سلاسل عزت و کرم برکشتہ  
 پانچواں سلاسل عزت و کرم برکشتہ

## جہالت اور لذت

دوسری مصلحت یہ بھی ہے کہ ذوق لذت جیسے ہی آتی ہے کہ اس حالت میں دوام نہ ہو ورنہ دوام سے عبادت جڑ جائے گی۔ اور لذت جو بسبب حدت کے معلوم ہوتی ہے نہ رہے گی کل جدید لذت اس کے ذرا وہ ایک اور حکمت بھی ہے وہ یہ کہ غلبہ اشتغاق میں قصد نہ رہے گا اور ہر مقصد کے اعمال کا اجر نہیں اور بلا اٹھالی قرب نہیں ملتا اور اعمال ہی دنیا میں مقصود ہیں دنیا میں انہی اعمال کے واسطے بھیجا گیا ہے ورنہ دنیا میں آنے سے پہلے روح کو خود ایسی حالتیں حاصل نہیں اور حضور دائم مسیر تہا؛ مگر اعمال نہ تھے ان کے کے واسطے دنیا میں بھیجا گیا؛ لہذا اعمال اور ان کا اجر امر مہتمم بالشان مہتمم اس لئے غشبین صوفیہ نے فرمایا ہے کہ اشتغاق میں ترقی نہیں ہوتی، ان سب باتوں سے معلوم ہو گیا کہ دنیا میں جیسی حکمتیں ہیں؛ ویسی اشتہار میں بھی ہیں اور یہاں ایک فائدہ قابل غور یہ ہے کہ باوجود یہ کہ تبلیغ دین و تعلیم احکام مستعدی نفع ہے اور وہ نفع لازمی ہے بڑھ کر بہت اس لئے منتہی کو اس کا زیادہ اہتمام ہوتا ہے؛ مگر بائیں تہہ یہ ارشاد ہے کہ چونکہ آپ کو وہاں میں بہت کم رشتہ میں رات کو تہجد اور تزیل سے قرآن پڑھا کیے اور ایک جہہ فرمائے ہیں کہ فاذا فرغت فانصب والی ربك فارغب اس سے یہ ثابت ہوا کہ کمال کو اپنے لئے بھی کچھ نہ چاہئے ضرور کرنا چاہیے؛ اور بتدکیل بھی ذکر سے غفلت نہ چاہیے؛ اور نہ از خود اس کا دو حال رہے گا کہ دوسروں کو اس سے کہاں نفع پہنچے گا؛ کیوں بدوئ خود کے ہوئے تعلیم میں رکش نہیں ہوتی؛ یہی مضمون قرآن میں لا و رد لا و رد لا و رد لا کی البتہ فلسفہ ہے کہ منتہی قطعاً نہیں کر کے دوام خود اختیار کر لے۔

فلانیت بجز حدت نہایت نیست  
تسبیح سدا و ذوق نیست  
بیک خود اپنے کو قابل ارشاد نہ جسنے گئے؛ البتہ جیسے شیخ اجازت دے دے؛

تو امتثال اس کام کو بھی شروع کر دے : اور پہلے سے اس کی نیت کرنا اور ذکر  
و شغل اس نیت سے کرنا بھی سنت مشربہ اور اس نیت کے مطابق کامیابی شریعت

اشتغال بالخلق | دوسرے یہ ہے کہ یہ نیت بڑا ہے کا شعبہ ہے۔ اب کامل کی توجہ  
الی الخلق ہیں ایک شہرہ زیادہ یہ کہ اشتغال بالخلق اس کو باطنی  
سے مانع ہوگا : سو اس شہرہ کی منتہی کامل کے حق میں کہنا پس نہیں : کیونکہ منتہی کی بسبب

وسعت صدر کے پرچہ لستہ ہوتی ہے کہ اس کو شغل بالخلق یا و حق سے مانع نہیں ہوتا : اور

بیز منتہی کے ساتھ اس کا مشغول ہونا بھی باطنی ہوتا ہے اور اس کی منتہی صدر و اس کے شغل

ہر اور منتہی حق حمل و جملہ ہی ہوتی ہے اور خلق کی طرف اس کی توجہ خدایہ کے لئے

ہوتی ہے اس لئے اس کو اشتغال بالخلق مانع من الخلق نہیں ہو سکتا : بلکہ یہ اشتغال

خود مخلوق خلق سے ہے : اور اس آیت میں مبدء الماویلا : بلکہ جہلہ مترجمہ کے لائق

کے اس حق کی طرف اشارہ ہے : اور مخلوق کا وہ حق یہ ہے : تصحیح دہم : ترجمہ اشارہ

لیکن اس حق میں حق خالق کو نہ ہو نا چاہیے : چنانچہ یہاں بھی مخلوق کے حقوق کے

بیان سے پہلے تم ایل الخ میں حقوق اللہ بیان کے گئے تھے : اور مخلوق کے حقوق

کے بعد بھی وا ذہ کہ اسم ربک فرمایا گیا ہے تو گویا یہ اشارہ ہے اس طرف کہ یہاں

میں ہمیں یہ سوال جاننا دل آخرو دونوں جہادوں کا کیا ہے اور ذکر اسم ربک

میں اکثر مشرین ائمہ اسم کو زیادہ کہتے ہیں اور بعض زائد نہیں قرار دیتے : اس

اختلاف سے یہاں ایک عجیبہ پارہ مختلف ہو گیا اور اختلاف امتی رستہ کا ذکر ہو

گیا اور وہ مسئلہ یہ ہے کہ زیادہ اہم قول کا تو موافق حاکم منتہی کے ہے اور زیادہ

کا قول موافق عدالت بتدری کے ہے کیونکہ بتدری کو خود سہمی اور مذکور کے لئے کہ جو آیت

اس کے لئے یہی کافی ہے کہ اسم ہی کا ذکر ہو جائے : بلکہ منتہی کے لئے اس کو

ذات بل واسطہ اصل ہے اور حاکم منتہی ان تہید : اس کا نام ہے خدایہ میں مشہور ترجمہ

یہ منہ ہی کہ اس کی حالت کا بیان ہے اور علم کے لئے سفیر ایک پہلے اور سفیر  
 طریق کار کے نقل سے مجھ میں آیا ہے وہ یہ کہ آدمی پہنچا کر کہہ گا اللہ تعالیٰ  
 سے قرآن کی مثل فرمائش کی ہے اور میں اس امر میں پر اس کو ضار ہوں اس سے  
 بہت امانی سے سفیر میرا جاتا ہے اس کے بعد ارشاد ہے ونبیل علیہ تبدیلیا اس  
 ہیں وراحت میں ایک یہ کہ تبیل کو صرف واذکر اسم کے متعلق کیا جائے تو اس صورت  
 میں تبیل سے اشارہ ہوگا مراقبہ کی طرف یعنی ذکر کے ساتھ مراقبہ ہو اور ایک یہ کہ تبیل  
 کو مستعملی نام کہا جائے کہ اس کا نام مذکورہ ہے یہ بھی حکم ہے کہ سب  
 سے تعلق کو دیا ہی معنی کہ سب کا تعلق اللہ تعالیٰ سے تعلق دیکھی اور سب سے منسوب  
 ہیں پس اس منسوبیت کا شمار حق تعالیٰ کے ذات معلوم ہوتا ہے مثلاً ایک وقت  
 میں وہ کہم متناوہ پیش آئے ایک کا نام تو اللہ تعالیٰ کے متعلق کا ہے اور دوسرے اللہ  
 سے متعلق ہوں اور دونوں کا جمع ہونا ممکن نہ ہو تو ایسے وقت پر اللہ کے نام کو اختیار کرنا  
 اس وقت پر ہی ہے کہ جو دنیا پس بھی معنی ہیں قطع تعلق سے نہ یہ کہ کسی سے کوئی  
 واسطہ ہی نہ رہے۔

چو چو نہ نسباً بکسلی واسطے

تسلی بجا با استغذری واسطے

الہیہ اشتیاق میں انفرادیہ کی نسبت سے اس کے انفرادیہ  
 ہیں کہ رب اشرفی ما اشرف الالہ الامین فاشرف

دیکھو یہ سب یہ کہ اللہ چاہے تو کہ اس سے منہم ہوا کہ ان کے لئے کہ کسی

منہم سے دور یہ ان کا منہم ہی ہوتا ہے ایسے اشرفی تو ان کے لئے ہوتا ہے

مذکورہ ہوا کہ ان کے لئے کہ بعد از اللہ ہی ہے تو ان کے لئے ہے

اس سے کہ ان کے لئے کہ ان کے لئے کہ ان کے لئے کہ ان کے لئے کہ

اس سے کہ ان کے لئے کہ ان کے لئے کہ ان کے لئے کہ ان کے لئے کہ





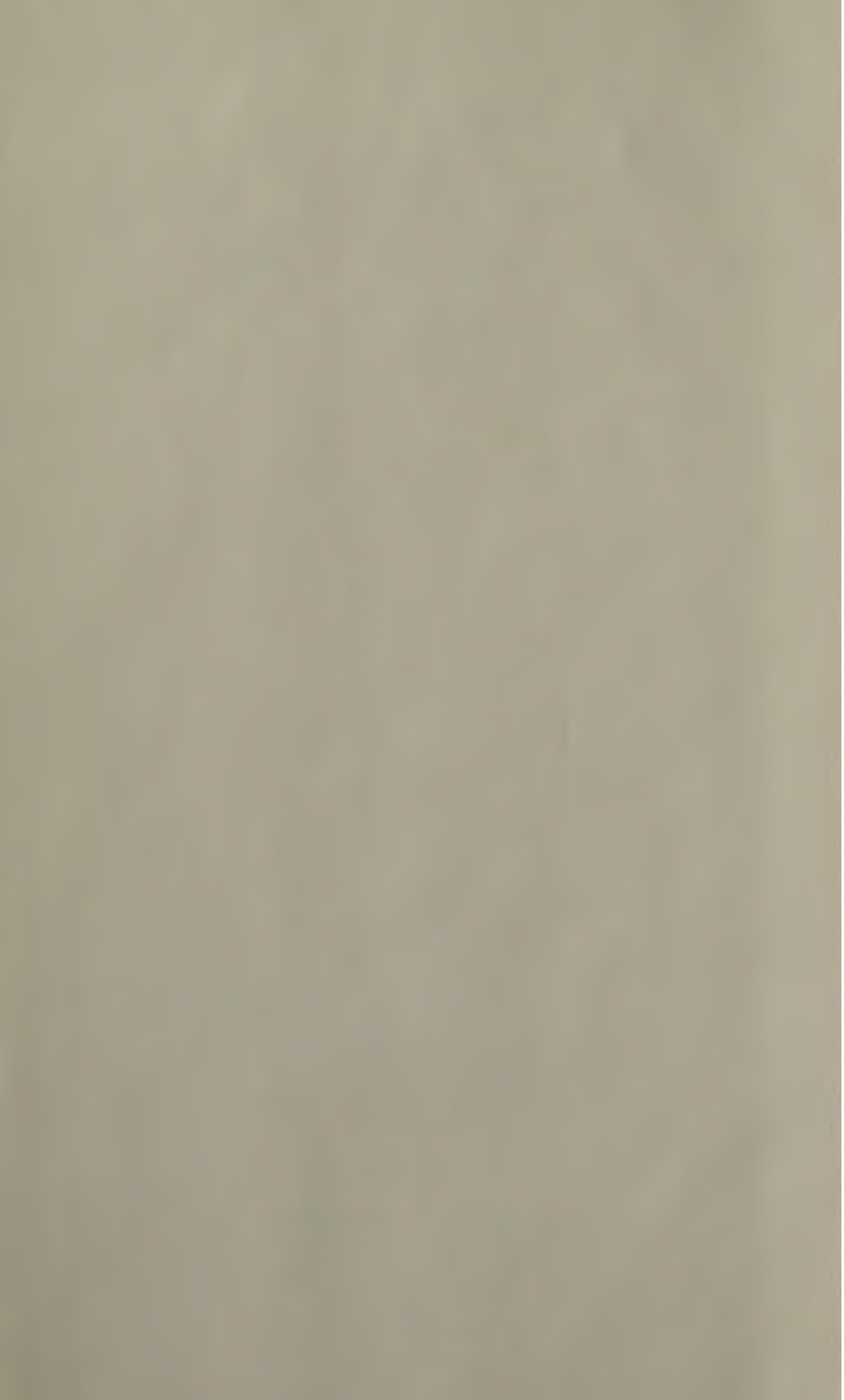
یہ نئی نہ ہو! پھر جب صبر کی تعلیم دی گئی: تو اس سہیل کے لئے حضور صلی اللہ علیہ  
 وسلم اسی اپنے انتقام لینے کی خبر سنا کر آپ کو تسلی بھی فرمائی جاتی ہے کہ وذر فی  
 نالکذ بین ادلی النعمۃ و مہلکم قلیلہ۔ یعنی مخالفین کے معاملہ کو ہم پر چھوڑ  
 دیجئے! ہم ان سے پورا بدلہ لے لیں گے! یہ خدا تعالیٰ کی عادت ہے کہ اہل حق کے مخالفین  
 سے پورا انتقام لیتے ہیں! اس لئے بھی مناسب یہی ہے صبر اختیار کیا جائے! کیوں کہ  
 جب اپنے سے بالا دست بدلہ لینے والا موجود ہے تو کیوں فکر کیجئے! خدا تعالیٰ کی  
 اس سنت کے موافق مخالف کو آخرت اور دنیا دونوں میں رسوائی ہو جاتی ہے!

پس تجربہ کر دیم دریں دیر مکانات  
 باور و کشاں ہر کردار فساد و افتاد  
 یہ سچ تو ہے را خدا رسوا نہ کرو  
 تا دے صاحب دے تا ہر بدرو

الغرض اہل تصوف کی معمول بہ چند چیزیں ہوئیں جن کا بیان اس مقام پر ہوا۔  
 قیام لیل یعنی تہجد تلاوت قرآن تسلیم دین! ذکر و تہجد توکل۔ صبر۔ اس لئے اس مجموعہ  
 بیان کو جو کہ اہل تصوف کے معمولات کو بلفصل عادی اور شامل ہے سیرۃ الصوفی کے  
 لقب سے طبع کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے اور یا ایھا المزمحل میں دو لطیفے معلوم ہوئے  
 ایک یہ کہ جس طرح آپ بوجہ غایت حزن دالم اپنے اوپر چادر اوڑھے ہوئے تھے! اسی  
 بعض اہل طریق کا معمول ہوتا ہے کہ چادر ایسے طور پر لپیٹ لیتے ہیں کہ نظر  
 منتشر نہ ہو اور کمال طلب منتشر نہ ہو اور جمعیت کے ساتھ ذکر میں لگا رہے! دوسرا لطیفہ  
 یہ کہ المزمحل کے معنی عام میں کبیل اوڑھنا بھی ہوتا ہے تو یا ایھا المزمحل میں اشارہ ہو  
 گا کہ لقب یا ایھا الصوفی کی طرف کیوں کہ لفظ صوفی میں گو اختلاف ہے مگر ظاہر  
 یہی معلوم ہوتا ہے کہ مراد موٹا کپڑا کبیل وغیرہ مراد لیا جائے! پس صوفی اور مزل متعارف  
 المعنی ہوئے اور اہل تصوف نے یہ لباس اس لئے اختیار کیا تھا کہ عہد ہی پھٹے نہیں!  
 عہد ہی میلانہ ہو اور بار بار دھونا نہ پڑے اور بعض اہل شہقت اس خاص وجہ سے بظنی



یہ شعر رکھتے تھے! مستور ہونے کی حالت میں بعض لوگ ان کو انڈیا پہنچا کر مبتلا سے بچال  
 ہو جاتے تھے اس لئے انہوں نے ایک علامت مقرر کی: جیسے آیت ڈالک ادنیٰ  
 ان یعرفن فلا یو ذین اس کی نظیر ہو: پس یہ حکمتیں تھیں اس لباس میں اور اب تو محض  
 ریادہ سمعہ کی غرض سے پہنتے ہیں جو بالکل اس شعر کا مصداق ہے: ۔۔۔  
 نقد صوفی نہ ہم صافی بغش باشد      اے بسا غرقہ کہ مستوجب آتش باشد  
 اس لئے یہ اب قابل ترک ہو گیا ہے:



# اصلاح باطن کے لئے خطبات حکیم الامت کا ایک عظیم السائیکلو پیڈیا تقریباً پندرہ ہزار صفحات پر مشتمل ۱۲ جلدوں میں

جلد نمبر	قیمت		جلد نمبر	قیمت
۱	۹۰٪	دعوت و تبلیغ	۱۳	۱۲۹٪
۲	۱۲۰٪	جزا و سزا	۱۴	۱۲۹٪
۳	۱۲۰٪	تسلیم و رضا	۱۵	۱۳۵٪
۴	۱۳۵٪	برکات رمضان	۱۶	۱۵۰٪
۵	۱۶۵٪	سنت ابراہیمؑ	۱۷	۱۲۰٪
۶	۱۶۵٪	مفاسد گناہ	۱۸	۱۳۵٪
۷	۱۶۵٪	آداب انسانیت	۱۹	۱۳۵٪
۸	۱۳۵٪	حقوق الزوجین	۲۰	۱۳۵٪
۹	۱۶۵٪	تدبیر و توکل	۲۱	۱۵۰٪
۱۰	۱۳۵٪	ذکر و فکر	۲۲	۱۴۴٪
۱۱	۱۳۵٪	راہ نجات	۲۳	۱۳۵٪
۱۲	۱۴۵٪	موت و حیات	۲۴	۱۴۰٪
۱۳	۱۴۵٪	محاسن اسلام	<p>نوٹ: ۱۔ جلد ۱۲ فضائل علم مہدیؑ اصلاح احمال جلد ۲۵۴ حدود و حدود - ۱۶ زیر بحث -</p>	